تاریخِ پنجاب

از

کنھیّا لال ہندی

مرتبہٗ

کلب علی خاں فائق

مجلسِ ترقیٔ ادب ○ کلب روڈ ○ لاہور

کنھیا لال جون ۱۸۳۰ع میں جلیسر ضلع ایٹہ میں پیدا ہوئے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم جلیسر میں اور ثانوی تعلیم آگرہ میں مکمل کی۔ پھر انجینئرنگ کی تعلیم کے لیے رڑکی کالج میں داخل ہوئے اور یہ کورس پاس کرکے ۱۸۵۰ع میں لاہور میں اسسٹنٹ انجینئر تعینات ہوئے۔ لاہور کی آب و ہوا اُنھیں اتنی پسند آئی کہ وہ یہیں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگئے۔

تصنیف و تالیف کا متفرق کام کرنے کے بعد ۱۸۷۵ع میں اُنھوں نے تاریخ پنجاب کا آغاز کیا اور ۱۸۷۷ع میں یہ کام مکمل کر لیا۔ اس طرح تین برس کی مسلسل محنت کے بعد یہ کتاب تکمیل کو پہنچی۔ پہلی بار یہ کتاب ۱۸۷۷ع میں چھپی اور پھر مصنف کی زندگی میں دوبارہ بھی شائع ہوئی۔ زیر نظر ایڈیشن کی ترتیب میں طبع اول کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

تاریخ پنجاب کی تالیف سے پہلے کنھیا لال فارسی نظم میں ''ظفر نامہ'' المعروف ''رنجیت نامہ'' تصنیف کرکے شائع کر چکے تھے اور اس طرح راجہ رنجیت سنگھ کے حالات کے تحت سکھوں کی پوری تاریخ اُن کی نظر سے گزر چکی تھی۔ چنانچہ افادۂ عام کے لیے اُنھوں نے تاریخ پنجاب لکھی جس میں سکھوں کے اچھے کاموں کی تعریف اور غلط کاموں پر کھُل کر تنقید کی ہے۔ اس کتاب میں کنھیا لال نے انگریزوں کے خلاف مصلحتاً کچھ نہیں لکھا لیکن سکھوں کی حکومت چونکہ ختم ہو چکی تھی لہذا اُسے جو دستاویزی ثبوت ملا وہ اُس نے آزادی سے استعمال کیا۔

←

تاریخِ پنجاب

تاریخِ پنجاب

از

کنھیّا لال ہندی

مرتبّہ

کلبِ علی خاں فائق

مجلسِ ترقّیِ ادب ○ کلب روڈ ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ

طبع دوم : جون ۱۹۸۹ء

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : احمد ندیم قاسمی
ناظم مجلس ترقی ادب ، لاہور

مطبع : فرنٹیئر پرنٹنگ پریس ، ، کوئینز روڈ ، لاہور

طابع : شوکت جاوید

قیمت : روپے

۱۰۰

فہرست

صفحہ	عنوان
۱	مقدمہ : از کلب علی خاں فائق
۱۱	حمد باری
۱۲	تمہید —— باعثِ تالیفِ کتاب

پہلا حصہ

صفحہ	عنوان
۱۷	بابا نانک کے وقت سے گورو گوبند سنگھ کے عہد تک دسوں گوروؤں کا حال اور ذکر ان کے فضائل و عبادت و ریاضت کا اور نیز بیان اُن واقعات کا جو بعد گورو گوبند سنگھ کے بندا جوگی کے وقت وقوع میں آئے۔
۱۸	بابا نانک
۲۲	احوال گورو لہنا المشہور گورو انگد دوسرے گورو کا
۲۳	گورو امرداس تیسرے گورو کا حال
۲۶	ذکر گورو رام داس چوتھے گورو کا
۲۸	ذکر گورو ارجن پانچویں گورو کا
۳۲	حال گورو ہرگوبند چھٹے گورو کا
۳۴	ذکر گورو ہررائے ساتویں گورو کا
۳۵	ذکر گورو ہرکشن آٹھویں گورو کا
۳۶	ذکر گورو تیغ بہادر نویں گورو کا
۴۱	ذکر گورو گوبند سنگھ دسویں گورو کا

عنوان	صفحہ

ذکر بندا بیراگی کا جو اپنا بیراگ چھوڑ کر گورو گوبند سنگھ کا سکھ ہوا اور تشریح اُن واقعات کی جو اس کے وقت میں وقوع میں آئے - ۶۳

دوسرا حصہ

سکھوں کی بارہ مثلوں کے بیان میں جو پنجاب میں بعد ضعف سلطنت چغتائی کے جا بہ جا حاکم و فرماں فرما ہوئے - ۹۵

پہلی مثل بھنگی سکھوں کی - - - - - - ۹۶
دوسری مثل رام گڑھی سکھوں کی - - - - - - ۹۸
تیسری مثل سرداران کنھیا کی - - - - - - - ۱۰۰
چوتھی مثل نکیوں سکھوں کی - - - - - - - ۱۰۳
پانچویں مثل آلووالیوں کی - - - - - - - ۱۰۵
چھٹی مثل ڈلی والے سکھوں کی - - - - - - ۱۰۹
ساتویں مثل نشان والے سکھوں کی - - - - - ۱۱۱
آٹھویں مثل فیض اللہ پوریوں سکھوں کی - - - - - ۱۱۲
نویں مثل کروڑی سکھوں کی - - - - - - ۱۱۳
دسویں مثل شہید بنگیوں کی - - - - - - - ۱۱۳
گیارھویں مثل پھلکیوں کی - - - - - - - ۱۱۳
بارھویں مثل سکرچکیوں سکھوں کی جن کی اولاد سے مہاراجہ رنجیت سنگھ والیِ پنجاب تھا - - - - - - - ۱۱۹

تیسرا حصہ

مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر کی ابتدائے عمر سے انتہا تک کل فتوحات و مہمات و واقعات کے ذکر میں - - - - ۱۳۶

دخل پانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا لاہور میں - - - - - ۱۴۱

عنوان	صفحہ
حال سردار گوجر سنگھ بھنگی لاہور کے پہلے حاکم کا - - -	۱۳۳
ذکر لہنا سنگھ دوسرے حاکم لاہور کا - - - - -	۱۳۶
حال سوبھا سنگھ تیسرے حصہ دار لاہور کا - - - - -	۱۳۶
جمع ہونا سکھوں کا بمقام موضع بھیسن بارادۂ جنگ و فساد اور جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ان کے مقابلے کو اور فتح یاب ہونا -	۱۳۸
یورش کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا گجرات پر اور نذرانہ لینا سردار صاحب سنگھ بھنگی سے اور دخل پانا قصبۂ اکال گڑھ میں بے جنگ و جدل	151
پگڑی بدلنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا سردار فتح سنگھ آہلوو الیہ سے اور بھائی بنانا ۔ اور یورش کرنا چنیوٹ و قصور و مہاراجہ سنسار چندر پر اور فتح کرنا قصبہ سجان پور کا - - - - - - -	۱۵۵
جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا شری گنگاجی کے غسل کے لیے ہردوار کو ، اور یورش کرنا قصور پر بعد قتل نظام الدین کے اور مطیع ہونا قطب الدین کا ، اور مہم کرنا ملتان پر اور خراج لینا ، اور دخل پانا شہر امرت سر میں ، اور فتح کرنا علاقہ بھنگیوں کا - -	۱۶۰
یورش کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا شہر جھنگ پر اور بھاگ جانا احمد خاں کا ملتان کو اور مطیع ہونا اوچ کے حاکم کا ۔ آنا مہاراجہ جسونت راؤ ہولکر مرہٹہ کا امرت سر میں اور جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا واسطے انفصال مقدمۂ زمین کے جو ق مابین رئیس پٹیالہ و نابھہ و جیند کے برپا تھا - - - - - - - -	۱۶۷
تشریف لے جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کانگڑہ میں بہ امداد راجہ سنسار چند اور نکالنا لشکر گورکھیہ کا وہاں سے اور پیدا ہونا شہزادہ شیر سنگھ کا اور فتح کرنا بعد جنگ و جدل کے شہر قصور کو اور لشکر لے جانا ملتان پر اور نذرانہ لینا بہاول پور سے - -	۱۷۵
جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا حسب الطلب پٹیالہ میں ، اور وصول کرنا زر نذرانہ مالیر کوٹلہ وغیرہ ریاستوں سے ، اور فتح کرنا قلعہ نرائن گڑھ کا ، اور قبضے میں لانا قلعۂ پٹھان کوٹ و سیالکوٹ ، اور مطیع	

عنوان	صفحہ
ہونا راجہ جسروٹہ و چمبہ و ڈمکہ کا ، اور نذرانہ لینا صاحب سنگھ گجراتیہ سے مع توپ احمد شاہی کے ، اور دخیل ہونا قلعۂ شیخوپورہ میں بعدِ جنگ و جدل - - - - - - -	۱۸۶
آنا مٹکف صاحب سفیر انگریزی کا لاہور میں اور مقرر ہونا دریائے ستلج کا حدِ درمیانی ، درمیان علاقہ سرکار انگریزی و سرکار لاہور ، اور دوستی قائم ہونا ، اور فتح کرنا بعض علاقوں کا ملک سس ستلج میں اور نذرانہ لینا ہر ایک رئیس سے اور قابض ہونا قلعہ کانگڑہ پر بعد اخراج لشکر گورکھیہ کے - - - - - -	۱۹۶
فتح پانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کوہ جموں و وزیرآباد و گجرات و اسلام گڑھ و جلال پور و خوشاب و بھمبر و قلعہ گگ و پلول و جالندھر پر اور ملاقات کرنا شاہ شجاع و شاہ زمان بادشاہانِ معزول علاقۂ کابل سے - - - - - - - - -	۲۰۸
تیسری بار یورش کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ملتان پر اور واپس آنا اور فتح کرنا علاقہ اوچ و مٹھہ و ٹوانہ و کوٹ کمالیہ کا بہ ماموری دل سنگھ اور ضبط ہونا ملک تنکہ کا اور نذرانہ لینا راجگانِ کوہی سے اور یورش کرنا بھمبر پر دوسری بار اور مامور ہونا فوج کا کشمیر کو بہ امداد فتح خان وزیر کابل اور قبضے میں آنا قلعہ اٹک کا اور جنگ کرنا افغانی فوج سے اور فتح پانا اور چھین لینا جواہر کوہ نور شاہ شجاع الملک سے - - - - - - -	۲۱۵
یورش کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کشمیر پر اور بے حصولِ مراد واپس آنا اور فساد زمینداران مکھڈ کا اور سزا پانا - - - -	۲۲۷
دو مرتبہ حملہ کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ملتان پر اور فتح پانا اور قتل ہونا نواب مظفر خان کا مع فرزندوں کے اور پکڑا آنا نواب سرفراز خان کا اور غارت ہونا ملتان کا مع دیگر حالات - - - -	۲۵۳
لشکر کشی کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا پشاور اور کشمیر پر اور فتح یاب ہونا ان دونوں مہموں میں مع دیگر حالات متعلقہ - - -	۲۶۴

عنوان	صفحہ
فساد برپا کرنا زمینداران ہزارہ کا اور مامور ہونا شہزادہ شیرسنگھ و سدا کنور کا اس طرف اور مارا جانا دیوان رام دیال کا جنگ میں اور اطاعت میں آنا زمینداران قوم چھب اور باہو کا اور حاصل ہونا خطاب راجگی کا میاں دھیان سنگھ کو اور چھن جانا تمام علاقہ رانی سدا کنور سے اور فتح ہونا قلعہ منکیرہ کا مع دیگر حالات کے -	۲۷۳
جنگ کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا افغانوں کے ساتھ بہ مقام کوہ ٹھیری اور بعد شکست کے فتح یاب ہونا اور مر جانا راجہ سنسار چند کا اور تعمیر ہونا فصیل شہر امرتسر کا اور سزا دینا مفسدان یوسف زئی کو اور فتح ہونا قلعہ تارا گڑھ و کوٹلہر اور مر جانا نواب احمد خان والیِ سابق منکیرہ کا اور فتح ہونا قلعہ سری کوٹ کا اور مقرر ہونا پہلے گورمکھ سنگھ و چونی لال کا اور پھر دیوان کرپا رام کا صوبہ داریِ کشمیر پر اور مانگنا مہاراجہ کا لیلی گھوڑی کا یار محمد خان حاکمِ پشاور سے و ذکر واقعات سید احمد جہادی - -	۲۹۳
ملاقات کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا لارڈ بینٹنگ صاحب گورنر جنرل بہادر کے ساتھ بہ مقام روپڑ اور مقرر ہونا شہزادہ شیر سنگھ کا بہ نظامتِ کشمیر اور آنا وِیڈ صاحب ایجنٹ بہادر کا واسطے گفتگو راستہ کابل کے بہ مقام لاہور اور فتح کرنا شہزادہ کھڑک سنگھ کا علاقہ سکھر کو اور نکل جانا ریاست بہاولپور کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت سے اور داخل ہونا صاحبانِ انگریز کی حمایت میں مع دیگر حالات درمیانی، اور ذکر شادی کنور نونہال سنگھ کا اور قتل ہونا سردار ہری سنگھ نلوہ کا پشاور کی جنگ میں - -	۳۲۱
جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا جموں کی طرف اور غسل کرنا پرمنڈل میں اور آنا میکھناٹن صاحب سفیر انگریزی کا واسطے اظہار گفتگو مہم کابل کے اور ملاقات کرنا مہاراجہ کا لارڈ آکلنڈ صاحب گورنر جنرل بہادر کے ساتھ بہ مقام فیروز پور و امرت سر و لاہور، اور روانہ ہونا فوج خالصہ کا کابل کو اور بیمار ہونا مہاراجہ کا اور وفات پانا - - - - - - - - - -	۳۳۹

صفحہ | عنوان

چوتھا حصہ

مہاراجہ کھڑک سنگھ و کنور نونہال سنگھ و مہاراجہ شیر سنگھ کے واقعات کے ذکر میں اور مسندنشین ہونا مہاراجہ کھڑک سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد، اور اختیار پانا کنور نونہال سنگھ کا اور قتل کر ڈالنا سردار اجیت سنگھ کو اور وفات پانا مہاراجہ کھڑک سنگھ کا بیمار ہو کر اور کنور نونہال سنگھ کا بہ صدمہ گرنے دیوار کے اور مسند نشین ہونا رانی چند کنور کا اور یورش کرنا مہاراجہ شیر سنگھ کا لاہور پر اور فتح پا کر مالک ریاست کا ہونا اور قتل ہونا سردارانِ سندھیانوالیہ کے ہاتھ سے - - - - - - - ۳۶۱

پانچواں حصہ

ذکر واقعات عہد مہاراجہ دلیپ سنگھ، اور قتل میں آنا راجہ سوچیت سنگھ کا راجہ ہیرا سنگھ کے ہاتھ سے اور بھائی بیر سنگھ و سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ کا فوج کے ہاتھ سے، اور قتل ہونا راجہ ہیرا سنگھ و سوہن سنگھ و پنڈت جلا کا بلوے میں، اور وزیر ہونا سردار جواہر سنگھ کا اور قتل ہونا فوج میں جا کر، اور یورش کرنا فوج سکھوں کا علاقہ انگریزی پر اور قائم ہونا انگریزی عمل داری کا پنجاب میں بعدِ جنگ و جدل، اور معزول ہو کر جلا وطن ہونا مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر کا پنجاب سے ۳۷۴

چھٹا حصہ

عہدِ سرکار گردوں وقار انگریزی کے حالات کے ذکر میں جو ۱۸۵۷ع میں بوقت مفسدہ پردازی فوج انگریزی وقوع میں آئے ۴۰۴

ضلع لدھیانہ - - - - - - - - - ۴۰۶

ضلع فیروز پور - - - - - - - - - ۴۰۶

عنوان	صفحہ
ضلع جالندھر	۳۰۷
ضلع ہوشیارپور	۳۰۸
ضلع کانگڑہ	۳۰۹
ضلع لاہور	۳۰۹
ضلع امرت سر	۳۱۰
ضلع گورداسپور	۳۱۱
ضلع سیالکوٹ	۳۱۲
ضلع گوجرانوالہ	۳۱۳
ضلع جہلم	۳۱۴
ضلع راولپنڈی	۳۱۵
ضلع شاہ پور	۳۱۵
ضلع گجرات	۳۱۵
ضلع ملتان	۳۱۵
ضلع جھنگ	۳۱۶
ضلع گوگیرہ	۵۱۶
ضلع پشاور	۳۱۷
ضلع ہزارہ	۳۱۸
ضلع کوہاٹ	۳۱۸

ساتواں حصہ

ریاست جموں کے ذکر میں	۳۲۱
ذکر حکومت و ترقیِ اقبال خاندان مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر والیِ جموں و کشمیر	۳۲۸
روز بروز ترقی پانا اور اعزاز حاصل کرنا میاں گلاب سنگھ و دھیان سنگھ کا دربار مہاراجہ رنجیت سنگھ والیِ پنجاب میں	۳۳۵

صفحہ	عنوان

تفویض ہونا علاقہ جموں کا اول بعوض نگہداشت فوج میاں گلاب سنگھ کو اور ملنا خطاب راجگی کا میاں کشور سنگھ پدر گلاب سنگھ کو اور مفتوح ہونا ملک کشتوار کا اور لیا جانا قلعہ منکیرہ کا اور جنگ کرنا یوسف زئیوں سے اور مارا جانا میاں ڈیڈو مفسد کا لڑائی میں اور گرفتار ہونا اغر خان مفسد کا اور پھر عطا ہونا ملک جموں کا میاں گلاب سنگھ کو اور حاصل ہونا خطاب راجگی کا گلاب سنگھ اور سوچیت سنگھ کو سرکار لاہور سے مع دیگر واقعات - - - ۳۳۲

مہاراجہ ہونا راجہ گلاب سنگھ کا بعد شکست پانے فوج سکھی کے انگریزوں کی لڑائی سے اور حاصل کرنا سلطنت جموں و کشمیر کا صاحبان عالی شان یعنی سرکار کمپنی انگریز بہادر سے - - - ۳۶۶

خاتمۃ الکتاب - - - - - - - - ۳۶۹

قطعۂ تاریخ از نتائج طبع رنگین خیال جناب رائے بہادر کنھیا لال صاحب ایگزیکٹو انجینئر لاہور، مؤلف کتاب ہذا، تخلص ہندی - - - ۳۷۰

ایضاً از رائے بہادر ممدوح - - - - - - - ۳۷۰

از نتائج افکار مفتی غلام سرور لاہوری سرور - - - - - ۳۷۱

• • •

مقدمہ

مختصر سوانح:

"تاریخِ لاہور" کے آغاز میں ہم نے مصنّف کے مفصّل حالات لکھ دیے ہیں۔ یہاں اجمالاً اُس کا ذکر کافی ہوگا۔ کنہیا لال جون ۱۸۳۰ء میں جلیسر ضلع ایٹہ (صوبہ یو۔پی، بھارت) میں پیدا ہوا۔ اُس کا باپ ہرلرائن ایک روشن خیال ماتھر گوت کا کایستھ تھا۔ جب کنہیا لال پانچ برس کا ہوا تو اُس نے قصبہٗ جلیسر کے سکول میں اُس کو داخل کرا دیا۔

اس کے اساتذہ میں ایک اُستاد محمد حفیظ خاں بھی تھے جن کا خصوصاً ذکر کنہیا لال نے کیا ہے۔ وہ سات برس تک تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اس کے بعد اُسے ثانوی تعلیم کے لیے آگرہ بھیج دیا گیا۔ یہاں تین سال تک اُس نے ریاضی، ہندی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ اس درمیان میں قابلیت کی بنا پر اُسے وظیفہ بھی ملتا رہا۔

میٹرک پاس کرنے پر انجینئرنگ کی تعلیم کے لیے اُس کو رُڑکی کالج میں داخلہ مل گیا اور اُس کا وظیفہ بھی بڑھ گیا۔ انجینئرنگ کورس پاس کرنے پر اُس کا تقرر بحیثیت اسسٹنٹ انجینئر لاہور میں ہوگیا اور وہ غالباً جون ۱۸۵۰ء میں لاہور میں آ گیا۔ تعلیم کے دوران میں اُس کی شادی سندر دیوی نامی لڑکی سے ہوگئی تھی۔ لاہور کی آب و ہوا اُسے اتنی پسند آئی کہ وہ یہیں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگیا۔

افسرانِ اعلیٰ اُس کی کارکردگی سے بہت خوش تھے۔ اُس نے فارغ اوقات میں اپنا مطالعہ جاری رکھا۔ ابتدا میں اس نے اپنے فن سے متعلق ریاضی اور انجینئرنگ کی چند کتابیں لکھیں جن میں سے بعض انگریزی میں تھیں۔ پھر اُس نے اخلاق پر ایک منظوم کتاب لکھی اور اُسے حکام کی خدمت میں پیش کیا۔

اُس کے اس کام کی بہت تعریف کی گئی اور اس کے بعد اُس نے اسے جاری رکھا۔ یکے بعد دیگرے کتابیں لکھ کر خود ہی چھپواتا رہا اور زیادہ تر کتابیں مفت تقسیم کرتا رہا۔ نتیجۃً اُس کی مقبولیت میں بہت اضافہ ہوا اور اس کی کتابوں کی طلب بڑھ گئی۔ وہ بار بار کتابیں چھپواتا اور مفت بانٹتا۔ اُس نے کہا ہے کہ میری پہلی تصنیف ''گلزار ہندی'' (نظم فارسی) ہے اور دوسری کتاب ''بندگی نامہ'' (نظم)۔ پھر ایک ترکیب بند بطور ''ماسقیاں''۔ اس کے بعد نسخہٴ ''یادگار ہندی'' (نظم فارسی)، زاں بعد دیوانِ اُردو "مناجاتِ ہندی" اور کتاب ''اخلاقِ ہندی'' (اردو نظم) ہے۔

ان کاموں سے فراغت پا کر اُس نے تاریخ کا موضوع انتخاب کیا اور فارسی نظم میں ''ظفر نامہ'' المعروف ''رنجیت نامہ'' لکھا۔ چونکہ راجہ رنجیت سنگھ کے حالات کے تحت سکھوں کی پوری تاریخ اس کی نظر سے گزر چکی تھی، اُس نے افادۂ عام کے لیے اُردو نثر میں ''تاریخ پنجاب'' لکھی۔ اس کتاب میں اُس نے سکھوں کے اچھے کاموں کی تعریف اور غلط کاموں پر تنقید کی ہے جس سے اُس کی افتادِ طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کتاب کی اشاعت پر سکھوں نے احتجاج کیا۔ چنانچہ اُس نے طباعتِ ثانی کے موقع پر نظرثانی کر کے بعض تبدیلیاں کر دیں۔ تاہم جس رائے کا اظہار اُس نے طباعتِ اول میں کیا تھا وہ کسی دباؤ یا لالچ سے آزاد ہو کر کیا تھا۔ اس تاریخ میں اُس نے انگریزوں کے خلاف مصلحتاً کچھ نہیں لکھا۔ لیکن سکھوں کی حکومت کا چونکہ زوال ہو چکا تھا لہٰذا اُسے جو دستاویزی ثبوت ملا وہ اُس نے آزادی سے استعمال کیا۔ اُس کا یہ کام قابلِ تعریف ہے۔

''تاریخ پنجاب" کے بعد اُس نے ''تاریخ لاہور'' تالیف کی اور اس کی تالیف سے فارغ ہو کر وہ چند ہی سال زندہ رہا۔ اُس کی نگرانی میں لاہور کی جو سرکاری عمارتیں تعمیر ہوئیں، وہ اُس کی ہنرمندی کا ثبوت ہیں۔ مثلاً ریلوے اسٹیشن، پل اور میو ہسپتال وغیرہ۔

جون ۱۸۸۵ء میں وہ اپنی پچپن سالہ ملازمت پوری کرنے کے بعد ریٹائر ہو گیا اور اس کے پونے تین سال بعد فروری ۱۸۸۸ء میں اس جہانِ فانی سے چل بسا۔

اُس نے اپنی اولاد کو بھی اعلیٰ تعلیم دلائی تھی۔ سیوا رام اُس کا بیٹا بیرسٹری پاس کرنے انگلینڈ بھیجا گیا تھا اور سیوا رام کی بہن ہر دیوی اور لڑکی رادھکا بھی اس کے ساتھ تھیں۔

ہر دیوی ، اخبار ''بھارت بھگتی'' الہ آباد و پنجاب کی مدیرہ تھی ۔ اُس کی شادی روشن لال بیرسٹر پنجاب سے ہوئی تھی ۔ وہ قومی تحریکوں میں حصہ لیتی تھی اور نثر نویس بھی تھی ۔ رسالہ ''زمانہ'' دربار نمبر ۱۹۱۲ع میں بھی اُس کا مضمون شائع ہوا تھا ۔ وہ ۱۹۲۶ع کے متصل فوت ہوئی ۔

میوا رام اپنے باپ کے مرنے کے بعد انگلستان سے آیا اور دو سال بعد خود بھی دنیا سے چل بسا ، یعنی متصل ۱۸۹۱ع ۔ کنہیا لال کی پوتی رادھکا دیوی بھی ۱۹۱۹ع میں فوت ہو گئی ۔ وہ مشہور بیرسٹر سچدانند سنگھ (ممبر آف دی لیجسلیٹو کونسل وائسرائے) کی بیوی تھی ۔

کنہیا لال نے ''تاریخِ پنجاب'' کی تالیف کا کام ۱۸۷۵ع میں شروع کیا اور ۱۸۷۷ع میں ختم کیا ۔ ''تاریخ پنجاب'' تین برس کی مسلسل محنت کا نتیجہ ہے ۔ اس میں سکھوں کی مکمل اور مفصل تاریخ ہے ۔ پہلی بار یہ کتاب ۱۸۷۷ع میں چھپی اور پھر مصنف کی زندگی میں دوبارہ بھی شائع ہوئی ۔ مرتّب کے پیشِ نظر طباعتِ اول ہے ۔ اُسی کو پیشِ نظر رکھ کر یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے ۔

مصنف کی کتابیں امتدادِ زمانہ سے نایاب ہوتی جا رہی ہیں ۔ مصنف کا کہنا ہے کہ میں اس سے پہلے چھ کتابیں نظم میں تصنیف کر چکا ہوں : اول فارسی نسخہ ''گلزارِ ہندی'' ، دوم ''بندگی نامہ'' ، سوم ''یادگارِ ہندی'' (فارسی) ، چہارم ''دیوان مناجاتِ ہندی'' ، پنجم ''اخلاقِ ہندی'' (اُردو) ، ششم ''رنجیت نامہ'' (فارسی نظم) ۔ ساتویں تصنیف ''تاریخ پنجاب'' ہے ۔ اس کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ پہلا حصہ از بابا گورو نانک تا گورو گوبند سنگھ ۔ دوسرا حصہ سکھوں کی بارہ مثلوں سے متعلق ہے اور تیسرے حصے میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا مکمل حال ہے ۔ چوتھے حصے میں مہاراجہ کھڑک سنگھ ، کنور نونہال سنگھ اور مہاراجہ شیرسنگھ کا احوال ہے ۔ پانچویں حصے میں مہاراجہ دلیپ سنگھ کی مسند نشینی سے لے کر انقراضِ سلطنت و جنگ و جدل با صاحبانِ عالی شان انگریز کا حال ہے ۔ چھٹے حصے میں انگریزی عہدِ سلطنت کا احوال ہے اور ساتویں حصے میں ذکرِ سلطنتِ جموں و کشمیر ہے ۔

قصور شہر کی بربادی کا نقشہ کنہیا لال نے موثر انداز میں پیش کیا ہے ۔ چنانچہ اُس کا بیان ہے :

''مہاراجہ نے توپ خانہ شہر کی دیواروں کے گرانے پر مامور کر دیا ۔ جب دیواریں گر پڑیں اور دروازہ ٹوٹ گیا تو سکھی فوج نے شہر میں

گھس کر غارت کا بازار گرم کیا - ہر ایک گھر اور مکان سے البارون کے البار نقد و جنس کے لیے - جدھر سکھ جاتے تھے ، رعایا اپنے مال و اسباب گھر سے نکال کر اُن کے روبرو رکھ دیتی تھی - لوگوں کے بدن کے کپڑے تک سکھوں نے اُتار لیے - عورتیں ننگے سر اور ننگے بدن ، ستر سے بے ستر ہوکر جا بہ جا اپنے آپ کو چھپاتی پھرتی تھیں مگر کوئی جگہ امن کی نہیں ملتی تھی -

بہت سی اشراف عورتیں ، جنھوں نے کبھی بیگانہ مرد کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی ، اپنے ہاتھ سے پھانسی لے کر مر گئیں ، چاہات میں کود پڑیں - غرض ہر ایک امیر و غریب ایسا لٹا کہ پارۂ نان کا محتاج ہوگیا - بڑے بڑے مکانوں کو سکھوں نے آگ سے جلا دیا اور بڑے بڑے مکان گرا کر لکڑیاں نکال لیں - اس تفرقے میں عورت ، خاوند کا بھی باہم اجتماع نہ رہا - جہاں کسی کو جگہ ملی ، جان چھپا کر چل دیا -

بہت سی جوان عورتیں اور لڑکیاں اور لڑکے سکھوں نے شہر سے پکڑ لیے اور غلام بنانے کے ارادے پر پاس رکھ لیے -"

اگرچہ مولف "تاریخِ پنجاب" مہاراجہ رنجیت سنگھ کا مداح ہے لیکن وہ اس کے بعض ناشائستہ افعال سے چشم پوشی بھی نہیں کرتا بلکہ اُس پر آزادانہ اظہارِ رائے کرتا ہے : مثلاً "کوہِ نور" ہیرا چھیننے کا واقعہ اُس نے تفصیل سے لکھا ہے - ملاحظہ ہو :

"مہاراجہ نے ایک وکیل بہ طلب جواہر "کوہِ نور" کے شاہ شجاع کے پاس بھیجا اور پیام دیا کہ حسبِ وعدہ شاہ بیگم (حرم شاہ شجاع) جواہر کوہِ نور ہم کو دے دیویں - یہ بات سن کر شاہ بہت گھبرایا اور ہرگز منظور نہ کیا کہ وہ کروڑوں روپے کی مالیت کا جواہر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دے دیوے - اگرچہ جواہر کوہِ نور اُس وقت بھی اُس کے پاس موجود تھا مگر اُس نے بہانہ کرکے بیان کیا کہ وہ الماس بہ عوض تین کروڑ روپے کے کابل میں رہن ہے -

مہاراجہ اس بات سے بہت ناراض ہوا اور سخت پہرہ شاہ کی حویلی (مبارک حویلی) پر مامور کرکے مقیّد کر دیا اور کہلا بھیجا کہ شاہ کو بہرحال یہ جواہر ہم کو دینا پڑے گا - اور ہم اس کے عوض میں بالفعل پنجاہ ہزار روپیہ نقد اور تین لاکھ روپے کی جاگیر دے سکتے ہیں - شاہ نے پھر بھی یہی جواب دیا کہ یہاں ہمارے پاس نہیں ہے -

دو ماہ کے عرصے میں کابل سے منگوا دوں گا۔ جب وہ میعاد بھی گزر گئی اور جواہر کوہِ نور نہ ملا تو سخت تشدد مہاراجہ کی طرف سے عمل میں آیا۔ یہاں تک کہ تین روز تک باورچی خانے میں کھانا پکانے کی اجازت نہ ہوئی اور نہ کوئی سامان کھانے پینے کا شاہ کے پاس پہنچنے پایا، جس سے خود شاہ اور تمام نوکر چاکر اس کے بھوک کے عذاب سے نیم جاں ہوگئے۔ جب شاہ نے دیکھا کہ اب جان کا بچنا محال ہے تو کوہِ نور کے دینے پر راضی ہوا . . . شاہ نے وہ جواہر نہایت افسوس اور حسرت کے ساتھ مہاراجہ کو دے دیا۔

مہاراجہ نے دریافت کیا کہ یہ جواہر کس قدر قیمت کا ہوگا؟ جواب دیا ''اس کی قیمت لاٹھی ہے۔ میرے بزرگوں نے لوگوں کو مار کر اُن سے چھینا تھا۔ تم نے مجھ کو لاٹھی مار کر چھینا ہے۔ کوئی اور زبردست ایسا آئے گا کہ وہ تم کو لاٹھی مار کر چھین لے جائے گا۔''

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ شاہ شجاع کی مستورات کے جسم سے تمام زیورات بھی زبردستی اُتروا لیے۔ سنیے :

"ایک جواہر کوہِ نور بے بہا جو میرے پاس تھا میں مہاراجہ کو دے چکا، اب کس واسطے مہاراجہ مجھ کو تنگ کرتا ہے۔ اور یہ بات شاہانِ فرماں فرما کب جائز رکھتے ہیں کہ جو کوئی بادشاہ فلک زدہ اپنے ملک و حکومت سے بے دخل ہوکر بہ طور مہمان اپنے گھر آئے اس کو لوٹ لیں۔ یہ بات سن کر مہاراجہ سخت ناراض ہوا اور حکم دیا کہ شاہ کو تنگ کرکے جواہرات لیں۔ اس پر بھی بادشاہ نے کچھ نہ دیا۔ آخر سکھنیاں عورتیں شاہ کے گھر میں بھیجی گئیں اور اُن کو حکم ہوا کہ شاہ کی عورتوں کی تلاشی لے کر جس قدر زیور و جواہرات دستیاب ہو، سب لے آئیں۔ چنانچہ وہ عورتیں شاہ کے گھر میں گھس گئیں اور نہایت بے آبروئی کے ساتھ شاہ کے زنانہ لوگوں کی تلاشی لی، جس کے لکھنے سے قلم سیاہ آنسو بہاتی ہے۔ بعدِ تلاشی کئی لاکھ روپے کا زیور و جواہر شاہ کے گھر سے دست یاب ہوا۔''

ملتان کی تباہی پر مؤلف نے اس طرح آنسو بہائے ہیں۔ وہ لکھتا ہے :

"سکھوں نے شہر لے لیا اور غارت شروع کی۔ سکھ گھر گھر اور گلی گلی جا نکلے اور جو ملا اٹھا لائے۔ اگر کسی نے انکار کیا، قتل کر ڈالا۔ ہزاروں لوگ اس تہلکے میں گھر چھوڑ کر بھاگ گئے اور اُن کا

تمام مال و اسباب سکھوں کی نذر ہوا - بعضوں نے قتل ہو کر اپنا مال دیا ، بعضوں نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر حوالے کیا اور جان بچائی . . . نواب کی شہادت کے بعد سکھ شہر میں داخل ہوئے اور غارت شروع ہوئی - تمام شہر ''الامان'' پکار اٹھا مگر کون سنتا تھا - ہندو ، مسلمان کوئی انسان سکھوں کی غارت سے نہ چھوٹا - تمام رعیت برباد ہو گئی - کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جس نے اس غارت کا صدمہ نہ اُٹھایا ہو - بہت سی عورتیں اور بچے سکھوں نے وہاں سے پکڑ کر قید کر لیے - بڑے بڑے غنی اور دولت مند لوگ ٹکڑے کے محتاج ہو گئے - سکھ جس گھر میں جاتے تھے ، گھر والوں کے بدن کے کپڑے بھی اُتروا لیتے تھے اور مکانوں کے دروازوں کے تختے ، جو قیمتی لکڑی کے نظر آتے تھے ، اُتار کر لے جاتے تھے - مہاراجہ کی فوج کا ایک ایک سکھ اُس غارت کے مال سے دولت مند ہو گیا -

ہزاروں پردہ نشین عورتوں کو ان سکھوں نے بے پردہ کر ڈالا اور سینکڑوں خود کشی کر کے مر گئیں - بہت سے لوگ سکھوں کے ہاتھ سے اس ناحق لوٹ کے وقت مارے گئے - اور سکھ جس گھر کا دروازہ بند دیکھتے تھے ، دروازہ توڑ کر اندر چلے جاتے تھے اور گھر والوں کو اس جرم میں کہ انھوں نے دروازہ کیوں بند کیا ، مار ڈالتے تھے - بعد ازاں اُن کا مال لوٹ لیتے تھے - اگرچہ شہر کے دخل کے وقت مصر دیوان چند نے سکھوں کی پریڈ جما کر حکم دیا تھا کہ شہر نہ لوٹا جائے ، کیوں کہ پہلے دو تین مرتبہ یہ شہر غارت کا صدمہ اُٹھا چکا ہے ، اب اگر خالصہ جی ان کو امان دیں تو مناسب ہے اور اس بات سے مہاراجہ بھی خوش ہوگا ، مگر یہ سن کر تمام فوج ہنسی اور کہا کہ ہم ضرور اس شہر کو لوٹیں گے . . . غرض خالصہ جی نے اس شہر کو ایسا لوٹا کہ آج تک وہ لوٹ لوگوں کی زبان پر ضرب المثل بنی ہوئی ہے - اگرچہ وہ زمانہ گزر گیا ، ظالم و مظلوم میں سے کوئی باقی نہ رہا ، مگر وہ تذکرہ قیامت تک لوگوں کی زبان پر جاری رہے گا -''

(صفحات ۲۵۷ تا ۲۶۳)

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت کی حدود بہت وسیع تھیں - چنانچہ صوبہ کشمیر اور صوبہ سرحد کے بعض اضلاع بھی اور بہاولپور وغیرہ (جو اُس وقت آزاد ریاست تھی) اُس کے دائرۂ اختیار میں آ چکے تھے - مشرق پنجاب کی بعض ریاستیں اُس

کے ماتحت تھیں اور بعض زیرِ اثر ۔ مشرق میں انگریزوں نے بڑھ کر جالندھر اور لدھیانہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا تھا اس لیے مشرق کی سمت اُس کا دائرۂ اقتدار محدود ہو کر رہ گیا ۔ مہاراجہ اندور ہولکر انگریزوں سے شکست کھا کر اُس کی امداد حاصل کرنے کے لیے آیا تھا ، لیکن اُس نے انگریزوں سے مصالحت کی رائے دی ۔ اُس نے اپنی فوجوں کو غیر ملکی افراد سے تربیت دلائی تھی اور اُس کا توپ خانہ بہت طاقتور تھا ۔ موجودہ صوبۂ پنجاب اتنا وسیع نہیں جس قدر اُس کا ملک تھا ۔ اُس کا اپنا سکّہ تھا ۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کا بڑا حکمران تھا ۔ اُس میں حکمرانی کے جوہر موجود تھے ۔ کنہیا لال نے ''تاریخِ پنجاب'' لکھ کر اُسے زندہ کر دیا ہے ۔

کلبِ علی خاں فائق

هو اللہ الباقی والکُلّ فانی

بعون الملک الوہاب

یہ کتابِ نایاب الموسوم

بہ

تاریخِ پنجاب

۱۸۷۷ء

مصنّفہ سخنورِ رنگیں خیال ، مصنّفِ اہلِ کمال ، رائے بہادر
کنہیا لال صاحب ایگزکٹیو انجینئر لاہور

در مطبع مصطفائی واقع لاہور مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب کا حاکم جنابِ باری ہے　　حکم جس کا ہمیشہ جاری ہے
جتنے انساں ہیں یا کہ حیواں ہیں　　سارے اُس کے مطیعِ فرماں ہیں
ملک اُس کا ہے اور مکاں اُس کا　　زمیں اُس کی ہے، آسماں اُس کا
اُس کا ہرگز کوئی نہیں ثانی　　ہے وہ دانائے رازِ پنہانی
وہی پروردگارِ عالم ہے　　حکم سے اُس کے بیش اور کم ہے
جنّ و انساں میں ہے ظہور اُس کا　　مہر و مہ سے عیاں ہے نور اُس کا
عرش سے فرش تک تمام جہاں　　ہے ثنا گوئے خالقِ دوراں
کوئی گردن ہلا نہیں سکتا　　حکم سے سر اُٹھا نہیں سکتا
وہی بندے کو تاج دیتا ہے　　شاہ کرتا ہے، راج دیتا ہے
کُن سے پیدا کیا جہاں اُس نے　　کیا کون و مکاں عیاں اُس نے
قطرے کو وہ گُہر بناتا ہے　　خاک کو مثلِ زر بناتا ہے
جو خدا چاہتا ہے، کرتا ہے　　قہر سے اُس کے بندہ ڈرتا ہے
سب کا مالک ہے خالقِ دوراں　　اُس کو شایاں ہے فخر و عزت و شاں
یا الٰہی! مری خبر لیجیے　　ہندیِ زار پر نظر کیجیے

تمہید

باعث تالیف کتاب

خدا کی حمد و سپاس کے بعد خوشہ چینِ خرمنِ اہلِ کمال ، رائے بہادر کنھیا لال ، تخلص ہندی ، خلفِ جنت مکان لالہ ہر نرائن مرحوم کایستھ ماتھر جلیسری حال واردِ شہر لاہور ، صاحبانِ علم و ہنر کی خدمت میں یہ التماس کرتا ہے کہ اگرچہ خاکسار کو خدماتِ مفوّضۂ سرکارِ ابد پائیدار و انجامِ مہامِ متعلقہ سے کہ بہ ارشادِ فیض بنیاد ، غریب پرور ، انصاف گستر ، صاحبِ والا شان فیاضِ دوران ، ابرِ رحمت ، دریائے سخاوت ، جناب معلّی القاب ، صاحبِ عالی مناقب ، آنریبل سر ہنری ڈیویز صاحب بہادر کے - سی - ایس - آئی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر خطۂ پنجاب دام اقبالہ ، بندے کے ساتھ علاقہ رکھتے ہیں ، اتنی فرصت حاصل نہ تھی کہ اُن کو انجام دے کر کسی اور کام کی طرف میرا رجوعِ خاطر ہو ، تاہم اپنے دلی شوق و جوشِ درونی سے اکثر اوقات طبیعت نظم کی طرف مائل رہتی تھی - رفتہ رفتہ شوق نے اس قدر ترقی پائی کہ بعدِ شام جب اُمورِ پُر فرور مفوضۂ سرکارِ دولت مدار سے فراغت پاتا ، وقتِ عزیز کو ہاتھ سے نہ گنواتا - آدھی رات تک سوائے کاغذ و قلم و چراغ کے کوئی چیز یا شخص پیشِ نظر نہ ہوتا تھا - اس محنتِ شاقہ سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ آج تک چھ کتابیں نظم میں منظوم ہوئیں - سب سے اول ایک فارسی نسخہ "گلزارِ ہندی" نام پند و نصائح کے مضمون میں لکھا گیا ، پھر "بندگی نامہ" و "یادگارِ ہندی" فارسی و دیوان "مناجاتِ ہندی" و "اخلاقِ ہندی" اُردو نوبت بہ نوبت تحریر ہوتی رہیں جو بار بار طبع ہوکر ہدیۂ نظرِ صاحبانِ دانش و بینش ہو چکی ہیں -

زمن بعد بہ سبب اس کے کہ دلِ نیاز منزل اس بات کی طرف مائل تھا کہ کوئی تاریخ اور سچا سچا حال فارسی نظم میں ایسا منظوم کیا جائے جس سے شائقینِ اہلِ شوق رنگینیِ داستان کا حظ بھی اُٹھائیں اور نظم کے لطف سے بھی ذوق پائیں ، آخر بہت سی تلاش کے بعد یہ تجویز قرار پائی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سرگباشی والیِ پنجاب کا حال ، جس نے اپنی شمشیرِ عالم گیر کے زور سے تھوڑے سے زمانے میں تمام خطہ پنجاب کا فتح کیا ، بلکہ پنجاب سے بھی آگے بڑھ کر کشمیر و پشاور و ڈیرہ جات کو بھی لیا تھا ، بہ تتبّعِ مولانا نظامی گنجوی بحرِ متقارب میں منظوم ہو ۔ چنانچہ تین برس برابر یہ کارِ خیر پیش نہادِ خاطر رہا اور سنہ ایک ہزار آٹھ سو پچھتر عیسوی میں باختتام پہنچا ۔ تمام احوال ، آغاز و انجام خاندان سکھوں کا ، اس میں لکھا گیا ۔ اب سات سو جلدیں اس کی چھپ کر شائع ہو چکی ہیں ۔

اُس کے اختتام کے بعد بعض دوستانِ محبت کیش و محبانِ صداقت اندیش مکلفِ حالِ نیاز مآل ہوئے کہ یہی داستان ، یعنی حالِ صداقت مآل مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سرگباشی ، جو پیرایۂ نظم میں آ چکا ہے ، عبارتِ اُردو نثر سے بھی زینتِ تازہ پائے ، جس سے مبتدی و منتہی دونوں بہرۂ کامل حاصل کریں اور تمام اہلِ ہند اپنی زبان میں بہ آسانی اس کو پڑھ لیں ۔ شائقینِ نظم تو نسخۂ نظم کی سیر کریں اور نثر کے خواہش مند اس کو دیکھیں اور محظوظ ہو کر میرے حق میں دعائے خیر کریں ۔ اس واسطے یہ نسخہ نثر میں لکھا گیا اور اس کا نام ''تاریخِ پنجاب'' رکھا گیا ۔ اور کتاب سات حصوں میں تقسیم ہوئی :

پہلا حصہ : بابا نانک کے وقت سے گورو گوبند سنگھ کے عہد تک ؛ دسوں گوروؤں کا حال اور ذکر اُن کے فضائل و محامد و عبادت و ریاضت کا اور نیز بیان اُن واقعات کا جو بعد وفات گورو گوبند سنگھ بندا جوگی کے وقت وقوع میں آئے ۔

دوسرا حصہ : سکھوں کی بارہ مثلوں کا حال اور تشریح ان کی حکومت اور غارت و تاراج کی ، مع حالاتِ جنگ و جدل جو سکھوں نے سکھوں کے ساتھ کیے :

تیسرا حصہ : مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ابتدائے عمر سے انتہا تک ، کل فتوحات و واقعات مشرّح ۔

چوتھا حصہ : مہاراجہ کھڑک سنگھ و کنور نونہال سنگھ و مہاراجہ شیر سنگھ کے وقت کے واقعات میں ۔

پانچواں حصہ : مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر کی مسند نشینی سے تا انقراضِ سلطنت تمام احوال و ذکرِ قتلِ راجہ ہیرا سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ و جواہر سنگھ و جنگ و جدل با صاحبانِ عالی شان انگریز بہادر۔

چھٹا حصہ : عہدِ سرکارِ انگریز کے حالات میں جو ۱۸۵۷ء میں بہ وقتِ مفسدہ پردازی فوج انگریزی کے وقوع میں آئے۔

ساتواں حصہ : سلطنتِ جموں و کشمیر کے ذکر میں۔

اب منشیانِ بلاغت نشان و ناثرانِ نادر بیان کی خدمت میں یہ التجا ہے کہ جب وہ اس کتاب کی کسی عبارت یا مضمون میں نقص پائیں، اصلاح فرمائیں۔ اگر اصلاح پر قادر نہ ہوں، خاموش رہیں اور انگشت نمائی سے باز آئیں۔

قطعۂ تاریخِ آغازِ کتاب

یہ کیا پنجاب کی نادر ہے تاریخ
ہے بابِ فیضِ حق جس کا ہر اک باب
خوش و خرم ہیں اس کے دیکھنے سے
محبت کیش سب ہندی کے احباب
یہ نسخہ گوہرِ دریائے جاں ہے
کہ جس کی روز بڑھتی جائے گی آب
نہیں ہے کوئی نسخہ اس کے ثانی
اگر ہوگا تو ہوگا کوئی نایاب
لکھا ہندی نے اس کا سالِ تاریخ
ہوئی اب بے مثل تاریخِ پنجاب

۱۸۷۵ء

• • •

پہلا حصہ

بابا نانک کے وقت سے گورو گوبند سنگھ کے عہد تک ، دسوں گوروؤں کا حال اور ذکر ان کے فضائل و عبادت و ریاضت کا اور نیز بیان اُن واقعات کا جو بعد گورو گوبند سنگھ کے بندا جوگی کے وقت وقوع میں آئے

شائقینِ علمِ تاریخ پر واضح ہو کہ زمانۂ قدیم میں پنجاب کا ملک راجگانِ دہلی کے ماتحت تھا اور اُنھی کا صوبہ دار یعنی حاکمِ بااختیار اس خطے میں ان کے حکم سے حکم رانی کرتا تھا ۔ مگر جب سلطان محمود غزلوی مسلمان بادشاہ پنجاب کے راستے سے ہند پر حملہ آور ہوا تو اُس وقت پنجاب کی سلطنت کسی راجہ کے ماتحت نہ تھی ۔ راجہ جے پال لاہور کا راجہ اس سرزمین میں بااختیار فرماں فرما تھا ۔ ملک کشمیر و کوہستانِ شمالی و غربی ، جو پنجاب کے ساتھ ملحق ہے ، تمام اس کے قلم رو میں داخل تھا ۔ دو لڑائیاں وہ محمود غزنوی کے باپ سبکتگین اور محمود کے ساتھ لڑا ۔ راجہ ہند نے بھی اس کی امداد لشکر و خزانہ سے بہت کی مگر فتح خداداد ہے ، وہ مغلوب رہا ۔ ناچار اس نے اطاعت مان لی ۔ جب وہ مر گیا تو اننگ پال اس کا بیٹا راجہ ہوا ۔ اس نے بھی زیادہ عمر نہ پائی اور پانچ سال کے عرصے میں مر گیا ۔ پھر راجہ جے پال ثانی تخت نشین ہوا ۔ اس کے وقت میں سلطان محمود نے اپنا تسلط پنجاب پر کر لیا اور وہ خاندان نیست و نابود ہو گیا ۔ اُس روز سے اخیر سلطنتِ چغتائی تک ، آٹھ سو برس ، برابر اسلامیہ حکومت پنجاب میں رہی ۔ شاہانِ دہلی کا تسلّط پنجاب پر بھی رہا ۔ جب

بہ قضائے ربانی چغتائی سلطنت بالکل کمزور ہو گئی اور لاہور کا صوبہ مزاحمتِ بار بار شاہِ کابل سے خستہ حال ہو گیا تو اس وقت قوم سکھ نے سر اُٹھایا۔ چوں کہ اس وقت اس قوم کی کثرت پنجاب میں بہت تھی، سب قومیں ان کے مقابلے میں مغلوب ہو گئیں اور یہ جا بہ جا مالک و حاکم و فرماں فرما ہو گئے۔ احمد شاہ بادشاہِ کابل نے سات مرتبہ ان پر حملے کیے اور بار بار لشکرِ جرار لے کر آیا مگر انتظام نہ ہوا۔ احمد شاہ کی وفات کے بعد اس قوم کی مثلیں بارہ قرار پائیں جس میں بارہ حاکم تھے اور ہر ایک حاکم کا علیحدہ علیحدہ علاقہ محدود تھا۔ آخر سکرچکیوں کی مثل میں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سرگباشی ایسا صاحبِ نصیب پیدا ہوا کہ تمام پنجاب میں اس نے اپنی حکومت قائم کر لی، اور سب مثلیں مغلوب ہو گئیں۔ چوں کہ اس کتاب میں صرف قوم سکھ کے آغاز حکومت و انجام سلطنت کا حال لکھنا منظور ہے اس لیے لکھا جاتا ہے کہ ابتدائے مذہبِ سکھی بابا نانک سے ہوئی جس کا حال ذیل میں درج ہے۔

بابا نانک:

یہ شخص ایک فقیر موحد، صلح کل، خدا دوست، صاحبِ کشف و کرامت و بے طمع، صاحبِ عبادت و ریاضت تھا۔ ہر ایک شخص اور ہر ایک قوم کے ساتھ اس کی دلی محبت تھی۔ مزاج اُس کا تعصبِ مذہبی سے خالی تھا۔ اخلاق اس کے بہت اچھے تھے۔ غضب و قہر و بدمزاجی تو خالقِ حقیقی نے اس کے جسم میں پیدا ہی نہیں کی تھی۔ محبت و رحم و لطف و سخاوت کی اس کو عادت تھی۔ طالبِ دنیا یا طالبِ خدا جو کوئی اس کے روبرو جاتا خالی نہ آتا۔ سمت ۱۵۲۰ بکرمی مطابق ۸۸۰ھ و ۱۴۶۸ء میں بہ عہدِ سلطنتِ سلطان بہلول لودی، موضع تلونڈی رائے بھولا واقع دوآبہ رچناب میں، جو اب ضلع لاہور تحصیل شرقپور کے متعلق ہے، کالو کھتری بیدی کے گھر میں 'نانک' پیدا ہوا۔ اس کے بعد جو ایک بہن اس کی پیدا ہوئی، اس کا نام 'نانکی' رکھا گیا جو مسمیٰ 'جیرام کھتری' ساکن 'سلطان پور' کے ساتھ منسوب ہوئی۔ اور گورو نانک کی شادی مولا کھتری بٹالہ کے رہنے والے کی لڑکی سے ہوئی۔

خورد سالی کی عمر میں، جب گورو نانک ابھی چھ سات برس کی عمر کا تھا، کبھی گھر سے باہر نہ جاتا اور لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلتا۔ ہر ایک کام سے خدا کی یاد کو بہتر جانتا، اکثر اوقات خاموش رہتا، جب ماں باپ بلاتے تب بولتا ورنہ چپکے بیٹھا رہتا۔ نانک کے اقربا اور عزیزوں نے جب اس کا یہ حال دیکھا تو

سب کو فکر ہوئی اور سب نے مل کر نانک کے باپ کو کہا کہ تیرے بیٹے کو جنون کا مرض ہے، طبیبوں سے اس کا علاج کرانا چاہیے - کالو ان کے کہنے سے ایک طبیب کے پاس گیا اور اس کو گھر بلایا - طبیب نے جب نبض نانک کی دیکھی، نانک ہنسا اور کلماتِ عارفانہ و نکاتِ فقیرانہ زبانِ گوہر افشاں سے کہنے شروع کیے - اور فرمایا کہ میرے جسم میں کوئی عارضی مرض و بیماری نہیں ہے جس کا تم علاج کرو گے - اور جو عارضۂ عشقِ حقیقی میری روح کو لاحقِ حال ہے، اس کا علاج تم نہیں جانتے - پس کیا ضرور ہے کہ تم تکلیف اُٹھاؤ اور میرے علاج کو میرے گھر آؤ - بیت :

چارہ گر چارہ نہیں اس عشق کے بیمار کا
طالبِ دیدار کو شربت نہ دو دینار کا

یہ عارفانہ کلام جب طبیب نے سنا، متحیّر ہوا اور یقین کر لیا کہ یہ لڑکا ولیِ مادر زاد ہے - من بعد 'نانک' کے باپ 'کالو' سے مخاطب ہو کر کہا کہ تیرے لختِ جگر کو خدا کے عشق کی بیماری ہے جس کا علاج حکیمِ مطلق کر سکتا ہے - طب کے علم میں اس کے علاج کے لیے کوئی نسخہ نہیں لکھا - جب 'کالو' کو بھی اپنے بیٹے کے حال سے بہ خوبی واقفیت ہو گئی تو اُس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا - چند سال اسی حال پر گذرے کہ نانک دو دو چار چار روز جنگل میں جاتا تو وہیں رہتا، گھر کو نہ آتا - جب ماں باپ وہاں سے پکڑ کر لاتے تو گھر کے ایک گوشے میں ہو بیٹھتا - خور و خواب سے کچھ غرض نہ رکھتا - والدین کھانا کھانے کے لیے جب اس کو سخت تقاضا کرتے تو ایک دو لقمے سے زیادہ نہ کھاتا - جب عمر 'نانک' کی سولہ برس تک پہنچی تو والدین نے شادی کی اور چاہا کہ یہ کسی امرِ دنیاوی کی طرف متوجہ ہو اور روپیہ پیسہ کمانے کی اس کو عادت ہو تو بہتر ہے - یہ سوچ کر اُنھوں نے جے رام 'نانک' کے بہنوئی کو، جو دولت خاں جاگیردار سلطان پور کے گھر میں مدارالمہام تھا، اس بات کی اطلاع دی - اُس نے 'نانک' کو اپنے پاس طلب کر لیا - جب نانک سلطان پور پہنچا تو جے رام بہنوئی نے اس کی بہت خاطر کی - اچھے سے اچھے کھانے اور پوشاک اس کی خاطر مہیا کی، مگر یہ ہرگز نہ تو عمدہ کھانا کھاتا اور نہ پوشاک پہنتا - وہی فقیرانہ لباس پہنتا اور غریبانہ کھانا کھاتا - جب چھ ماہ اسی حالت پر گذر گئے تو ایک روز 'نانکی'، 'نانک' کی ہمشیرہ اور جے رام اس کے شوہر، نے نانک کے باب میں آپس میں تجویز کی اور چاہا کہ اس کو کسی شغل سے مشغول کریں

تا کہ یہ آوارہ نہ پھرتا رہے، بلکہ صبح سے شام تک اسی کام کے انجام دینے میں ساعی و سرگرم رہے۔ یہ تجویز کر کے خدمت مودی خانہ سرکار دولت خاں جاگیردار سلطان پور کی نواب کے حکم سے نانک کے سپرد کرادی اور نانک اس کام میں مصروف ہوا۔ لیکن وہاں بھی اس کا یہی حال تھا کہ ہر روز سادھو سنت، فقیر، مفلس، درویش سینکڑوں مودی خانے میں آتے اور آٹا دال وغیرہ خیرات لے جاتے۔ جب لوگوں نے ایسا حال دیکھا تو نواب دولت خاں کے حضور میں جا کر مخبری کی اور کہا کہ اس مودی نے اجناس سرکاری، جو مودی خانے میں تھی، سب فقیروں کو کھلا دی ہیں۔ اب عنقریب بھاگنے والا ہے۔ جب بھاگ جائے گا تو سرکار اپنا مال کس سے وصول کرے گی۔ اب مناسب ہے کہ اس سے حساب لیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصل سرمایے میں سے، جو مودی خانے میں تھا، کس قدر نقصان ہوا ہے۔ یہ بات سن کر دولت خاں غضب میں آیا۔ فوراً جے رام اپنے اہل کار کو، جس کی ضمانت سے مودی خانہ نانک کو دیا تھا، قید کر لیا اور نانک کو طلب کر کے اپنے روبرو مودی خانے کا حساب کروایا۔ جب حساب ہو چکا تو معلوم ہوا کہ جس قدر نقد و جنس مودی کو سرکار سے ملا ہوا تھا، دوچنداں اس سے دکان میں موجود ہے۔ اس بات کے ظاہر ہونے سے حاسد بہت پشیمان ہوئے اور دولت خاں نے رضامند ہو کر خلعتِ فاخرہ نانک کو بخشا اور جے رام، نانک کے بہنوئی، کو قید سے نکال کر بدستور مدارالمہام بنایا۔ دو سال کے بعد پھر جب حاسدوں نے دیکھا کہ نانک ہر روز سرکاری مودی خانے سے دو دستہ خیرات فقیروں اور محتاجوں کو کرتا ہے، اب ضرور نقصان میں ہوگا، تو دوبارہ اس کی مخبری کی اور دولت خاں نے ایک اہل‌کار امین کی معرفت حساب لیا تو پھر بھی سرکاری سرمائے سے سہ چند نقد و جنس دوکان سے پایا۔ اُس روز سے دولت خاں نے نانک کو اجازت عام دے دی کہ وہ جس قدر چاہے اپنے اختیار سے فقرا کو دیا کرے، آیندہ کبھی حساب اُس سے نہ لیا جائے گا۔ مگر نانک اس دوبارہ حساب کے لینے سے مودی خانے کے کام سے دل برداشتہ ہو گیا اور بہ رضامندی نوکری چھوڑ دی۔ دولت خاں نے بہت سا اصرار کیا کہ کسی طرح نانک اس کے یہاں سے علاقہ نہ چھوڑے مگر نانک نے ایک نہ مانی اور بہ کاروبار دنیاوی سے دل برداشتہ ہو کر چاہا کہ روئے زمین کی سیر کرے اور مردانِ خدا پرست کی زیارت سے مستفید ہو۔ چنانچہ بہ اتفاق مسمیٰ مردانہ مطرب اور مسمیٰ بالا کے فقیرانہ لباس میں جے رام و نانکی سے پوشیدہ سلطان پور سے نکلا اور ہندوستان کے دور و نزدیک ملکوں اور تیرتھوں

کی سیر کرکے پھر کوہِ ہمالہ کے تمام ملکوں کو دیکھا ۔ پھر عرب و عجم دور دور کے ملکوں میں جا کر چوبیس سال اپنی عمر عزیز کے اس کام میں صرف کیے ۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ گورو نانک مکتے میں گیا اور کعبے کی طرف پاؤں کر کے لیٹا ہوا تھا کہ قاضی آیا اور غضب ناک ہو کر کہا کہ تو نے خانہ خدا کی طرف پاؤں کس واسطے کیے ہیں ؟ نانک نے جواب دیا کہ : "جس طرف خدا کا گھر نہیں ہے اُس طرف تو ہی اُٹھا کر میرے پاؤں کردے" ۔ چونکہ خداوند تعالیٰ ہر جگہ و ہر طرف موجود ہے ، قاضی کو یہ جواب پسند آیا اور خاموش ہو کر چلا گیا ۔ اس سیر کے بعد نانک پنجاب میں آیا اور دریائے راوی کے کنارے جہاں ڈیرہ نانک آباد ہے ، سکونت اختیار کی ۔ اس عزت کے ساتھ کہ ہزاراں مردانِ خدا پرست کا ہجوم روزانہ اس کے دروازے پر رہتا ، صدہا روپے روزمرہ نانک کے لنگر پر خرچ ہو جاتے ، غربا و فقرا و مساکین جس قدر آتے برابر ان کو کھانا و پوشاک نانک کے خزانے سے ، جو ایک غیب کا خزانہ تھا ، ملتے ۔ سوائے دولتِ باطنی کے ظاہری ثروت بھی اس قدر ہوئی کہ اس وقت کے کسی امیر یا نواب کو نصیب نہ تھی ۔ قصبہ ڈیرہ نانک نانک نے خود آباد کرایا اور بڑے بڑے مکانات بنوا کر اپنے سکھوں کو حکم دیا کہ اس میں سکونت پذیر ہوں ۔ اپنے گھر کے لوگ بھی نانک نے وہاں ہی طلب کرلیے ۔ چنانچہ دو صاحب زادے پیدا ہوئے ۔ ایک کا نام لکھمی چند اور دوسرے کا نام سری چند رکھا ۔ لکھمی چند تو دنیادار ہوا اور سری چند نے دنیا سے آزاد ہو کر فقیری اختیار کی ۔ اس نے نیا طریقہ فقیری کا اختیار کیا اور 'اوداسی' طریق اس کا نام رکھا ۔ اس طریق کے فقرا سر پر لمبے بال رکھتے ہیں اور الھی بڑھے ہوئے بالوں کو پگڑی کی جگہ سر پر باندھ لیتے ہیں ۔ پائجامہ نہیں پہنتے ، صرف چھوٹا سا لنگوٹ بالشت بھر چوڑا اور ایک گز لمبا باندھتے ہیں ۔ بدن پر راکھ ملا کرتے ہیں ۔ حجامت نہیں کراتے ، بدن کو اُسترا نہیں لگاتے ۔ یہ طریق اب بھی پنجاب میں بہت رائج ہے ۔ من بعد بابا نانک نے قصبہ کرتار پور کی بنیاد رکھی اور اس کو آباد کیا ۔ وہاں بھی اکثر اوقات ان کی سکونت رہتی تھی ۔ غرض جب زمانہ عمر عزیز گورو نانک کا گزر چکا تو چند ماہ وفات سے پہلے لہنا کھتری ساکن کھنڈور کو ، جو اُن کا خادم جاں نثار خدمت گزار لیل و نہار تھا ، اپنی جگہ مسند نشین کیا اور گورو انگد اس کو خطاب دیا ۔ دونوں صاحب زادے اُس وقت موجود نہ تھے ۔ جب وہ آئے تو اپنا حق مسندنشینی ظاہر کیا ۔ نانک نے جواب دیا کہ یہ نتیجہ خدمت و فرماں برداری کا ہے جو اس کو ملا ۔ یہ کہہ کر صندل گھسانے کی کٹوری گندگی کے مغاک میں

پھینک دی اور بیٹوں کو کہا کہ اسے نکال لاؤ - وہ نہ گئے اور لہنا نے دوڑ کر گندگی میں ہاتھ ڈال دیا اور کٹوری نکال لایا - پھر نانک نے ایک مردار کی طرف اشارہ کرکے بیٹوں کو کہا کہ اس کو کھاؤ - وہ نہ گئے اور لہنا کھانے کو دوڑا - اُس کے جاتے ہی وہ مردار طرح طرح کی نعمت کا خوان بن گیا - یہ جواب بابا تو لڑکے خاموش ہو گئے۔ آخر گورو نانک بہ روز اکادشی یا دسمی اسوج سمت ۱۵۹۶ بکرمی و ۹۹۳ ہجری و سنہ ۱۵۳۸ عیسوی اس جہانِ فانی سے سفر کر گیا -

چونکہ گورو نانک ایک آدمی صلح کل ، ہندو مسلمان کے ساتھ برابر اتحاد رکھتا تھا بعد وفات اس کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں درباب جلانے یا دفن کرنے نعش اس کی سخت تنازعہ برپا ہوا - کیونکہ مسلمان اس کو جانتے تھے کہ یہ فقیر خدا پرست ہے ، اقوال اس کے مطابق آیتِ قرآن و حدیث پیغمبر کے ہیں ، اس کو دفن کرنا چاہیے۔ جلا دینا ایسے مقبول شخص کا سراپا بے ادبی ہے ، اور ہندو بسبب اس کے کہ وہ ہندوؤں کے گھر پیدا ہوا اور ہندو تھا ، اپنے عقائد کے بہ موجب اس کی نعش کو جلا دینا صواب تصور کرتے تھے - اس بات پر فریقین کے درمیان سخت نزاع برپا ہوئی اور تلواریں کھنچیں - ایسی حالت کے بعد بعض مردمانِ انصاف پرست درمیان میں آ گئے اور فیصلہ اس بات پر ٹھہرا کہ گورو نانک کی نعش نہ تو دفنائی جائے اور نہ داغ دیا جائے بلکہ دریائے راوی میں بعد پہنانے کفن اور خوشبو لگانے کے بہا دی جائے - مسلمان اس بات پر راضی نہ ہوئے اور غلبہ کرکے اس مقام پر جا گھسے جہاں بابا نانک کی نعش رکھی ہوئی تھی - وہاں پہنچ کر چاہتے تھے کہ نعش کو اٹھائیں مگر جب چادر نعش سے اُٹھائی تو نعش کو وہاں موجود نہ پایا - صرف چند پھول خوشبودار چادر کے نیچے پڑے ہوئے نظر آئے - ایسے حال کے وقوع میں آنے سے مسلمان نہایت شرمندہ ہوئے اور چاہا کہ اسی چادر اور پھولوں کو لے جا کر دفن کر دیں - اتنے میں ہندو اجتماع کرکے پہنچے اور آدھی چادر اُنھوں نے مسلمانوں سے چھین لی - غرض وہی آدھی چادر مسلمانوں نے تو دفن کی اور ہندوؤں نے جلا دی اور گورو نانک مع جسم و جان دیدۂ ظاہر بیں سے پوشیدہ ہو کر بہشت میں منزل گزیں ہوا -

احوال گورو لہنا المشہور گورو انگد دوسرے گورو کا :

گورو انگد یعنی دوسرے گورو کا حال جو بعد سرگباش ہونے بابا نانک کے اپنے گورو کی جگہ پر جانشین ہوا ، اس طرح پر درجِ تواریخ ہے کہ اس شخص

کا نام پہلے لہنا ذات کا کھتری تھا اور موضع کھنڈور میں ، جو دریائے بیاس کے کنارے پر واقع ہے ، رہتا تھا ۔

سری دیوی کانگڑہ والی کی خدمت میں اس کو ایسا اعتقاد تھا کہ ہر سال دیوی جی کے درشن کے واسطے پاپیادہ کانگڑہ کو جاتا ۔ ایک مرتبہ جو وہ موضع کھنڈور مسکن اپنے سے کانگڑہ کو چلا جاتا تھا ، راستے میں گزر اُس کا قصبہ کرتار پور میں ہوا ۔ وہاں گورو نانک موجود تھا ۔ لوگوں سے اس نے گورو کا حال دریافت کیا ۔ اُنھوں نے بڑے مبالغے کے ساتھ تعریف کی تو اس کو بھی شوق ہوا کہ گورو جی کے درشن کرے ۔ چنانچہ خدمت میں حاضر ہوا ۔ گورو نانک اس سے بہ کمال خلق و محبت پیش آیا اور اپنے دل کی کشش سے اس کو ایسا اپنی طرف کھینچا کہ وہ کئی روز گورو کی خدمت میں حاضر رہا ۔ آخر جب دیوی کے درشن کے دن قریب آئے تو اُس نے گورو نانک سے رخصت طلب کی ۔ چونکہ اُس کو بھی اس کا حسنِ عقیدت و راست شعاری پسند آ گئی تھی ، اس کے جانے کا روادار نہ ہوا اور کمالِ مہربانی کے ساتھ فرمایا کہ دیوی کے درشنوں کے واسطے اتنی دور جانا کیا ضرور ہے اور جس کو گھر بیٹھے خدا دولت دیوے وہ ڈھونڈنے کیوں جائے ۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ دیوی درشن دیوے تو دیوی کرپا کر کے یہاں ہی آ جائے گی اور اگر کسی کارِ دنیاوی کے لیے کانگڑے کو جانا ہے تو اختیار ہے : بیت

اہل قسمت اپنے گھر بیٹھے ہی دولت پائیں گے
یار گھر آ جائے گا تو ڈھونڈنے کیوں جائیں گے

یہ مژدہ سن کر لہنا بہت خوش ہوا اور کہا کہ میں اس مہربانی کے قابل نہیں ہوں ۔ اگر آپ کرپا کریں تو لائق ہیں ۔ نانک نے یہ سن کر اُس کو کہا کہ آنکھیں بند کر اور دل کی آنکھوں سے دیکھ ، کیا دکھتا ہے ۔ لہنا نے فی الفور آنکھیں بند کر لیں ۔ دیکھا کہ دیوی جی خود تشریف لائی ہیں اور کمال مہربان ہو کر فرماتی ہیں کہ ہمارے اور نانک کے ایک درشن ہیں ۔ تم انھی کے درشن کر لیا کرو ، تم کو کانگڑے آنے کی ضرورت نہیں ۔ اس لذتِ دیدار سے لہنا مست و بے خود ہو کر زمین پر گر پڑا ۔ گرو جی نے فوراً اس پر اپنی چادر ڈال دی اور وہ ہوش میں آیا اور جھپٹ کر پاؤں پکڑ لیے اور اسی وقت سکھ بن گیا اور اپنا گھر بار ، زن و فرزند کو ترک کر کے گرو کے پاس رہنا شروع کیا ۔ اس طرح کہ کبھی دن یا رات ، صبح یا شام کو خدمت سے جدا نہ ہوتا اور اپنی راستی و نیک شعاری و خوش وضعی سے گرو کو ایسا خوش کیا کہ نانک اس کو فرزندوں سے

زیادہ عزیز سمجھتا تھا ۔ نانک کے بعد بھی اس نے مسند کو کمال زینت دی اور ہزاروں لوگوں کو اس مذہب میں داخل کیا اور ڈیرہ نانک سے اُٹھ کر اپنے اصلی وطن موضع کھنڈور میں سکونت پذیر ہوا ۔ آخر بڑی نیک نامی و نیک انجامی کے ساتھ اس جہانِ ناپائدار سے رحلت کی ۔ شعر :

جو کوئی آیا ہے، بے شک جائے گا
خاک میں آخر ٹھکانا پائے گا

ولادت گرو انگد کی سمت ۱۵۶۱ اور وفات سمت ۱۶۰۹ بکرمی میں واقع ہوئی اور تیرہ سال تک بعد بابا نانک کے مسند نشین رہا ۔

گورو امرداس تیسرے گورو کا حال :

یہ شخص قوم کا کھتری نہایت مفلس موضع گوبندوال میں رہتا تھا ۔ گذارہ اس کا کرایہ کشی پر تھا کہ ایک 'یابو' اس نے اپنے پاس رکھا ہوا تھا اور اُس پر لوگوں کا بوجھ لاد کر جہاں وہ کہتے پہنچا دیتا اور کرایہ لیتا ۔ ایک مرتبہ یہ کسی کا بوجھ کہیں پہنچا کر گھر کو آتا تھا کہ راہ میں ایک درخت کے سائے میں سو گیا ۔ اس کے سو جانے کے بعد ایک فقیروں کا گروہ بھی اُسی درخت کے سائے میں آ بیٹھا ۔ جو فقیر اس کے پاؤں کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا اُس نے اس کے پاؤں دیکھے اور علمِ سامدریکھ کے نکات سے دریافت کیا کہ یہ شخص بادشاہِ دنیا یا بادشاہِ دین ہونے والا ہے اور اب اس حالت میں پا برہنہ زمین پر سوتا ہے ۔ یہ تقریر اس نے اور فقیروں، اپنے ہمراہیوں، سے بھی کی ۔ اُن سب نے کہا کہ اس شخص کو بیدار کر کے اس حال سے مطلع کر دینا چاہیے ۔ چنانچہ سب نے اس کو جگا دیا اور کہا کہ بموجب علمِ سامدریکھ کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو رتبۂ بلند پر پہنچے گا اور ہزاروں لوگ تیری متابعت میں ہوں گے ۔ یہ کہہ کر وہ فقیر تو چلے گئے اور اس کے دل میں اسی وقت شوقِ الٰہی پیدا ہوا اور چاہا کہ کسی مردِ خدا پرست کا دامن پکڑ کے قربِ الٰہی حاصل کروں ۔ اس ارادے پر اُس نے اپنا کام ترک کر دیا اور بہت سے فقرا کی صحبت میں گیا ۔ کہیں اس کے دل نے اطمینان نہ پایا ۔ آخر گورو انگد صاحب کی خدمت میں آیا اور ان کے اخلاق و بے ریائی و عبادت و ریاضت دیکھ کر تسلی پائی اور سچے اعتقاد سے سکھ بنا ۔ گورو انگد نے بھی اس کی غریبی و کم گوئی و حلم و اعتقاد پر کمال مہربانی کی اور اس کی خدمات شبانہ و روزانہ پر نہایت رضامند ہو کر ارشاد کیا

کہ امرداس رات دن کی خاص خدمات پر مامور ہے - رفتہ رفتہ امرداس اس رتبے پر پہنچا کہ اس سے زیادہ اور کوئی مقرب گورو انگد کا نہ تھا - ہر ایک امر اور ہر ایک کام میں اس کو فوقیت حاصل تھی - ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اندھیری رات تھی اور بارش زور شور سے ہو رہی تھی - آدھی رات کے وقت جب گورو انگد نیند سے بیدار ہوا تو امرداس کو حکم دیا کہ تازہ پانی کنویں سے بھر لائے اور اشنان یعنی غسل کرائے - امر داس گاگر کندھے پر اُٹھا کر باہر نکلا - جب پانی بھر کر واپس آیا تو اس کا گذر جولاہوں کے کوچے سے ہوا اور وہاں جولاہوں کی کارگاہیں برسرراہ بنی ہوئی تھیں - ایک مغاک میں کہ بارش کے پانی سے پُر تھا ، اس کا پاؤں جا پڑا - اس صدمے سے وہ خود بھی گرا اور گاگر بھی سر سے گر کر ٹوٹ گئی - ایک جولاہے کی عورت نے ، جو اس جگہ کے بہت نزدیک رہتی تھی ، اپنے خاوند سے مخاطب ہو کر کہا کہ ایسے وقت میں کہ اندھیری رات ہے اور مینہ برس رہا ہے ، کون شخص پانی بھرنے کو نکلا ہے جس کا گھڑا ٹوٹ گیا ہے - کوئی نتھاواں یعنی بے گھر و بے خانماں گھر سے اُجڑا ہوا ہوگا جو ایسے وقت میں بھی اس کو اپنے گھر میں آرام نہیں ہے - یہ تقریر جولاہے اور جولاہی کی امرداس نے اپنے کان سے سنی اور خاموش ہو کر پھر گورو کے گھر آیا اور دوسرا گھڑا لے جا کر بھر لایا - جب پانی بھر چکا تو گرو کی خدمت میں نہانے کے واسطے عرض کی - جب گورو انگد نہا چکا تو اپنے کشف سے جولاہے اور جولاہی کی تقریر سے آگاہ ہو کر امرداس سے پوچھا کہ ''جس وقت تیرا پاؤں پھسل کر گھڑا ٹوٹ گیا تو جولاہا اور جولاہی کی آپس میں کیا تقریر ہوئی تھی ؟'' امرداس نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموش رہا ، اس واسطے کہ مبادا گورو صاحب کوئی سراپ یعنی بد دعا ان کے حق میں دے دیں گے تو جولاہے کا برا ہو جائے گا - ہرچند کہ گورو نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا مگر سوائے خاموشی کے اس نے بات بھی نہ کی - آخر اتنا کہا کہ میں نے ان کی تقریر نہیں سنی - یہ بات سن کر گورو بہت خوش ہوا اور تمام تقریر جولاہی اور جولاہے کی اپنی زبانِ گوہر افشاں سے نقل کی ، اور کہا کہ امرداس ! تو نتھاواں یعنی بے مکان نہیں - تیرا مکان بے مکانوں کا مکان ہے اور تیرا گھر بے گھروں کا گھر ہے ، اور ہم تجھ کو اپنا جانشین کریں گے جس سے تو تمام پنجاب میں گورو کہلائے گا - جو تیری سیوا کرے گا ، جہان اس کی سیوا کرے گا - غرض گورو انگد اس وقت اس پر بہت مہربان ہوا - جب صبح ہوئی تو اپنے ہاتھ سے اس کو مسند پر بٹھلایا اور کل سکھوں سے نذریں دلوائیں - بعد وفات گورو انگد کے امرداس مسند نشین ہوا - چونکہ

آدمی خلیق و لئیق و متواضع تھا ، سب سے بہ اخلاق پیش آیا اور اپنی لیاقت اور ہوشیاری سے چند روز میں شہرۂ آفاق ہو گیا ۔ اور موضع گوبندوال میں ، جو اس کا اصلی مسکن تھا ، سکونت اختیار کی ۔ مدت العمر وہاں ہی رہا ۔ آخر سمت ۱۶۳۱ بکرمی ، مطابق ۰۸۲ ہجری و سنہ ۱۵۷۴ عیسوی میں دنیائے فانی سے سفر کیا ۔ ڈیرہ اس کا موضع گوبندوال میں زیارت گاہِ خلق ہے ۔ یہ گورو نرم مزاجی و حلم و مہمان پرستی میں مشہور تھا ۔ ہزاروں آدمی اس کے لنگر پر دو وقتہ کھانا کھاتے تھے ۔ اور غریب مفلس محتاج لوگ جس قدر حاضر ہوتے تھے ، ان کی حتی المقدور زر نقد و لباس سے بھی خبر گیری ہوتی تھی ۔

ذکر گورو رام داس چوتھے گورو کا :

یہ گورو رام داس قوم کا کھتری ، سوڈھی لاہور کا رہنے والا تھا ۔ چونکہ ماں باپ اس کے کنگال نادار و محتاج تھے ، جب لاہور میں ان کا گزارہ نہ ہوا تو بیٹے کو لے کر موضع گوبندوال میں جا کر قیام پذیر ہوئے ۔ چونکہ وہ ضعیف تھے ، رام داس کو گھنگنیاں یعنی اُبالے ہوئے چنے دے کر گاؤں میں بھیج دیتے کہ فروخت کر لاوے ۔ اس کام سے جو رام داس پیدا کرتا اسی میں ان کا گزارہ ہوتا ۔ گورو امرداس کے گھر دو پسر اور ایک دختر مسمات 'بھانی' تھی ۔ جب دونوں فرزند کدخدا ہو چکے تو گورو امرداس نے اپنے گھر کے حجام کو حکم دیا کہ لاہور میں جا کر کوئی اچھا لڑکا اور اچھا کھتریوں کا خاندان تلاش کرے جہاں 'بھانی' کو منسوب کیا جائے ۔ حجام لاہور آیا اور بہت سی تلاش کے بعد ایک کھتری کا گھر تلاش کیا اور اس کے پاس جا کر اپنے مطلب کا اظہار کیا اور چاہا کہ کسی طرح اس خاندان کے لڑکے کے ساتھ گورو امرداس کی دختر کو منسوب کروں ۔ مگر انہوں نے اس کا کہنا نہ مانا اور کہا کہ ہم ایک فقیر کی لڑکی (جس کا گزارہ اپنے سکھوں کے نذرانے پر ہے) نہیں لیتے ۔ یہ بات سن کر حجام نااُمید ہوا اور گوبندوال میں جا کر گورو امرداس کی خدمت میں سب حال ظاہر کیا ۔ گورو نے پوچھا کہ ان کے گھر لڑکا کتنی عمر کا تھا ؟ اتفاق سے رام داس اس وقت چنے بیچتا بیچتا گورو کے دروازے کے آگے آ پہنچا ۔ حجام ، رام داس کو دیکھ کر بولا کہ اس لڑکے کی عمر کا وہ لڑکا تھا اور اسی سے ملتی ہوئی اس کی شکل تھی ۔ یہ بات سن کر امرداس نے رام داس کو اپنے پاس بلایا اور حسب و نسب پوچھا ۔ اس نے بیان کیا کہ میں کھتری سوڈھی لاہور

کا رہنے والا ہوں اور چند ماہ سے اپنے والدین کے ساتھ یہاں آیا ہوا ہوں - چنے بیچ کر گزارہ کرتا ہوں - یہ بات سن کر گورو امرداس خوش ہوا اور رام داس کے والدین کو بلا کر اُسی وقت ٹیکا کر دیا ، یعنی نسبت مسمات 'بھانی' اپنی لڑکی کی رام داس کے ساتھ کر دی - کچھ مدت کے بعد رسم شادی کی ادا کر کے رام داس کو خانہ داماد رکھا اور ایک استاد ادیب مقرر کر کے لکھنا پڑھنا سکھلایا - چونکہ مسمات 'بھانی' لڑکی گورو امرداس کی اپنے باپ کی بہت خدمت کرتی تھی اور باپ اس کے حال پر نہایت مہربان تھا ، ایک روز اتفاق ایسا ہوا کہ گورو امرداس چوکی پر بیٹھ کر نہا رہا تھا اور لڑکی گاگر سے پانی دے رہی تھی - اس وقت کسی سبب سے 'بھانی' کا ہاتھ چوکی کے پائے کے نیچے آ گیا اور خون جاری ہو گیا - ہرچند تکلیف ہوئی ، مگر 'بھانی' نے بلحاظِ ادب اُف بھی نہ کی اور دم نہ مارا - اسی طرح ایک ہاتھ سے پانی دیتی رہی - جب گورو نہا چکا تو 'بھانی' کا خون آلودہ ہاتھ دیکھا ، متحیر ہو کر حال پوچھا ، 'بھانی' خاموش رہی ، مگر اور لوگوں نے سب حال عرض کر دیا - ایسے پاکیزہ اعتقاد و اخلاصِ باطن مسمات 'بھانی' سے گورو بہت خوش ہوا اور نہایت مہربان ہو کر فرمایا کہ ہم نے مسند گوریائی کی تم کو بخشی اور اپنی جگہ جانشین کیا - 'بھانی' نے قدم پکڑ لیے اور عرض کی کہ اگر آپ نے مہربان ہو کر یہ تاج بخشی مجھ کو کی ہے تو دو امر کا حکم ہو جائے : ایک تو یہ کہ مسند نشین میرا خاوند رام داس ہو کہ میں عورت ہوں اور عورتوں کا یہ کام نہیں کہ مردوں کی طرح مجمع عام میں بیٹھ کر لوگوں کو خدا پرستی کی ہدایت کریں - دوسرے آئندہ کے لیے بھی حکم ہو جائے کہ یہ مسند میری اولاد میں رہے ، کسی غیر کو نہ ملے - یہ دونوں التماسیں 'بھانی' کی گورو نے منظور کیں اور حکم دیا کہ آئندہ یہ مسند تمھاری اولاد کو ملا کرے گی ، غیر کے نصیب نہ ہوگی ، اور اب بھی مسند نشین تمھارا شوہر ہوگا - اسی عہد کے بہ موجب گورو امرداس نے اپنے بیٹوں کو مسند سے محروم رکھا اور رام داس داماد ، 'بھانی' کے شوہر کو حینِ حیات گدی پر بیٹھلا دیا - جب امرداس سرگباش ہوا تو گورو رام داس جانشین ہوا - چونکہ آدمی لائق و فائق و خلیق و خوش خو و شیریں زبان و صاحبِ عبادت و ریاضت تھا ، تمام زمانے میں اس کی خوبی کا شہرہ ہو گیا - اکبر بادشاہ ، جس کا اعتقاد فقرا کی نسبت بہت تھا ، اس کا معتقد ہوا - وہ بھی فقرا پر خرچ کے واسطے بہت سا روپیہ سالانہ دیتا تھا - ایک روز برسبیلِ تذکرہ کسی شخص نے گورو رام داس کے روبرو ذکر کیا کہ متصلِ موضع سلطان ونڈ اور موضع بیک کے ایک چھوٹی سی

چھپڑی پانی کی ہے ۔ ایک روز میں وہاں نہانے لگا تو میرے روبرو دو زاغ سیاہ آئے اور پانی کے کنارے نہانے لگے ۔ جب نہا کر باہر پانی کے آئے تو دونوں سفید ہو گئے ۔ یہ بات سن کر گورو رام داس کو اس چھپڑی کے دیکھنے کا شوق دامن گیر ہوا اور مع خدام وہاں گیا اور وہ سرزمین ایسی پسند آئی کہ وہاں ہی سکونت اختیار کی اور حکم دیا کہ اس چھپڑ کی جگہ تالاب پختہ بناؤ ۔ چنانچہ خدامِ خدمت گزار تعمیرِ تالاب میں مصروف ہوئے ۔ جب تالاب بن چکا تو نام اس کا امرتسر رکھا گیا اور اسی مقام پر ایک گاؤں کی آبادی کی بنا رکھ کے گورو کے چک کے نام سے موسوم کیا ۔ بہت سے سکھ اپنے مکانات چھوڑ کر وہاں آ رہے اور گاؤں میں بہ خوبی رونق ہو گئی ۔ اکبر بادشاہ نے یہ بات سن کر پانسو بیگھہ زمین واسطے اخراجاتِ فقرا و اجرائے لنگر اس مکان کے نذر کی ، جس سے دو چنداں ، سہ چنداں ترقی اس مکان کی ہو گئی ۔ گورو رام داس سات برس تک اس مسندِ اعزاز و تکریم پر سرفراز و ممتاز رہا ۔ آخر جب زمانہ عمر عزیز کا ختم ہو گیا تو آخر ماہ بھادوں سمت ۱۶۳۸ بکرمی و سنہ ۱۵۸۱ عیسوی و سنہ ۹۹۶ ہجری میں دنیائے فانی سے سفر کیا ۔

ذکر گورو ارجن پانچویں گورو کا :

یہ گورو بہ نسبت اپنے باپ گورو رام داس کے عبادت و ریاضت و مروت و سخاوت و کمالاتِ ظاہری و باطنی میں زیادہ شہرۂ آفاق ہوا ۔ علم فارسی کا اس کو بہت اچھا تھا ۔ جب بعد وفات گورو رام داس کے یہ جانشین ہوا تو سکونت اس کی امرت سر میں قرار پائی ۔ ہزارہا مردانِ خدا اس سلسلے میں داخل ہو کر سکھ بنے ۔ اس گورو نے بابا نانک اور انگد و امرداس و رام داس چاروں گوروؤں کے کلام کو جمع کرکے ایک گرنتھ بنایا اور اس کا نام ''آدگرنتھ'' رکھا اور امرتسر کے تالاب کی پختہ سیڑھیاں چاروں طرف سے بنائیں جو گورو رام داس کے وقت سے ناتمام تھیں ۔ سوائے تالاب امرت سر کے ایک اور تالاب بھی شہر میں بنایا جس کو کول سر کہتے ہیں ۔ تالاب ترن تارن جو مشہور و معروف تالاب ضلع امرت سر میں ہے وہ بھی گورو ارجن کی تعمیر ہے ۔ اس کی تعمیر کا حال اس طرح پر کتاب ''جنم ساکھی'' میں تحریر ہے کہ ایک روز گورو ارجن اپنے دیوان خانے میں بیٹھا تھا ۔ ہزاروں سکھ خدمت میں شرف یاب تھے کہ ایک عورت سکھنی روبرو آئی اور اس نے قدم چوم کر عرض کی کہ خاوند میرا جذام کی

بیماری میں کئی سال سے ماخوذ تھا ، ہاتھ و پاؤں اس کے جھڑ گئے تھے - گاؤں والوں نے بھی ہم کو گاؤں سے نکال دیا تھا - میں اپنے شوہر کو کندھے پر اُٹھائے ہوئے پھرتی تھی کہ کہیں کوئی کامل طبیب مل جائے تو اس کے معالجے سے میرا خاوند اچھا ہو جائے - تین روز ہوئے ہیں کہ میں اپنے خاوند کو لے کر ترن تارن کے مقام پر پہنچی اور جھیل کے کنارے جو وہاں واقع ہے ، اپنے خاوند کو چھوڑ کر خود گاؤں میں بھیک مانگنے گئی - جب گدائی کرکے واپس آئی تو خاوند کو وہاں موجود نہ پایا - صرف ایک شخص صحیح البدن تندرست جوان کو وہاں بیٹھا ہوا دیکھا - میں بہت گھبرائی ، ادھر اُدھر خاوند کو ڈھونڈنے لگی - جب کچھ سراغ نہ ملا تو اسی جوان آدمی سے پوچھا کہ تم نے کوئی کوڑھی بیمار یہاں دیکھا تھا ؟ وہ جوان ہنس پڑا اور کہا کہ وہ بیمار جو تیرا شوہر تھا میں ہوں - خداوند تعالیٰ نے اس سرزمین کی برکت اور اس پانی کی تاثیر سے مجھ کو شفا بخشی کہ ایک دم بھر میں کئی سالوں کی بیماری جاتی رہی - مفصل حال اس کا یہ ہے کہ جب تو مجھ کو یہاں پھینک کر گاؤں میں بھیک مانگنے گئی تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ایسی زندگی سے مر جانا اچھا ہے اور مصمم ارادہ کیا کہ اسی جھیل کے پانی میں ڈوب جاؤں تو بہتر ہے - بہ قول شخصے - شعر :

زندگی جو رنج و غم میں اب تلک کاٹی ہے میں
راست گر پوچھو تو بیشک اس سے بہتر مرگ ہے

اس ارادے پر میں لڑھکتا لڑھکتا تالاب کے نزدیک گیا اور جست مار کے پانی میں جا پڑا - پہلے غوطے میں پانی کی تہ میں گیا ، پھر اُوپر آیا ، پھر نیچے کو گیا تو پانی نے مجھ کو اُٹھا کر کنارے پر ڈال دیا - اُس وقت میں نے دیکھا کہ تمام زخم میرے جسم کے اچھے ہوگئے ہیں اور گری ہوئی انگلیاں اور ہاتھ تمام درست ہیں - یہ حال اپنا دیکھ کر شکراللہ بجا لایا اور تیرے آنے کے انتظار میں بیٹھ رہا - اس طرح سے میرے شوہر نے بیماری سے شفا پائی اور اب میں اُس کو ساتھ لے کر اس حال کے اظہار کے لیے آپ کی خدمت میں آئی ہوں - گورو ارجن نے یہ تقریر سن کر کمال تعجب کیا اور عورت کے خاوند کو روبرو بلا کر اس کے بدن کو دیکھا - تقریر اس کی درست و راست پائی - پھر اس کو ساتھ لے کر گورو ارجن اس موقع پر گیا جہاں اس عورت کا خاوند اچھا ہوا تھا اور اس جگہ کو متبرک جگہ جان کر حکم دیا کہ وہاں پختہ تالاب بنایا جائے - چنانچہ تعمیر شروع ہو گئی - ابھی وہ عمارت بن ہی رہی تھی کہ نانک نام کھتری قوم ساہی ساکن لاہور نے جو بہ حکم جہانگیر بادشاہ صوبہ لاہور کا دیوان

تھا اور بادشاہ کے یہاں سے اس کو دیوان چندو خطاب مل چکا تھا، اپنا برہمن گورو ارجن کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ گورو اپنے فرزند ہرگوبند کی نسبت اس کی لڑکی سے کرے۔ گورو ارجن نے یہ بات منظور نہ کی، اور کہا کہ ہم فقیروں کا یہ حوصلہ نہیں ہے کہ اپنی اولاد کو دیوانوں اور دولت مندوں کی لڑکیوں کے ساتھ منسوب کریں۔ جب یہ جواب صاف پایا تو دیوان چندوگورو کا جانی دشمن ہو گیا اور چاہا کہ کسی طرح اس انکار کا عوض گورو ارجن سے لوں۔ اتنے میں شاہ جہاں گیر، اکبر آباد سے کشمیر کو روانہ ہوا۔ جب لاہور پہنچا تو اُس نے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر یہ غمازی کی کہ ارجن نام ایک شخص رام داس فقیر کا بیٹا اب بادشاہی کا دعویٰ کرتا ہے اور اُونچی کرسی پر بیٹھ کر اپنے آپ کو سچا بادشاہ کہتا ہے اور اپنے معتقدوں سے سجدہ کراتا ہے اور اپنے توحید آمیز مسائل بیان کرکے چاہتا ہے کہ ہندو مسلمان اس کے مطیع فرمان ہو جائیں۔ ہزاروں جاٹ اور دہقان لوگ اس کے حکم پر جان فشاں ہیں۔ دولت بھی بے انتہا جمع کی ہے۔ اس صورت میں سخت اندیشہ ہے کہ وہ اپنے سکھوں کو جمع کرکے بادشاہ پر خروج کرے۔ اور ایسی حالت میں کہ بادشاہ کشمیر میں ہوگا، اس کی فتنہ پردازی سے کمال مشکل ہوگی۔ یہ بات سنتے ہی بادشاہ کا مزاج گورو ارجن کی طرف سے برگشتہ ہوگیا اور کمال غضب میں آ کر فرمان طلبی کا جاری کیا۔ اور چند سوار دیوان چندو کے گورو کی طلبی کے واسطے روانہ کیے۔ چونکہ گورو ارجن بہ ظاہر و باطن صاف تھا، فرمان کے جاتے ہی چند سکھوں کو ساتھ لے کر امرت سر سے روانہ ہوا۔ مگر اس کے لاہور میں داخل ہونے تک بادشاہ لاہور سے کشمیر کو چل دیا۔ اور چندو دیوان نے موقع غنیمت جان کر گورو ارجن کو اپنے ماتحت قید کردیا۔ ایسی قیدِ شدید میں رکھا کہ گورو تنہا ایک تاریک مکان میں دن رات بسر کرتا۔ اس قید کی حالت میں ہر روز وکیل دیوان چندو کا گورو کے پاس جاتا اور پیغام پہنچاتا کہ اگر اب بھی ناطہ لینا قبول کرو تو رہائی ہو سکتی ہے۔ گورو وہ تقریر سن کر وہی جواب دیتا جو پہلے روز دیا تھا۔ اس انکار پر دیوان چندو اور بھی غضب ناک ہو کر قید میں سخت سخت تکلیفیں پہنچاتا اور گورو کمال صبر و تسلیم و رضا سے ان تکالیف کو برداشت کرتا اور دن رات بہ یادِ الٰہی بسر کرتا۔ غرض جس طرح ہرگورو کے انکار کی ترقی ہوتی گئی اسی طرح قید کی تکلیف بھی بڑھتی گئی۔ چند ماہ کے بعد جب بادشاہ کشمیر سے واپس آیا تو دیوان چندو نے اور پیرایے میں آ کر عرض کی کہ وہ فتنہ و فساد جو بسبب گورو ارجن کے پنجاب میں ہونے والا تھا، بسبب اس کے

کہ ارجن مقید رہا ، موقوف رہا۔ اب اگر اس کو رہا کردیا جاوے گا تو وہ غرور غبار دل کا نکالے گا اور ایسا فتنہ برپا ہوگا کہ انسداد اس کا سوائے لشکر جرار نہ ہو سکے گا ۔ پس مناسب یہ ہے کہ اس کا کام تمام کیا جائے یا اُس سے کوئی عہد نامہ جو وہ گرنتھ پر رکھ کر لکھ دے ، لکھا لیا جائے کہ آئندہ بادشاہ کے خلاف کوئی کام نہ کرے ۔ بادشاہ کو بھی یہ تجویز پسند آئی اور اجازت دی کہ اگر ارجن بہ حلف اقرار نامہ نہ لکھ دے تو اُس کو قتل کر دیا جائے ۔ یہ اجازت پا کر چندو بہت خوش ہوا اور خود گورو کے پاس جا کر کہنے لگا کہ اب بھی وقت ہے ، ناطہ قبول کرو ورنہ مارے جاؤ گے ۔ گورو ارجن یہ بات سن کر ہنسا اور کہا کہ موت انسان کے لیے مقدر ہے ، آخر ایک روز آنے والی ہے ۔ اگر اب ہی آ جائے تو بہتر ہے کہ خدا پرستوں کے لیے دنیا قیدخانہ ہے اور موت آزادی ۔ بہ قولِ مؤلف ۔ بیت :

آیا جو دنیا میں وہ دامِ بلا میں پھنس گیا
جو گیا اچھا ہوا ُچھوٹا وہ اس زنجیر سے

یہ ظلم اگر تو مجھ پر کرے گا اور بے گناہ کے قتل پر آمادہ ہوگا تو میں اس دنیا کی قید سے آزادی پاؤں گا مگر تیرا نام قیامت تک اس ظلم کے سبب سے بدنام رہے گا ۔ بیت :

نماند ستم گار بد روزگار   بماند برو لعنتِ پایدار

جب چندو نے یہ تقریر سنی ، غصے کی آگ سے لال ہو گیا اور جلاد کو حکم دیا کہ اسی وقت اس کی گردن کاٹ ڈالو ۔ گورو ارجن نے جب ایسا حکم سنا چندو سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں کئی مہینے سے نہایا نہیں ، آج جو آخری روز میری عمر کا ہے اگر تم مہربانی کرو تو اجازت دو کہ دریائے راوی پر جا کر نہا لوں ۔ جب نہا کر آؤں گا ، تمھارا اختیار ہے کہ قتل کر ڈالو ۔ یہ بات چندو نے منظور کی اور چند سپاہی اور ایک معتمد اپنا ساتھ دے کر اجازت دی کہ گورو دریا پر جا کر نہا لے ۔ اور اپنے معتمد کو یہ بھی فہمائش کر دی کہ راستے میں آتے جاتے گورو کو سمجھائے کہ اپنی جان کیوں مفت میں گنواتا ہے ۔ اس اصرار اور ضد سے کیا حاصل ہے ۔ ناطہ بھی لے اور ہزارہا روپیہ نقد اور جاگیر ، جو میں اپنی لڑکی کو دوں گا ، وہ بھی اُسی کی ملکیت ہوگی ۔ پھر کیا باعث ہے کہ وہ ناطہ نہیں لیتا اور جان دیتا ہے ۔ غرض گورو ارجن اس حراست کے ساتھ چندو کے مکان سے دریائے راوی کو روانہ ہوا ۔ راستے میں چندو کے معتمد نے

ہرچند سمجھایا ، گورو نے کوئی جواب نہ دیا ۔ آخر گورو دریا ۔ پر پہنچا اور کپڑے اُتار کر صافہ باندھا اور دریا میں کود پڑا ۔ پہلے ہی غوطے میں ایسا گم ہوا کہ پھر اس کا نشان کسی نے نہ دیکھا ۔ ساعت بھر محافظ منتظر رہے مگر جب پھر گورو پانی سے نہ نکلا تو سب کے سب پانی میں کودے اور پانی میں بہت تلاش کیا ، کہیں سراغ نہ ملا ۔ ناچار غواص بلانے اور دور دور تک دریا میں جستجو کی ۔ آخر ناامید ہو کر دیوان چندو کو خبر کی ، وہ ناامید ہو کر رہ گیا ۔ گورو ارجن نے چوبیس سال مسند نشینی کی ۔ آخر سمت ۱۶۶۳ بکرمی مطابق سنہ ۱۶۰۶ عیسوی و سنہ ۱۰۲۴ ہجری میں اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کو سفر کیا ۔

حال گورو ہرگوبند چھٹے گورو کا :

جب گورو ارجن ، پانچواں گورو ، دیوان چندو کے ظلم و تعدی سے رہائی پا کر سرگباش ہوا تو اُس کے بعد اُس کا بیٹا گورو ہرگوبند مسندِ ہدایت پر بیٹھا اور بارادہ انتقامِ خون اپنے باپ کے سلاح بندی اختیار کی ۔ ہرچند اس کا ارادہ تھا کہ اپنے سکھوں کو جمع کر کے ہنگامہ برپا کرے اور دیوان چندو کو قتل کر کے اپنے باپ کے خون کا اُس سے بدلہ لے مگر بہ خوفِ صولتِ سلطانی اور انتظامِ بادشاہی کے کچھ نہیں کر سکتا تھا ۔ آخر جب باشادہ جہانگیر سنہ ۱۰۳۷ ہجری میں مر گیا اور شاہ جہاں بادشاہ ، جو مردِ نیک مزاج اور صلح کل تھا ، تخت نشیں ہوا تو گورو ہرگوبند نے چاہا کہ اپنے اظہار حال کے لیے بادشاہ کے پاس جائے ۔ بادشاہ کی تخت نشینی کے بعد جب چند ماہ گزرے اور بادشاہ لاہور میں آیا تو اور رؤسا کی طرح گورو ہرگوبند بھی حضور میں گیا اور ایک تسبیح کہربائی نہایت نفیس تحفہ پیش کیا ۔ بادشاہ اس تسبیح کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور دریافت کیا کہ ایسی عمدہ تسبیح کس ملک میں بنتی ہے ؟ اور کیا اس کی قیمت ہے ؟ گورو نے جواب دیا کہ ایک خادم ہمارے باپ کا کسی دور ملک سے یہ دو تسبیحیں لایا تھا ۔ ایک تو میرے باپ نے مجھ کو عنایت کی اور دوسری اپنے پاس رکھی ۔ وہ ان کے پاس رہی ۔ جب دیوان چندو نے میرے باپ کو قید کیا تو کل اسباب لوٹ لیا ، وہ تسبیح اب اسی کے پاس ہوگی ۔ چونکہ بادشاہ وہ تسبیح دیکھ کر مشتاق ہو چکا تھا ، فی‌الفور دیوان چندو کو بلایا اور تسبیح طلب کی ۔ اس نے صاف انکار کیا تو بادشاہ نے غضب ناک ہو کر اس کی خانہ تلاشی کا حکم دیا ۔ جب تلاشی ہوئی وہ تسبیح بجنس [کذا] برآمد ہوئی ۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ بے شک گورو ارجن کو

چندو نے قتل کیا اور اسباب لوٹ لیا ہوگا۔ اس خون کا عوض اس سے دلانا واجب ہے۔ یہ سوچ کر بادشاہ نے بازو دیوان چندو کا گورو ہرگوبند کے حوالے کردیا اور فرمایا کہ جس طرح تیرا جی چاہے اس سے انتقام لے۔ جب ہرگوبند نے دشمن کو اپنے زبردست پایا، فی الحال اس کو قتل کیا۔ بعد قتل کے کمال خورسندی و خوش دلی کے ساتھ امرتسر میں آ کر قیام پذیر ہوا۔ اس وقت شغل اس کا سوائے تیر اندازی و تفنگ اندازی کے کچھ نہ تھا۔ ہر وقت اسی میں مصروف رہتا۔ سپاہ جنگی میں بہت سے نوکر رکھے۔

چونکہ اس وقت پنجاب کے ملک کا شہزادہ دارشکوہ جاگیردار تھا اور محبت اس کی ہر ایک فرقے کے فقرا سے تھی، گورو ہرگوبند کے ساتھ بھی اُس کی کمال محبت ہو گئی اور گورو کو امرتسر سے طلب کر کے وہ مہینوں اپنے پاس رکھتا۔ ایک مرتبہ گورو کو اپنے ساتھ وہ کشمیر کی سیر کو بھی لے گیا۔ جب کشمیر سے گورو واپس آیا اور ایک باعتقاد سکھ گورو کا گورو کے لیے ایک قیمتی گھوڑا لیے آتا تھا، راستے میں ملازمان شاہی نے اُس سے چھین لیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا۔ بادشاہ نے اس کو پسند فرما کر اصطبل خاص میں بھیج دیا اور قیمت گھوڑے کے مالک کو دے دی۔ یہ بات سن کر گورو کمال غضب ناک ہوا اور شکایت اس بات کی داراشکوہ سے کی۔ چونکہ وہ گھوڑا بادشاہ نے پسند کر لیا تھا، کچھ نہ ہو سکا۔ چند ماہ بعد اس گھوڑے کے پاؤں میں لنگ آ گیا اور بادشاہ نے اُس سے بیزار ہو کر گھوڑا قاضی شہر کو بخش دیا۔ قاضی نے اس کا معالجہ کر کے اس کو اچھا کیا۔ چونکہ گورو کے دل میں گھوڑے کے چھن جانے سے کمال غصہ تھا، چاہا کہ کسی طرح قاضی سے گھوڑا لیا جائے۔ اس ارادے پر قاضی کے ساتھ رابطہ بڑھایا۔ جب کمال دوستی ہو گئی تو گھوڑا قاضی سے مول لے لیا۔ بلکہ قاضی کی ایک کنیز کولان نام نہایت شکیلہ تھی، وہ بھی قاضی سے ناراض ہو کر گورو کے پاس چلی آئی۔ قاضی نے بہت تقاضا کیا کہ اُس کی کنیز کولان کو گورو اس کے پاس بھیج دے اور گھوڑے کی قیمت ادا کرے، مگر گورو نے نہ تو کنیزک کو واپس کیا اور نہ گھوڑے کی قیمت ادا کی۔ اور قاضی سے پوشیدہ لاہور سے امرتسر چلا گیا۔ گورو کے جانے کے بعد قاضی نے یہ سب حال بادشاہ کے حضور میں بیان کیا۔ بادشاہ نے داراشکوہ کو تاکید کی کہ قاضی کی حق رسی از روے انصاف کرے۔ ابھی یہ معاملہ فیصل نہیں ہوا تھا کہ ایک اور مقدمہ درپیش آیا کہ بادشاہ کا خاص شکاری باز شکارگاہ سے ایک سکھ پکڑ کر گورو کے پاس لے آیا۔ گورو نے اس

کو چھپا رکھا ۔ چونکہ بادشاہ اس باز کو بہت چاہتا تھا ، تمام پنجاب میں منادی ہوئی کہ جس کے پاس وہ باز ہو فی‌الفور حاضر کرے ، ورنہ سخت سزا پائے گا ۔ اتفاقاً قاضی کو کسی تقریب سے خبر پہنچ گئی کہ وہ باز گورو ہرگوبند کے پاس ہے اس لیے مخبر کو ساتھ لے کر اطلاع اس بات کی بادشاہ کی خدمت میں کر دی ۔ یہ بات سن کر بادشاہ کمال غضب ناک ہوا اور مخلص خاں نام ایک امیر کو سات ہزار سوار جرار کے ساتھ ماموں کر کے حکم دیا کہ ہرگوبند کر مع باز اور کنیز اور گھوڑے کے گرفتار کر کے حضور میں حاضر کرے ۔ اور اگر گورو اپنی فوج لے کر بہ مقابلہ پیش آئے تو بہ زور شمشیر گرفتاری اس کی عمل میں لائے ۔

غرض مخلص خاں اپنی فوج کے ساتھ جب امرتسر کے قریب پہنچا تو گورو ہرگوبند اپنے سکھوں کے اجتماع کے ساتھ ، جو قریب بیس ہزار کے تھے ، بادشاہی فوج پر آ پڑا اور دو گھنٹے تک فریقین میں سخت لڑائی ہوئی ۔ مخلص خاں بادشاہی سپہ سالار مارا گیا ۔ اس کے مارے جانے کے بعد مسلمانی فوج بھاگ گئی ۔ مگر گورو ہرگوبند بھی اس خیال سے کہ اب بادشاہ اس مقابلے سے مجھ پر غضب ناک ہو کر اور فوج کشی کرے گا ، اُس وقت میری زندگی محال ہوگی ، امرتسر کو چھوڑ کر بھٹنڈہ کو چلا گیا ۔ اِدھر داراشکوہ نے ، جو خیر خواہ فقرا کا تھا ، بادشاہ کو ماموری فوج سے باز رکھا ۔ بعد چند سال کے نائرۂ غضبِ سلطانی فرو ہوا تو گورو کرتارپور میں آیا اور سکونت اختیار کی ۔ چونکہ اس جگہ بھی سکھوں کا ہجوم بہت رہنے لگا ، صوبۂ دوآبۂ جالندھر نے اس بات کی اطلاع بادشاہ کے حضور میں کی اور لکھا کہ ہرگوبند اب پھر فوج جمع کرتا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ مملکتِ سلطانی میں فساد برپا کرے ۔ بادشاہ نے اس فساد کے فرو کرنے کے لیے داراشکوہ ناظم پنجاب کے نام فرمان لکھا ۔ داراشکوہ نے ماموری فوج سے پہلے گورو کو اطلاع دے دی کہ کرتارپور سے بھاگ جائے ۔ چنانچہ گورو مع اپنے سکھوں کے وہاں سے پہاڑ میں جا چھپا اور وہاں ہی مر گیا ۔ یہ گورو بتیس برس مسند نشینِ ہدایت و ارشاد رہا ۔ آخر سمت ۱۶۹۵ بکرمی مطابق ۱۶۳۸ عیسوی اور سنہ ۱۰۵۸ ہجری میں جہانِ فانی سے سفر کیا ۔

ذکر گورو ہر رائے ساتویں گورو سکھوں کا :

یہ گورو ، گورو ہرگوبند کا پوتا تھا ۔ تشریح مسند نشینی اس کی یہ ہے کہ گورو گوبند کی تین عورتیں تھیں ، تینوں کے بطن سے پانچ بیٹے ہوئے ۔ چنانچہ بطن

مساۃ دمودری سے گوردتا اور مساۃ نانکی کے بطن سے تیغ بہادر اور مساۃ مردانی کے پیٹ سے الی رام ، و اٹل رام و صورت سنگھ پیدا ہوئے ۔ سوڈیاں انند پور جو مشہور خاندان ہے ، انھی تینوں کی اولاد کہلاتے ہیں ۔ بعدِ وفات گورو ہرگوبند کے گوردتا بڑا بیٹا اس کا جو بڑی عورت کے شکم سے تھا ، وارثِ مسند نشین قرار پایا اور سب سکھ اس کی طرف رجوع لائے ۔ مگر چونکہ گوردتا مردِ خدا پرست و تارک الدنیا اور آزاد طبع تھا ، یہ مسند نشینی اس نے منظور نہ کی اور اپنے بڑے بیٹے ہر رائے کو اس نے اپنی گدی دے دی ۔ اس کے وقت میں اس گدی کو بڑی رونق ہوئی کیونکہ یہ شخص لئیق و ہوشیار و ہردل عزیز آدمی تھا ۔ داراشکوہ ناظم و جاگیردار پنجاب سے اس کی کمال دوستی ہوگئی ۔ داراشکوہ نے اپنی سرکار سے بھی اس کو جاگیر دی اور بادشاہ کے روبرو اس کی طرف سے ہر وقت صدق و اخلاص ظاہر کرتا رہا ۔ آخر جب شاہ جہاں بادشاہ کو اورنگ زیب عالم گیر اس کے بیٹے نے قید کر لیا اور شہزادہ داراشکوہ کا کارخانہ برہم و درہم ہوگیا اور عالم گیر داراشکوہ کی گرفتاری کے لیے لاہور آیا تو اس نے گورو ہر رائے کو بھی مع فوج اپنے پاس طلب کیا ۔ یہ خود تو بہ سبب دوستی داراشکوہ کے نہ آیا اور بہانہ علالت طبیعت کا کر کے امرتسر سے نہ نکلا مگر بہ خیال قہرِ سلطانی اپنے بڑے بیٹے رام رائے کو خدمت میں عالم گیر کی بھیج دیا ۔ چونکہ رام رائے خواندہ و صاحبِ لیاقت و ذی ہوش تھا ، اس نے عالم گیر کے روبرو بہت رسوخ حاصل کیا اور اپنی فوج کے ساتھ بادشاہ کے ہم رکاب شاہ جہاں آباد کو چلا گیا اور خدماتِ شاہی میں مصروف و سرگرم رہا ۔ ابھی وہ وہاں ہی تھا کہ پیچھے اُس کے گورو ہر رائے نے سمت ۱۷۱۶ بکرمی و ۱۶۵۶ عیسوی و سنہ ۱۰۷۳ ہجری میں رہ گرائے عالمِ بقا ہوا ۔ اُس نے تیئیس سال مسند نشینی کی ۔

ذکر گورو ہرکشن آٹھویں گورو کا :

بعد وفات گورو ہر رائے کے اگرچہ فرزندِ کلاں اس کا رام رائے مسند نشینی کا مستحق تھا مگر بہ سبب اس کے کہ وہ زرخرید کنیزک کے پیٹ سے تھا ، سکھوں نے اس کو مسند نشین نہ مانا اور بہ حالت غیر حاضری اس کی کے کہ وہ دہلی میں بہ حضورِ اورنگ زیب عالم گیر حاضر تھا ، سب نے مل کر ہرکشن خورد سال لڑکے ہر رائے کو مسند نشین کیا ۔ جب یہ خبر رام رائے کو پہنچی ، حسد کی آگ اُس کے سینے میں مشتعل ہوئی اور اُس نے بادشاہ کی خدمت میں جا کر

اپنی حق تلفی کا استغاثہ کیا اور عرض کی کہ ہر ایک خاندان میں رسم قدیم ہے کہ مسند نشین ریاست خاندان کا بڑا بیٹا ہوتا ہے اور اسی کو استحقاق پہنچتا ہے، سوائے ہمارے خاندان کے کہ باپ کے مرنے کے وقت میں حاضر نہ تھا - پیچھے میرے میری سوتیلی والدہ نے یہ غضب کیا ہے کہ لوگوں کو رشوت دے کر اپنی طرف کر لیا اور اپنے بطنی بیٹے ہرکشن کو کہ چھ برس کی شعر کا ہے، مسند نشین کر کے سکھوں سے نذریں لے لی ہیں اور مجھ کو میرے استحقاق سے صاف جواب دے دیا ہے - اب مجھ کو سوائے دربار شاہی کے کوئی استغاثے کا مقام نہیں ہے - میری حق رسی از روئے انصاف فرمائی جائے - بادشاہ نے یہ تقریر سن کر ہرکشن جانشین کی طلبی کا فرمان جاری کیا اور حکم دیا کہ جس قدر اور لوگ رام رائے کے برخلاف ہرکشن کی مسند نشینی پر راضی ہوئے ہیں وہ بھی حاضر ہوں - جب یہ فرمان کرتار پور میں پہنچا، ہرکشن مع اپنے متعلقین اور ایک گروہ سکھوں کے دہلی کو روانہ ہوا - ہرکشن کے ساتھ اگرچہ ہزاروں سکھ دہلی جانے پر تیار تھے مگر اس کی والدہ نے سب کو منع کر دیا اور یہ خیال کیا کہ بہ سبب ہجوم اور کثرت سکھوں کے بادشاہ کا مزاج از دست برہم و درہم ہوگا اور متصور ہوگا کہ شاید یہ لوگ ارادہ شور و فساد کا رکھتے ہیں اس لیے اجتماع کر کر آئے ہیں - غرض جب ہرکشن دہلی پہنچا، ابھی نوبت حاضری دربار سلطانی کی نہیں پہنچی تھی کہ چیچک کی بیماری سے بیمار ہو گیا - ہرچند اطبائے زمانہ نے علاج کیے مگر شفا بہ دست شافی حقیقی ہے - مرض سے افاقہ نہ ہوا اور پندرہ روز بیمار رہ کر رہ گرائے عالم جاودانی ہو گیا - گورو ہرکشن نے دو سال پانچ ماہ انیس روز مسند نشینی کی اور آٹھ سال کی عمر میں مر گیا - سال وفات اس کا سمت ۱۷۲۳ بکرمی (ایک ہزار سات سو تیئیس) ہے -

ذکر گورو تیغ بہادر نویں گورو کا :

بعد وفات گورو ہرکشن کے رام رائے منتظر تھا کہ بادشاہ عالم گیر اس مسند نشینی کا خلعت اس کو دربار شاہی سے جب دے کر رخصت کرے گا تب کرتار پور میں جا کر سکھوں سے نذریں لے گا اور اپنی مسند کو استحکام دے گا - مگر جب کرتار پور میں یہ خبر آئی کہ اب رام رائے حکومت کے زور سے گورو بننا چاہتا ہے تو تمام سکھ اس سے بد اعتقاد ہوگئے اور ہم جدی بھائی بھی سب کے سب اس کے جانی دشمن ہو گئے - چند ماہ بادشاہ کے مواخذے کے خوف سے کوئی شخص مسند نشین قرار نہ پایا - ہر ایک شخص جس کا شجرۂ نسب گورو

رام داس وغیرہ سے ملتا تھا، اپنے آپ کو گورو قرار دے کر سکھوں سے نذریں لیتا تھا۔ اُس وقت کرت پور و کرتار پور و امرت سر میں گھر گھر گورو تھا۔ جب ایسی خرابی گوروؤں کے خاندان میں واقع ہوئی تو ایک شخص چندو مل ساہوکار جو اس خاندان کا سکھ تھا، نذرانہ لے کر شاہ جہاں آباد سے کرت پور میں آیا اور حال تفرقہ خاندان دیکھ کر حیران ہوا کہ کیا کیا جائے۔ آخر دل میں یہ ٹھہرایا کہ تمام صاحب زادوں میں سے جو شخص پورا نذرانہ جس قدر میں گھر سے لایا ہوں ازراہِ کشف معلوم کر کے مانگے گا، اسی کو گورو تصور کروں گا۔ یہ خیال کر کے ہر ایک صاحب زادے کی خدمت میں وہ گیا اور دو دو روپے نذرانہ پیش کرتا گیا، سب لے کر خوش ہو گئے۔ آخر جب تیغ بہادر کے روبرو حاضر ہو کر دو روپے نذر کے پیش کیے تو اس نے نہ لیے اور کہا کہ یہ دو روپے ہمارا حق نہیں بلکہ ہمارے نذرانے کا پورا حق وہ تین سو روپے ہے جو گھر سے الگ تھیلی میں تو ڈال کر لایا ہے اور تھیلی سرخ کپڑے کی اور ڈورا اس کا سبز رنگ کا ہے۔ وہ روپیہ ہمارے روبرو اگر لا کر تو پیش کرے گا تو نذرانہ قبول ہوگا۔ یہ بات سن کر چندومل بہت خوش ہوا۔ اُسی وقت تین سو روپے کی تھیلی منگوا کر نذر کی اور تمام سکھوں کو بلا کر تیغ بہادر کے اس کشف و کرامت سے آگاہ کیا۔ اس کی زبانی سب کو یقین آ گیا اور سب نے متفق ہو کر تیغ بہادر کو مسند نشین کیا۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہی تمام سکھ دور نزدیک سے نذرانے لے کر دوڑے اور چند روز میں ایک خزانہ تیغ بہادر کے پاس جمع ہو گیا۔ چونکہ تیغ بہادر آدمی ریاست دوست تھا، اس نے فقیری کا سامان ترک کر کے امیری کا سامان مہیا کیا۔ ایک عمدہ فوج ایک ہزار سوار مسلح کی نوکر رکھی۔ کرت پور کے مقام پر ایک مستحکم قلعے کے بنانے کا حکم دیا۔ غرض ہر ایک سامان ریاست و دولت مندی کا بہ خوبی درست کر کے امیرالامرا بن بیٹھا۔ یہ خبر جب رام رائے کو بمقام دہلی پہنچی، حیران ہو گیا کہ یہ آفتِ تازہ اس کی مسند نشینی پر کہاں سے آ پڑی۔ جب کچھ بن نہ آئی تو بادشاہ کے پاس گیا اور کمالِ افسوس ناک شکل بنا کر عرض کی کہ بعد وفات ہرکشن کے اب تیغ بہادر میرا چچا گدی نشین ہو گیا۔ سکھوں نے بھی اس کو گورو مان لیا۔ باوجود پشت پناہ ہونے بادشاہ کے مجھ کو میرا حق نہیں ملا۔ مگر مجھ کو اپنے حق کا غم نہیں۔ بڑا اندیشہ یہ ہے کہ تیغ بہادر درپے اس بات کے ہے کہ سلطانی علاقہ میں فساد برپا کرے۔ اس ارادے پر اس نے ایک فوج جرار نوکر رکھی ہے اور قلعے کی تعمیر کا حکم دیا ہے۔ دن رات سامان جنگ کا اس کے گھر میں تیار ہوتا ہے۔ اگر بادشاہ ابھی سے اس

گو روکے تو مناسب ہے۔ بقولِ سعدی :

درختے کہ اکنون گرفت است پای
بہ نیروے مردے برآید ز جای
وگر همچناں روزگارش ہلی
بگردونش از بیخ بر نگسلی

یہ تقریر بادشاہ نے جب سنی خاموش رہا اور پوشیدہ ایک جاسوس تیغ بہادر کے تلاشِ احوال کے لیے مامور کیا۔ جاسوس نے بعد معائنہ حضور میں جا کر تصدیق کیا کہ بے شک فوج بھی نوکر رکھی گئی ہے اور قلعہ بھی تعمیر ہو رہا ہے۔ بعد تصدیق بادشاہ نے فرمان طلبی تیغ بہادر کا جاری کیا۔ جب فرمان پہنچا، گورو نے جانا کہ رام رائے نے بادشاہ کو میری طرف سے برسر پرخاش کردیا ہے۔ اب بادشاہ کے ہاتھ سے زندگی محال ہے۔ اکثر خیر خواہوں نے بھلے گورو کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وطن چھوڑ کر کہیں چلا جانا چاہیے۔ مگر گورو نے اپنے دوستوں کو یہ بات کہہ کر تسلی کی۔ موت سے بھاگا نہیں جاتا۔ اگر مرنا ہے تو جہاں جائیں گے مرگ ساتھ ہوگی۔ مناسب یہی ہے کہ بہ تعمیلِ فرمانِ شاہی دہلی کو جائیں، وہاں چل کر جو مشیت ایزدی ہوگی دیکھا جائے گا۔ غرض گورو تیغ بہادر اپنے عیال و اطفال کو ساتھ لے کر دہلی پہنچا اور متصل حویلی راجہ جے سنگھ والیِ جے پور کے ایک مکان میں مقام کیا۔ چونکہ راجہ جے سنگھ بھی آدمی خدا پرست و فقیر دوست و رحم دل تھا، وہ ازراہِ اعتقاد گورو کی خدمت میں حاضر آیا اور باعث تشریف آوری کا دہلی میں دریافت کیا۔ گورو نے اپنا احوال تمام و کمال راجہ کے گوش گذار کیا۔ گورو کی تقریر سن کر راجہ کو کمال حیرت ہوئی اور بہت تسلی دے کر کہا کہ تم خاطر جمع رکھو۔ جس طرح ہر ہوسکے گا میں تمھارے کام میں کوشش کرکے تم کو بادشاہ کے پنجے سے رہائی دلوادوں گا۔ مگر بادشاہ کا ظن تمھاری طرف سے اس حالت میں رفع ہوگا کہ تم چند سال پنجاب میں نہ رہو اور ظاہر کرو کہ ہم تیرتھوں کو جاتے ہیں۔ گورو نے یہ سب بات قبول کی اور راجہ جے سنگھ نے بادشاہ کے حضور میں جا کر تیغ بہادر کی بہت تعریف کی اور غبار غضب و قہر کا، جو بادشاہ کے دل پر چھایا ہوا تھا، ملائمت و خوشامد کے پانی سے دھویا اور اپنی ذمہ داری کی کہ تیغ بہادر کبھی مرتکب شور و فساد کا نہ ہوگا۔ بلکہ پنجاب میں نہ رہے گا کیونکہ بالفعل وہ تیرتھوں کو جاتا ہے۔ اپنی فوج بھی وہ موقوف کردے گا، قلعے کی تعمیر بھی

آئندہ نہ ہوگی ۔ ان شرائط پر بادشاہ نے منظور کیا کہ تیغ بہادر تیرتھوں کو چلا جائے اور آئندہ طریق اپنا فقرا کے طریق پر رکھے ۔ بعد حصول اجازت بادشاہی تیغ بہادر دہلی سے پٹنہ کو گیا اور اسی مقام پر گورو گوبند سنگھ پیدا ہوا ۔ چند سال گورو تیغ بہادر سیر میں رہا ۔ جتنے تیرتھ ہندوستان میں ہیں ، سب دیکھے ، ہر ایک مقام پر پرستش کی ۔ آخر وطن یاد آیا اور چاہا کہ اپنے گھر چل کر خویش و اقربا و عزیزوں کو ملے ، آرام سے بیٹھے ۔ چنانچہ واپس آیا ۔ جب بمقام دہلی پہنچا ، سکھوں نے سنا کہ گورو اب دہلی میں آ گئے ہیں ۔ ہزاروں آدمی صاحب اعتقاد نذریں لے کر دوڑ پڑے ۔ گورو بھی ہرچند اس مجمع سے گھبرایا مگر اعتقاد مند لوگوں کو منع بھی نہیں کر سکتا تھا ۔ اتفاقاً راجہ جے سنگھ بھی اس وقت دہلی میں نہ تھا جو مربی و مددگار گورو کا شاہی دربار میں تھا ۔ اُس وقت رام رائے حاسد نے موقع و وقت غنیمت جانا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی کہ اب تیغ بہادر دہلی میں آ گیا ہے ۔ ہزاروں آدمی اس کے سکھ زر نقد لے کر اس کے پاس چلے آتے ہیں ، روز بروز ہجوم کثیر ہوتا چلا جاتا ہے ، تمام شہر میں اس کے سکھ پھیلے ہوئے ہیں ، اندیشہ ہے کہ کوئی تازہ فساد برپا نہ ہو ۔ چونکہ اس وقت بادشاہی فوجیں دکن وغیرہ کی مہموں پر مامور تھیں اور دہلی میں فوج کم تھی ، رام رائے کی تقریر بادشاہ کے دل میں کارگر ہوئی اور دل سے ارادہ گورو تیغ بہادر کے قتل کا کر لیا ۔ دوسرے روز علی الصباح دربار کے وقت طلبی گورو تیغ بہادر کی دربار شاہی میں ہوئی ۔ اگرچہ تیغ بہادر جانتا تھا کہ آج بادشاہ کے پنجے سے جان کا بچنا مشکل ہے ۔ مگر انکار کا بھی موقع نہ تھا ۔ ناچار دربار میں گیا ۔ بعد چند گفتگو کے بادشاہ نے کہا کہ تو گورو کہلاتا ہے اور گورو پیر و مرشد و ولی کو کہتے ہیں اور ولی کا کام کرامت دکھلانا ہے ۔ تم بھی اگر سچے گورو خدا رسیدہ ہو تو کوئی کرامت دکھلاؤ ۔ گورو نے خیال کیا کہ کرامت دکھلانا خدا کا بھید ظاہر کرنا ہے ۔ پس سترِ الٰہی فاش کرنے سے سر دینا اچھا ہے ۔ یہ سوچ کر کہا کہ میرے عمل میں ایک ایسا تعویذ ہے کہ جس کے پاس ہو اُس پر تلوار و بندوق وغیرہ ہتھیار کارگر نہیں ہوتے ۔ اگر امتحان منظور ہے تو کر لو ۔ بادشاہ نے کہا کہ ایسے تعویذ کا ہم امتحان ضرور کریں گے ۔ پس گورو نے قلم و دوات و کاغذ منگوا کر تعویذ لکھا اور اس کو لپیٹ کر اپنے بازو کے ساتھ باندھ لیا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اب تم کو اختیار ہے ، مجھ کو تلوار مارو ۔ بادشاہ نے جلاد طلب کیا اور حکم دیا کہ تیغ بہادر پر تلوار کا وار کرے ۔

جب جلاد آیا ، اس نے سر دربار گورو تیغ بہادر پر تلوار چلائی تو ایک ہی ضرب سے سر گردن سے الگ ہوگیا ۔

واقعہ قتل گورو تیغ بہادر کا سمت ۱۷۳۲ (ایک ہزار سات سو بتیس) بکرمی موافق ۱۶۷۷ عیسوی ہوا ۔ بعد قتل گورو کے بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ تعویذ گورو کے بازو سے کھول کر پڑھا جائے کہ اس میں کیا لکھا ہے ۔ جب پڑھا تو اس میں یہ لکھا پایا کہ ہم نے کرامت نہ دکھائی ، خدا کا بھید ظاہر نہ کیا یعنی سرِ الٰہی چھپایا اور سر دے دیا ۔ جب گورو تیغ بہادر قتل ہو چکا ، ایک شخص سر اُس کا بمقام انند پور لے گیا اور لاش قریب پہاڑ گنج کے جلائی گئی ۔ بعض لوگ یوں بیان کرتے ہیں کہ نعش گورو تیغ بہادر کی بعد قتل شہر دہلی میں کوتوالی چبوترہ کے پاس میدان میں پڑی رہی ۔ چند روز کے بعد کسی رحم دل آدمی نے اس کو چھپر سے ڈھک دیا اور کئی ماہ تک نعش اسی چھپر کے نیچے چھپی پڑی رہی ، بو بھی ظاہر نہ ہوئی ۔ آخر جب گورو گوبند سنگھ ، تیغ بہادر کا بیٹا ، گورو بنا ، اس نے اپنے دو سکھوں خاکروب کو ، جن کو سکھی محاورے میں مذہبی سکھ کہتے ہیں ، ارشاد کیا کہ اگر تم ہماری خوشی چاہتے ہو تو نعش اپنے گورو کی دہلی سے جا کر لاؤ ۔

چناں چہ دونوں رنگریٹی یعنی مذہبی سکھ اس خدمت کے انجام کے واسطے دہلی کو روانہ ہوئے اور نعش گورو کی چاندنی چوک کے اندر معلوم کی اور اس تدبیر میں ہوئے کہ کسی طرح نعش کو یہاں سے نکال کر لے جائیں ۔ اتفاقاً کسی امیر کا رتھ بان رتھ کے بیلوں کو پھیرنے کے واسطے دور لے جایا کرتا تھا اور اس قدر دوڑاتا کہ پچاس کوس تک جا کر اُلٹا چلا آتا ۔ ان دونوں سکھوں نے اس رتھ بان کے ساتھ ملاقات پیدا کی اور اس کی خدمت کر کے اس کو خوش کیا ۔ جب دوستی نے بہ خوبی استحکام پایا تو اپنا مطلب رتھ بان سے بیان کیا ۔ اس نے سب حال سے واقف ہو کر اقرار کیا کہ میں نعش تمہارے گورو کی اپنے رتھ پر رکھ کے پچاس کوس تک پہنچا دوں گا ۔ آخر ایک روز وہ دونوں مذہبی سکھ نعش کے پاس اندھیری رات میں پہنچے ۔ چونکہ دونوں سکھ باپ بیٹے تھے ، باپ نے بیٹے کو کہا کہ میں ضعیف ہوگیا ہوں اور اپنی عمر کھا چکا ہوں ۔ آخر ایک روز مرنا ہے ۔ گورو کے کام میں میری جان قربان ہو جائے تو اس سے کیا بہتر ہے ۔ اب مناسب یہ ہے کہ تو مجھ کو قتل کر کے نعش میری اس نعش کی جگہ رکھ دے کہ پردہ فاش نہ ہو اور گورو کی نعش اُٹھا کر لے جا ۔ بیٹے نے بہ خوشی خاطر باپ کا کہنا منظور کیا اور اُسی وقت باپ کو قتل کر کے نعش

باپ کی گورو کی نعش کی جگہ رکھ دی اور نعش گورو کی وہاں سے اٹھا لی اور رتھ میں رکھ کر ایک روز میں بہ مقامِ انند پور ماکھووال ، جہاں گورو گوبند سنگھ موجود تھا ، پہنچا دی ۔

باپ کی نعش دیکھ کر گورو گوبند سنگھ اس سکھ پر کمال رضامند ہوا ۔ فی الفور اس کو سکھوں کا لباس پہنایا اور کہا کہ اس وقت جو تو مانگے وہی حاصل ہوگا ، بول کیا مانگتا ہے ؟ وہ رنگریٹہ بولا کہ گورو کا دیا ہوا سب کچھ ہے مگر ایک التجا باقی ہے کہ آج تک سکھ لوگ ہم سے بہ سبب اس کے کہ ہم بھنگی ہیں ، نفرت کرتے ہیں اور امرتسر کے تالاب میں بھی ہم کو نہانے کی اجازت نہیں ہے ۔ آیندہ حکم ہو جائے کہ ہم امرتسر کے تالاب میں نہا لیا کریں ، کوئی مانع نہ ہو ۔ یہ التماس سن کر گورو نے عام اجازت دے دی کہ مذہبی سکھ تالاب امرتسر میں نہایا کریں ۔ بعد قتل گورو تیغ بہادر کے رام رائے بہت شرمندہ ہوا اور بہ خوف اس بات کے کہ اگر میں اب وطن کو جاؤں گا تو ضرور بھائی مجھ سے بدلہ لیں گے اور بہ قصاص گورو تیغ بہادر کے مجھ کو مار ڈالیں گے ، وطن کا آنا جانا ترک کیا اور بادشاہ سے درخواست کی کہ میرے گزارے کے واسطے کچھ روزینہ مقرر ہو جائے ۔ چناں چہ گزارہ اس کا بہ حکمِ عالم گیر دہلی میں مقرر ہوگیا اور وہ تادمِ حیات وہاں ہی رہا ۔ سکھ لوگ رام رائے کو بہت برا یاد کرتے ہیں کیوں کہ گورو تیغ بہادر اسی کی سخن سازی سے قتل ہوا تھا ۔

ذکر گورو گوبند سنگھ دسویں گورو کا :

گورو تیغ بہادر کے قتل کے بعد سب سکھ رام رائے کے دشمن ہو گئے اور سب نے متفق ہو کر گورو گوبند سنگھ ، تیغ بہادر کے بیٹے کو ، اس کے باپ کی جگہ مسند نشین کیا ۔ یہ شخص بڑا عالی ہمت ، صاحبِ حوصلہ و بہادر ، صاحبِ غیرت و شجاع تھا ۔ بعد مسند نشینی کے یہ رات دن اسی فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح اپنے باپ کے قتل کا عوض اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ سے لے ۔ اس نے اپنی سکونت انند پور ماکھو وال میں اختیار کی اور ایک مستحکم قلعہ وہاں بنا کر بود و باش اپنی اس میں رکھی ۔ اس کے مسند نشین ہوتے ہی اس کے حسنِ خلق و مہمان نوازی کا چرچا دور دور تک پھیل گیا اور زمینداران جاٹ علاقہ ماہنجہ پنجاب کے بے شمار و بے تعداد گورو کے سکھ ہو گئے اور رونق پر رونق بڑھ گئی ۔ مال و دولت بے شمار ، نقد و جنس و اسباب بے انتہا اتنا جمع ہوا

کہ احاطۂ تحریر و تقریر سے باہر ہے۔ ہمیشہ ہجوم سکھوں کا گورو کے دروازے پر رہتا۔ اور گورو اسی فکر میں تھا کہ کسی طرح باپ کے خون کا بدلہ بادشاہ سے لے۔ گورو نے ایک روز تمام سکھوں کو جمع کر کے سرِ دربار یہ ارشاد کیا کہ میرے سکھوں سے کوئی ایسا شخص بہادر بھی ہے جو میرے باپ کے قتل کا عوض اورنگ زیب سے لے اور میرے دل کو سرد کرے؟ یہ بات سن کر سب سکھ چپ ہو گئے، کسی نے جواب نہ دیا مگر خسر پورہ گورو کا بولا کہ آپ آج کے زمانے میں ایسے اوتار پیدا ہوئے ہیں کہ دولتِ ظاہری و باطنی آپ کے نصیب ہے، ایک دم میں شاہ کو گدا اور گدا کو شاہ کر سکتے ہیں۔ جب آپ کے دل کی منشا ہوگی، اس خاندان کے دشمن خود بہ خود نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اور اگر چاہیں گے کہ ظاہری طور پر لشکر آرائی کر کے بادشاہ سے جنگ کریں تو بھی بڑی بات نہیں کہ شجاعت اور بہادری میں آپ کا ثانی کون ہے۔ سوائے آپ کی مدد اور پشت کے اور کسی کو یہ طاقت کب ہے کہ اتنے بڑے بادشاہِ وقت سے بہ مقابلہ پیش آئے۔

یہ تقریر سن کر گورو بہت خوش ہوا اور کہا کہ تو سچ کہتا ہے۔ میں ظاہری طور پر فوج کشی کر کے بادشاہ سے لڑوں گا، اور جس طرح کہ اس نے میرے باپ کا خون کیا ہے، اپنے ہاتھ سے اس کو ماروں گا۔ غرض اس روز سے گورو کے دل میں ملک گیری و لشکر کشی کا مصمم ارادہ ہو گیا اور دن رات فراہمیِ فوج و لشکر و خزانے کی فکر میں رہتا۔ ایک روز چند برہمن نجومی گورو کی خدمت میں حاضر تھے۔ گورو نے اُن سے پوچھا کہ کتابوں میں جو احوال جنگ کیرواں و پانڈوں کا لکھا ہے، وہ فی الحقیقت سچ ہے؟ برہمنوں نے عرض کی کہ فی الحقیقت سچ ہے۔ کیونکہ کتاب ''مہا بھارت'' ایسی سچی کتاب ہے جس کے مضامین کے راست ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ گورو نے جواب دیا کہ اُس کتاب میں لکھا ہے کہ ایک تیر ارجن کا ہزار آدمی کے بدن سے نکل جاتا تھا اور وہ ایک آدمی لاکھوں آدمیوں کو ایک ایک، دو دو گھڑی میں مار ڈالتا تھا، اس سبب سے فتح اُس کے نصیب ہوتی تھی۔ اس کا اصل حال بھی بیان کرو کہ وہ ایک تیر کس طرح ہزار آدمی کو قتل کرتا تھا؟ اور یہ بات ممکن کب ہے کہ ایک تیر ہزار آدمی کے جسم سے ایک دفعہ نکل جائے۔

برہمنوں نے جواب دیا کہ راجا ارجن منتر کے زور سے دشمنوں پر فتح یاب ہوتا تھا اور موکل یعنی دیوتے اُس منتر کے اُس وقت حاضر ہو کر اُس کی امداد

کرتے اور اُس کے مخالفوں کے ساتھ لڑتے تھے ۔ موکلوں کو طاقت ہے کہ ایک تیر سے لاکھ آدمی قتل کر ڈالیں ، ہزار کیا چیز ہے ۔

گورو نے کہا کہ وہ موکل اب بھی کسی کے تابع ہو سکتے ہیں ؟ برہمنوں نے کہا کہ :

اگر کوئی منتردان ، صاحب کمال منتر پڑھنے اور ہوم کرنے کا طریقہ بتلا دیوے اور اُسی طرح عمل کیا جائے تو بے شک دیوتے مسخر ہو جائیں ۔ اور ایسے برہمن منتر جاننے والے پنجاب میں نہیں ہیں ، شہر بنارس میں موجود ہیں ۔

اُس روز سے گورو گوبند سنگھ ، برہمنانِ منتردان کی تلاش میں مصروف ہوا ۔ آخر بہ صد تلاش ایک برہمن صاحب کمال ، جو منتردانی میں یکتائے زمانہ تھا ، دست یاب ہوا ۔ گورو نے اُس کو اپنے پاس بلایا اور بہت عزت کی اور اپنا دلی مطلب اُس کے آگے ظاہر کیا ۔ اُس نے جواب دیا کہ :

یہ کام ، تسخیر دیوتوں کا ، میں تنہا نہیں کر سکتا ، جب تک کوئی دوسرا آدمی صاحب کمال میرے ساتھ نہ ہو ۔ اور ایسا آدمی سوائے شہر بنارس یہاں ملنا مشکل ہے ۔ اگر مجھ کو بہت سا روپیہ ملے تو میں کانشی میں جا کر ایسا آدمی تلاش کروں اور اُس کو آپ کے پاس روپے کا طمع دے کر لے آؤں ۔ اُس وقت ممکن ہے کہ میں اور وہ دونوں مل کر منتر پڑھیں اور ہوم کریں اور دیوتے مسخر ہوں ۔

گورو نے اُس کی بات پر یقین کر کے بہت سا روپیہ اس کو دیا اور اجازت دی کہ وہ کانشی میں جائے اور ایک اور شخص صاحب علم و عمل تلاش کر کے مع چند برہمنوں کے ، جو اُس کے کام میں مددگار ہوں ، لے آئے ۔

غرض وہ گورو سے رخصت ہو کر کانشی کو روانہ ہوا اور بعد بہت سی تلاش کے ایک اور شخص صاحب کمال کو مع چند برہمنوں کے اپنے ہمراہ گورو کے پاس لے آیا ۔ گورو نے اُس سے کہا کہ :

جب تک تم اپنی کمالیت کا امتحان نہ دو گے ، ہم کو یقین کیوں کر آئے گا ۔ اُس وقت گورو مع برہمنوں کے ایک کنوئیں کے کنارے پر بیٹھا تھا ۔ برہمن نے ایک منتر پڑھا ، اُس کی یہ تاثیر ہوئی کہ کنوئیں کے نیچے سے پانی اُبل کر کناروں کے برابر آ گیا ۔ جب ایسی کرامت برہمن کی دیکھی ، گورو کو کمال اعتقاد آ گیا ، اور جانا کہ یہ شخص بے شک میرے واسطے دیوتوں کو مسخر کرے گا ، جس سے میں بادشاہ اور بادشاہ کے لشکر کو ایک دم میں قتل کر

دوں گا اور اپنے باپ کے قتل کا بدلہ دل کھول کر اُس سے لوں گا۔ بعد حصول کمالِ اعتقاد کے گورو نے اپنے دل کا راز برہمن کے آگے ظاہر کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ تیاری اسباب جگ اور ہوم میں بہت سا روپیہ صرف ہوگا۔ اگر جو میں مانگوں آپ روپیہ دیتے جائیں گے تو میں بھی اس کام میں کمال کوشش کروں گا۔ اور اگر روپیہ نہ ملا اور ہوم ناتمام رہا تو تمھارے اور میرے دونوں کے واسطے بہتر نہ ہوگا کہ اس میں جان کا خوف ہے۔

یہ تقریر برہمن کی سن کر گورو نے تمام سکھوں کے نام پروانے جاری کیے اور لکھا کہ جس قدر کسی کے پاس روپیہ ہو فی الفور حاضر لاوے۔ اور اپنے گھر میں بھی گورو نے فراہمیِ روپیہ میں بہت کوشش کی اور جس قدر ہو سکا زرِ نقد مہیا کیا۔ سکھوں نے جب حکم گورو کا سنا، جس قدر کسی کے پاس روپیہ تھا بلا تامل حاضر کردیا۔ جب بہت سا خزانہ جمع ہوگیا تو برہمنوں نے جگ کی تیاری شروع کی اور کوہِ نینا دیوی، انند پور سے کسی قدر فاصلے پر مقام جگ کا قرار پایا، اور چاروں طرف دیوارِ عظیم بنا کر ہوم شروع ہوا۔ ایک سال کامل تک یہ کام ہوتا رہا۔ دن رات برہمن اور گورو گوبند سنگھ اسی کام میں مصروف رہے۔ سوائے ہوم کرنے اور منتر پڑھنے کے اور کچھ کام نہ تھا۔ لاکھوں روپیہ اس کام پر صرف ہوگیا۔ گھی اور تیل اور ناریل ہزاروں من جل گیا۔

بعد اتمام مدتِ ہوم کے جب وہ وقت قریب آ پہنچا کہ ''اشٹ بھجی دیوی'' کے درشن ہوں اور ہوم مقبول ہوکر دیوی کا بر[۱] حاصل ہووے، برہمنوں نے گورو گوبند سنگھ کو کہا کہ اب ہم تو باہر جاتے ہیں، تم اس جگہ حاضر رہو۔ جب دیوی جی کی شکل ظاہر ہو، ہرگز دل میں خوف نہ کرنا اور مستقل حالت پر رہ کر اپنی تمام آرزو دیوی جی کی خدمت میں عرض کرنا۔ یہ بات کہہ کر سب برہمن اس مکان سے باہر چلے گئے اور گورو گوبند سنگھ تلوار کمر میں حائل کر کے وہاں ہو بیٹھا۔ اور اسی طرح، جس طرح برہمن سکھلا گئے تھے، منتر پڑھنا شروع کیا۔

اتنے میں ایک صورت عجیب و غریب و مہیب، سخت ہیبت ناک بہ روئے تاباں و مانندِ مہرِ درخشاں نمایاں ہوئی۔ چونکہ وہ صورت نہایت ڈراؤنی تھی اور گورو گوبند سنگھ نے اس سے پہلے کبھی ایسی صورت نہیں دیکھی تھی، اس

۱- ''بر'' لفظ ہندی بہ معنی اجازت۔

واسطے اس کو سخت خوف ظاہر ہوا اور دل کانپنے لگا، بدن میں رعشہ ظاہر ہوا۔ نزدیک تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے لیکن اپنے دل کو خوب جمع کر کے نہایت دلاوری و مردانگی سے اسی طرح بیٹھا رہا، مگر زبان سے کچھ عرض نہ کو سکا اور نہ اس وقت زبان کی حرکت نے یاری دی۔ صرف اتنا ہو سکا کہ اپنی تلوار کے قبضے کو اُٹھا کر دیوی جی کے آگے رکھ دیا۔ دیوی نے مہربان ہو کر تھوڑا سا رنگ ان رنگوں میں سے، جو پوجا کے واسطے وہاں رکھے تھے، لے کر قبضے کو لگا دیا اور نظر سے غائب ہو گئی۔ بعضے کہتے ہیں کہ دیوی کی صورت نظر نہیں آئی مگر آواز سنی گئی کہ اُس سے سخت و ہیبت ناک کوئی آواز روئے زمین پر نہ ہوگی، اور ہوم کی آگ سے ایسا چمکارا نکل کر چمکا کہ تمام جہان روشن ہو گیا، اور تین مرتبہ ایک تلوار ہوم کی آگ سے باہر نکلی اور آواز ہوئی کہ اے گوبند سنگھ! اس تلوار کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لے۔ مگر گورو کے ہوش و حواس تو اس ہیبت ناک آواز سے ہی جاتے رہے تھے۔ ہاتھ نہ اُٹھایا اور نہ اس تلوار کو ہاتھ میں لے سکا اور نہ اپنی جگہ سے ہلا۔

آخر جب گورو گوبند سنگھ بعد رفع ہونے اس حالت کے مکان سے باہر آیا اور صورتِ حال برہمنوں کے آگے بیان کی تو انھوں نے جواب دیا کہ اگرچہ آپ نے زبانی اپنی عرض دیوی جی سے نہیں کی، اگر آپ اظہار حال کرتے تو دیوی جی "بر" دے جاتی اور تمام دیوتے روئے زمین کے تمھارے تابع ہو جاتے، مگر اب بھی یہ بات مبارک ہوئی کہ تمھاری تلوار کے قبضے کو دیوی جی نے اپنے ہاتھ سے رنگین کیا۔ آپ اب جہاں جائیں گے، فتح نمودار ہوگی۔ یہ فقیری آپ کی مبدل بہ سرداری و ریاست و بادشاہی ہو جائے گی اور مذہب آپ کا ہندوؤں کے مذہب میں رواج پائے گا، تمام جہان میں کوئی مقابلہ کرنے والا آپ کا نہ ہوگا۔ مگر ہوم کا کام اُس وقت ختم ہوگا اور مرادِ دل بہ انجام پہنچے گی کہ تم اپنا سر آگ میں رکھ دو تا کہ وہ جل جائے۔

گورو گوبند سنگھ نے جواب دیا کہ اگر میں اپنا سر یہاں دے دوں تو اس ظہورِ ریاست اور مذہب سے مجھ کو کیا ذوق حاصل ہوگا۔ میں تو اسی وقت مر جاؤں گا، پھر سرداری اور ریاست کون کرے گا۔

برہمنوں نے کہا کہ بعد آپ کے آپ کے بیٹوں اور پوتوں کو نصیب یہ بادشاہی ہوگی۔ اور اگر آپ اپنی ذات کے لیے یہ ریاست و بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا سر اس ہوم میں ڈال دیجیے تا کہ ہوم کا کام تمام ہو جائے۔

گورو گوبند سنگھ کے چار بیٹے تھے : اول اجیت سنگھ ، دوسرا جوجھار سنگھ ، تیسرا زورآور سنگھ ، چوتھا فتح سنگھ - اور چاروں سمات گوجری ، گورو گوبند سنگھ کی والدہ کے پاس رہا کرتے تھے - گورو نے ایک آدمی اپنی والدہ کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ چاروں پوتوں میں سے ایک پوتا اپنا ، جس کو وہ چاہے ، میرے پاس بھیج دیوے کہ میں اس کا سر اس ہوم کی آگ میں ڈالوں اور سری دیوی جی سے ہمیشہ کی سلطنت پاؤں - جب یہ پیغام مائی گوجری کے پاس پہنچا ، بہت غضب ناک ہوئی اور کہا کہ گوبند سنگھ کو خبط ہوگیا ہے اور اس کی عقل میں فتور واقع ہوگیا ہے جو وہ اپنے فرزند کو ، جس سے زیادہ کوئی چیز دنیا میں عزیز نہیں ہے ، آگ میں جلا کر سلطنت حاصل کرتا ہے - میں ہرگز کسی اپنے پوتے کو اُس کے پاس نہ بھیجوں گی -

جب یہ جواب صاف گورو کے پاس پہنچا ، بہت ناراض ہؤا اور فوج بھیج کر چاہا کہ ایک لڑکا چھین لے ، مگر جب فوج قصبے میں گئی ، مائی گوجری نے قلعہ بند کر لیا اور مستعد مقابلہ و مجادلہ کے ہوئی - دو روز تک لڑائی رہی - چونکہ سکھ مائی گوجری کے ساتھ لڑنے سے ناراض تھے ، آخر سب نے انکار کیا اور کہا کہ ہم گورو کے حکم کے بہ موجب کسی دشمن کے ساتھ لڑنے کو تیار ہیں ، مگر گورو کی والدہ کے ساتھ کہ ہماری بھی والدہ ہے ، نہیں لڑتے - یہ بات سن کر گورو نا اُمید ہوا اور والدہ کے پاس جا کر بہت منت و خوشامد کی اور کہا کہ تو میری کیسی والدہ ہے کہ مجھ کو بادشاہ نہیں ہونے دیتی - چار بیٹوں سے ایک بیٹا مجھ کو دے کر یہی تصور کر لے کہ میرے تین ہی بیٹے تھے - مائی گوجری نے گورو کی منت پر بھی کچھ لحاظ نہ کیا - اُس وقت گورو نے غضب ناک ہو کر جواب دیا کہ تو چاروں میں سے ایک لڑکا بھی مجھ کو نہیں دیتی مگر عنقریب یہ چاروں مارے جائیں گے اور تو بے اولاد ہو جائے گی - یہ بات کہہ کر گورو چلا آیا اور سب سکھوں کو ، جو اُس وقت حاضر تھے ، روبرو بلا کر کہا کہ میں اب اپنے صلبی فرزند کے سر ملنے سے بالکل نا اُمید ہو گیا ہوں کہ والدہ میری اس بات کو نہیں مانتی - چونکہ بلا جلانے سر میرے یا فرزند میرے کے ہوم کا کام تمام نہیں ہوتا ، میری اب یہ تجویز ہے کہ تم میں سے کسی کا سر اُتار کر اس آگ میں ڈال دوں ، کیوں کہ تم بھی میرے فرزند اور چیلے ہو - بلکہ چیلے پر جتنی حکومت گورو کی ہوتی ہے ، بیٹے پر نہیں ہوتی - یہ بات سن کر تمام سکھوں سے پچیس آدمی الگ ہو کر گورو کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہم میں سے جس کا سر چاہیں آپ اُتار لیں ، ہم کو کچھ عذر نہ ہوگا - یہ بات سن کر گورو

بہت خوش ہوا اور اپنے ہاتھ سے ایک سکھ کا سر اُتار کر آگ میں ڈال دیا اور کام ہوم کا تمام ہوا ۔ بعد اختتام اس کام کے گورو کو یقین آ گیا کہ اب میں بہ موجب کہنے برہمنوں کے تمام بادشاہوں پر فتح یاب رہوں گا ۔ کوئی میرا مقابلہ نہ کر سکے گا ۔ اس واسطے اس فکر میں ہوا کہ اب لشکر تیار کیا جائے اور بادشاہِ وقت سے سلطنت چھین لی جائے ۔ اس ارادے پر ایک ایک سکھ کے نام پروانے جاری کیے کہ جہاں اس خاندان کے سکھ ہوں ، فی‌الفور حاضر ہوں ، کوئی غیر حاضر نہ رہے ۔ اگر چار سکھ ایک گھر میں ہوں تو دو ان میں سے گورو کی خدمت میں آئیں اور دو گھر کی خبر گیری کے واسطے رہیں ۔ اور جو کوئی باوجود پہنچنے ارشاد کے حاضر نہ ہوگا وہ نرکی یعنی دوزخی ہوگا ۔ یہ پروانے جا بہ جا پہنچے ۔ ہر ایک شہر و قصبے و گاؤں سے فوجِ سکھ گورو کی خدمت میں حاضر ہونے لگی ۔ پندرہ روز کے عرصے میں اسی ہزار سکھ کا اجتماع ہو گیا ۔ جب سب سکھ آ چکے ، گورو نے حکم دیا کہ جو گورو کا سکھ ہے ، آج باہر میدان میں حاضر آئے ۔

چنانچہ سب سکھ خورد و کلاں آبادی سے باہر میدان میں جا کر جمع ہو گئے ۔ بعد ازاں گورو وہاں آیا اور سونے کی کرسی پر اجلاس کیا ۔ اس وقت سب لوگ منتظر تھے کہ آیا گورو کی زبان سے کیا ارشاد صادر ہوتا ہے ۔ بعد ایک ساعت کے گورو نے سب کی طرف مخاطب ہو کر اول خداوندِ جل شانہ کی تعریف کی ، پھر کہا کہ : ''اے گورو کے سکھو ! میری بات دل کے کانوں سے سنو اور خوب غور کر کے سمجھو کہ مسلمانوں نے ہم پر کیا کیا ظلم کیے اور ہمارے باپ دادا پر کیسی کیسی سختیاں نازل کیں ۔ گورو تیغ بہادر میرے باپ کو نا حق عالم گیر نے سرِ دربار قتل کیا ، باوجودیکہ کوئی جرم اس نے نہیں کیا تھا ۔ گورو ہر رائے و ہرگوبند پر بھی بہت سی سختیاں مسلمانوں نے کیں جس سے وہ وطن سے بے وطن ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں میں سالہا سال آوارہ پھرتے رہے ۔ اب میں بہ موجب وصیت اپنے باپ کی یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ جنھوں نے میرے باپ کو مارا ہے ان سے بدلہ لوں اور شیوہ لشکر کشی و سپہ‌گری کا رکھوں ، کیونکہ جدھر گورو کا لشکر جائے گا فتح ہمراہ ہوگی ۔ دیوی جی سے یہ اشارہ ہو چکا ہے کہ تمام سرزمین میں اب کوئی ہمارا مقابلہ نہ کر سکے گا ۔ جو کہ تم لوگ سکھ راسخ‌الاعتقاد و صاحبِ ہمت و زورآور و دلیر ہو ، تم کو چاہیے کہ اپنے گورو کی جان و مال سے مدد کرو ، کسی طرح کی امداد سے دریغ نہ رکھو اور مسلمانوں سے لڑائی کے واسطے مستعد ہو جاؤ ۔ اور ایسی کوشش کرو کہ خطۂ پنجاب میں

کسی مسلمان کا نام و نشان نہ رہے - جب یہ کام ہو لے تو تمام مجمع کے ساتھ دہلی پر حملہ کرو اور تختِ دہلی لے لو - اُس وقت ہندوستان کی تمام سلطنت تمھاری ہوگی ، کوئی دوسرا بادشاہ نہ ہوگا ۔ سکھ فوج اور گورو بادشاہ ہوگا - مگر یہ مقصود اس وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ تم سب سکھ ایک جان و دل متفق ہو جاؤ - ایک ہی سب کا طریق ہو اور ایک ہی مذہب اور ایک ہی ذات اور ایک ہی مت - اور جو ہندوؤں میں چار برن : برہمن ، کھتری ، بیش ، شودر مقرر ہیں اور شاستروں میں ان کا ذکر ہے اور یہ ایسے برن ہیں کہ برہمن اپنے آپ کو سب سے اوتم یعنی شریف جانتا ہے اور چھتری اپنے آپ کو بیش اور شودر سے بہتر سمجھتا ہے اور بیش ، شودر سے اپنے آپ کو اعلیٰ تصوّر کرتا ہے ، یہ بات موجب لاانفاق و دوئی کی ہے - آج میں تم کو یہ حکم دیتا ہوں کہ جو گورو کا سکھ ہو ، ان چاروں برنوں سے الگ ہو جائے - گویا سمجھ لے کہ سکھوں کا برن ہی الگ ہو جائے گا تو دوئی بالکل نہ رہے گی ، سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہو جائیں گے - برہمن سکھ یہ نہ سمجھے گا کہ میں شودر سکھ سے اعلیٰ درجے کا آدمی ہوں اور نہ شودر بسبب شودر ہونے کے دل شکستہ ہوگا -

دوسرے شاستر کی کتابوں میں جو تیرتھ کرنا ، ٹھاکر دواروں میں جانا ، پرستش ٹھاکروں کی کرنا ، شب کو پوجنا ، دیوی دواروں میں جا کر سر جھکانا لکھا ہے ، یہ حکم بھی میں نے سب موقوف کیے - میرے سکھ یہ سب باتیں موقوف کر دیں - ان کی پرستش گاہیں گورو نانک صاحب کا ڈیرہ اور گورو انگد و امرداس وغیرہ جانشینوں کی سمادھیں ہوں گی - تیرتھ سکھوں کا امرتسر کا تالاب ہوگا - جو ہر سال بساکھی کے روز وہاں جا کر اشنان کرے گا ، اس کے گناہ نشٹ یعنی نیست و نابود ہو جائیں گے -

تیسرے برہما ، بشن ، مہیش اور بارہ اوتار ہندو مانتے ہیں - یہ خیال بھی میرے سکھ دل سے دور کر دیں کیونکہ یہ خیالی باتیں ہیں یا گزرے ہوئے قصے ہیں - ہمارے وقت کے اوتار گورو نانک جی مہاراج ہیں اور اُنھی کی پرستش ہم پر واجب ہے -

چوتھے ہندو لوگ جو جنیؤ کا کچا تاگا گلے میں پہنتے ہیں ، میرے سکھ سب اسی وقت توڑ دیں اور یقین کر لیں کہ خالقِ حقیقی عبادت سے خوش ہوتا ہے - ایک رشتے کے پہننے سے خوش نہیں ہوتا - آیندہ بھی میرے سکھوں میں سے کوئی زنّار نہ پہنے -

پانچویں میرے سکھ ہر وقت سلاح بند رہیں ، کبھی ہتھیار بدن سے نہ اتاریں - اگرچہ تمام ہتھیار میسر نہ آئیں تو ایک چھری ضرور اپنے پاس رکھیں یا پگڑی میں چکتر موجود رہے -

غرض کہ اس طرح کے احکام ، جن کی تفصیل مفصل جنم ساکھی میں لکھی ہے ، گورو نے اس وقت بہت سنائے - جب تقریر ختم ہوئی تو بہت سے لوگ اُن میں سے ، جو جو خواندہ تھے ، اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ :

ہم کو یہ بات ہرگز منظور نہیں ہے کہ برہما ، بشن ، مہیش اور دیوی و اوتاروں کی پوجا ، جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ، چھوڑ دیں اور رشتہ زنار کا ، جس پر دھرم کا مدار ہے ، اپنے ہاتھ سے توڑ دیں - کیونکہ اگر یہ بات درست ہوتی تو گورو نانک اور اُن کے جانشین یہ حکم صادر کرتے - اب اس شخص کے کہنے سے ہم اپنا قدیمی دین و آئین ترک کرنا نہیں چاہتے - قدیم شاستروں کے احکام کو چھوڑنا اور نیا طریقہ پکڑنا یہ کون سی عقل‌مندی میں داخل ہے ، کیونکہ مدار ہندو مذہب کا بید و شاستر پر ہے - جب ہم نے اسی کے برخلاف کیا تو ہم ہندو کہاں رہے - چنانچہ اسی ہزار آدمی میں سے تیسرے حصے کے لوگ تو اسی وقت اپنے گھروں کو چلے گئے ، اور گورو نے ان کے حق میں بددعا کی - باقی رہے جاٹ و نجار و لوہار وغیرہ ، جن کو بید و شاستر کے مضامین سے خبر نہ تھی ، حاضر رہے - پہلے تو وہ بھی ان احکام کی تعمیل میں متفکر ہوئے ، مگر پھر گورو کے سراپ سے ڈر گئے اور حکم گورو کا قبول کر لیا - اُس وقت گورو نے قوم قوم کے لوگوں کی جماعت الگ الگ کر کے بٹھلائی ، یعنی جاٹ لوگ الگ اور نجار و لوہار و معمار و جھنیو [کذا] و خاکروب وغیرہ سب گروہ گروہ الگ ہو گئے - پھر گورو نے ایک برتن گلی کورا یعنی آب نارسیدہ منگوا کر اس میں پانی ڈلوایا اور پانی میں اپنی تلوار پھیری اور شیرینی پانچ قسم کی یعنی شکر تری و قند سیاہ و شہد و مصری و شکر سرخ منگوا کر اس پانی میں ڈال دی - جب گھل کر شربت ہو گیا تو دس قوموں میں سے ، جو گروہ گروہ بیٹھی تھیں ، دس آدمی بلا کر اپنے ہاتھ سے اُن کو پاہل دی یعنی سکھ بنایا - پاہل دینے کے وقت اس شربت میں سے گورو نے تھوڑے شربت سے اپنے دائیں پاؤں کا انگوٹھا دھو کر ان کو پلایا ، چنانچہ انھوں نے پی لیا - پھر کچھ شبد و بانیاں ،گورو نانک کی تصنیف کی ہوئی ، بہ آواز بلند پڑھیں اور شربت کا ، اسی شربت میں سے ، چلو بھر کر ان کے ماتھوں اور سروں پر ڈالا اور منہ پر چھینٹے مارے - پھر بہ آواز بلند کہا :

''واہگورو جی کا خالصہ واہگورو جی کی فتح ۔'' پھر بہ آواز بلند کہا :
''ہولو کرت ناس'' یعنی میں نے ہر ایک کسب و پیشے کا ناس کر دیا ۔ اس سے پہلے جو میں کاروبار اپنا از قسم تجارت و زراعت وغیرہ کرتا تھا وہ میں نے اب چھوڑ دیا ۔ آیندہ صرف ہتھیار پہنوں گا اور مسلمانوں سے ، جنھوں نے گوروؤں کو قتل کیا ہے ، لڑوں گا ۔ پھر کہا کہ ''کل ناس'' یعنی سوائے گورو صاحب کے اپنے ماں باپ ، بہن بھائی خویش ، قبیلے کی محبت میں نے دل سے دور کی اور ان کا کہنا اور فرماں برداری کرنا ترک کیا ، گورو کی فرماں برداری ان کی فرمانبرداری پر میں نے مقدم سمجھی ۔

پھر کہا کہ ''دھرم ناس'' یعنی اس سے پہلے جو میرا دھرم تھا کہ شاستر کی لکھی ہوئی باتوں پر عمل کرتا تھا ، جنیؤ گردن میں ڈالتا تھا ، دیوی دیوتا ، برہما ، بشن ، مہیش کی پرستش کرتا تھا ، آج سے میں نے وہ بھی ترک کیا ۔ دھرم میرا یہ ہے کہ میں گرنتھ کے لکھے پر عمل کروں گا اور پرستش کو گوروؤں کی سادھوں پر جاؤں گا ۔ سوائے گوروؤں کے اور کسی کو نجات دینے والا اور پیشوا تصور نہ کروں گا ۔

پھر کہا کہ : ''کرم ناس'' یعنی جو کچھ مذہب ہنود میں لکھا ہے کہ مرنے کے بعد جزا و سزائے اعمال ہوگی اور انسان کی روح بہ طور تناسخ اور حیوان کے جسم میں جا کر اپنے اعمال کی سزا پائے گی ، یہ باتیں میں نے تمام و کمال اپنے تصور اور خیال سے دور کر دی ہیں ، آیندہ یہ اعتقاد نہ رکھوں گا ۔

پھر کہا کہ : ''ریٹ ناس'' یعنی جو لباس و طریقہ میرے باپ دادا کے وقت سے چلا آتا ہے وہ بھی میں نے سب چھوڑ دیا ۔ آیندہ میں سر کی حجامت کا بنوانا ترک کروں گا ، بال بڑھا کر سر پر جُوڑا باندھوں گا ، تمام بدن کے بالوں کو کبھی اُسترا یا قینچی نہ لگاؤں گا ۔ جس طرح پر کہ میرے باپ دادا سر اور بغل اور زیر ناف وغیرہ کے بال منڈواتے اور سر پر چوٹی رکھتے تھے ، میں نہ کروں گا ۔ طریقہ میرا اس طریقے کے خلاف ہوگا ۔ رات دن سلاح بند رہوں گا ، کسی وقت ہتھیار سے خالی نہ رہوں گا ۔ اگر کوئی ہتھیار موجود نہ ہوگا تو چھری یا چکتّر تو ضرور ہی موجود رہے گا ۔

پھر کہا کہ : ''ہت ناس'' یعنی میری محبت جو کسی دوست یا آشنا سے پہلے تھی وہ اب میں نے بالکل ترک کی ، محبت صرف گورو سے رکھوں گا ۔ اس سے پہلے جو ہمارے باپ دادا کو شوق حقہ پینے اور تماکو کھانے کا تھا وہ بھی میں نے ترک کیا ۔ کیوں کہ جنگ کے موقع میں جب انسان کو حقہ پینے

کی طلب ہوتی ہے تو وہ اس کام کو مقدم سمجھ کر ٹھہر جاتا ہے اور دشمن اس کے سر پر آ پہنچتا ہے۔ چونکہ اس وقت بھاگنے کا بھی موقع نہیں ملتا ہے، ناچار مارا جاتا ہے۔

ان دسوں آدمیوں کو جب ایسی تعلم و تلقین ہو چکی اور وہ پاہل لے چکے تو اُن کو حکم دیا کہ میں نے تم کو پاہل دی ہے، تم باقی سب خالصہ کو اپنی اپنی قوم میں جا کر پاہل دو اور گورو کے احکام سب کو سنا دو کہ وہ خود اس پر عمل کریں اور اپنے خویشوں و اولاد کو سکھلا دیں۔ اور یہ سب احکام گورمکھی خط میں لکھ کر اپنے پاس رکھیں کہ آیندہ بھول نہ جائیں۔

چنانچہ اسی وقت حکم کی تعمیل ہوئی اور اُن دسوں آدمیوں نے گورو کے روبرو اپنی اپنی قوم کو پاہل دی۔ جب وہ بھی اس کام سے فارغ ہوئے تو گورو نے اُن کو کرسی پر بٹھلایا اور خود ان سے پاہل لی اور فرمایا کہ: "گورو خالصہ اور خالصہ گورو دونوں ایک ہو گئے اور ہمیشہ ایک رہیں گے۔"

اسی روز جنھوں نے گورو کے ہاتھ سے پاہل لی ان کے نام پر "سنگھ" کا لفظ اور بڑھا یا گیا، یعنی جس کا نام جودھ تھا جودھ سنگھ اور جس کا نام ارجن تھا ارجن سنگھ قرار پایا، علیٰ ہذاالقیاس۔ بعد اختتام اس کام کے ارشاد ہوا کہ: گورو کے سکھ حتی لامکان سیاہ لباس رکھیں تا کہ ہزار آدمیوں میں سے سکھ پہچانا جائے کہ اس مجمع میں فلاں گورو کا سکھ موجود ہے۔ اور سرخ رنگ کا کپڑا، جوکسونب سے رنگا ہوا ہو، اُس کے پہننے اور آنکھوں میں سرمہ لگانے کی بالکل ممانعت ہوئی۔ اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ سکھ ہر روز غسل کیا کرے۔ مگر غسل کے وقت سر کے بال نہ بھگوئے اور تمام جسم پر پانی ڈالے۔ آٹھویں ساتویں روز جب کیسوں کا دھونا منظور ہو دھولے۔ روزمرہ غسل کے وقت پگڑی بھی سر سے نہ اُتارے۔ بلا اُتارنے پگڑی اور کھولنے بالوں کے نہا لے۔ اس میں یہ فائدہ سوچا گیا کہ نہاتے نہاتے اگر دشمن آ پہنچا تو فی‌الفور سکھ اپنے کام میں ہوشیار ہو جائے۔ بال سکھانے اور پگڑی باندھنے میں دیر نہ ہو جائے۔

غرض اس روز کے جلسے میں بیس ہزار آدمی سکھ ہوئے، اور یہ لوگ اصلی سکھ ہوئے جنھوں نے خاص گورو گوبند سنگھ کے ہاتھ سے پاہل لی۔ اس روز سے آغاز مذہب سکھی کا بہ تجدید و ترویج رسوم جدید کے ہوا۔ جب یہ بات تمام پنجاب میں مشہور ہوئی تو دور دور کے لوگ گورو گوبند سنگھ کی خدمت میں آتے اور زنار توڑ کر سکھ بنتے۔ گورو نے پاہل دینے کے وقت یہ مقرر کیا کہ جو شخص گورو کا سکھ بنے وہ اپنی کل جائداد کا تخمینہ کرکے چہارم اس

کا گورو کے خزانے میں داخل کرے ۔ چنانچہ ہزار ہا روپیہ روزمرہ گورو کے خزانے میں داخل ہوتا اور گورو کھلے دل سے ہر ایک کام میں روپیہ خرچ کرتا ۔ دن بہ دن سپاہ و لشکر و خزانہ زیادہ ہوتا جاتا تھا ۔ جب جمعیت فوج کی بخوبی ہوگئی ، خالصہ جی جس طرف جاتے ہزاروں روپے کا نقد و جنس غارت کر لاتے ۔ چونکہ چاروں طرف انند پور ماکھووال کے پہاڑی راجوں کا ملک تھا ، راجگان انہی سکھوں کے ہاتھ سے بہ جان تنگ آ گئے اور سب نے مل کر خطوط پے در پے گورو کے نام لکھے کہ اپنے لشکر کو ہمارے ملک کی غارت سے باز رکھو ورنہ جنگ ہوگا [کذا] ۔ گورو ان کے خطوط پر کچھ خیال نہ کرتا اور کہتا کہ گورو کا لشکر کسی سے رک نہیں سکتا اور نہ کوئی اس پر فتح یاب ہو سکتا ہے کہ گورو کی تلوار کو دیوی جی نے آب داری چڑھائی ہوئی ہے ۔ آخرکار جب پہاڑی راجے بہت تنگ آئے تو سب فوجیں لے کر گورو پر چڑھ آئے اور لڑائی ہونے لگی ۔ عین موقع جنگ میں پانچ شخص افغانی فوج کے سردار مسمیان کالے خاں و بھیکن خاں و نجابت خاں و حیات خاں و چوہڑ خاں ، جو ملازم گورو کے تھے اور پانچوں کے ماتحت سو سو سوار جنگی تھا ، گورو سے برگشتہ ہوگئے اور دل میں سوچے کہ اب فوج راجوں کی بہت آ گئی ہے اور گورو کی فوج تھوڑی ہے ۔ اب گورو ضرور شکست کھائے گا ۔ ہم تو ملازم آدمی ہیں ، کس واسطے اپنی جانیں مفت گنوائیں ۔ درپردہ انھوں نے راجوں سے بھی سازش کرلی اور عین لڑائی کے وقت گورو کے پاس آ کر نوکری سے استعفا دیا اور رخصت طلب کی ۔ گورو نے جواب دیا کہ "یہ کیا بے وفائی ہے کہ ایسے موقع میں کہ دشمن ہمارے لڑنے کے واسطے دروازے پر بیٹھے ہیں ، تم نوکری چھوڑتے ہو ۔ یہ کام نمک حراموں کا ہے کہ مالکوں کو وقت پر دغا دیتے ہیں ۔

پٹھانوں نے گورو کے کہنے پر کچھ لحاظ نہ کیا اور مع اپنے سواروں کے اٹھ کر چلے گئے ۔ راجوں نے ان کو بہ اضافہ تنخواہ اپنے پاس نوکر رکھ لیا ۔ جب لڑائی کا موقع آیا تو سب سے اول وہی پٹھان گورو کے مقابل ہوئے اور آپس میں سخت لڑائی ۔ چونکہ نمک حرام فوج جو کفران نعمت پر کمر باندھ کر مالک کے مقابل ہو ، کبھی فتح یاب نہیں ہوتی ، آخرکار راجوں کو شکست ہوئی ۔ تمام فوج راجوں کی بھاگ نکلی ۔ سکھوں نے ان کا تعاقب کیا ، بے شمار قتل کر ڈالے ، مال نقد و جنس بہت سا لوٹ میں لائے ۔ اس فتح خداداد کے بعد گورو گوبند سنگھ کا ستارہ بخت کا چمکا اور بہت سا علاقہ پہاڑی راجوں کا اس کی حکومت میں آگیا ۔

پھر تو گورو گوبند سنگھ بجائے خود ایک مستقل حاکم و مسند نشین ہو گیا۔ پہاڑی راجے سب کے سب اس سے دب گئے۔ خالصہ جی کا لشکر جدھر جاتا گاؤں کے گاؤں اور علاقوں کے علاقے لوٹ کر لے آتا۔ کوئی رعایا اور حکام میں مارے ڈر کے روبرو نہ آتا۔ جب ایسی حالت وقوع میں آئی تو پہاڑی راجے اطاعت پر مستعد ہوئے اور چاہا کہ گورو گوبند سنگھ سالانہ نذرانہ بطور گورووں کے، یعنی جس طرح کہ فقرا راجاؤں سے لیتے ہیں، لے لیا کرے مگر ہمارے علاقے میں لوٹ مار نہ کرے۔ یہ بات گورو نے منظور نہ کی۔ کیونکہ یہ بات اس کو یقین ہو چکی تھی کہ عنقریب راج میرا تمام سرزمین پر ہو جائے گا۔ جب آپس میں راجاؤں اور گورو کی کوئی بات قرار نہ پائی تو سب راجاؤں نے تنگ آ کر ایک عرضی اپنے حال کی بہ حضور شاہ اورنگ زیب عالم گیر کے لکھی اور کیفیت جنگ و جدل و ظلم و ستم و زیادتی کی، جو سکھوں کے ہاتھ سے ان پر عائد ہوئی تھی، اس میں مفصل تحریر کی۔ بادشاہ نے جب ایسا حال سنا بہت غضب‌ناک ہوا اور زبردست خاں صوبہ دار لاہور اور شمس‌الدین خاں صوبہ دار سرہند کے نام فرامین شاہی بہ تاکید اکید جاری کیے کہ تم فی‌الفور اپنی فوج کو ہمراہ لے کر پہاڑ کو جاؤ اور پہاڑی راجاؤں کی امداد کر کے اُن کا علاقہ و مال، جس قدر گورو گوبند سنگھ نے دبا لیا ہے، واپس کرادو اور گورو کو گرفتار کر کے حضور میں پہنچاؤ اور اس کا مال نقد و جنس جس قدر ہو ضبطی میں لا کر مالِ سرکار سمجھو۔

جب فرامینِ شاہی اس مضمون کے صوبہ داران لاہور و سرہند کے نام پہنچے وہ دونوں بہت سی سپاہِ جرار و لشکر بے شمار کے ساتھ پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ راجگانِ کوہی بھی اپنے اپنے لشکر کو آراستہ کر کے شاہی لشکر کے شامل ہوئے۔ غرض یہ تمام لشکر جو النّد پور پہنچا، آتے ہی انھوں نے اس قلعے کا محاصرہ، جس میں گورو گوبند سنگھ تھا، کر لیا اور چاروں طرف مورچے باندھ دیے۔ اگرچہ دوسرے تیسرے روز بہادرانِ سکھ قلعے سے باہر آ کر جنگ کرتے مگر آخر اتواپِ شاہی اور گولہ افشانی سے تنگ آ کر پھر قلعے میں گھس جاتے۔ اس طرح روزمرہ اکثر لڑائی میں بہت سے آدمی فریقین کے کام آتے۔ جب مدت محاصرے کی سات ماہ تک پہنچ گئی اور باہر کی فوج نے ایک دانہ غلے کا قلعے کے اندر جانے نہ دیا اور غلہ موجودۂ قلعہ سکھوں نے کھا لیا تو فوج سکھوں کی بہت تنگ ہوئی اور بہت سے سکھ بلا اجازت گورو کے جس طرح بھاگ سکے، بھاگ گئے۔ روزمرہ تعداد سکھوں کی کم ہوتی گئی۔ اس وقت والدہ گورو گوبند سنگھ کی کہ وہ بھی قلعے کے اندر تھی، بہت گھبرائی اور سمجھی کہ اب زندگی میری اور میری

اولاد کی مشکل ہے ۔ اس نے بیٹے سے پوشیدہ راجگان کوہی کے پاس بہ ہزار منت و سماجت یہ پیام بھیجا کہ میرا بیٹا میرا کہا نہیں مانتا ۔ اگر میرے کہنے پر عمل کرتا تو تمہارے جیسے ارادت مندوں کے ساتھ کیوں خصومت برپا کرتا اور دوستوں کو اپنا دشمن بنا لیتا ۔ اگر تم مہربانی کرو تو اجازت دو کہ میں اپنے دو پوتوں کو ، جن کو میں بہت چاہتی ہوں ، ساتھ لے کر قلعے سے نکل جاؤں ۔

راجاؤں نے اُس کی التجا قبول کر لی اور وہ مع دونوں پوتوں مسمیان فتح سنگھ و زورآور سنگھ کے پوشیدہ قلعے سے نکل آئی ۔ گورو گوبند سنگھ کو جب یہ خبر ہوئی کہ اُس کی والدہ بھی پوتوں کو لے کر قلعے سے نکل گئی اور سرہند کو روانہ ہوئی ہے ، یہ خبر پا کر گوروگوبند سنگھ سخت ناراض ہوا اور والدہ کے حق میں بددعا کی اور کہا کہ : ''موت کے ہاتھ سے وہ بھاگی ہے اور چاہتی ہے کہ میں اور میرے پوتے موت سے امان پائیں ، وہ بے شک اب مارے جائیں گے ۔''

غرض جب مائی گوجری ، گورو گوبند سنگھ کی والدہ ، راستہ سفر کا طے کر کے مع پوتوں کے سرہند میں پہنچی تو ایک شخص ہندو کے گھر میں ، جو اس خاندان کا معتقد تھا ، مہمان ہوئی ۔ چونکہ اس وقت سکھوں کو بادشاہ وقت دشمن سلطنت کا تصور کرتا تھا اور اشتہار ہو چکا تھا کہ سرکاری رعایا میں سے جو شخص حمایت و رعایت و امداد گورو گوبند سنگھ کے خاندان کی کرے گا وہ فی‌الفور قتل کیا جائے گا ، اس بات سے وہ میزبان ڈرا اور چاہا کہ ان کو گھر سے نکال دوں مگر دو روز کے بعد اُس کو طمع دامن گیر ہوا اور چاہا کہ گورو گوبند سنگھ کی والدہ کو مع اس کے پوتوں کے گرفتار کرا کے انعام حاصل کروں ۔ چنانچہ وہ دیوان گاجس رائے کے پاس ، جو صوبۂ سرہند کا دیوان تھا ، گیا اور اطلاع موجودگی دونوں فرزندوں اور والدہ گورو گوبند سنگھ کی کی ۔ وہاں سے دیوان سجانند نائب دیوان ان کی گرفتاری کے لیے مامور ہوا ۔ جب دونوں بچے اور والدہ گورو گوبند سنگھ کی گرفتار ہو کر روبرو وزیر خاں صوبۂ سرہند کے گئے ، وزیر خاں نے عورت اور بچوں کے قتل کا حکم نہ دیا کیونکہ شرع محمدی میں کفار کی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے ۔ یہ سوچ کر وزیر خاں نے سجانند کو حکم دیا کہ ان کو اپنی حراست و حوالات میں رکھے ۔ دوسرے روز گجس رائے دیوان وزیر خاں کے پاس گیا اور بہ سبب سابقہ عداوت کے ، جو اُس کو گورو گوبند سنگھ کے ساتھ تھی ، کہا کہ یہ لڑکے گوبند سنگھ قزاق کے ہیں جو بہ روز روشن رہزنی کرتا ہے اور بادشاہ سے باغی ہو کر ارادہ رکھتا

ہے کہ خود بادشاہ ہو ، ان کو مار دینا بہتر ہے ۔ وزیر خاں نے جواب دیا کہ میں ہرگز ہرگز خلاف شرع شریف کے حکم نہ دوں گا کیونکہ گنہگار گوبند سنگھ ہے ، اس کی والدہ اور خورد سال بچے مجرم نہیں ہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ مقید رہیں جب تک کہ معاملہ گوبند سنگھ کا فیصل نہ ہو ۔ یہ کہہ کر وزیر خاں نے لڑکوں کو روبرو بلایا ۔ چونکہ بچے حسین و خوب صورت تھے ، ان پر رحم کر کے روبرو بٹھلایا اور کہا کہ اے لڑکو ! اگر اب ہم تم کو چھوڑ دیں تو کہاں جاؤ گے اور کیا کرو گے ؟ وہ دونوں بولے کہ تم ہمارے جانی دشمن ہو ۔ یہاں سے چھوٹ کر اپنے سکھوں کو جمع کریں گے اور فوج درست کر کے تم سے لڑیں گے ۔ حتی الامکان تم کو ماریں گے ۔ یہ بات سن کر وزیر خاں مارے غضب کے سرخ ہو گیا اور کہا کہ اگر تم اس وقت فتح یاب نہ ہوئے اور بھاگ گئے تو پھر کیا کرو گے ؟ اُنھوں نے دوبارہ کہا کہ فوج جمع کر کے لڑیں گے ۔ یا خود مارے جائیں گے یا تم کو مار لیں گے ۔ وزیر خاں نے لڑکوں کی ایسی تقریر سے برافروختہ ہو کر حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے سے لے جاؤ ، حقیقت میں یہ لڑکے قتل کرنے کے لائق ہیں ۔ اور گلجس رائے دیوان کو حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے سے لے جاؤ اور اپنے گھر میں لے جا کر قتل کر دو ۔ چنانچہ وہ ہندو ان لڑکوں کو اپنے ساتھ لے آیا اور گھر میں لا کر قتل کر ڈالا ۔

ادھر تو یہ حال گزرا اور اُدھر یہ حالت ہوئی کہ قلعہ انند پور کے اندر جس قدر فوج گورو گوبند سنگھ کے پاس تھی وہ سب بھاگ گئی ۔ جس قدر سکھ تھے وہ جان کے خوف کے مارے بے اجازت گورو صاحب کی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ۔ صرف پینتالیس سکھ گورو کے پاس رہ گئے ، وہ بھی بے دل اور بھاگنے کو تیار تھے ۔ اُس وقت گورو نے اپنے دو فرزندوں کو ، جن کا نام جوجھار سنگھ اور اجیت سنگھ تھا ، مع اپنی زوجہ مسماۃ سندی کے چند سکھوں کی محافظت میں قلعے سے پوشیدہ رخصت کر دیا اور فرمایا کہ یہاں سے دور جا کر کسی گاؤں میں بہ تغیّرِ حیثیت و لباس چھپ رہیں ۔

جب یہ قافلہ انند پور سے چل کر قریب موضع چمک پور کے پہنچا ، وزیر خاں کی فوج ان کی گرفتاری کو آ پہنچی اور فوج نے چاہا کہ ان کو زندہ گرفتار کر کے وزیر خاں کے روبرو لے جائیں ۔ مگر انھوں نے نہ چاہا کہ گرفتار ہو کر جائیں اور بے بسی کی حالت میں قتل ہوں ۔ اس واسطے یہ بہ مقابلہ پیش آئے اور فوج کے چند آدمیوں کو قتل کیا ۔ چونکہ یہ تھوڑے آدمی تھے ، فوج کے روبرو ان کی کیا حیثیت تھی ، سب کے سب مارے گئے ۔ گورو گوبند سنگھ نے

جب یہ حال سنا ، سوائے صبر کے کچھ چارہ نہ دیکھا اور اپنی زندگی سے تنگ آ کر چاہا کہ موجودہ آدمیوں کے ساتھ قلعے سے نکل کر دشمنوں کے ساتھ لڑے اور قتل ہو جائے ، مگر سکھوں نے سمجھایا کہ ہزاروں آدمیوں کے ساتھ مع چند آدمیوں کے لڑنا اور اپنی جان کو مفت برباد دینا عقل مندی کا کام نہیں ۔ مناسب یہ ہے کہ کسی طرح سے اس قلعے ابتدی سے نکلیں اور باہر جا کر پھر سکھوں کو جمع کر کے دشمنوں سے میدان میں لڑیں ۔ یہ مشورہ گورو کے بھی پسند آیا اور رات کے وقت قلعے کے اندر سے پوشیدہ پانچ سکھوں کے ساتھ نکلا ۔ گھوڑے ، سامان ، خزانہ جو کچھ تھا سب قلعے ہی میں چھوڑا اور پاپیادہ وہاں سے روانہ ہوا اور جب چند میل راستہ طے کر لیا تو دو کس افغان ، جن کا نام غنی خاں و نبی خاں تھا ، گورو کو راہ میں مل گئے ۔ انھوں نے اس کو پہچان لیا اور چاہا کہ گرفتار کر لیں اور وزیر خان صوبہ کے روبرو لے جا کر انعام لیں ۔ اس وقت گورو کو یقین ہو گیا کہ اب جان کا بچنا مشکل ہے اور موت کا سامنا ہے ۔ حسبِ موقع وقت دونوں افغانوں کی منتیں کیں اور زر بھی دینا کیا ۔ چنانچہ وہ گورو کی خوشامد سے نرم دل ہو گئے اور محض اس سبب سے کہ گورو کے وہ مدت سے دوست تھے اور گورو نے ان پر بہت احسان کیے ہوئے تھے ، وہ گورو کی گرفتاری سے باز آئے ۔ وہاں سے گورو موضع بھلول پور علاقہ ضلع لودھیانہ میں پہنچا ۔

چونکہ اس قصبے میں قاضی پیر محمد گورو کا استاد رہتا تھا اور گورو نے فارسی علم اس سے حاصل کیا ہوا تھا ، اس کے پاس گیا ۔ قاضی نے بہ سبب لحاظ شاگردی اور تعارف سابقہ کے گورو کو امان دی اور اپنے مکان میں چھپا رکھا مگر دل میں نہایت خائف تھا کہ بعد مفرور ہونے گورو کے وزیر خاں صوبہ سرہند کی فوج جا بہ جا گورو کی تلاش کرتی پھرتی تھی اور حکم تھا کہ جو کوئی گورو کو ساتھ لائے گا انعام پائے گا ۔ قاضی نے گورو سے کہا کہ اگر تم اپنی صورتِ ظاہری بدل لو اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرو تو کوئی تم کو نہ پہچانے گا ورنہ ضرور گرفتار ہو جاؤ گے اور میری آبرو بھی برباد ہوگی ۔ گورو نے قاضی کے کہنے کے بہ موجب سر کے بال ، جو اونچے کیے ہوئے تھے ، نیچے کر لیے اور سیاہ لباس پہن کر حاجیوں کی صورت بنا لی ۔ اتنے میں گاؤں کے حاکم کو خبر ہو گئی کہ کوئی بیگانہ اجنبی لوگ قاضی کے گھر میں اترے ہوئے ہیں ، شاید وہ گورو گوبند سنگھ ہو ۔ حاکم نے قاضی کو روبرو بلایا اور حال پوچھا ۔ قاضی نے جواب دیا کہ میرے گھر مسلمان حاجی آئے ہوئے ہیں ۔ حاکم

نے بہ نظر مزید تحقیقات گورو کو اپنے پاس بلایا ۔ بہ ظاہر مسلمان پایا مگر حکم دیا کہ آج یہ لوگ کھانا ہمارے یہاں کھائیں ۔

جب کھانا کھانے کے وقت طلبی گورو کی عمل میں آئی تو ظاہر کیا گیا کہ حاجی خود تو روزہ دار ہیں مگر گورو کے ہمراہی چار کس کہ دو تو ان میں سے فی الحقیقت مسلمان ملازم تھے اور دو سکھ ، گورو کے ارشاد کے بہ موجب حاکم کے گھر کھانا کھانے کے لیے گئے ۔ جاتی دفعہ سکھوں نے ظاہر کیا کہ ہم مسلمانوں کا کھانا خلاف طریق و مذہب اپنے کے کیوں کر کھائیں گے ۔ گورو نے حکم دیا کہ اپنی جان کی حفاظت ہر ایک چیز سے مقدم ہے ، تم بے شک وہاں جا کر کھانا کھا لو ۔ مگر کھانا جب روبرو آئے ، لوہے کی چھری ، جو ہر ایک سکھ اپنے پاس رکھتا ہے ، کھانے میں پھیر لو کہ کھانا پاک ہو جائے اور تمھارے مذہب میں بھی کسی طرح کا فرق نہ آئے ۔

غرض وہ چاروں شخص حاکم کے گھر گئے اور کھانا جس طرح پر کہ گورو نے ہدایت کی تھی ، کھایا ۔ جب وہ کھانا کھا کر آئے تو گورو ، قاضی کے گھر سے نکلا اور آگے کو روانہ ہوا ۔ بعض محقق مورخوں کی زبانی ایسا ثابت ہوا ہے کہ جس وقت وہ گورو کے سکھ حاکم کے گھر کھانا کھانے کو گئے تھے تو جاتی دفعہ گورو نے ان سے یہ ارشاد کیا تھا کہ جو کھانا تم کھاؤ گے ، آتی دفعہ اس میں سے تھوڑا سا ہمارے واسطے بھی لیتے آنا ۔

چنانچہ جب سکھ کھانا کھا چکے تو انھوں نے حاکم سے کچھ کھانا گورو کے واسطے بھی مانگا ۔ انھوں نے دے دیا ۔ چنانچہ وہ پلے میں باندھ کر لے آئے ۔ آخر جب گورو گاؤں سے باہر نکلا تو سکھوں سے وہ کھانا طلب کیا ۔ انھوں نے کھولا تو دیکھا کہ اس کھانے کی صورت ہی بدل گئی ہے ، یعنی وہ کھانا حلوائے لذیذ بنا ہوا ہے ۔ گورو نے وہ حلوہ سکھوں سے لے لیا ۔ اس میں سے کچھ تو خود تناول کیا اور باقی ماندہ سکھوں کو تقسیم کر دیا ۔ وہاں سے جب گورو واپس آیا تو پھر قاضی کے گھر شب باش ہونا مناسب نہ جانا ۔ رات رات وہاں سے چل کر بہ مقام ماچھی واڑہ ، جو ایک مشہور قصبہ ہے ، پہنچا اور ایک شخص کھتری کے گھر میں جس کا نام گلابا تھا ، اترا ۔ چونکہ گلابا گورو کا معتقد تھا اس نے بہت خاطر کی اور ایک بکرا گورو جی کی نذر پکڑا ۔ گورو نے اپنے ہاتھ سے بکرے کو جھٹکا کیا اور گوشت پکوایا ۔ کھانے سے فراغت پا کر جس قدر اس گوشت سے ہڈیاں نکلیں ، وہ سب مسجد کے صحن میں ، جو گلابا کے گھر کے پاس تھی ، پھنکوا دیں ۔ صبح کو جب مسجد کا "ملا" آیا اور دیکھا

کہ مسجد کے صحن میں ہڈیاں بکثرت پڑی ہوئی ہیں ، گلابا کو بلا کر اس نے دھمکایا اور دریافت کیا کہ آج خلافِ عادت جو گلابا کے گھر سے مسجد میں ہڈیاں پھنکوائی گئی ہیں ، شاید کوئی غیر آدمی اس کے گھر آیا ہوگا جو مسجد کے آداب سے واقف نہیں ہے ۔ آخر معلوم ہوا کہ ایک شخص غیر ، ناواقف چند آدمیوں کے ساتھ رات کو اس کے گھر آیا تھا ۔ "ملا" نے جب گورو کی صورت دیکھی ، اس کو شبہ ہوا کہ شاید یہ گورو گوبند سنگھ ہوگا جس کی گرفتاری کے لیے جا بہ جا اشتہار جاری ہوئے ہیں ۔ یہ سوچ کر "ملا" فی الفور حاکم کے پاس دوڑا گیا مگر گورو "ملا" کے واپس آنے سے اول وہاں سے چل دیا ۔ حاکم نے چند سپاہی "ملا" کے ساتھ روانہ کیے اور حکم دیا کہ فی الفور اس شخص کو ، جو آج رات گلابا کے گھر مہمان تھا ، پکڑ کر لے آؤ ۔ جب سپاہی آئے اور گورو کو نہ پایا تو اس کے عوض میں گلابا کو پکڑ کر لے گئے ۔ روبرو حاکم کے گلابا نے گورو کا راز فاش نہ کیا ۔ اگرچہ حاکم نے اس پر تشدد کیا اور مارکوٹ سے پیش آیا ، مگر گلابا نے اصلی راز ہرگز نہ بتلایا اور کہا کہ رات کو میرے گھر ایک مسافر آیا تھا جو رات رہ کر چلا گیا ہے ۔ گلابا کے گھر سے نکل کر گورو اسی گاؤں کے متعلقہ جنگل میں تمام دن پوشیدہ رہا ۔ وہاں سے ایک سکھ گورو کا کسی ضروری اس کے لیے اسی گاؤں کی آبادی کے متصل جا نکلا اور اپنا کام کرنے لگا ۔ ناگاہ وہی "ملا" مسجد کا اتفاقاً وہاں آ نکلا ۔ چونکہ اس کو پہلے "ملا" نے اسی روز گلابا کے گھر میں دیکھا ہوا تھا ، پہچان کر گرفتار کر لیا ۔ گورو کا سکھ بہ مقابلہ پیش آیا اور "ملا" کو زد و کوب کرنا شروع کیا ۔ اتنے میں چند مسلمان اور آ پہنچے اور "ملا" کی حمایت کی ۔ سکھ نے ان پر بھی پتھر مارے ۔ یہ حال دیکھ کر حاکم کے آدمی آ پہنچے اور سکھ کو قتل کر ڈالا ۔ القصہ گورو گوبند سنگھ اس روز تمام دن ماچھی واڑہ کے جنگل میں چھپا رہا ۔ جب رات ہوئی تو وہاں سے کوٹ کپورا کی طرف جانے کا ارادہ کیا مگر عین شام کے وقت ماچھی واڑہ کے حاکم کو یہ خبر پہنچ گئی کہ گورو گوبند سنگھ مفرور وہی شخص تھا جو رات کو گلابا کے گھر میں شب باش تھا اور آج دن بھر اسی گاؤں کے جنگل میں پوشیدہ رہا ہے ۔ حاکم نے فی الفور اپنی فوج روانہ کی اور حکم دیا کہ بعد تلاش جس جگہ وہ مل جائے ، گرفتار کرکے لائیں اور اگر بہ مقابلہ پیش آئے تو لڑیں ۔ رات بھر تلاش ہوتی رہی ۔ دوسرے روز فوج گورو کو اس مقام پر ، جہاں ضلع فیروز پور میں تالاب مکتسر بنا ہوا ہے ، آ ملی ، اور چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ گورو کے ہمراہ اس وقت صرف پچیس آدمی تھے ۔ فوج کے روبرو آنے کے وقت یہ سب کے سب لڑنے

کے لیے مستعد ہوگئے اور لڑائی شروع ہوئی - پہلے تو خوب لڑے اور بہت سے فوج کے آدمی کھیت رکھے [رہے ؟] ، آخر بھاگ نکلے اور جنگل میں گھس کر پوشیدہ ہوگئے - حاکم کے آدمی دن بھر ڈھونڈتے رہے مگر یہ دستیاب نہ ہوئے - آخر وہ ماچھی واڑہ کو واپس چلے گئے - گورو اس وقت اس مقام پر آ کر ٹھہرا جو اب دمدمہ کرکے مشہور ہے - چند روز گورو وہاں ہی قیام پذیر رہا اور دشمنوں کے خوف سے کسی آبادی میں جانا مناسب نہ جانا - آخر تنگ آ کر اورنگ زیب عالم‌گیر بادشاہ کے نام ایک منظوم خط بہ‌زبان فارسی لکھا - اس میں درج کیا کہ بادشاہوں کی شان کے یہ شایاں نہیں ہے کہ ایک فقیر کے خون کے درپے ہوں - بادشاہ کا خوان فقیروں اور درویشوں کے لیے عام ہوتا ہے ، نہ کہ بادشاہ باوجود اس عالی جاہی و جہاں پناہی کے فقیروں کے خون کا پیاسا ہو - اب میرا مال و دولت و حشمت ، کئی پشت کا اندوختہ ، مسلمانی فوج بادشاہی نے قلعہ انند پور میں لوٹ لیا ہے ، چاروں بیٹے لخت جگر میرے قتل ہو چکے ہیں ، کوئی جگہ پناہ و امان کی نہیں جہاں بیٹھ کر میں اپنے معبود کی عبادت کروں - بادشاہی فوج اب تک مری گرفتاری اور قتل کے درپے ہے - گاؤں گاؤں میری تلاش ہو رہی ہے - آیندہ اگر شہنشاہ رعیت پروری پر خیال کر کے میرے خون کے ارادے سے در گذرے تو میری طرف سے بھی کوئی حرکت خلاف اطاعت کے نہ ہوگی - اور اگر بادشاہ اسی طرح سے میرے قتل کے درپے رہے گا تو ایک فقیر کے قتل میں کون سا فخر اس کو حاصل ہو جانے ہوگا ، سوائے اس کے کہ ہمیشہ کی بدنامی بادشاہ کے ذمے عائد رہے گی - غرض ایسے ایسے مضامین نرم و گرم اس میں لکھ کر ایک سکھ کے ہاتھ وہ عرضی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی اور سمجھا دیا کہ جس روز بادشاہ عام دربار کرے ، یہ عرضی بادشاہ کے حضور میں گذارش کرے - جب وہ عرضی بادشاہ کے گوش گذار ہوئی ، بادشاہ نے اُس پر حکم صادر کیا کہ اگر گوبند سنگھ فقیروں کی طرح رہے اور غارت‌گری و کشت و خون سے باز آئے تو کوئی اس کا مزاحم نہ ہو ، جہاں چاہے سکونت رکھے - اور اگر فساد پر مستعد ہوگا تو دوبارہ اپنے اعمال کی سزا پائے گا - اس مضمون کا فرمان جب صوبہ سرہند کے نام جاری ہوا تو گورو گوبند سنگھ مطلق العنان ہوگیا اور کوٹ کپورا میں سکونت اختیار کی - تھوڑی مدت کے بعد جب عالم گیر بادشاہ سخت بیمار ہوگیا تو گورو کے سکھ پھر جمع ہوئے اور چاہا کہ ہاتھ پاؤں ہلائیں اور ہنگامۂ جنگ برپا کرکے مسلمانوں سے عوض لیں ،

مگر کوٹ کپورا کے حاکم نے گورو کو روبرو بلایا اور کہا کہ:

تم اس ارادے سے باز آؤ اور فقیر بنے رہو تو بہتر ہے، نہیں تو پچھتاؤ گے، کیونکہ تم بادشاہی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہو۔ جب فوج جمع ہوگی تو وہی پہلا معاملہ وقوع میں آئے گا۔ اُس وقت جو تم کو بھاگنا پڑے تو ابھی سمجھ جاؤ۔ ناحق اپنی آسائش و آرام میں رخنہ نہ ڈالو۔

گورو نے جب فہمائش حاکم کی سنی، اس حرکت سے باز آیا اور دل میں سمجھا کہ میرے سکھ اگرچہ پہلے جمع ہو جاتے ہیں مگر وقت پر جب تلوار کا سامنا[1] ہوتا ہے تو بھاگ جاتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پھر میرے تن تنہا پر آفت آ پڑے اور سکھ اپنے اپنے گھروں کو چل دیں۔ جب کوٹ کپورا کا حاکم بھی گورو سے بدظن ہوگیا تو گورو نے بہ مقام 'دمدمہ' ایک سال تک سکونت رکھی۔ بعد ازاں طبیعت راغب ہوئی کہ دکن کے ملک کی سیر کریں۔ اگر کوئی مردِ ارادت مند صاحبِ داعیہ مل جائے تو اُس کو اپنا جانشین بنا کر گدی فقر کی اُس کی تحویل میں دیں۔ چنانچہ دائرۂ دولت کے سمیت گورو مقام 'دمدمہ' سے دکن کو روانہ ہوا۔ جا بہ جا سیر کرتے کرتے ایک روز گورو ایک گاؤں میں فروکش ہوا جہاں گوبندا نام فقیر قوم بیراگی رہتا تھا۔ سینکڑوں آدمی اس کے چیلے تھے اور مال و دولت کی اُس کو کچھ پرواہ نہ تھی، کھلے ہاتھوں روپیہ خرچ کرتا تھا۔ اُس سے گورو کی ملاقات ہوگئی اور رابطۂ اتحاد درجۂ کمال کو پہنچا۔ گورو نے اس کا اجتماع اور مال و دولت دیکھ کر دل میں تصور کیا کہ اگر یہ شخص ہمارا سکھ ہو جائے تو اس کو اپنی جگہ گدی نشین کرکے ہر ایک امر کا منتظم اس کو بنائیں۔ کیونکہ یہ مال دار بھی ہے، معتقد بھی اس کے بہ کثرت ہیں اور یقین ہے کہ بعد ہمارے مسلمانوں سے یہ اُس جور و ستم کا عوض لے گا جو ہم اور ہمارے باپ دادا پر ہوتا رہا ہے۔ یہ سوچ کر گورو نے اسی کے مکان پر سکونت اختیار کی اور اس داؤ میں رہا کہ کسی طرح یہ شہبازِ اوجِ مراد ہمارے دام میں پھنس جائے۔ ایک رات کہ گورو اور گوبندا بیراگی دونوں آپس میں بیٹھے ہوئے بے تکلف باتیں کر رہے تھے، گورو نے موقع وقت دیکھا اور اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ:

جب سری دیوی جی کا ہم نے ہوم کیا اور بہ چشمِ ظاہر ہم نے ان کے درشن کیے تو دیوی جی نے ہم کو فرمایا کہ اگر تو اپنے خاص بیٹے کا سر ہوم

۱- اصل متن میں 'سامھنا'۔

میں ڈالتا تو تیرا راج تمام سر زمین پر ہو جاتا ، مگر تو نے بیٹے کا سر ہوم میں نہیں ڈالا اور ایک چیلے کا سر ہوم میں ڈالا ہے ، اس واسطے اب تم کو یہ مراد نہ ملے گی ۔ تمھارے کسی چیلے کو ، جو تمھارا ہم نام ہوگا ، یہ دولت نصیب ہوگی اور وہ تمھارے دشمنوں سے تمھارے باپ کے قتل کا بدلہ لے گا ۔ سو اب ہمارا یہ ارادہ ہے کہ ہم تم کو چیلہ یعنی سکھ بنا کر اپنی گدی پر بٹھلائیں ، کیونکہ تم آدمی صاحبِ حوصلہ و اہلِ داعیہ و جوان مرد نظر آتے ہو اور نام بھی تمھارا اور ہمارا ایک ہے ۔ اور یقین ہے کہ تم اس کارِ خیر میں کمر ہمت کی چست باندھ کر کمال سعی و کوشش کے ساتھ اس کام کو بہ سرانجام پہنچاؤ گے ۔ جب تم راجہ بن جاؤ تو حتی الامکان مسلمانوں کو قتل کرو ، میرے باپ کے قتل کا عوض اُن سے لو کہ تمام دنیا کے لوگ تمھاری کارگذاری سے خوش ہوں اور تمام سرزمین پر تمھارا راج ہو جائے ۔

گوبندا المشہور بندا بیراگی نے جب یہ خوش خبری سنی ، کمال خوش ہوا اور یقین کر لیا کہ بہ موجب فرمان سری دیوی جی کے میں روئے زمین کا راجہ ہو جاؤں گا ۔ شاہانِ سرزمین میں سے کوئی شخص میرا مقابلہ کرنے والا نہ رہے گا ۔ پس باوجودیکہ اول وہ خاندانِ بیراگ کا چیلہ تھا ، اس سلسلے سے علیحدہ ہو کر گورو گوبند سنگھ کا چیلہ بن گیا اور پاہل لے کر گورو کا سکھ ہوا ۔ گورو گوبند سنگھ نے چند ماہ وہاں قیام رکھ کر اس کو مذہب سکھی کے احکام سکھلائے ۔ جب وہ بہ خوبی پختہ ہو گیا تو خلعت جانشینی کا اُس کو دیا اور فرمان جاری کیا کہ :

بعد ہمارے جو ہمارا سکھ ہو ، وہ اس کو گورو تصور کرے اور اس کی اطاعت واجبی سمجھے ۔ جب ہر ایک امر بہ خوبی مستحکم ہوگیا تو گورو اپنی لیاقت کا کام اس کے حوالے کرکے آگے کو روانہ ہوا اور اس کو حکم دیا کہ پنجاب کے ملک میں جائے اور ہمارے ہر ایک سکھ سے نذرانہ وصول کرے ۔ چنانچہ وہ پنجاب کی طرف کو آیا ۔ وہاں سے گورو گوبند سنگھ دکن میں بہ مقام ''اچھلا نگر'' گیا اور مقام کیا ۔ وہاں کے لوگوں نے گورو کو فقیر جان کر بہت عزت کی ۔ گورو نے ہرچند چاہا کہ مذہب سکھی کو وہاں بھی رواج دیں ، مگر وہاں کے لوگوں نے تماکو کا پینا نہ چھوڑا اور زنار توڑنا منظور نہ کیا ، اور نہ اُن کو منظور ہوا کہ سر کے بال بڑھا کر اوپر کو جوڑا باندھیں ۔ اس سبب سے گورو کا مذہب وہاں رواج نہ پا سکا اور گورو بہ سبب اس کے کہ خویش و اقربا و اولاد اس کی سب قتل ہو گئے تھے اور دیس چھوڑ کر پردیس میں جا پڑا

تھا ، اس وقت ایسے غم و الم میں پڑا رہتا تھا کہ اپنی زندگی سے بھی بیزار تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح مر جاؤں یا کوئی مجھ کو مار ڈالے ۔ آخر ایسا اتفاق ہوا کہ کابل کی ولایت کا ایک پٹھان چند گھوڑے سوداگری کے لے کر دکن میں آیا ، اور گورو نے چند گھوڑے کئی ہزار روپے کو اس سے خرید کیے اور روپے کے دینے میں بہت دیر کی ۔ وہ روپے کے لیے تقاضا کرتے کرتے تھک گیا ۔ جب ایک سال کا عرصہ گذر گیا تو ایک روز اس نے تنگ آ کر گورو کے سامنے بہت بے ادبی کی اور نوبت مغلظ گالیوں تک پہنچ گئی ۔ اس کی زبان درازی سے گورو بہت غضب ناک ہوا اور سخت گالیاں اس کو دیں ۔ آخر پٹھان نے غصے میں آ کر تلوار کھینچ لی اور چاہا کہ گورو کا کام تمام کرے ، گورو نے جھپٹ کر تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی اور ایک ہاتھ تلوار کا ایسا پٹھان پر مارا کہ سر اس کا تن سے جدا ہو گیا ۔ اگرچہ یہ کام گورو سے تقدیراً ہوگیا مگر بعد اس کے بہت پچھتایا اور اس کے جنازے کو بہت دھوم دھام سے اُٹھا کر دفن کیا ، اور پٹھان کی عورت اور بیٹوں سے معافی خون کی مانگ کر قیمت گھوڑوں کی اُسی وقت ادا کی ۔ علاوہ قیمتِ واجبی کے انعام اس قدر دیا کہ وہ راضی ہو گئے ۔ تنخواہیں اور روزینے بھی ان کے مقرر ہو گئے اور دونوں بیٹے پٹھان کے مصاحبت میں داخل ہو گئے ۔ گورو ان پٹھانوں کو شب و روز اپنی مصاحبت میں رکھتا اور ان کی دل جوئی بہت کرتا مگر اکثر اوقات باتوں باتوں میں یہ تقریر بھی زبان پر لے آتا تھا کہ اگر کوئی بیٹا باپ کا نطفہ ہو کر باپ کے قتل کا بدلہ نہ لے ، وہ بھی حلال کا نطفہ نہیں ہوتا ۔ اس پٹھان کے لڑکے ہر روز یہ تقریر گورو کی زبانی سنتے اور چپ ہو رہتے اور دل میں کہتے کہ آیا یہ بات ہم کو گورو کیوں اور کس واسطے کہتے ہیں ۔ اور یہ بھی شرط نمک کی نہیں ہے کہ ہم گورو کا کہنا کریں اور اس پر ہاتھ اُٹھائیں ۔ آخر ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ گورو انھی دونوں پٹھانوں کے ساتھ چوپڑ کھیل رہا تھا ۔ اتنے میں ڈل پھینکے اور زبان سے کہا کہ اگر کسی کے باپ کو کوئی ناحق مار ڈالے اور اس مقتول کا بیٹا باوجودیکہ قاتل اس کے سامنے بیٹھا ہو اور پھر بدلہ نہ لے تو اس پر حیف ہے ، اور معلوم ہوا کہ وہ اس مقتول باپ کے نطفے سے نہیں بلکہ حرام کا ہے ۔ یہ بات سن کر اُن دونوں پٹھانوں کی رگِ وحشت حرکت میں آئی اور ایک اُن میں سے بہ کمال غضب و غصہ اُٹھ بیٹھا اور ایک خنجر جاں گداز ایسے زور سے گورو کے پیٹ میں مارا کہ پیٹ چاک ہوگیا اور آنتیں باہر نکل پڑیں ۔ یہ خبر پا کر موجودہ سکھ جمع ہو گئے اور چاہا کہ پٹھان کو قتل کر ڈالیں مگر گورو نے

منع کیا اور فرمایا کہ اس حملے میں اس شخص کا ذمہ کچھ نہیں کہ اس نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے، ان کو چھوڑ دو۔ چنانچہ چھوڑ دیا اور گورو نے حکم دیا کہ فی‌الفور یہاں سے چلے جائیں۔ سکھوں نے ایک استاد جراح چابکدست حاضر کیا۔ اُس نے آنتیں گورو کے پیٹ میں رکھیں اور زخم کو ٹانکے لگا دیے اور چند روز مرہم پٹی کر کے گورو کو غسل صحت کرا دیا۔ بہ روز غسلِ صحت گورو نے عام دربار کیا، سب اعتقاد مند لوگ حاضر آئے۔

اُس وقت ایک سکھ کے پاس نہایت عمدہ کمان تھی، ایسی کہ اُس کا چلہ چڑھانا بڑے جوان مرد کا کام تھا۔ گورو نے وہ کمان اس سکھ سے طلب کی اور دیکھ کر کہا کہ فی‌الحقیقت یہ کمان بہت عمدہ ہے۔ اگر ہم اچھے ہوتے تو اس کو کھینچتے۔ ایک سکھ نے ان میں سے جواب دیا کہ مہاراج آپ کے آگے یہ کیا کمان ہے۔ آپ اس سے بھی سخت کمان کا چلہ چڑھاتے رہے ہیں۔

یہ تقریر سن کر گورو اپنی مسند سے اُٹھ کھڑا ہوا اور بہت زور لگا کر چلہ چڑھایا۔ چونکہ ٹانکے زخم کے ہنوز تازہ تھے اور زخم بھی نرم تھا وہ سب ٹانکے بسبب لگانے زور کے پھر کھل گئے اور زخم تازہ ہو کر آنتیں پھر پیٹ سے باہر آ گئیں، اور گورو اس صدمے سے زمین پر گرا اور جان بہ حق تسلیم ہوا۔ یہ حیرت انگیز صدمہ بہ تاریخ کاتک صدی پنچمی ۱۷۶۵ بکرمی وقوع میں آیا۔

سکھوں نے گورو کی نعش کو اُسی مقام پر داغ دیا اور بڑا گنبد بنایا جو اب تک بہ مقام اچپلا نگر موجود ہے۔ بتیس سال گورو گوبند سنگھ بعد قتل اپنے باپ کے مسند نشین رہا اور اُسی کی ذات با برکات پر مسند نشینی ختم ہوئی، کیونکہ اس کے پیچھے کوئی اس جیسا شخص صاحبِ کرامت و شجاعت نہ ہوا اور چاروں فرزند اس کے، اس کے حینِ حیات مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو چکے تھے۔

از مولف:

زندگی دنیا کی ہے دو چار دن　　جو کہ یاں آیا ہے آخر جائے گا
جو کوئی جیسا کرے گا اس جگہ　　ویسا اس کا پھل وہاں پر پائے گا

ذکر بندا بیراگی کا جو اپنا بیراگ چھوڑ کر گورو گوبند سنگھ کا سکھ ہوا اور تشریح اُن واقعات کی جو اُس کے وقت میں وقوع میں آئے:

جب بندا بیراگی نائب گورو گوبند سنگھ کا گورو گوبند سنگھ کے حکم سے دکن کے ملک سے روانہ ہو کر پنجاب میں آیا، تمام سکھوں میں اس کی مشہوری

ہو گئی - ہر ایک سکھ کو اس نے پروانے بھیج کر اپنے پاس بلایا اور ہر ایک شخص پر ثابت کرایا کہ اس کو گورو گوبند سنگھ نے اپنا جانشین مقرر کردیا ہے اور وہ بہ ارادہ انتقام لیئے قتل گورو تیغ بہادر کے پنجاب میں آیا ہے - چنانچہ تمام سکھوں نے بموجب تحریر گورو گوبند سنگھ کے اس کو سچا جانشین مان لیا اور اُس نے تھوڑے عرصے میں بڑی دولت بہم پہنچائی اور انبوہ کثیر سکھان ارادت مند کا اس کے پاس جمع ہو گیا - چونکہ اُس وقت شاہ عالم گیر اورنگ زیب مر گیا تھا اور اُس کے بیٹوں میں بڑی بڑی لڑائیاں ہو کر بہادر شاہ بادشاہ بنا تھا ، وہ بھی بہ سبب فساد دکن کے دکن کو چلا گیا ہوا تھا اور ملک میں ابتری پھیلی ہوئی تھی - بندا نے ایسے وقت کو غنیمت جانا - پہلے اس نے قطاع الطریقی و راہ زنی اختیار کی اور بڑے بڑے ڈاکے مار کے دولت جمع کی - رعایائے شاہی وزیر خاں صوبہ سرہند کے پاس دادخواہ اور بندا بیراگی کے ظلم و تعدی کا حال بیان کیا - اس نے ایک برجستہ فوج بندا کی سرکوبی کے لیے مامور کی - مقابلے کے وقت تمام سکھوں نے یک دل و یک جان ہو کر اُس کا مقابلہ کیا اور بادشاہی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی - پھر وزیر خاں خود بندا کے مقابلے کے لیے سوار ہوا مگر عین مقابلے کے وقت ایسی ایک گولی وزیر خاں کی چھاتی میں لگی کہ مرغ روح اس کا قفس تن سے پرواز کر گیا - جب افسر ہی مارا گیا تو تمام مسلمانی فوج تتربتر ہو گئی اور بڑا خزانہ اور ذخیرہ ہتھیاروں کا سکھوں کے ہاتھ آیا - سکھوں نے وزیر خاں کی نعش ایک درخت سے لٹکا دی کہ اس کو چیلیں اور کوے کھا گئے - بعد ازاں سکھوں نے فتح یاب ہو کر پہلے قصبہ سادھورہ کو کہ اب ضلع انبالہ میں واقع ہے ، خوب لوٹا - ہزاروں مسلمان تہ تیغ کیے ، مسجدیں اور خانقاہیں گرادیں - پھر سرہند شہر پر جا پڑے ، شہر کو غارت کیا ، مسلمانوں کی عورتیں اور بچے قتل کر ڈالے ، بڑی بڑی حویلیاں آگ لگا کر جلا دیں ، مسجدوں اور مزاروں میں سے کوئی مکان باقی نہ چھوڑا - غرض کہ لودھیانہ سے لے کر کرنال تک کوئی بستی اور شہر اور گاؤں ان کی تاراج سے نہ بچا - بعد تاراج کے اس تمام علاقے کا مالی انتظام بھی بندا نے اپنے نام پر کرلیا اور بجائے خود بادشاہ بن بیٹھا -

ان تمام بستیوں میں سے قصبہ گھڑام کو تو ایسا لوٹا کہ نشان آبادی باقی نہ چھوڑا اور قصبہ سامانہ میں دس ہزار زن و مرد مسلمان قتل کیے - یہ خبر جب ماجھہ کے سکھوں کو پہنچی ، اُنھوں نے بھی بڑا اجتماع کیا اور قصبہ وٹالہ و کلانور کو اُنھوں نے دل کھول کر لوٹا ، صدہا مسلمان جان سے مار دیے -

بندا جب آں روئے دریا ئے ستلج کا ملک لوٹ چکا تو دوآبہ کے ملک میں آیا - سر راہ جس قدر گاؤں تھے سب غارت کیے - پھر بیاسا سے اُتر کر دوآبہ باری میں داخل ہوا - یہاں اس کے شامل وہ اجتماع سکھوں کا بھی ہوگیا جنھوں نے وٹالہ و کلانور وغیرہ آبادیاں لوٹ کر برباد کی تھیں - ان کے شمول سے بڑا بھاری لشکر سکھوں کا ہوگیا اور ارادہ ان کا یہ قائم ہو گیا کہ لاہور لوٹ لیں -

اُس زمانے میں سید اسلم لاہور کا صوبہ دار تھا - اس نے بڑی کوشش سے لاہور کی حفاظت کی - لاہور کی فصیل پر توپیں چڑھا دیں اور تمام مسلمانوں کو ترغیب دی کہ سکھوں کے ساتھ جنگ کریں - چنانچہ پنجاب کے مسلمان محمد تقی و موسیٰ بیگ و حاجی سیّد اسمٰعیل و سید عنایت اللہ و ملا پیر محمد واعظ کی افسری میں متصل عیدگاہ لاہور کے جمع ہوئے - اور سیّد اسلم صوبہ لاہور بھی اپنی فوج لے کر ان کے شامل ہوا -

سکھوں نے جب اس اجتماع کی خبر پائی بڑی تیزی و تندی کے ساتھ مسلمانوں کے مقابل ہوئے - صبح سے شام تک لڑائی ہوئی ، ہزاروں آدمی کھیت رہے - شام کے وقت صوبہ لاہور کی سپاہ اس کی بلا اجازت میدان سے اُٹھ کر داخل شہر ہوگئی - اُن کے جانے سے اوروں کا حوصلہ بھی ٹوٹ گیا - سب کے سب متفرق ہوگئے - اُس وقت سکھ اگرچہ خاص شہر پر تو حملہ آور نہ ہوئے کہ شہر کی فصیل پختہ بنی ہوئی تھی اور توپیں فصیل پر چڑھی ہوئی موجود تھیں مگر سوائے شہر کے جس قدر باہر قصبے اور گاؤں تھے ، سب کے سب اُنھوں نے لوٹ لیے - سینکڑوں آدمیوں کو تہ تیغ کیا -

جب یہ حال رعایا کا دیکھا تو دوبارہ سید عنایت اللہ و محمد تقی و محمد زمان نے کئی ہزار آدمیوں کو جمع کرکے ارادہ کیا کہ سکھوں کو اس علاقے سے نکال دیں مگر بسبب اس کے کہ برسات شروع ہوگئی اور بارش دن رات ہونے لگی ، یہ ارادہ ملتوی رہا -

اس خرابی و غارت گری و ظلم و ستم کی خبر جب بہادر شاہ بادشاہ کو دکن میں پہنچی تو بادشاہ نے وہاں سے کوچ کیا اور اجمیر میں آ کر اُترا - اس مقام پر ہزاروں لوگ جو برباد ہوئے تھے علاقہ سرہند کے ، بادشاہ کے روبرو پیش ہوئے اور سب نے سکھوں کی زیادتیوں سے فریاد کی - تمام سرگذشت سن کر بادشاہ کمال متحیّر ہوا اور حکم دیا کہ شاہی فوج فی الفور پنجاب کو روانہ ہو - اور خود بھی بادشاہ بہ کوچ بلغر پنجاب کو آیا - جب قریب پہنچا ، فیروز خاں میواتی و مہابت خاں سپہ سالار مع فوجِ جرار سکھوں کی سرکوبی کو آگے روانہ

کیے گئے۔ یہ لوگ تو پنجاب کو بڑھے اور بایزید خاں افغان ساکنِ قصور فوجدار کوہِ جموں، جو پانی پت میں مقیم تھا اور شمس الدین خاں برادر زادہ اس کا، جو دوآبہ جالندھر کا صوبہ دار تھا، دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ سرہند میں داخل ہوئے اور برباد شدہ رعیت کو بار دیگر ان کے گھروں میں آباد کیا۔ اور عیسیٰ خاں زمیندار دوآبہ جالندھر میں مامور ہو کر اس سرزمین کے انتظام میں مصروف ہوا۔

اس فوج کے آنے سے اجتماع سکھوں کا ٹوٹ گیا۔ بہت سے تو اپنے اپنے گھروں میں جا گھسے اور بہت سے بندا کے ہمراہ قلعہ مخلص پور المعروف لوہ گڈھ میں قلعہ بند ہوئے۔ بادشاہی فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ تین ماہ تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ جب قلعے میں رسد نہ رہی اور قلعے کے لوگ خوراک سے سخت تنگ ہوئے تو بندا ناچار ہو کر قلعے سے بھاگ نکلا اور کوہستانِ دشوار گذار میں جا چھپا۔ ہر چند کہ امین اللہ خاں و رستم دل خاں اُمرائے بادشاہی نے بڑی چستی کے ساتھ سکھوں کا تعاقب کیا مگر بندا ہاتھ نہ آیا۔ قلعہٴ مخلص پور سے بڑا بھاری خزانہ و اسباب بندا کا بادشاہی فوج کے ہاتھ آیا جو رعایائے غارت شدہ پر تقسیم کیا گیا اور مقبرے اور مسجدیں، جو سکھوں نے مسمار[1] کر دی تھیں، دوبارہ تعمیر ہوئیں۔ اجمیر سے بادشاہ بہ کوچِ متواتر لاہور میں آ پہنچا۔ تین ماہ تک لاہور میں ہی قیام پذیر رہا۔ لاہور میں ہی وہ بیمار ہو کر مر گیا۔

بادشاہ کے مرنے کے بعد شاہزادگان محمد عظیم[2] و محمد معز الدین و سلطان کریم کی آپس میں نزاع ہو گئی اور ایک بھاری جنگ ہو کر سب مارے گئے اور دہلی کے تخت پر محمد فرخ سیر بادشاہ نے جلوس فرمایا۔

ان ایام میں کہ دہلی کی سلطنت میں تزلزل تھا، بندا نے پھر وقت کو غنیمت جانا اور جموں کے علاقے سے داخلِ پنجاب ہو کر قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ بہت سے گاؤں و قصبے تہ و بالا کر ڈالے اور ایک بڑا شورِ برپا کر دیا۔ گورو

۱- اصل متن یہ ہے: "مسمار کر دیے تھیں، دوبارہ تعمیر ہوئے۔"

۲- یہ بیان تاریخ کے خلاف ہے۔ شاہ عالم بہادر شاہ کے بعد اُس کے بیٹوں میں جنگ ہوئی۔ عظیم الشان، جہان شاہ اور رفیع الشان مارے گئے۔ معز الدین جہاندار شاہ تخت نشیں ہوا۔ سلطان کریم پسر عظیم الشان بھی قتل ہوا۔ اس کے بعد فرخ سیر ابنِ عظیم الشان نے بہ امداد سیّد عبداللہ خاں اور سیّد حسین علی خاں، جہاں دار شاہ کو شکست دے کر اُسے قتل کرایا اور ذی الحجہ ١١٢٣ھ میں تخت نشیں ہوا۔ (مرتّب)

کے سکھ ، جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے موقع دیکھ رہے تھے ، فوج فوج جمع ہوکر بندا کے پاس جا پہنچے ۔ ان کا لشکر جدھر جاتا تھا ، شہروں کے شہر ویران و برباد کر دیتا تھا ۔ ان کے خوف سے تمام رعیت اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئی ۔ جس گاؤں میں جاتے اور کسی آدمی کو موجود نہ پاتے ، تو گاؤں کو آگ لگا دیتے ۔ جو مسلمان ان کے روبرو آتا جان بر نہ ہوتا ۔ کیونکہ بہ موجب فرمان گورو گوبند سنگھ کے مسلمان کے قتل کرنے کو یہ ثوابِ عظیم اور موجب اپنی نجات کا تصور کرتے تھے ۔ جب یہ خبر دہلی میں فرخ سیر بادشاہ کو پہنچی ، ایک بھاری فوج بسرکردگی محمد امین خان بہادر و عبدالصمد خان دلیر جنگ بندا کے استیصال کے لیے مامور کی ۔ جب یہ فوج پنجاب میں آئی ، بندا پھر سر چھپا کر پہاڑوں میں گھس گیا ۔ اُمرائے متعینہ نے اگرچہ تعاقب بہت کیا مگر بندا کسی ایسے غار میں چھپا کہ سراغ اس کا نہ پایا گیا ۔ اس تعاقب کے وقت بندا کے ہمراہی بھی سب منتشر ہوگئے ۔ کوئی سکھ مقابلے پر نظر نہ آیا ۔ ہر ایک کوچ و مقام میں بندا اپنا اسباب و خزانہ ، جس کو وہ اُٹھا نہ سکتا تھا ، سر میدان چھوڑ جاتا تھا ۔

جب کل اسباب و خزانہ جمع ہوگیا تو غارت شدہ رعیت بلائی گئی اور حسبِ حیثیت سب پر تقسیم کر دیا گیا اور غریب آوارہ خلقت کو مکرر ان کے گھروں میں بسایا گیا ۔ جب تعاقب ہو چکا تو دونوں افسروں میں سے محمد امین خاں تو حسب الحکم بادشاہ کے دہلی چلا گیا اور عبدالصمد خاں دلیر جنگ لاہور میں آ کر قیام پذیر ہوا ۔

جب ایک سال کامل گذر گیا تو پھر بندا پہاڑ سے اُترا اور شہر کلانور و سنتوکھ گڈھ کو اپنے قبضے میں کر لیا اور سکھوں کے اجتماع کے لیے جابجا تحریریں بھیج دیں ۔ دو ماہ کے عرصے میں بڑا مجمع سکھوں کا ، جو پچاس ہزار سے کم نہ تھا ، اس کے پاس جمع ہوگیا ۔ شیخ محمد دائم فوج دار انبالہ حتی المقدور ان سے لڑتا رہا مگر آخر کار شکست کھا کر بہ حالِ خراب و دیدۂ پر آب داخلِ لاہور ہوا اور تمام کیفیت عبدالصمد خاں دلیر جنگ کے گوش گذار کی ۔ عبدالصمد خاں نے عرضی اس حال کی بادشاہ کے حضور میں بھیجی ۔ بادشاہ یہ حالت سن کر کمال غضب ناک ہوا اور ایک فوج کثیر جمع کر کے پنجاب کو روانہ کی اور امرائے نام دار میر احمد خاں فوجدارِ اورنگ آباد اس مہم پر مامور ہوئے اور نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ کے نام بھی فرمان شاہی اجرا پایا کہ فوراً لاہور سے کوچ کر کے شامل فوج مامورہ کے ہو جائے ۔ جب یہ اجتماعِ کثیر بادشاہی فوج

کا مع امرائے ذوی الاقتدار بندا بیراگی کے مقابلے کے لیے مامور ہوا تو سکھوں کی فوج بھی مقابلے کے لیے مستعد ہو گئی اور بمقام گورداسپورہ اجتماع کیا اور بہت دل جمعی کے ساتھ ایک میدان وسیع پسند کر کے ڈیرہ کیا اور اپنی فرودگاہ کے چاروں طرف گہری خندق کھود کر پانی نہر کا اُس میں چھوڑ دیا کہ غنیم کے واسطے عبور و مرور کا راستہ بند ہو جائے۔ صرف ایک طرف سے آمد و رفت کا راستہ قائم رکھا۔ جب بادشاہی فوج وہاں پہنچی تو اُس نے چاروں طرف سے سکھوں کی فرودگاہ کا محاصرہ کر لیا جس سے ان کا اس مقام سے باہر آنا جانا بند ہو گیا اور غلّے کا آنا بالکل مسدود ہوا۔ جب تک ذخیرہ غلّے کا سکھوں کے پاس رہا وہ جواں مردی کے ساتھ اپنی فرودگاہ سے نکل نکل کر مسلمانوں سے لڑتے رہے۔ جب غلّہٗ رسدی بالکل تمام ہو گیا اور سکھ جانوروں کو مار مار کر کھانے لگے اور کمال تنگی عاید ہو گئی تو بندا سخت گھبرایا۔ ہرچند تجویزیں کیں، سوائے اطاعت کے کوئی تدبیر بن نہ آئی۔ آخر بہ حالتِ ناچاری بندا نے ایک ایلچی اپنا نواب عبدالصمد خاں سپہ سالار کی خدمت میں بھیجا اور درخواست کی کہ اگر میری جاں بخشی ہو اور مع ہمراہیوں میرے کے میری عزت و حرمت میں بھی فرق نہ آئے تو میں حاضر ہوتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی سرکار شاہی کے ملک میں شور و فساد نہ کروں گا۔ سوائے علاقہٗ سرکار ہند کے اور ملکوں میں میرا اختیار ہے۔ نواب دلیر جنگ نے درخواست اُس کی قبول کی اور فرمایا کہ میں حتی الامکان بندا کے واسطے بہ حضورِ بادشاہ جاں بخشی کی سفارش کروں گا اور یقین ہے کہ جو عرض میں کروں گا، بادشاہ قبول فرمائیں گے۔ وہ حاضر ہو جائے کہ اب کوئی صورت بچاؤ کی اس کے واسطے نظر نہیں آتی۔ جب یہ پیام بندا کے پاس پہنچا تو سخت ناچاری کی حالت میں نواب عبدالصمد خاں کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوا اور بلا حصول ملاقات قید میں بھیجا گیا اور سکھوں کو حکم دے دیا گیا کہ جو ہتھیار دے دیوے، سلامت اپنے گھر چلا جائے اور جو انکار کرے قتل ہو۔

چنانچہ سب سکھوں نے ہتھیار دے دیے اور اپنے گھروں کو چلے گئے۔ بعد اس انتظام کے بندا کو لوہے کے پنجرے میں بند کر کے بہ حفاظت فوج لائق کے دہلی کو روانہ کیا۔ دہلی پہنچ کر بندا بادشاہِ فرخ سیر کے حضور میں پیش ہوا اور بادشاہ کے حکم سے گردن مارا گیا۔ سوائے اس کے اور چند سکھ، جو مصاحب و مشیرِ باتدبیر بندا کے تھے اور قید میں بھی اُنھوں نے رفاقت کی تھی، وہ دہلی کے باہر متصل مزارِ خواجہ قطب الدین بختیار کے پھانسی پر چڑھائے گئے

اور اسباب نقد و جنس بندا کا تمام و کمال بادشاہی خزانے میں داخل کیا گیا ۔ بیت :

گر فلک تک پر لگا کر آدمی چڑھ جائے گا
ایک دن زیر زمیں وہ بوالہوس گڑھ جائے گا

بعد وفات فرخ سیر بادشاہ کے جب محمد شاہ بادشاہ بنا تو نواب عبدالصمد خاں ، جس نے اپنی بہادرانہ لڑائیوں سے سکھوں کا قرار واقعی انتظام کیا تھا ، لاہور کا صوبہ دار مقرر ہوا ۔ اوائل حکومت میں اُس نے پنجاب میں خوب انتظام رکھا ۔ قطاع الطریقی و غارت گری کا بازار بالکل سرد ہو گیا ، مگر چند سال کے بعد وہ عیش و عشرت میں پڑ گیا ، امورات مملکت کی خبر گیری اُس نے چھوڑ دی ، اس سبب سے سکھوں نے پھر سر نکالا اور جا بہ جا غارت گری ہونے لگی اور بہ روز روشن ڈاکے پڑنے لگے ۔ بلکہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ بہ روز روشن سکھان غارت گر شہر لاہور کے دکان داروں کو لوٹ کر بھاگ جاتے تھے اور کوئی ان کا تعاقب نہ کرتا ۔ دریائے راوی پر جو دھوبی لوگ کپڑے دھونے کے لیے جاتے تھے ، ان کی گٹھڑیاں سکھ چھین کر لے جاتے تھے ۔

جب ایسی ایسی بد انتظامیاں پنجاب کے ملک میں ہونے لگیں تو اکثر رعایائے پنجاب نے اس حال کی عرضیاں بادشاہ کی خدمت میں بہ سمت دہلی روانہ کیں اور بادشاہ نواب عبدالصمد خاں کی بد انتظامی سے کمال ناراض ہو گیا ۔ اور پے در پے فرمان عتاب آمیز عبدالصمد خاں کے نام جاری کیے مگر نواب نے ان کی کچھ تعمیل نہ کی ۔ چونکہ نواب زکریا خاں نواب عبدالصمد خاں ناظم لاہور کا بیٹا باپ سے ناراض ہو کر اُنھی ایام میں دہلی گیا ہوا تھا ، اس نے موقع پا کر بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر حضور مجھ کو پنجاب کی نظامت کا عہدہ بخشیں تو وہ انتظام کروں کہ سکھان غارت گر کا کہیں نام و نشان باقی نہ چھوڑوں ، بلکہ اس ناخدا ترس قوم کا سراغ روئے زمین سے دور کردوں ۔ چونکہ زکریا خاں بھی جوان مرد بہادر آدمی تھا ، بادشاہ نے اس کی التجا قبول کی اور عہدہ نظامت لاہور کا اس کو دے کر خلعت فاخرہ بخشا اور خان بہادر کا خطاب بخش کر پنجاب کی طرف اس کو روانہ کیا اور نواب عبدالصمد خاں کو لاہور کی نظامت سے معزول کر کے ملتان کا ناظم بنایا ۔

جب یہ فرمان لاہور میں عبدالصمد خاں کے پاس آیا ، بہ تعمیل فرمان بادشاہی کے وہ ملتان کو روانہ ہوا اور لاہور میں خان بہادر زکریا خاں کی حکومت قائم ہوئی ۔ اُس نے غارت شدہ رعایا کی تسلی کی اور سرکاری امداد دے کر اُن کو پھر جا بہ جا آباد کیا ۔ زمینداروں کو ہزارہا روپیہ تقاوی کا دے کر دوبارہ

زراعت کو رونق دی اور دیوان لکھپت رائے کو، جو اس کے باپ کے وقت کا دیوان تھا، لاہور میں مدارالمہام مقرر کیا اور ایک گشتی فوج سکھوں کے انتظام کے لیے مقرر کی اور حکم دیا کہ یہ فوج پنجاب کے بڑے بڑے قصبوں اور بستیوں اور راستوں کی حفاظت کرے اور سکھانِ غارت گر کا جہاں نشان پائے، گرفتار کر کے لاہور کو روانہ کرے ۔ اس انتظام سے بڑے بڑے ڈاکو اور غارت گر سکھ گرفتار ہو کر گردن مارے گئے اور پنجاب کے نامی لٹیرے قتل ہوئے ۔ ایسی ایسی سخت تدبیروں سے پنجاب کا انتظام پھر بہ خوبی ہو گیا ۔ ہزاروں سکھ قتل و غارت ہو گئے، باقی ماندہ پہاڑوں کو بھاگ گئے اور ملک ماہجا کا، جو سکھوں کا اصلی وطن تھا، اُجڑ گیا ۔

نواب زکریا خان نے مسمٰی آدینہ بیگ خان ایک امیر کو دامنِ کوہِ شمالی کے ملک میں ناظم مقرر کیا ۔ علاقہ دوآبہ جالندھر کا بھی اُسی کے تسلط میں دے کر فوجدار بنایا ۔ اس ہوشیار و لئیق امیر نے اس علاقے کا بہ خوبی انتظام کیا اور قصبہ آدینہ لگر اپنے نام پر آباد کر کے وہاں سکونت اختیار کی ۔

غرض اس وقت پنجاب کا انتظام بہ خوبی ہو گیا، ایسا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا ۔ اس وقت اچانک ایک خرابی نادر شاہ بادشاہ ایرانی کی مہم کی آ پڑی، جس سے وہ انتظام ٹوٹ گیا ۔ مختصر واقعہ اس کا اس طرح پر ہے کہ جب محمد شاہ بادشاہِ دہلی اور نظام الملک[1] وزیر کی آپس میں رنجیدگی پیدا ہوئی تو اس نے

۱- محمد شاہ کے دربار میں ایرانی اور تورانی امیروں کی دو جماعتیں تھیں ۔ نظام الملک تورانی یعنی سنی جماعت کا سربراہ تھا ۔ قمر الدین خان وزیر محمد شاہ کا اس کا رشتہ دار اور تورانی جماعت کا نمائندہ تھا ۔ ایرانی جماعت کا سرگروہ عمدۃالملک امیر خان تھا ۔ برہان الملک وغیرہ اس کے حامی تھے ۔ نظام الملک کے اشارے پر نادر شاہ کا برعظیم پاک و ہند پر حملہ کرنا تاریخی حیثیت سے ایک غلط الزام ہے ۔ تاریخ میں برہان الملک کے اشارے پر نادر شاہ کا دہلی میں آنا اور دہلی میں قتلِ عام کرانا پایا جاتا ہے ۔ اس طرح مؤلف کا یہ بیان تاریخی حقائق کے خلاف ہے ۔

[دیکھیے مفتاح التواریخ، مؤلفہ طامس ولیم بیل، ص ۳۱۹ : ''نواب برہان الملک می خواست کہ عہدۂ امیرالامرائی بنامِ او مقرر شود ۔ و محمد شاہ کہ نظام الملک را بآں عہدہ سرفراز ساختہ بود، بنابراں برہان الملک آزردہ خاطر شدہ بہ نادر شاہ گفت کہ دولت و خزانہ پادشاہی از حد و حساب بیرون است ۔ اگر شما بہ طرفِ دہلی تشریف برید، ہمہ نقد و جنس مفت بہ دستِ شما خواہد آمد''] ۔ (مرتب)

ایک ایلچی پوشیدہ ایران کو نادر شاہ کے پاس بھیجا اور ترغیب دی کہ وہ ہند پر حملہ آور ہو اور سلطنت ہند کی بے جنگ و جدل لے لے - یہ پیام سن کر نادر شاہ فی‌الفور ہند پر حملہ آور ہوا - اول اس نے کابل فتح کیا اور تمام علاقہ خراسان کا فتح کرتا ہوا پشاور آ پہنچا - نواب ناصر خان پشاوری تیس ہزار افغان جمع کر کے نادر شاہ کے ساتھ لڑا - آخر شکست کھائی اور پکڑا گیا اور نادر شاہ بے روک ٹوک دریائے چناب پر آ موجود ہوا - اس مقام پر قلندر خان نائب نواب زکریا خاں کا نادر شاہ کے مقابل ہوا ، اس نے بھی شکست کھائی اور نادر شاہ نے چناب سے اُتر کر راوی کے اُس طرف بہ فاصلہ چھ میل مقام کیا - اس وقت فوج ایرانی نے پشاور سے راوی تک تمام علاقہ پنجاب کا لوٹ لیا اور گاؤں کے گاؤں ویران کر دیے تھے -

یہ خبر سن کر نواب زکریا خاں نے اپنی تمام فوج کو جمع کیا اور ایک جمعیت کثیر کے ساتھ راوی سے اُتر کر نادر شاہ کی فوج پر حملہ کیا - تین روز تک پے در پے لڑائیاں ہوئیں - دونوں طرف سے بارہ ہزار سپاہی مارے گئے - چوتھی لڑائی میں زکریا خاں نے شکست کھائی اور پس پا ہو کر داخل لاہور ہوا اور دیوار فصیل شہر اور قلعے کی مضبوطی کا بہ خوبی انتظام کیا - نادر شاہ نے راوی سے اُتر کر شالامار باغ میں مقام کیا اور آپس میں بہ معرفت وکلاء چند روز تک سوال و جواب ہوتے رہے - آخر بہ ذریعہ کفایت خاں امیر دربار نادر شاہی کے لاہور کو امان ملی اور زکریا خاں کی جان بخشی ہوئی اور قرار پایا کہ صوبہ لاہور بیس لاکھ روپیہ نقد اور دو زنجیر فیل بہ طور پیش کش لے کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا -

چنانچہ نواب زکریا خاں پیش کش معینہ لے کر نادر شاہ کے پاس گیا - بادشاہ نے اس کو خلعت دے کر بہ دستور صوبہ پنجاب کا حاکم بنایا اور فخر الدولہ امین الدین خاں کو صوبہ کشمیر مقرر کر کے ایک شائستہ فوج کے ساتھ اُس طرف کو روانہ کیا - بعد اس انتظام کے جب نادر شاہ کو پنجاب کی طرف سے بہ‌خوبی اطمینان ہوگیا تو بہ ارادہ فتح دہلی کے دریائے بیاسا سے عبور کیا - چونکہ من جملہ ان لوگوں کے جنھوں نے پشاور سے لاہور تک نادر شاہ کے ساتھ جنگ کیے تھے [کذا] ، ایک ہزار سات سو کس بڑے بڑے امیر مثل نواب ناصر خاں وغیرہ نادر شاہ کے لشکر میں قید تھے ، دریا سے اُتر کر سب کی نسبت قتل کا حکم نافذ ہوا اور وہ تمام قیدی دریائے بیاس کے کنارے بہ کمال بے رحمی قتل ہوئے -

اس کام سے فارغ ہو کر نادر شاہ نے دہلی کا رخ کیا ۔ جب بہ مقام پانی پت پہنچا ، محمد شاہ بادشاہ دہلی کی فوج بڑی چستی و چالاکی کے ساتھ اس کے مقابل ہوئی[1] ، مگر بعض امراے نمک حرام ، جنھوں نے خود نادر شاہ کو ایران سے طلب کیا تھا ، عین معرکۂ جنگ کے وقت بھاگ نکلے ۔ ان کے بھاگنے سے تمام فوج میں ہلچل پڑ گئی اور محمد شاہ نے بہ ذریعہ وکلاء کے اطاعت منظور کی اور نادر شاہ کو بہ طور مہمان ہمراہ لے کر دہلی گیا ۔ چند روز ہنگامۂ مہماں نوازی گرم رکھا ۔ ایک روز اتفاقاً شہر میں یہ مشہور ہو گیا کہ نادر شاہ بادشاہ قلعے کے اندر قتل ہو گیا ہے ۔ اس افواہ کو شہر کے بدمعاش سچ جان کر ایرانیوں کو لوٹنے پر مستعد ہو گئے ۔ یہ خبر جب نادر شاہ کو پہنچی ، غصے کی آگ سے لال ہو گیا اور قلعے سے نکل کر مسجدِ روشن الدولہ میں آیا اور شہر کے قتل و تاراج کا حکم دیا ۔ اس حکم کے جاری ہوتے ہی ہزاروں لوگ گلی کوچوں اور بازاروں میں قتل ہو گئے اور کروڑوں روپے کا مال نقد و جنس لٹ گیا ۔ آخر یہ قصور شہر والوں کا محمد شاہ نے بہ کمالِ عجز و نیاز معاف کرایا اور قتل و غارت مسدود ہوئی ۔ آخر نادر شاہ نے تخت دہلی کا بدستور محمد شاہ کو دے دیا اور بہ عوض نقصانِ خرچہ فوج و سفر خرچ و نذرانہ کے پنجاب کا ملک و کشمیر و ملتان و افغانستان و ڈیرہ جات و سنگھرہ و پاکپتن و دیپالپور وغیرہ اور ایک پدم کے قریب زر نقد و جواہرات مع تختِ طاؤسِ شاہ جہانی ، جس کی تیاری پر ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوا تھا ، مع جواہرِ کوہ نور اور موتیوں کے چلونوں کے محمد شاہ سے لے کر ایران کو معاودت کی اور ابتدائے ۱۱۰۱ ہجری[2] میں لاہور پہنچا ۔ نواب زکریا خاں لاہور سے دریاے چناب تک ہمراہ گیا ۔

جب کابل پہنچا تو دوبارہ ملتان پرپورش کی ۔ حیات اللہ خاں ، نواب زکریا

۱- یہ بیان غلط ہے ۔ صرف برہان الملک اور امیرالامرا صمصام الدولہ خانِ دوراں کی منتشر اور بے ترتیب سی فوج سے مقابلہ ہوا تھا ۔ امیرالامرا زخمی تھا ۔ اُس نے نظام الملک کو صلح کی راے دی جو مان لی گئی ۔ چنانچہ دو کروڑ روپے بہ طور تاوان نادر شاہ کو دینا قرار پائے لیکن برہان الملک کے بہکانے سے نادر شاہ نے دہلی جانے کا فیصلہ کیا ۔ شاہی فوج سے مقابلہ نہ ہوا بلکہ دو امیروں کی سپاہ نے یہ جنگ لڑی ۔ باقی شاہی فوج بہ سرکردگیِ نظام الملک موجود تھی ۔ (مرتّب)

۲- ۱۱۵۲ ہجری صحیح ہے ۔

خاں کا بیٹا ، جو اس وقت ملتان کا حاکم تھا ، بہ متابعت پیش آیا ۔ بادشاہ نے اس سے پانچ لاکھ روپیہ نذرانہ لیا اور شہنواز خاں خطاب دیا ۔ بعد اس انتظام کے جب نادر شاہ سیستان پہنچا تو اپنے اُمراء کے ہاتھ سے ، جو اس کے ظلم و تعدی سے بجان تنگ آئے ہوئے تھے ، قتل ہوا ۔[۱]

اس کے مارے جانے کے بعد احمد شاہ ابدالی ، جو نادر شاہی فوج کا افسر تھا ، بہت بڑا خزانہ اپنے قابو میں کر کے قندھار آیا اور تختِ سلطنت پر اجلاس کیا ۔ اس نے فی الفور علاقہٴ پشاور و ڈیرجات وغیرہ اپنے تصرّف میں کر لیے ۔ انھی ایام میں نواب زکریا خاں صوبہٴ لاہور اپنی موت سے مر گیا اور یحیٰی خاں ، بڑا بیٹا زکریا خاں کا ، پنجاب کا حاکم بنا ۔ اس کے وقت میں سکھوں نے پھر سر اُٹھایا اور اکثر بادشاہی علاقے اپنے تصرف میں کر لیے اور جا بجا غارت و تاراج کا بازار گرم ہوا ۔

انھی دنوں میں ایک گروہ سکھوں کا موضع گوبند والا سے سوداگری کا مال لوٹ کر پہاڑوں کی طرف چلا ۔ جب قریب قصبہٴ ایمن آباد کے پہنچا تو فوجدارِ ایمن آباد دیوان جسپت رائے سکھوں کی سرکوبی کے لیے سوار ہوا ۔ سکھ اس کے ساتھ بہ کمال جرأت و جواں مردی مقابل ہوئے ۔ لڑائی میں دیوان جسپت رائے مارا گیا ۔ یہ خبر جب لاہور میں دیوان لکھپت رائے اس کے بھائی کو پہنچی تو کمال غضب ناک ہوا اور یحیٰی خاں صوبہٴ لاہور کی فوج لے کر سکھوں کے مقابلے کو روانہ ہوا ۔ سکھ اس وقت کوہِ جموں میں جا چھپے مگر اس بہادر سردار نے پیچھا نہ چھوڑا اور کوہ جموں کے علاقے میں جا کر بے شمار سکھ قتل کیے اور ایک ہزار سکھ پا بہ زنجیر لاہور لے آیا اور سب کو گدھوں پر سوار کر کے لاہور کے بازاروں میں تشہیر کیا ۔ پھر بازار نخاس میں بیرون دروازۂ دہلی سب کو قتل کیا ۔ اسی مقام پر ان کی لعشیں دفنائی گئیں جہاں اب سکھوں نے شہید گنج بنایا ہوا ہے اور اب بھی مجمع سکھوں کا وہاں رہتا ہے اور تمام دن بھنگ گھٹتی رہتی ہے ۔ اس واقع [واقعے] کے بعد صوبہٴ لاہور نے سکھوں کے قتل کے لیے حکمِ عام جاری کیا اور انعام قرار پایا ۔ اس حکم کے جاری ہونے سے بہت سکھ روزمرہ قتل ہوتے تھے اور ان کے سر روبرو صوبہٴ لاہور کے لائے جاتے تھے ۔ اور صورت انتظام کی نمودار ہو گئی تھی کہ اور ایک خانگی فساد برپا ہوا اور شہ نواز خاں حاکمِ ملتان بہ ارادہ تقسیم ورثہٴ پدری کے ملتان سے مع فوج موجودہ کے لاہور آ گیا

۱۔ غالباً ۱۱۶۰ھ میں ۔

اور متصل باغ شالامار کے، جہاں اس کے باپ کی قبر تھی، اُترا اور دیوان صورت سنگھ کی معرفت یحییٰ خاں اپنے بھائی سے باپ کی دولت و مال کا حصہ طلب کیا۔ ابھی دونوں کے سوال و جواب ہی درپیش تھے کہ عید کا روز آگیا اور عیدگاہ میں بتقریب نماز کے یحییٰ خان گیا۔ وہاں شہ نواز خاں بھی آ پہنچا اور بعد نماز باہم نزاع لفظی ہو کر نوبت بہ جنگ و جدل پہنچ گئی۔ چونکہ اس وقت یحییٰ خاں کے ساتھ تھوڑی جمعیت تھی اور شہنواز خاں کے ہمراہی قریب پانسو کے تھے، لڑائی میں شہنواز خاں غالب آیا۔ یحییٰ خاں کے ہمراہی قتل ہوئے اور یحییٰ خاں مقید ہوا۔ وہ بھائی کو قید کرکے بلا اجازت بادشاہ کے لاہور کی حکومت پر قابض ہوا۔ لکھپت رائے دیوان کو بھی شہنواز نے قید کرلیا اور دیوان کوڑومل کو، جو ملتان کی نظامت کا دیوان تھا، لاہور کا دیوان مقرر کردیا۔ چونکہ یحییٰ خاں اُس وقت احمد یار خان وغیرہ افغانانِ قصور کی حفاظت میں تھا، اس نے ان کے ساتھ سازش کرلی اور افغانوں نے اس کو پوشیدہ رہائی دے دی اور وہ بھاگ کر دہلی چلا گیا۔ چونکہ شہنواز خاں نے بے اجازت بادشاہ کے پنجاب کی حکومت اپنے قبضے میں کرلی تھی، اب اس کو یقین ہوگیا کہ بادشاہ یحییٰ خاں کے کہنے سے میری تنبیہ کو فوج بھیجے گا اور بادشاہی فوج کے ساتھ میرا مقابلہ ناممکن ہے۔ مناسب یہ ہے کہ میں احمد شاہ بادشاہ درانی کو کابل سے طلب کرکے پنجاب کا ملک اس کی نذر کردوں اور آئندہ اس کا ملازم ہوکر پنجاب میں حکومت کروں۔ یہ سوچ کر اس نے ایک شترسوار کابل کی طرف مع عریضہ روانہ کیا اور بادشاہ درانی کی خدمت میں لکھا کہ اگر بادشاہ پنجاب کی حکومت اپنے قبضے میں لینا چاہتا ہے تو فی‌الفور پنجاب میں رونق افروز ہو۔ چنانچہ اس کی تحریر پر بادشاہ فی‌الفور ادھر کو روانہ ہوا۔ جب متصل خیبر کے پہنچا اور محمد شاہ بادشاہِ دہلی کو اس کی یورش کی خبر پہنچی تو نواب قمرالدین خاں وزیر کو، جو حقیقی چچا شہنواز خاں کا تھا، تاکید کی کہ وہ شہنواز خاں کو ہدایت کرے کہ وہ دلی اخلاص ہمارے ساتھ رکھے اور احمد شاہ کے حملے کو اپنی جواں مردی سے روکے۔ حکومت پنجاب کی ہماری طرف سے اس کو بدستور بحال رہے گی۔ چنانچہ قمرالدین خاں وزیر نے اس باب میں اُس کو سخت ملامت کی اور امیدوارِ الطافِ بادشاہی کرکے اپنے ساتھ ملا لیا۔ جب یہ انتظام اس طرف وقوع میں آگیا تو شہنواز خاں یک قلم احمد شاہ سے پھر گیا، مگر حیران تھا کہ اب احمد شاہ کیونکر واپس ہو یا روکا جائے مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ پشاور پہنچ کر احمد شاہ نے اپنا وکیل غرا خاں نام افغان ایک امیر کو شہنواز خاں کے پاس

بھیجا اور چاہا کہ بادشاہ کے پہنچنے سے اول ہی عہدنامجات معرفت وکیل کے درمیان بادشاہ اور شہنواز خاں کے تحریر ہو کر ان کی تکمیل ہو جائے ۔ عرا خان جب لاہور میں آیا اور شہنواز خان کو ملا تو اس نے اپنی نسبت شہنواز خاں کا رخ اچھا نہ دیکھا اور یہ بھی خبر پہنچ گئی کہ شہنواز خاں نے اب صفائی اپنی شاہ دہلی کے ساتھ کرلی ہے اور احمد شاہ کے بلانے سے نادم ہے ۔ اس واسطے اس نے لاہور میں اپنا قیام مناسب نہ جانا اور بے تحریر و تقریر واپس چلا گیا اور احمد شاہ کو تمام احوال سے خبر دی ۔ یہ خبر پا کر بادشاہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور بمقام رہتاس پہنچ کر صابر شاہ اپنے مرشد کے بیٹے کو سفیر بنا کر لاہور کو روانہ کیا اور تاکید کی کہ اپنی عمدہ و شائستہ تقریر کے زور سے شہنواز خاں کو ہمارا مطیع کرے ۔ بہ حالت اطاعت کے امیدوار عواطفِ خسروانہ اور بہ حالت عداوت کے مستوجب سزائے مجرمانہ کی تقریروں سے اُس کو سمجھائے ۔ اور صابر شاہ فقیر کے بھیجنے کی ایک یہ بھی وجہ تھی کہ بادشاہ کو صابر شاہ کی ولایت و کرامت پر اعتقاد تھا اور تصور یہ تھا کہ یہ عابدِ خدا پرست اپنی باطنی کشش سے بھی شاہنواز کو مطیع کر لے گا ۔ مگر یہ امر بادشاہ کے خیال کے برخلاف وقوع میں آیا اور صابر شاہ نے شاہنواز کے دربار میں آ کر نہایت سخت تقریر کی اور کہا کہ تو عجب بد عہد ، زبان کا کچا آدمی ہے کہ خود عریضہ بھیج کر تو نے بادشاہ کو کابل سے بلایا اور اس قدر فاصلۂ دور و دراز سے آنے کی تکلیف دی اور اب اس سے برگشتہ ہو کر چاہتا ہے کہ اس کو نقصان پہنچائے ۔ پس اگر تو مطیع ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ اس نفاق کے عوض میں سخت سزا پائے گا ۔ یہ بے موقع تقریر صابر شاہ کی جب شہنواز خاں نے سنی ، مارے غصے کے کانپنے لگا اور جلاد کو حکم دیا کہ صابر شاہ کی گردن فی‌الفور کاٹ دیوے ۔ چنانچہ سرِدربار صابر شاہ قتل ہوا اور ہمراہی صابر شاہ کے سب بھاگ گئے ۔ اس قتل کے وقوع کے بعد شاہنواز خاں جنگ کی تیاری میں مصروف ہوا ۔ تمام فوج کو دور و نزدیک سے بلا کر جمع کیا ۔ بارود و گولہ کا سامان درست کیا ، شہر اور قلعے کی مورچہ بندی بخوبی کی ۔ اس عرصے میں احمد شاہ بمقام شاہدرہ آ کر فروکش ہوا اور کمال غضب و غصہ کی حالت میں دریائے راوی سے عبور کیا ۔ ادھر سے شاہنواز بے شمار جرار فوج لے کر بہ اتفاق میرزا عصمت بیگ خان بخشی کے بادشاہ کے مقابل ہوا اور آپس میں لڑائی شروع ہوئی ۔ اس وقت احمد شاہ کے ہمراہ دس ہزار سے زیادہ فوج نہ تھی اور شاہنواز خاں کی پچاس ہزار سے زیادہ مگر فتح خداداد ہے ۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد شاہنواز خاں کی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور تمام

و کمال بھاگ نکلے۔ چونکہ اس وقت شہر کے حصار کے باہر محلہ مغل پورہ نہایت آباد تھا اور اسی مقام پر اکثر امراء کے گھر تھے، بادشاہی فوج اس کے لوٹنے میں مشغول ہو گئی اور لاکھوں روپے کا مال وہاں سے اُن کو مل گیا اور ایسے مستغنی ہوئے کہ شہر کو غارت کرنے کی اُن کو خواہش نہ رہی۔ شہنواز خاں بھاگ کر دہلی چلا گیا اور میر مومن خاں وغیرہ افغانانِ قصور اور دیوان لکھپت رائے، یحییٰ خاں کے مصاحب جو اس کے بھاگ جانے کی علت میں قید تھے، قید سے چھوٹے اور اُنھی کی خاطر بادشاہ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ شہر نہ لوٹا جائے۔ فوج نے بخوشی منظور کیا۔ احمد شاہ نے حکومت لاہور کی دیوان لکھپت رائے کے سپرد کی اور افغانانِ قصور کو اس کے مشیرانِ با تدبیر بنایا اور میر مومن خاں کو دیوانی کا کام سپرد کیا اور چند روز لاہور میں بہ انتظار آنے فوج امدادی کے ٹھہرا رہا۔ جب کابل سے فوج آ کر شامل بادشاہ کے ہو گئی تو دہلی کو روانہ ہوا۔ جب قریب سرہند کے پہنچا، شہزادہ احمد شاہ، محمد شاہ بادشاہ کا بیٹا، جو مع وزیر قمرالدین خاں، میر معین الملک وزیر کے بیٹے کو ہمراہ لیے ہوئے واسطے تفویضگی خدمت حکومت صوبۂ پنجاب کے لاہور کو چلا آتا تھا، عین راہ میں مل گیا۔ شہزادے کے ہمراہ بھی اس وقت معقول فوج تھی کیونکہ بادشاہ جانتا تھا کہ شہنواز خاں لاہور کی حکومت بغیر لڑے نہیں دے گا، اس واسطے شہزادے کے ہمراہ فوج معقول کردی تھی۔ جب وزیر نے دیکھا کہ احمد شاہ درانی پنجاب فتح کر کے اب دہلی کا ارادہ رکھتا ہے تو اسی مقام پر لڑائی شروع کردی۔ فریقین نے ایک دوسرے کا مقابلہ کمال شجاعت سے کیا۔ اس لڑائی میں وزیر قمرالدین خاں بہ ضرب گولۂ توپ مارا گیا اور میدان احمد شاہ درانی کے ہاتھ رہا۔ دوسرے روز نواب معین الملک، وزیر قمرالدین خاں کے بیٹے نے، جو شاہ دہلی کی طرف سے صوبۂ پنجاب بن کر آیا تھا، نہایت چستی و تندی کے ساتھ افغانی فوج کا مقابلہ کیا اور اس زور و شور کے ساتھ لڑائی کی کہ فوج درانی بھاگ نکلی اور احمد شاہ درانی نے بہ حالتِ ناچاری پیچھے کو کوچ کیا۔ میر معین الملک اس کے تعاقب میں ستلج تک آ کر ٹھہر گیا کہ اس وقت دہلی سے خبر بادشاہ کی بیماری کی آ گئی تھی اور شہزادہ احمد شاہ کو دہلی کی طرف رخصت کرنا اس کو ضروری تھا۔ احمد شاہ درانی ستلج سے اُتر کر سیدھا کابل چلا گیا اور معین الملک لاہور پہنچ کر حکومت کرنے لگا۔ مگر اس شور و فساد کے وقت پھر سکھانِ غارت گر کمربستہ ہو کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے تھے اور بمقام امرتسر ایک کچی قلعہ بنا کر اس کا نام رام رتنی رکھ لیا تھا

جس میں مجمع غارت گروں کا رہتا تھا ۔ میر معین الملک نے پنجاب کا حاکم ہو کر پہلے پہل سکھوں کا انتظام شروع کیا اور ایک لڑائی میں ''قلعہ، رام رتنی'' پر دخیل ہو کر اس کو گرا دیا اور ایسی سختی سے حکم دیا کہ جو سکھ مل جائے اس کے کیس ، یعنی سر کے بال ، اور داڑھی[1] یعنی ریش منڈوا دیے جائیں ۔ اس سخت حکم سے سکھ لوگ بہت گھبرائے اور ہزاروں پنجاب سے نکل کر چلے گئے ۔ اس وقت کوہستانی ریاستوں میں سکھوں کے ہجوم نظر آتے تھے اور پنجاب کا میدان سکھوں سے خالی تھا ۔ یہ خبر پا کر میر منو نے پہاڑی راجوں کی طرف احکام جاری کیے کہ اپنے علاقوں سے سکھوں کو گرفتار کر کے بھیج دیں ۔ اس حکم کے اجرا سے سینکڑوں سکھ گرفتار ہو کر روزمرہ آتے اور بمقام نخاس گردن مارے جاتے ۔ پھر تو انتظام اس غارت گر قوم کا بہ خوبی ہو گیا تھا کہ یکایک احمد شاہ درانی کے آنے کی خبر پنجاب میں منتشر ہو گئی اور خبر آئی کہ احمد شاہ نے ایک خون خوار لشکر کے ساتھ دریائے اٹک سے عبور کیا ہے ۔ چونکہ اس وقت میر معین الملک کے پاس اس قدر فوج نہ تھی کہ ایسے بادشاہ جبار کے ساتھ مقابلہ کرے اس واسطے اس نے تاکیدی عرضیاں متواتر بہ طلب امداد کے شاہ دہلی کی خدمت میں بھیجیں مگر اس طرف سے کوئی مدد نہ پہنچی ۔ ناچار ہو کر اس نے احمد شاہ درانی کے نام ایک عرضی لکھی اور اس میں درج کیا کہ میں تمھارا مطیع ہوں ، جس طرح چاہو شرائط اطاعت کے مجھ سے لکھا لو ۔ اور خود بھی ایک مختصر فوج کے ساتھ لاہور سے چل کر دریائے چناب کے کنارے جا اُترا ۔ جب وہ عرضی احمد شاہ کے پاس پہنچی ، اس صلح کو اس نے غنیمت جانا اور لکھا کہ اگر میر معین الملک آمدنی ملک سیالکوٹ و گجرات و پسرور وغیرہ کی جس جس علاقے کا زرمالیہ نادر شاہ لیتا تھا ، ہم کو سال بہ سال ادا کر دیا کرے تو صلح ممکن ہے ۔ یہ حکم بادشاہ کا میر معین الملک نے حسب موقع منظور کیا اور آپس میں عہدنامجات تحریر ہو گئے ۔ بعد اس انتظام کے احمد شاہ درانی کابل چلا گیا ۔ جب اس انتظام و ہوشیاری و صائب تدبیری کی خبر دہلی میں پہنچی ، شاہ دہلی نے پروانہ، عتاب آمیز میر معین الملک کے نام جاری کیا اور علاقہ ملتان کا میر معین الملک سے چھین کر شہنواز خاں کو دے دیا جو پہلی لڑائی میں احمد شاہ درانی کے مقابلے سے بھاگ کر دہلی چلا گیا تھا ۔ ایک فوج جرار دہلی سے براہ دیپال پور ملتان کو جا کر اور دخل شہنواز خاں کا ملتان پر دلا کر واپس چلی گئی ۔ جب میر معین الملک کا نائب یعنی دیوان کوڑا مل ملتان سے بے دخل ہو کر لاہور آیا تو میر معین الملک کو بادشاہ دہلی

کی ناقدردانی پر کمال افسوس ہوا اور یک قلم اطاعت سے پھر گیا اور دیوان کوڑا مل کو ایک برجستہ فوج کے ساتھ ملتان روانہ کیا اور حکم دیا کہ شہنواز خاں سے بزور شمشیر ملتان لے لے۔ چنانچہ دیوان کوڑا مل نے ملتان جا کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور چھ ماہ تک آپس میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخرکار شہنواز خاں لڑائی میں مارا گیا اور دیوان کوڑا مل فتح یاب ہوا اور اُس نے ملتان پر دخل پایا۔ میر معین الملک نے اس خدمت گزاری میں اس کو خطاب راجگی کا دیا اور بدستور نظامت ملتان کی اس کے حوالے کردی۔ بعد ایک سال کے جب زرِ مشروطہ میر معین الملک نے احمد شاہ کے پاس نہ بھجوایا تو احمد شاہ پھر کابل سے روانہ ہو کر دریائے چناب پر آ موجود ہوا اور وہاں سے دیوان جیون مل کھتری اپنے سفیر کو لاہور بھیجا اور زرِخرچ طلب کیا۔ میر معین الملک نے صاف جواب دیا اور کہا کہ بادشاہ کے پنجاب میں آنے سے تمام پنجاب میں تفرقہ پڑ گیا ہے، زرِ مالیہ وصول نہیں ہوا۔ اگر درانی فوج پنجاب سے نکل جائے تو بعد وصول کرنے کے روپیہ دے سکتا ہوں۔ یہ جواب لے کر جب جیون مل روانہ ہوا تو میر معین الملک بھی اپنی فوج لے کر اس کے پیچھے پیچھے چناب کو چل دیا۔ اور راجہ کوڑا مل ناظمِ ملتان اور آدینہ بیگ ناظمِ دوآبہ جالندھر کو حکم بھیج دیا کہ فی الفور اپنی اپنی فوجیں لے کر چناب پر حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ بھی شامل فوج لاہور کے ہوگئی۔ یہ مجمع فوج کا دیکھ کر احمد شاہ درانی[۱] اپنی فرودگاہ سے اٹھ کر لاہور کو روانہ ہوا۔ جب یہ گوجرانوالہ کے قریب پہنچا تو احمد شاہ چناب سے اُتر کر معین الملک کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ لاہور کے قریب دونوں فوجوں کی آپس میں ایک خفیف لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کے بعد معین الملک اپنے مورچوں میں، جو پہلے سے بنا رکھے تھے، گھس گیا۔ احمد شاہ اس کے روبرو چار ماہ تک میدان میں اُترا رہا مگر معین الملک مورچے سے باہر نہ نکلا اور نہ آپس میں لڑائی ہوئی۔ جب میر معین الملک کو مورچے میں بیٹھے بیٹھے سخت تکلیف ہوئی اور بسبب نہ ملنے رسد کے ناچار ہوگیا تو آدینہ بیگ خاں اور کوڑا مل وغیرہ سرداروں کو جمع کرکے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ سب کی یہ تجویز ٹھہری کہ مورچے سے نکل کر میدان میں لڑنا چاہیے مگر دیوان راجہ کوڑا مل کی تجویز اس کے برخلاف تھی۔ اس نے بیان کیا کہ عنقریب گرمی کا موسم آنے والا ہے۔ یہ ولایتی لوگ جو سرد موسم کے خوگر ہیں،

۱- غالباً کچھ عبارت یہاں رہ گئی ہے۔

خود بخود تنگ ہو کر چلے جائیں گے اور ہم کو ان سے لڑنا نہ پڑے گا۔ سوائے اس کے اگر ہم کو مورچے میں تکلیف ہے تو افغانوں کو بھی تکلیف ہے۔ اگرچہ یہ تجویز کوڑا مل کی نہایت مناسب تھی مگر اس کی تجویز پر کسی کو خیال نہ ہوا اور مورچے سے نکل کر لڑنے کی تجویز قرار پا گئی اور فوج آراستہ ہو کر مورچے سے باہر نکل آئی۔ بادشاہ نے بھی ان کی تیاری دیکھ کر حکم دیا کہ فوج فوراً تیار ہو جائے"۔ چنانچہ افغانی فوج بھی اُسی وقت تیار ہوگئی اور ایک گروہِ سوارانِ چست و چالاک نے لاہور کی فوج پر پہلے حملہ کیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ صبح سے دوپہر تک نہایت تیزی و تندی کے ساتھ جنگ ہوتی رہی۔ دوپہر کے بعد افغانی فوج کا غلبہ نمودار ہوا اور معین الملک کا مورچہ اُنھوں نے لے لیا۔ جب یہ حالت ہوئی تو دیوان کوڑا مل ایک خون خوار لشکر کے ساتھ افغانوں پر ایک طرف سے حملہ آور ہوا مگر عین لڑائی کے وقت کوڑا مل کے ہاتھی کا پاؤں ایک گڑھے میں جا پڑا جس کے صدمے سے ہاتھی اور سوار دونوں گر گئے۔ اس کے گرتے ہی ایک افغان سوار بجلی کی طرح تلوار لے کر کوڑا مل کے سر پر آ پہنچا اور سر کاٹ کر لے گیا۔ ایسے نامی سردار اور امیر باتوقیر کے مارے جانے سے معین الملک کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور بے اختیار ہو کر بھاگے۔ ناچار معین الملک بھی بھاگ کر شہر میں آیا اور قلعے میں محصور ہوا۔ چونکہ شہر کی فصیل نادرست اور کئی جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی، اس کے استحکام پر معین الملک کو ہرگز بھروسا نہ تھا۔ بحالتِ ناچاری صلح پر آمادہ ہوا۔ بعد اس فتح یابی کے احمد شاہ درانی فی الفور دریائے راوی سے اُتر کر بمقام شالامار باغ اُترا۔ اس مقام پر معین الملک نے بادشاہ کے پاس صلح کا پیام بھیجا اور اپنے حاضر ہونے کی درخواست کی۔ احمد شاہ نے سردار جہان خان کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور معین الملک جہان خاں کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کی بہت خاطر کی اور بہ لحاظ اس کی شجاعت و جواں مردی کے کھڑے ہو کر تعظیم دی اور بعد گفتگو پنجاہ لاکھ روپیہ نقد معین الملک سے لینا تجویز کیا اور گیارہ اسپ تیز رفتار مع زین طلائی اور دو زنجیر فیل مع ہودج نقرئی اس کے علاوہ لیے۔ سند حکومت تمام پنجاب کی اپنی طرف سے معین الملک کے نام لکھ دی۔ دوآبہ جالندھر و کوہستانی علاقہ سوائے خطۂ کشمیر کے اسی کی تحویل میں دیا اور ایک گراں بہا خلعت قیمتی ایک لاکھ پچیس ہزار روپے کا معین الملک کو دے کر اُس کو خوش کیا۔ بعد اس انتظام کے بادشاہ دریائے راوی سے اُتر کر بمقام مقبرۂ جہانگیر فروکش ہوا۔ اس مقام سے امیر عبداللہ خان

درانی کو ایک عمدہ فوج کے ساتھ کشمیر کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ کشمیر جا کر شاہ دہلی کے ناظم کو وہاں سے نکال دیوے ۔ چنانچہ عبداللہ خاں نے فوجِ شاہی ساتھ لے کر کشمیر کو کوچ کیا اور وہاں پہنچ کر بے جنگ و جدل صوبۂ کشمیر پر دخل کیا ۔ افسران شاہ دہلی جو وہاں مامور تھے، بہ اطاعت پیش آئے اور تمام ملک و مال حوالے کردیا ۔ جب فتح یابی کشمیر کی خبر بمقام شاہدرہ لاہور بادشاہ کے پاس پہنچی ، لاہور سے کابل کی طرف کوچ کیا ۔ چاتی دفعہ جیون مل کھتری کو حکومت کشمیر کی عطا کی اور عبداللہ خاں کو واپس بلا لیا ۔ بادشاہ کی واپسی کے بعد پنجاب کی حالت بہت خراب تھی ، کیونکہ پانچ ماہ کی لڑائی و بد انتظامی و عدم خبر گیری سے جابجا بازار غارت و تاراج کا گرم تھا ۔ سکھوں نے علاقوں کے علاقے لوٹ لیے تھے ۔ اس وقت میر معین الملک کو سب سے مقدم یہ انتظام نظر آیا کہ سکھوں کی سرکوبی کرے ۔ چونکہ اس وقت موضع ولن میں بڑا اجتماع سکھوں کا تھا ، پہلے میر معین الملک نے ایک شائستہ فوج کے ساتھ اس طرف کوچ کیا ۔ اس کے جانے سے سکھ بھاگ گئے ۔ اس نے وہاں ایک کچا قلعہ بنوایا اور فوج وہاں تعینات کی ۔ وہاں سے جب پیچھے کو پھرا تو سپہ سالارِ اجل نے اپنا لشکر لے کر اس پر حملہ کیا اور وہ جواں مرد بہادر میر لشکر شکار کھیلتے کھیلتے گھوڑے سے گر کر مر گیا ۔ یہ واقعہ ۱۷۵۳ء میں وقوع میں آیا ۔ اس کے مرنے کے بعد امین الدین خاں بیٹا اس کا بہ عمر تین سال کے باقی رہا اور مراد بیگم اپنی والدہ کی سرپرستی سے مسند نشین ہوا ۔ اس عورت نے پنجاب کی حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لے لی اور اپنے شوہر کے امرائے دربار پر مدار رکھا ۔ مگر چھ ماہ بعد وہ لڑکا بھی چیچک کی بیماری سے مر گیا اور اس عورت کی کمر ٹوٹ گئی ۔

چونکہ وہ عورت کمال دانا اور معاملہ فہم و علامۂ دہر تھی ، اپنے رعب و داب سے اس نے حکومت کو ہاتھ سے نہ چھوڑا ۔ امرائے دربار بھی اس کی تباہی میں راضی نہ ہوئے اور چاہا کہ برائے نام یہ حاکمہ بنی رہے ۔ جب اس کی حکومت جم گئی تو اس نے اپنے وکلا دربارِ کابل اور دہلی میں بھیج کر فرامین عطائے حکومت صوبۂ پنجاب کے اپنے نام پر منگوا لیے اور بہ استقلال حکومت کرنے لگی ۔ امرائے دربار کا دخل اس نے ہر ایک امر سے دور کردیا اور اگر کوئی امیر کوئی حکم اپنے سابقہ اختیار سے جاری کر دیتا تو فی الفور منسوخ کیا جاتا ۔ جب ایسی حالت واقع ہوئی تو امرائے دربار اس کے دشمن ہو گئے اور اس تجویز میں ہوئے کہ کسی طرح بیگم کو بالائے طاق رکھ کر اپنے گروہ میں

سے کسی کو حاکم بنا لیں - یہ تجویز ابھی ظہور میں نہ آئی تھی کہ بیگم کو خبر ہو گئی اور اس نے عریضہ اپنا اپنے خاص معتبر کے ہاتھ کابل کو روانہ کیا اور اس میں درج کیا کہ میرے شوہر کے وقت کے اراکین میرے ساتھ دلی عداوت رکھتے ہیں اور جان لینے کے درپے ہیں - بادشاہ ایک لئیق اہل کار جو میرے کہنے سے انتظام کرے اور میرے جان و مال کا حافظ ہو، میرے پاس بطور نائب کے بھیج دیوے - بادشاہ نے اس کی التماس کو قبول کیا اور جہان خاں نام اپنے ایک امیر کو لاہور بھیج دیا - کسی قدر فوج بھی اس کے ساتھ روانہ ہوئی - اس سردار نے لاہور آ کر بیگم کی طرف سے بطورِ نائب کام کرنا شروع کیا - میر بھکھاری خان بانیِ مسجد طلائی، جو اس وقت امیرالاعظم بیگم کے دربار کا تھا، اس کا اختیار بالکل اُٹھا دیا گیا بلکہ اس کو مراد بیگم نے محل میں بلوا کر روبرو جہان خاں کے قتل کرادیا - اس کے قتل کے بعد سب امیر ڈر گئے مگر ہر ایک نے سرکاری امور میں دخل دینا چھوڑ دیا اور خانہ نشین ہو گئے اور انتظام ہر ایک امر کا درہم و برہم ہو گیا - فوجی و ملکی کارخانے ابتر و خراب ہو گئے، علاقوں کے علاقے سکھوں نے لوٹ لیے، زمینداروں سے معاملہ وصول ہونا موقوف ہو گیا - جہان خاں ہرچند کوشش کرتا رائیگاں جاتی - نو ملازم نوکروں سے کچھ کام نہیں نکلتا تھا اور کام کے لوگ مراد بیگم کی متلون مزاجی سے بیزار تھے -

جب ایسی ابتری ملک میں چھائی تو امرائے قدیمی دربار نے ایک عریضہ صوبہ لاہور کی حالت کا لکھ کر شاہِ دہلی کی خدمت میں بھیجا اور غازی الدین خان وزیر شاہِ دہلی کہ فی الحقیقت شاہ وہی تھا، ایک کثیر فوج لے کر لاہور کے انتظام کے لیے روانہ ہوا - مگر اس عقیلہ عورت یعنی مراد بیگم نے اس کا زور اپنے اوپر کچھ چلنے نہ دیا اور پوشیدہ اپنا وکیل وزیر کی خدمت میں بھیج کر بہ وعدۂ[1] نکاح اس کو

۱- کنہیا لال نے واقعات غلط لکھے ہیں - عماد الملک، میر معین الملک کا حقیقی بھانجا اور مغلانی بیگم اس کی ممانی ہے - معین الملک کی بیٹی عماد الملک سے منسوب تھی - عماد الملک ماچھی واڑہ آیا اور اپنی منسوبہ اور حقیقی ممانی کو یہاں بلا لیا - پھر بیوی کو ساتھ لیا اور دہلی واپس ہوا - بہ قول مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (خزانۂ عامرہ، ص ۹۸) احمد شاہ درانی نے برعظیم پاک و ہند پر چھ حملے کیے - چوتھا حملہ شاہ درانی نے ۱۱۶۵ھ میں کیا - چار مہینے تک لڑائی جاری رہی لیکن آدینہ بیگ اور کوڑا مل کے نفاق کے باعث (جو معین الملک

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

اپنا رام بلکہ غلام بنا لیا - وزیر نے بڑی التجا کے ساتھ اس کو لاہور سے بہ مقام ماچھی واڑہ طلب کیا اور وہ بڑے اعزاز کے ساتھ مع اشکر و سامان لاہور سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کے مشیر کار تھے) وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا - شاہ درانی نے اپنی جانب سے معین الملک کو نائب بنایا اور کابل چلا گیا -

ماہ محرم ۱۱۶۷ھ میں معین الملک نے گھوڑے سے گر کر جان دی تو شاہ درانی نے میر مومن خاں پسر معین الملک کی صوبہ داری لاہور بہ سرپرستی بیوہ معین الملک منظور کی - بھکاری خاں رستم جنگ نے اُس عورت کی بے عقلی سے فائدہ اُٹھا کر لوگوں کو اُس کی جانب سے بھڑکایا - اسی زمانے میں میر مومن پسر معین الملک فوت ہو گیا تو اُس کی جگہ خواجہ موسیٰ احراری داماد معین الملک قائم مقام ہوا - رستم جنگ نے چاہا کہ صوبے دار لاہور وہ خود بن جائے - مگر بیگم نے محل میں اُسے کنیزوں سے اتنا پٹوایا کہ وہ مر گیا - کچھ عرصے کے بعد خواجہ عبداللہ خاں پسر نواب عبدالصمد خاں سیف الدولہ نے غلبہ پا کر بیگم کو قید کر لیا اور نیابتِ صوبہ اپنے نام پر شاہ درانی سے چاہی ساسان خاں (برادر خان جہان خان) نے شاہ درانی کی جانب سے لاہور آ کر لوگوں کو خوب لوٹا - کچھ مدت بعد خواجہ عبداللہ خاں فوج کی تنخواہ کی ادائیگی کا بندوبست نہ کر سکا اور پھر حکومتِ صوبہ بیگم کے نام قرار پائی - پھر خواجہ میرزا جان (جو معین الملک کا عمدہ جمعدار تھا) نے بیگم کو قید کر لیا مگر آخرکار باہم صلح ہو گئی -

احمد شاہ درانی کے پانچویں حملے کا باعث عماد الملک کی ہنگامہ پردازی تھی جس نے صوبۂ لاہور سے بادشاہ کی عمل داری ختم کر کے بیگم کے نام سے صوبے داری آدینہ بیگ خاں کو دے دی ، جیسا کہ ترجمۂ عماد الملک میں تفصیلاً ذکر آیا ہے - احمد شاہ قندھار سے کابل اور کابل سے لاہور آیا مگر آدینہ بیگ خاں مقابلے سے فرار ہو کر بانسی حصار کے صحرا میں جا چھپا - پھر شاہ درانی دہلی آیا تو عماد الملک نے ، جو بے سر و سامان تھا ، اپنی عافیت بادشاہ کی ملازمت میں دیکھی -

[دیکھیے خزانۂ عامرہ ، صفحات ۹۸ - ۹۹ ، طبع نول کشور کان پور ، ۱۸۷۱ع ، تلخیص و ترجمہ از فائق] -

عمدة الملک کے ساتھ دخترِ معین الملک کی شادی کا ذکر ''عمدة التواریخ'' کے دفتر اول ، ص ۱۰۳ پر ملتا ہے - ملاحظہ ہو :

''بیگم (بیوۂ معین الملک) کو امان خاں برادرِ جہان خاں اور عبداللہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

روانہ ہوکر آئی اور بہ مقام ماچھی واڑہ بڑی دھوم دھام سے شادی[1] ہوئی - دو ماہ تک بیگم اور وزیر اس مقام پر بہ عیش و عشرت مصروف رہے - آخر وزیر نے پنجاب کا علاقہ بیگم کے[2] نام پر واگذار رکھا مگر ایک شخص سیّد جمیل نام کو اس کی نیابت میں اپنی طرف سے مقرر کر دیا - اس تجویز کے بعد وزیر دہلی چلا گیا اور مراد بیگم لاہور چلی آئی - سردار جہان خان حاکم مامورۂ کابل بیگم کے لاہور پہنچنے سے اول کابل پہنچ گیا تھا - سیّد جمیل نے لاہو آ کر ہر ایک امر کے اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیے اور بیگم کا اختیار اس نے بالکل اُٹھا دیا - وہ اس وقت اپنے آپ کو صوبہ لاہور تصوّر کرتا تھا - اس نے قدیمی اہل کاروں کو گھروں سے بلا کر پرانی خدمات پر مقرر کردیا ، مالی و ملکی کام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

خاں کا رعایا کے ساتھ تشدد کرنا پسند نہ آیا اور اپنے معتبروں کو اپنی لڑکی کے ساتھ (جو غازی الدین خاں کے ساتھ منسوب تھی) شادی کا پیام دے کر اور وکلائے احمد شاہ درانی کی بدسلوکی رعایا سے لکھی - - - - غازی الدین خاں نے چار معتبر سردار — اول سیّد جمیل الدین خاں ، بہادر خاں بلوچ ، سیف الدین خاں و محمود خاں (کذا) چہارم مہاراجا ناگر مل — آدینہ بیگ خاں اور معتبرانِ بیگم کے ساتھ لاہور بھیجے - بیگم نے بیٹی کو دہلی روانہ کردیا -

سیّد جمیل الدین ، بیگم کی خدمت میں صوبہ دار لاہور ہوا اور آدینہ بیگ خاں بدستور دوآبہ جالندھر اور کوہستانی علاقے کے انتظام کے لیے لاہور سے روانہ ہوا - دختر معین الملک پہلے احمد شاہ ابدالی سے نامزد ہوئی تھی - اس خبر سے شاہ ابدالی کو غیرت آئی اور ہندوستان کی طرف چلا -"

[ترجمہ و تلخیص "عمدۃ التواریخ" دفتر اول ، صفحات ۱۳۰ - ۱۳۱ ، مطبع گنیش پرکاش ، لاہور ۱۸۸۸ع ، تصنیف سوہن لعل سوری ، طبع اول] -

معین الملک کی بیوہ مغلانی بیگم ابدالی کو سب خبریں پہنچاتی تھی اور اسی کے مشورے سے امراء کے مکانات کی تلاشی لی گئی -

(میر تقی میر — حیات اور شاعری ، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی ، ص ۱۵۹ ، طبع اول ۱۹۴۵ع) -

۱- شادی دراصل مغلانی بیگم کی بیٹی سے ہوئی تھی ، یعنی دختر معین الملک سے - مؤلف کی یہ تاریخی غلطی افسوس ناک ہے -

۲- آدینہ بیگ کو لاہور کا صوبے دار مقرر کیا گیا تھا - سیّد جمیل اُس کا نائب تھا - مغلانی بیگم معزول ہو چکی تھی -

سب جاری کر دیے ۔ اس بات سے مراد بیگم کمال ناراض ہوئی اور چاہا کہ کسی طرح سیّد جمیل اس شہر سے ذلیل ہو کر نکل جائے ۔

جب کوئی تدبیر اس سے بن نہ آئی تو چند خطوط سیّد جمیل کی شکایت کے غازی الدین وزیر کے نام لکھے مگر وزیر نے کسی خط کا جواب نہ دیا ، بلکہ تاکیدی احکام انتظامی سیّد جمیل کے نام جاری ہوتے رہے ۔ جب مراد بیگم دہلی کی طرف سے مایوس ہوگئی تو پوشیدہ بھاگ کر کابل[1] چلی گئی اور جہان خاں کی معرفت احمد شاہ درانی کے حضور میں حاضر ہو کر بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ دہلی پر حملہ آور ہو کہ دہلی میں بہت سی دولت ہے ۔ اور احمد شاہ ۱۷۵۵ء میں چوتھی[2] بار پنجاب کی طرف روانہ ہوا ۔ یہ مہم بادشاہ نے صرف بہ ترغیب مراد بیگم کے شروع کی ۔ جب دریائے چناب سے اُترا ، سید جمیل الدین خاں حاکم لاہور ، جو غازی الدین وزیر کی طرف سے مامور تھا ، دہلی کو چلا گیا اور آدینہ بیگ خاں ناظم دوآبہ جالندھر پہاڑوں میں جا چھپا ۔

بادشاہ نے لاہور آ کر شہر پر قبضہ کر لیا اور لاہور کی حکومت میر منو کے وقت کے اہل کاروں کے حوالے کر کے دہلی کو چلا گیا اور شاہ دہلی سے ، جو برائے نام بادشاہ تھا ، صلح کر کے بڑی دولت حاصل کی ، اور محمد شاہ بادشاہ مرحوم کی لڑکی اپنے نکاح میں ، احمد شاہ[3] محمد شاہ کے بیٹے کی لڑکی اپنے بیٹے تیمور کے نکاح میں لے کر واپس آیا ۔ شہر سرہند کی حد تک تمام علاقہ پنجاب کا اپنے قبضے میں کر لیا ۔ پھر لاہور میں آ کر چند روز قیام رکھا اور سکھوں کے انتظام میں مصروف رہا مگر کچھ نہ ہوا ۔ آخر شہزادہ تیمور کو صوبۂ پنجاب مقرر کیا اور جہان خاں کو اس کا وزیر ، مدارالمہام قرار دے کر کابل کو روانہ ہوا ۔ ایک عمدہ برجستہ فوج لاہور میں قائم کی ۔ شہزادہ تیمور نہایت خلیق و نیک طینت و کم آزار شخص تھا ۔ اس کی نیک نیتی کے سبب سے اس کے وقت میں پنجاب کا انتظام بہ خوبی ہوگیا ۔ مفسد و شرانگیز لوگ اور سکھ غارت گر سب بہ آرام

۱- بیگم کا نمایندہ کابل گیا تھا ۔ (مرتّب)

۲- یہ پانچواں حملہ تھا جو ابدالی نے کیا ۔ پہلی بار بہ حیثیت شاہ افغانستان دہلی پہنچا ۔ ۷ جمادی الاول ۱۱۷۰ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۷۵۷ء کو قلعۂ دہلی میں داخل ہوا ۔

۳- بہ قولِ آزاد بلگرامی بادشاہ عالم گیر ثانی کے حقیقی بھائی عزیز الدین کی لڑکی کے ساتھ تیمور شاہ کی شادی ہوئی ۔ (خزانۂ عامرہ ، ص ۹۹)

تمام اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے ۔ غارت گری بالکل موقوف ہو گئی ، بادشاہی انتظام نے ظہور دکھلایا ۔ مگر دس ماہ کے بعد یہ انتظام کیا کرایا آدینہ بیگ خاں کی نافرمانی کے سبب سے بگڑ گیا ۔ اس کی تشریح اس طرح پر ہے کہ جب شاہزادہ تیمور نے دیکھا کہ پنجاب کے حکام میں سے آدینہ بیگ خاں ناظم دوآبہ ایک زورآور شخص ہے اور ہمسری کا دعویٰ دار ہو کر پوری پوری تعمیل احکام کی نہیں کرتا تو اُس کو منظور ہوا کہ اس کو اپنا مطیع کرے ۔ بدیں خیال اُس نے آدینہ بیگ خاں کے نام حکم جاری کیا کہ تم ایک بار ضرور ہمارے پاس حاضر ہو جاؤ کہ بعض ضروری باتیں اس لائق ہیں کہ زبانی تم کو سمجھائی جائیں ۔ آدینہ بیگ خاں نے اس کے جواب میں لکھا کہ دوآبہ' بست جالندھر میں ، جہاں میں حکمران ہوں ، سب لوگ سکھ ہی رہتے ہیں اور رات دن انھی منصوبوں اور تجویزوں میں ہیں کہ کسی طرح پھر شورش برپا کریں ۔ سو اگر میں خدمت میں حاضر ہوں اور علاقہ خالی چھوڑ جاؤں تو مفسد لوگ موقع وقت غنیمت سمجھیں گے اور ایسا مفسدہ برپا کریں گے کہ پھر انتظام اس کا ممکن نہ ہوگا ۔ شہزادہ مجھ کو اس وقت حاضری سے معذور تصوّر فرمائیں ۔ شہزادہ تیمور نے مکرر سہ کرر احکامات اس کی حاضری کے لیے جاری کیے مگر وہ نہ آیا ۔ آخر فوج سلطانی اس کی تنبیہ کے لیے مامور ہوئی کہ طوعاً و کرہاً اس کو پکڑ کر لے آئیں ۔

جب یہ فوج آدینہ نگر کے پاس پہنچی ، آدینہ بیگ خاں نے خواجہ میرزا افسر فوج کی بہت خاطر کی اور اس قدر مال دیا کہ اُس کو اپنا غلام بنا لیا ۔ اس کی ہمراہی فوج بھی تمام و کمال ملازم آدینہ بیگ خاں کی ہو گئی ۔ جب یہ انتظام کر چکا ، ادینہ بیگ خاں نے ایک عریضہ سیندھیہ مرہٹے کے نام لکھا کہ اس وقت پنجاب کا ملک آپ کو مفت ملتا ہے ۔ اگر آپ کسی معتمد کو فوج دے کر اس طرف مامور کریں ، بوقت پہنچنے فوج کے میں بھی امداد کے واسطے حاضر ہوں ۔ بلکہ مرہٹہ فوج جب دریاے ستلج سے اُترے گی ، فی مقام دو لاکھ روپیہ میں لاہور پہنچنے تک دوں گا ۔ چونکہ قوم مرہٹہ کی حکومت ہندوستان میں بڑی ارج پر تھی اور شاہ دہلی بھی انھی کے قبضہ' اقتدار میں تھا ، فی الفور بہ منظوری درخواست آدینہ بیگ خاں کے ملہار راؤ و جنگو راؤ امراے مرہٹہ تین لاکھ سوار و توپ خانہ آتش بار لے کر پنجاب کو متوجہ ہوئے ۔ جب کنارۂ دریاے ستلج پر پہنچے ، آدینہ بیگ خاں ان کے استقبال کو گیا اور فوج مرہٹہ کو ہمراہ لے کر لاہور روانہ ہوا ۔ یہ خبر جب شہزادہ تیمور کو پہنچی ، بہ سبب اس کے کہ اس کے پاس فوج بہت کم تھی ، لاہور کو خالی چھوڑ کر مع سردار جہان خاں

کابل کو روانہ ہوا - سرداران مرہٹہ نے لاہور میں داخل ہوکر اپنا انتظام کر لیا اور کل سامان شہزادہ تیمور کا ، جس کو وہ اٹھا نہ سکا تھا ، اپنے قبضے میں کیا اور حسب التماس آدینہ بیگ خان کے حکومت لاہور کی خواجہ میرزا ملازم نمک حرام شہزادہ تیمور کو دی اور شام جی و رام جی سرداران مرہٹہ ملتان کے حاکم قرار پائے اور صاحبا مرہٹہ بہ جمعیت دس ہزار سپاہی کے قلعہ اٹک میں مامور ہوا کہ سد راہ مخالفان بہ وقت ضرورت ہو اور آدینہ بیگ خان کے متعلق بدستور نظامت دوآبہ بست جالندھر کی رہی - تھوڑے روز کے بعد خواجہ میرزا حاکم لاہور بہ حکم صاحبا مرہٹہ قلعہ دار اٹک کے کہ اس وقت سرپرست افسر تمام پنجاب کا وہی تھا ، اپنے عہدے سے بہ الزام گاؤکشی برخاست ہوا اور آدینہ بیگ خان کے پاس گیا - وہاں بھی جگہ نہ ملی اور نہایت خراب و ابتر حال ہوگیا - یہ عوض اس کو نمک حرامی کا ملا جو اس نے اپنے مالک شہزادہ تیمور کے ساتھ کی تھی - اس کی معزولی کے بعد باسو راؤ و دادو راؤ مرہٹہ حاکم لاہور قرار پائے - یہ عمل داری مرہٹوں کی اُس وقت پنجاب میں برائے نام تھی - جا بہ جا سکھوں کی غارت گری جاری تھی - کوئی سکھ زمیندار اپنے گاؤں کا مالیہ مرہٹوں کو نہیں دیتا تھا - سوائے مسلمان مظلوم رعایا کے کوئی حکم ان کا نہیں مانتا تھا - سوائے دوآبہ بست جالندھر کے کہیں صورت انتظام کی نمودار نہ تھی ، کیوں کہ آدینہ بیگ خان نے اپنے علاقے کے سکھوں کے ساتھ بھی اتفاق کر لیا ہوا تھا اور ہر چیز اُن کے ساتھ بانٹ کھاتا تھا - سردار جسّا سنگھ اہلووالیہ بھی اس کے ساتھ شامل تھا - ایک دفعہ سکھوں نے جمع ہوکر چاہا کہ آدینہ بیگ خان سے ملک چھین لیں ، ناچار آدینہ بیگ خان کو ان کے ساتھ لڑنا پڑا - اس لڑائی میں بھی وہ فتح یاب رہا اور بہ تجویز جسّا سنگھ آخر صلح ہوگئی - پھر جمال الدین خان افغان رئیس مالیر کوٹلہ فوج لے کر آدینہ بیگ خان پر چڑھ آیا اور دو ماہ تک آپس میں لڑائی رہی - آخر جمال الدین خان مارا گیا - ۱۷۵۶ع میں پنجاب کے علاقے میں سخت قحط پڑگیا اور بے شمار رعایا اپنے اپنے مکانات چھوڑ کر غیر ملکوں میں بھاگ گئی - ۱۷۵۸ع میں آدینہ بیگ خان بہ قضائے الٰہی مر گیا - ۱۷۵۹ع میں احمد شاہ درانی ایک خوں خوار لشکر ہمراہ لے کر بہ ارادہ جنگ قوم مرہٹہ کابل سے پنجاب کو آیا -

جب بہ مقام اٹک پہنچا ، اس کے خوف سے تمام فوج و امرائے مرہٹہ پنجاب چھوڑ کر چلے گئے ، کوئی مرہٹہ نام کو بھی پنجاب میں نہ رہا - احمد شاہ مظفر و منصور لاہور میں داخل ہوا - کریم داد خان افغان کو لاہور کا حاکم بنایا -

گجرات وغیرہ محالات کے فوج داری زین خاں کے سپرد کی اور جا بہ جا اپنے حکام مامور کر کے ہندوستان کو چلا گیا - جب پانی پت کے قریب پہنچا تو سیندھیہ مرہٹہ ڈیڑھ لاکھ فوج سوار و پیادہ و تین سو ضرب توپ لے کر بادشاہ کے مقابل ہوا - فریقین بڑی سر گرمی کے ساتھ لڑے - بعد ایک سخت لڑائی کے احمد شاہ فتحیاب ہوا - اسی ہزار فوج مرہٹہ کی قتل ہوئی - دتا سیندھیہ سپہ سالار عین میدان میں مارا گیا - لاکھوں روپیہ نقد و توپ خانہ اور لاکھوں روپے کا متفرق اسباب مرہٹوں کا احمد شاہ نے لوٹ لیا - بعد اس فتح کے جب احمد شاہ آگے بڑھا تو ہولکر مرہٹہ ایک لاکھ اسی ہزار فوج لے کر مقابل ہوا - یہ لڑائی بھی ہندوستان کی لڑائیوں میں سے ایک مشہور اور بڑی لڑائی ہے جس میں احمد شاہ نے فتح پائی اور ہولکر تمام سامان غارت میں دے کر بھاگ گیا - تیسری مرتبہ شیو دیو راؤ مرہٹہ ایک لاکھ چالیس ہزار فوج کے ساتھ میدان میں آیا - احمد شاہ نے جمنا سے اُتر کر اس پر حملہ کیا اور ایسی تیزی و تندی کے ساتھ جنگ کی کہ مرہٹہ فوج سے سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ آئی - افغانوں نے ان کا تعاقب کر کے ہزاروں قتل کیے اور بائیس ہزار ہندو ان میں سے قید کر لیے - پچاس ہزار قیمتی گھوڑے ، پچاس لاکھ روپیہ نقد اور لاکھوں روپے کا سامان جنگ وغیرہ کا حاصل کیا - بے شمار توپیں جو دستیاب ہوئیں وہ بے کار کردی گئیں - فقط

جب احمد شاہ بہ ارادہ جنگ مرہٹہ کے پہلے بہ مقام سرہند پہنچا تو سربلند خاں نام ایک افغان کو ، جو دہلی سے کابل کو جاتا تھا ، نوکر رکھ کر سند صوبہ داری تمام پنجاب کی اس کو عنایت کی - مگر یہ شخص محض بے سامان تھا - اس نے بادشاہ سے اپنے سامان کی تیاری کے لیے ایک ماہ کی رخصت حاصل کی اور آدینہ نگر میں آ کر امرائے کچہری آدینہ بیگ خاں سے درخواست کی کہ مجھ کو ایک ایسا شخص لائق مطلوب ہے جو میرے لاہور پہنچنے تک حکومت پنجاب کی اپنے قبضے میں رکھے - سب نے صورت سنگھ کا نام لیا - چنانچہ سر بلند خاں نے اپنی طرف سے صورت سنگھ کو ملازم رکھ کر لاہور روانہ کیا - جب صورت سنگھ لاہور پہنچا ، کریم داد خاں صوبہ لاہور اور فوجدار خاں فوجدار پسرور وغیرہ حسب الطلب بادشاہ کے پانی پت کو چلے گئے - اس وقت صورت سنگھ کے متعلق تمام پنجاب کا انتظام تھا - اس سبب سے یہ گھبرا گیا اور حکومت سے دست بردار ہوا اور سر بلند خاں کو لکھا کہ لاہور میں کوئی اور حاکم مقرر کرکے بھیجو - چنانچہ سربلند خاں نے ، جو اس وقت دوآبہ جالندھر کے انتظام میں مصروف تھا ، مسمیٰ امیر محمد خاں کو بہ جمعیت پانسو سوار کے لاہور میں بھیجا -

ایسے نازک وقت میں کہ تمام فوج و سردار پنجاب کے بادشاہ کے ہمرکاب مرہٹوں کی لڑائی میں مصروف تھے، سکھوں نے میدان خالی پاکر بڑی آفت برپا کی۔ پہلے جسّا سنگھ اہلووالیہ و چیت سنگھ کنہیہ و ہری سنگھ بھنگی و لہنا سنگھ وغیرہ سکھ سردار امرت سر میں بہ تقریب غسل بیساکھی کے جمع ہوئے اور لاہور کے غارت کرنے کی تجویز قائم کی، اور بہ حالتِ اجتماع لاہور آ گئے۔ شہر لاہور کے حصار کے باہر جس قدر شہر آباد تھا اور جس کے گرد فصیل نہ تھی، سب لوٹ لیا، گھروں کو آگ لگا دی۔ اس غارت میں شہر کی رعایا بے شمار قتل ہوئی اور لاکھوں روپے کا اسباب لوٹا گیا۔ پھر وہ اندرونی شہر کے غارت کی طرف متوجہ ہوئے۔ امیر محمد خاں نائبِ صوبہ نے دروازے شہر کے بند کر لیے تو سکھوں نے محاصرہ کر لیا اور آمد و رفت لوگوں کی بند کر دی اور نائبِ صوبہ کو کہلا بھیجا کہ اگر تم گورو کے سکھوں کے واسطے کڑاہ پرشاد نذر پکڑو تو خالصہ جی یہاں سے چلا جائے گا۔ نائبِ صوبہ بہ سبب عدم موجودگی فوج کے بہت گھبرایا اور بہ حالتِ ناچاری تیس ہزار روپیہ کڑاہ پرشاد کا دے کر سکھوں کا محاصرہ شہر سے اٹھوایا۔ جب سکھ چلے گئے، بادشاہ بھی بعد فتح مرہٹہ کے لاہور آیا اور امیر محمد خاں سے سخت مؤاخذہ کیا کہ تو نے اس قدر روپیہ مفت سکھوں کو کیوں دیا؟ یہاں تک کہ اس کو قید کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر شہر کے رئیس و چودھری بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عذرات ظلم و تعدی سکھوں کے بیان کر کے بادشاہ کی خدمت میں التجا کی کہ امیر محمد خاں قید سے رہا ہو، چنانچہ وہ رہا ہوا۔ پھر لاہور کے مقام پر بادشاہ نے خواجہ عبید خاں کو حاکمِ لاہور و سربلند خاں کو حاکمِ ملتان و زین خاں کو حاکمِ سرہند مقرر کیا۔ اور چاہتا تھا کہ چندے پنجاب میں رہ کر سکھوں کو نیست و نابود کر دیوے مگر اتنے میں اس کو کابل سے ایک ایسی وحشت ناک خبر خانگی فساد کی گوش زد ہوئی کہ فی الفور کابل کو روانہ ہوا۔ راستے میں بہ راہ گستاخی سکھوں نے بادشاہی لشکر پر بھی دست اندازیاں کیں مگر بادشاہ ضرورتاً اسی غضب کی حالت میں کابل جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے نورالدین خاں ایک سردار کو سات ہزار سواروں کے ساتھ پنجاب پر مامور کیا اور حکم دیا کہ پنجاب میں جا کر سکھوں کی سرکوبی کرے اور تمام علاقوں میں گشت کر کے جہاں کسی سکھ کو پائے شمشیرِ آبدار سے اس کا کام تمام کرے۔ یہ سردار جب پنجاب میں داخل ہوا، سردار چڑت سنگھ سکرچکیہ وغیرہ سرداروں نے بڑے اجتماع کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور بعد بہت سے کشت و خون کے نورالدین خاں کو شکست ہوئی اور میدان

سے بھاگ کر قلعہ سیالکوٹ میں محصور ہوا ۔ سکھوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا ۔ جب نور الدین خاں کو قلعے کے اندر رسد نہ پہنچی ، گھبرا کر جموں کو بھاگ گیا ۔ راجہ جموں نے اس کو اپنے پاس پناہ دی ۔ جب وہ پہاڑ پر جا پہنچا ، سردار چڑت سنگھ نے اس کے سپاہی و افسر ، جو قید تھے ، جموں میں اس کے پاس پہنچا دیے ۔ اس فتح یابی سے سکھوں کے حوصلے اور بڑھ گئے اور وہ ہمسری کے دعویدار ہو گئے ۔

یہ خبر پا کر خواجہ عبید خاں اپنی فوج لے کر لاہور سے سکھوں کے مقابلے کے لیے نکلا اور قریب گوجرانوالہ کے درمیان سکھوں اور اس کے سخت لڑائی ہوئی ۔ اس لڑائی میں بھی خواجہ عبید خاں کو شکست ہوئی ۔ باعث یہ ہوا کہ خواجہ کی فوج میں بھی اکثر سکھ نوکر تھے ۔ انھوں نے لڑائی کے وقت تن دہی نہ کی اور کچھ پیاس ہم مذہبی کے سکھوں کے لشکر میں چلے گئے ۔ اس وقت خواجہ سخت پریشانی و ابتری کی حالت میں واپس آ کر داخلِ لاہور ہوا ۔ جب سکھوں نے یہ لڑائی بھی فتح کر لی تو ایک ایک سکھ اپنے آپ کو رستمِ میدانِ جنگ تصور کرنے لگا اور سب کی نیت اس بات پر قرار پائی کہ عاقل داس گدی نشین و مہنت جنڈیالہ کو ، جو بڑا مال دار ہے ، لوٹ لیا جائے ۔ اس سے سکھوں کو کمال دشمنی تھی کیونکہ اس کی دوستی مسلمانوں سے بہت تھی اور احمد شاہ بادشاہ کو اس نے یہ وقت مہم دہلی کے بہت سا روپیہ بطورِ امداد قرض دیا تھا ۔ ۱۷۶۳ء کے آغاز میں سکھوں نے مجمع کر کے قصبہ جنڈیالہ پر ، جو امرتسر سے سات کوس جالندھر کی طرف واقع ہے ، یورش کی اور قصبے کا محاصرہ کر لیا اور آپس میں لڑائی ہوئی ۔ مہنت عاقل داس نے ایک شترسوار تیز رفتار اپنا عریضہ دے کر کابل کو روانہ کیا اور بادشاہ سے مدد چاہی ۔ اس عرضی کے پہنچتے ہی بادشاہ چالیس ہزار سوار کے ساتھ بکوچِ یلغر پنجاب کو روانہ ہوا ۔ بادشاہ کے پہنچنے سے اول سکھوں نے محاصرہ چھوڑ کر جنڈیالے کا ستلج پار علاقہ سرہند میں غارت شروع کردی تھی اور زین خاں صوبہ سرہند اپنی فوج لے کر ان سے لڑ رہا تھا کہ یکایک بادشاہ دریائے جہلم سے اُتر کر نو پہر کے عرصے میں اس مقام پر آ پہنچا جہاں لڑائی ہو رہی تھی ۔ سکھ اس سے پہلے بادشاہ کے آنے سے بے خبر تھے ۔ جب انھوں نے درانی فوج کی ٹوپیاں دیکھیں ، بے اختیار بھاگے ۔ مگر دلیرانِ درانی ان کو کب بھاگنے دیتے تھے ۔ چاروں طرف سے سکھوں کو گھیر لیا اور قتل و غارت شروع کی ۔ چوبیس ہزار سکھ قتل ہوئے اور بے شمار مجروح و نیم جاں میدان میں پڑے رہے ۔ باقی ماندہ بھاگ گئے ۔

یہ لڑائی سکھوں کی لڑائیوں میں زیادہ مشہور ہے اور سکھوں نے اس لڑائی کا نام بزبانِ پنجابی گھلو گھارا یعنی قتلِ عام رکھا ہوا ہے ۔ سردار آلا سنگھ والیِ پٹیالہ بھی اس لڑائی میں گرفتار ہو کر آیا ، مگر بہ سفارش وکھنے وزیر کے بہ بادشاہ نے اس کا قصور معاف کیا اور سات لاکھ روپیہ نقد لے کر راجگی کا خطاب اس کو دیا اور علاقہ مقبوضہ اس کا اس کے نام پر بحال رکھا ۔ اس مہم سے فارغ ہو کر احمد شاہ لاہور آیا اور خبر پائی کہ جیون مل کھتری صوبہ کشمیر باغی ہو گیا ہے ۔ اس نے جس قدر افغان اہل کار کشمیر میں تھے ، وہاں سے نکال دیے ہیں ۔ یہ خبر سن کر بادشاہ کمال غضب ناک ہوا اور نور الدین خاں نام ایک امیر کو بہت سی فوج دے کر کشمیر پر مامور کیا ۔ وہ دلاور امیر جموں کے راستے کشمیر کو گیا ۔ پہلے اس نے راجہ جموں کو مطیع کیا اور پھر راجہ جموں کی مدد سے نورالدین پیر پنجال کی گھاٹی اُتر گیا ۔ جیون مل نمک حرام بہ مقابلہ پیش آیا اور تھوڑی سی لڑائی میں گرفتار ہو کر پا بہ زنجیر لاہور کو روانہ کیا گیا ۔

جیون مل جب بادشاہ کے روبرو آیا ، پہلے اندھا کیا گیا اور چند روز کے بعد بہ حالتِ نابینائی مقتول ہوا ۔ بعد فتحِ کشمیر کے بادشاہ نے سربلند خاں کو کوہستان سے طلب کر کے صوبہ دار کشمیر کا مقرر کیا اور نور الدین خاں کو اپنے پاس بلا لیا ۔ انھی ایام میں دیوالی کا تہوار آ پہنچا اور سکھ لوگ امرت سر میں جمع ہوئے ۔ بادشاہ نے جب یہ خبر پائی ، فی الفور فوج لے کر امرت سر جا پہنچا ۔ اس کے جانے کی خبر پا کر سکھ بھاگ گئے ۔ بادشاہ نے اپنا غضب مندر پر نکالا اور حکم دیا کہ مندر گرایا جائے ، بنیادیں اس کی بارود رکھ کر اُڑا دی جائیں ۔ تالاب کی عمارت گرا کر مغاک اس کا مٹی سے بھروا دیا جائے ۔ چنانچہ فی الفور حکم کی تعمیل ہوئی اور تمام عمارت مندر کی ایک دو روز میں مفقود ہو گئی ۔

اس کام سے فارغ ہو کر بادشاہ کابل کو روانہ ہو گیا ۔ جب لشکر بادشاہی چناب تک گیا ، غارت گرانِ سکھ پھر جا بہ جا آموجود ہوئے اور سب سکھوں نے مل کر قصور کو فتح کیا اور شہر کو لوٹ کر بے اندازہ دولت حاصل کی ۔ پھر تو سکھوں کے خیالات اور بڑھ گئے اور ملک گیری کی ہوا دماغ میں سما گئی اور تمام سکھ پنجاب کے جمع ہو کر سرہند پر حملہ آور ہوئے ۔ زین خاں صوبہ سرہند نے بہ کمالِ مضبوطی سکھوں کا مقابلہ کیا ۔ آخر عین لڑائی میں زین خاں مارا گیا اور سکھوں نے سرہند کو ایسا لوٹا اور غارت کیا کہ تمام رعایا محتاج ہو گئی ۔ بڑی بڑی عالی شان حویلیاں اور عمارتیں سکھوں نے گرا کر خاک میں ملا دیں ، چھوٹے مکانات آگ لگا کر جلا دیے ۔ غرض کہ اس آباد و بارونق شہر

میں آبادی کا نشان باقی نہ رکھا کیونکہ سکھوں کو اس شہر کے ساتھ دلی عداوت تھی کیونکہ چاروں بیٹے گورو گوبند سنگھ کے اورنگ زیب یعنی عالمگیر کے وقت اسی شہر میں قتل ہوئے تھے بلکہ زمانۂ حال تک سکھوں کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ جس سکھ کا گزر اس شہر کے کھنڈرات کے پاس سے ہوتا ہے وہ دو اینٹیں اس عمارت برباد شدہ سے اُٹھا کر دریا میں پھینک آتا ہے۔

غرض کہ سکھوں نے بڑی جواں مردی کے ساتھ اس ملک کو فتح کیا اور آپس میں تقسیم کر کے تھانجات قائم کر دیے۔ آلا سنگھ والیِ پٹیالہ نے پچیس ہزار روپیہ نقد خالصہ جی کو دے کر کھنڈرات شہر ویران شدہ کے خرید لیے۔

خواجہ عبید خاں کے بعد دیوان کابلی مل بادشاہ کی طرف سے لاہور کا حاکم مقرر ہوا مگر اس کی حکومت شہر کی چار دیواری کے اندر تھی۔ شہر کے باہر سکھوں کا زور شور تھا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ سکھوں نے کابلی مل کو اس بات پر مجبور کیا کہ اگر تم قصابانِ گاؤکش کو، جو لاہور میں رہتے ہیں، قتل کر ڈالو تو بہتر ورنہ ہم تمہاری جان کے دشمن ہو جائیں گے، ایک نہ ایک دن تم کو قتل کر دیں گے۔ اس بات سے کابلی مل بہت ڈرا اور حسبِ موقع وقت چند قصابانِ گاؤکش کے ناک و کان کٹوا کر لاہور سے نکال دیا۔ یہ خبر جب اخبار نویس کے ذریعے سے احمد شاہ کو ملی تو ساتویں دفعہ کابل سے پنجاب کا رخ کیا۔ جب تک وہ دریائے چناب سے نہ اُترا، کسی کو اس کے آنے کی اطلاع نہ ہوئی۔ سکھ لوگ اس کے آنے کی خبر سن کر سب کے سب اپنے اپنے مکانات خالی چھوڑ کر جنگلوں میں بھاگ گئے۔ پہلے چند روز بادشاہ لاہور میں قیام پذیر رہا اور فوج جا بہ جا سکھوں کی تلاش کے لیے بھیجی مگر کہیں کسی سکھ کا سراغ نہ ملا۔ پھر لاہور سے چل کر ستلج تک گیا اور اکثر دیہات میں سکھوں کے مکانات گرا دیے اور ان کی زراعتیں، جو پختہ ہوئی ہوئی تھیں، کٹوا کر جلوادیں۔ ایسے ایسے کام وہ دو ماہ تک پنجاب میں کرتا رہا، پھر کابل چلا گیا۔

بادشاہ کو اس بات کی بہت خواہش تھی کہ کسی طرح پنجاب کا انتظام ہو جائے مگر نہ ہوا اور حالت فتنہ و فساد سے روز بروز ابتر ہوتی جاتی تھی۔ دریائے راوی سے اُتر کر بادشاہ نے جہان خاں اپنے مصاحب کو دس ہزار سوار قزلباش ہمراہ دے کر حکم دیا کہ بعد ہمارے تم انتظام پنجاب کا کرو اور سکھانِ غارت گر کو جس طرح بھی ممکن ہو، بے نام و نشان کردو۔ فوجداری علاقہ گجرات و رہتاس وغیرہ کی بھی اس کو عطا کی۔ چنانچہ جہان خاں کو بعد جانے بادشاہ کے سکھوں کو مارنے کی فکر ہوئی اور بہ ارادہ گرفتاری سردار چڑت سنگھ سکرچکیہ کے

بے خبر (خاموشی سے) گوجرانوالہ گیا مگر اس کو ایک ساعت اول جہان خاں کے ارادے سے خبر ہو گئی اور وہ بھاگ گیا ۔ چونکہ بہ سبب ناک کان کاٹنے قصابان کے بادشاہ کابلی مل سے سخت ناراض تھا ، کابل پہنچ کر بادشاہ نے مسمی داور خاں کو لاہور کا صوبہ مقرر کر کے بھیجا اور کابلی مل کو حکم دیا کہ وہ داور خاں کا نائب ہو کر کام کرے ۔ یہ امر کابلی مل کو نہایت گراں گزرا اور چند روز کے بعد بہ خلاف حکم بادشاہ کے دلاور خاں کو قید کر لیا اور حکومت بااختیار خود کرنے لگا ۔

اُس زمانے میں سکھاں شرالگمز نے بہ مقام قصور ، کوٹ محی الدین خاں کا محاصرہ کیا ہوا تھا ۔ کابلی مل نے براہ خیر خواہی سکھوں کو کہلا بھیجا کہ تمھارا جانی دشمن جہان خاں رہتاس میں موجود ہے اور وہ تمھاری سرکوبی و بیخ کنی کے لیے سخت سخت تدبیریں کر رہا ہے ۔ تم کو چاہیے کہ اس کے حملہ کرنے سے اول تم اس کا انتظام کر لو اور ایسی صورت میں کہ وہ تمھارے آنے سے خبردار نہ ہو ، اس کو جا کر مار لو ۔ جب وہ مارا جائے گا تو پھر کوئی دشمن تمھارا پنجاب میں باقی نہ رہے گا ۔ اس وقت جو تمھارا دل چاہے گا کام کرنا ۔ یہ خیر خواہانہ پیام جب سکھوں کے پاس پہنچا ، سب کے سب اس بات پر مستعد ہو گئے کہ پہلے جہان خاں کے ساتھ لڑنا چاہیے ۔ اور سب کے سب کوٹ محی الدین خاں کا محاصرہ چھوڑ کر رہتاس کو روانہ ہوئے ۔ جہان خاں اس وقت سیالکوٹ کے علاقے میں تھا ۔ سکھ بھی وہاں آ پہنچے اور سخت لڑائی ہوئی ۔ فریقین سے تین سو کے قریب آدمی مارے گئے ۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوئی ۔ آخر جہان خاں نے شکست کھائی اور بہ حال تباہ رہتاس کے قلعے میں محصور ہوا اور عریضہ حال اپنے کا لکھ کر کابل کو روانہ کیا ۔

یہ خبر سن کر بادشاہ پھر پنجاب کو روانہ ہوا ۔ جب لاہور پہنچا ، کابلی مل کو قید میں بھجوا دیا اور مال و اسباب اس کا لوٹ لیا ۔ چونکہ کابلی مل نے لاہور کی رعایا کو بہت خوش رکھا ہوا تھا ، اس کے قید ہو جانے سے لوگ بہت غمگین ہوئے اور چودھری و مقدم ہر ایک قوم کے جمع ہو کر بادشاہ کے حضور میں گئے اور کمال عاجزی کے ساتھ اس کی رہائی کی درخواست کی ۔ بادشاہ نے رعایا کا کہنا منظور کیا اور اس کا گناہ معاف کر کے بہ دستور لاہور کا حاکم بنا دیا ۔ اب کی بار بھی بادشاہ نے سکھوں کی گاؤں گاؤں تلاش کرائی اور شہر شہر ڈھونڈا مگر وہ ساندل بار وغیرہ ایسے مشکل گزار مقامات میں جا گھسے تھے کہ کوئی ان کا نشان پا نہیں سکتا تھا ۔ اس مقام سے ایک دستہ فوج بادشاہی کا ، جن

کی تعداد بارہ ہزار تھی ، بہ اغوائے شہزادہ تیمور کے بادشاہ سے منحرف ہو کر بے اجازت کابل کو چلا گیا ۔

اس امر کے وقوع سے بادشاہ کمال متحیّر و غضب ناک تھا اور اسی غضب و غصہ کی حالت میں لاہور سے ملتان کی طرف چلا گیا اور ملتان پہنچ کر علی محمد خاں ناظمِ ملتان کو ، جو شہزادہ تیمور کا دوست تھا اور شہزادہ اسی کے کہنے کے بہ موجب باپ سے منحرف ہو کر نافرمانی پر آمادہ ہوا تھا ، گرفتار کیا اور چند روز مقیّد رکھ کر اس کا پیٹ چاک کر دیا ۔ اور شجاع خاں ایک افغان کو جو اس کے مصاحبانِ خاص میں سے تھا ، ملتان کا حاکم بنایا ۔ بعد اس انتظام کے پھر لاہور میں آیا اور براہِ جموں کابل کو چلا گیا ۔ اس وقت کابلی مل صوبہ لاہور جو بادشاہ کو رخصت کرنے کے لیے جموں تک گیا تھا ، واپس لاہور میں نہ آ سکا کیونکہ بادشاہ کے پنجاب سے نکلتے ہی ہزاروں سکھ اس طرح موجود ہو گئے تھے جس طرح زمین سے سبزہ نکلتا ہے ۔ کابلی مل کو ان کے خوف سے لاہور تک آنا مشکل ہو گیا ۔ اس کے پیچھے سردار گوجر سنگھ و لہنا سنگھ و سوبھا سنگھ نے مل کر لاہور پر یورش کی اور قابض ہو بیٹھے ۔ پہلے انھوں نے لاہور کو خوب لوٹا مگر آخر میں تینوں سرداروں نے لاہور کے محلوں کے حصے کر لیے اور بہ اختیارِ خود حکومت کرنے لگے ۔ مال و دولت و اسباب کابلی مل کا جس قدر لاہور میں تھا ان تینوں نے ضبط کر کے آپس میں بانٹ لیا اور اس کے قبائل کو قید کر رکھا ۔

کابلی مل کو جب یہ خبر پہنچی ، نہایت گھبرایا اور اپنا وکیل تینوں حاکموں کے پاس بھیج کر التجا کی کہ اسؔ کے قبائل قید سے رہا کر دیے جائیں ۔ چنانچہ بعد ادائے پچیس ہزار روپیہ نذرانہ کے قبائل اس کے رہا ہو کر جموں کو چلے گئے ۔ کابلی مل نے پھر اپنی حالت کی عرضی کابل میں بہ حضور بادشاہ بھیجی تو بادشاہ نے پھر پنجاب آنے کا ارادہ کیا ۔ جب بہ مقامِ رہتاس پہنچا سرفراز خاں صوبہ کشمیر شرف یابِ ملازمت ہوا ۔ بادشاہ نے اس کو فوجدار رہتاس کا مقرر کیا اور وہاں ہی سے بہ سبب وقوع میں آنے کسی خانگی فساد کے کابل کو چلا گیا ۔ چار ماہ بعد پھر اُلٹے پاؤں پنجاب میں آیا ۔ جب لاہور کے متصل پہنچا ، لاہور کے تینوں حاکم حکومت چھوڑ کر بھاگ گئے ۔

بادشاہ کمال غضب کی حالت میں یہ ہی چاہتا تھا کہ اگر سکھ کہیں مل جائیں تو اُن کا نام و نشان صفحہ عالم پر نہ چھوڑوں مگر اس کو کب دست یاب ہوتے تھے ۔ بادشاہی لشکر نے تمام زمانہ چھان مارا مگر کسی سکھ کی صورت نظر

نہ آئی ۔ آخر مولوی عبیداللہ کو حکومت لاہور کی عنایت کی اور خود سرہند تک گیا ۔ شہر سرہند کو اُجڑا ہوا دیکھ کر کمال غم ناک ہوا ۔ اسی مقام پر امر سنگھ ، آلا سنگھ والیِ پٹیالہ کا بیٹا ، خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے باپ کے مر جانے کی اطلاع بادشاہ کو کی اور چاہا کہ بادشاہ براہِ پرورش راجگی کا خطاب اس کو بعد لینے نذرانے کے عنایت کرے ۔

چنانچہ تین لاکھ روپیہ نقد اس سے وصول کر کے خطاب "مہاراجہ" راجگان مہندر بہادر والیِ پٹیالہ اس کو ملا اور گدی راج پٹیالہ کی بہ دستور اس کو معاف و واگزار رہی ۔ وہاں سے واپس آ کر چند روز لاہور میں قیام کیا ، پھر بکوچِ یلغر کابل کو چلا گیا ۔ یہ گویا آخری آنا اس کا پنجاب میں تھا ۔ اس کے جانے کے بعد تینوں سردار حاکم لاہور کے پھر آ موجود ہوئے ۔ مولوی عبید اللہ اور داؤد خاں حکامِ لاہور نے ان کو شہر میں دخل نہ دیا ۔ ایک ماہ تک دروازہ بند رکھا ، اس سبب سے رعیت کمال تنگ ہوئی اور شہر والوں کا دم ناک میں آ گیا ۔ ناچار ایک طرف سے شہر والوں نے مل کر دروازہ شہر کا کھول دیا اور تینوں سردار شہر میں داخل ہوئے ۔

مولوی عبید اللہ جو خاص لاہور کا رہنے والا اور بڑا عالم و فاضل تھا ، اس کو سکھوں نے بہ لحاظ ہم وطنی اور اس کی فضیلت کے کچھ نہ کہا مگر داؤد خاں کو قلعے کے تہ خانے کے اندر قید کردیا اور بعد دو ماہ کے بہ سفارش مولوی عبیداللہ یہ بھی رہا ہوگیا ۔ اُس روز سے آمد و رفت فوج افغانی کی احمد شاہ بادشاہ کے حینِ حیات تک پنجاب میں بند رہی اور سکھ شہر شہر اور قصبے قصبے میں خود مختار ہو گئے ۔ اس واسطے مناسب متصوّر ہوتا ہے کہ سکھوں کے ہر ایک خاندان کا حال ، جس کو وہ مثل کہتے تھے ، مشرّح و مفصّل تحریر ہو ۔

• • •

دوسرا حصّہ

سکھوں کی بارہ مثلوں کے بیان میں جو پنجاب میں بعد ضعفِ سلطنتِ چغتائی کے جا بہ جا حاکم و فرماں فرما ہوئے

راویانِ صداقت شعار و مخبرانِ راست گفتار اظہار اس داستانِ عجیب و سرگذشتِ غریب کا اس طرح پر کرتے ہیں کہ جب سلطنتِ چغتائی و حکومت شاہانِ مغول کی دہلی میں کمال ضعیف ہوگئی اور نادر شاہ کی مہموں اور احمد شاہ درانی کے حملوں نے اور بھی اس تخت کو زیربار و برباد کردیا ، اُس وقت پنجاب کا علاقہ سرہند تک دہلی کی حکومت سے نکل گیا اور میر معین الملک المشہور بہ میر منو و نواب زکریا خاں بہادر وغیرہ صوبے لاہور کے کبھی زیرِ حکومت شاہ کابل اور کبھی خود سر حکومت کرتے تھے ۔ ان کا انتظام بھی برائے نام تھا کیونکہ سکھوں نے جا بہ جا غارت گری کا بازار گرم کیا ہوا تھا اور علاقوں کے علاقے ان کی غارت و ڈاکہ زنی سے برباد و ویران ہو چکے تھے ۔ قصبوں کے قصبے اور شہروں کے شہر انھوں نے لوٹ لیے تھے ۔ اگرچہ سکھوں کے استیصال و سرکوبی کے لیے احمد شاہ بادشاہ درانی سات مرتبہ کابل سے پنجاب میں آیا اور بڑے جنگ کیے اور اس کی وفات کے بعد شاہ زمان بادشاہ نے بھی دو دفعہ پنجاب کے سفر کی تکلیف کی مگر انتظام نہ ہو سکا ۔ لاچار شاہانِ کابل بھی اس ملک کی حکومت سے دست بردار ہوئے اور یہ ملک بے حاکم و بے مالک رہ گیا ۔ اس وقت سکھوں کی بن آئی اور اُنھوں نے یہ تمام علاقہ آپس میں ، جس قدر کسی کو ملا ، دبا لیا اور حکومت کرنے لگے ۔ اگرچہ اس وقت چھوٹے چھوٹے حاکم

سکھ تو گاؤں گاؤں میں تھے مگر بارہ گروہ بڑے بڑے تھے جو اس وقت بارہ مثلیں کہلاتی تھیں جن کی تفصیل اب مفصل و مشرح اس تاریخ میں لکھی جاتی ہے ۔

پہلی مثل بھنگی سکھوں کی :

یہ مثل بارہ مثلوں میں سے نامی و مشہور مثل سکھوں کی ہے ۔ اس خاندان کے سکھ شہر امرت سر و گجرات و چنیوٹ اور تیسرے حصے شہر لاہور پر قابض و حاکم بہ استقلال تھے اور سب سے پہلے یہ ہی مثل تھی جنھوں نے تمام سکھوں سے غارت گری و تاراج میں ناموری پیدا کی اور حکومت کا سلسلہ سب سے اول اسی خاندان نے پیدا کیا ۔ بارہ ہزار سوار جرار اس میں تھے ۔ ابتدا اس مثل کی اس طرح پر درج تواریخ ہے کہ مورثِ اعلیٰ اس مثل کا چھجا سنگھ نام تھا جس کی سکونت موضع بیچ وڑ میں امرتسر سے بہت قریب تھی ۔ اس نے گورو گوبند سنگھ کے ہاتھ سے پاہل لی اور سکھ بنا ۔ چونکہ یہ شخص سکھا یعنی بھنگ بہت پیتا تھا اس واسطے بھنگی کے خطاب سے مخاطب ہوا ۔ اس سے مسمیان بہا سنگھ و نتھا سنگھ نے پاہل لی اور سکھ ہوئے ۔ تینوں کا ایک جُگلا یعنی مجمع بنا اور کمال دوستی پیدا ہوئی ۔ بعد ازاں مسمیان مہیان سنگھ و جگت سنگھ و گلاب سنگھ ساکنان موضع دھوسہ ، جو امرتسر کے مشرق و شمال کے گوشے میں بہ فاصلہ چھ میل کے واقع ہے اور کروڑ سنگھ ساکنِ موضع چوبھال جو امرتسر کے قریب واقع ہے اور گوربخش سنگھ ساکن اورانوالہ ذات کا جاٹ سندھو و اگر سنگھ کنگوڑہ ساکن جٹے سنگھ والہ و ساون سنگھ رندھاوا ان کے شامل ہوئے اور سب نے چھجا سنگھ سے پاہلیں لیں ۔ پھر تو یہ خاص گروہ بن گیا اور چاہا کہ بہ موجب بشارت گورو گوبند سنگھ کے کہ وہ کہہ گیا تھا کہ ایک روز ایسا ہوگا جو ہمارا خالصہ راج کرے گا ، ہاتھ پاؤں ماریں اور قوت حاصل کر کے سلطنت چغتائی کو ، جو بالکل نیست و نابود ہوتی جاتی تھی ، اپنے قبضے میں کر لیں اور گورو کی منادی تمام ہندوستان میں کرائیں ۔

اس وہم و خیال پر اُنھوں نے غارت و رہزنی شروع کی ۔ رات کے وقت مجمع کرکے دور دور کی آبادیوں پر جا پڑتے اور لوٹ کر لے آتے ، اور بہت سے گاؤں تو اُنھوں نے لوٹ کر برباد کر دیے ۔ رعایا کا کوئی فریاد رس نہ تھا ۔ چند سال کے بعد چھجا سنگھ بھنگی ، جو بڑا افسر اور سپہ سالار اس فرقے کا تھا مر گیا ۔ اس کے مرنے کے بعد بہما سنگھ مالک و سرپرست اس مثل کا بنا ۔ یہ شخص اولاد نہیں

رکھتا تھا اس لیے اس نے ہری سنگھ ساکن تنجور کو متبنٰی کیا ۔ اور یہ ہری سنگھ بہ عمر خورد سالی اُسی کے ہاتھ سے سکھ بنا تھا اور پاہل لی تھی اور اس کے خدمت گاروں میں نوکر ہوا تھا ۔ چونکہ لڑکا خوبصورت اور جمیل تھا ، اُس نے اس کی پرورش کی اور فرزند بنا کر اپنی جائداد کا مالک کردیا ۔

جب بہا سنگھ مر گیا تو ہری سنگھ اس کا متبنٰی اس کی جگہ افسر تمام مثل کا قرار پایا ۔ یہ شخص نہایت چالاک اور زورآور اور اقبال مند تھا ۔ اس سے پہلے تو اس مثل کے رہزن رات کو ہی رہزنی کرتے تھے مگر اس نے بہ روزِ روشن غارت گری شروع کردی اور یہ اپنے مجمع کے ساتھ سو سو کوس تک دھاوا کرتا اور ملکوں کو غارت کر لاتا تھا ۔ اچھے اچھے جوان سکھ اس نے نوکر رکھے اور گھوڑے بہت عمدہ عمدہ قیمتی بہم پہنچا کر سواروں کی سواری کے لیے تجویز کیے اور اپنی مثل کو وہ فروغ دیا کہ "تمام دوآبہ" باری میں اس کا ثانی کوئی زورآور غارت گر نہ تھا اور نہ کوئی دولت مندی میں اس کا ہمتا تھا ۔ یہ شخص صاحبِ اولاد بھی ہوا ۔ چودھری "ملا" ساکن تنجور کی دختر کے پیٹ سے گنڈا سنگھ و چندا سنگھ دو بیٹے اس کے گھر ہوئے ، اور دوسری عورت کے بطن سے چڑت سنگھ و دیوان سنگھ و دیسو سنگھ تین فرزند پیدا ہوئے ۔ یہ پانچ فرزند بھی اس کے ہوشیار و کارگزار تھے ۔ مگر جب ہری سنگھ مر گیا تو ان پانچوں میں سے کسی کو سرداری نہ ملی اور مہیان سنگھ افسر فرقے کا بنا ۔ ہری سنگھ کے پانچوں بیٹے اس کے ماتحت گھوڑ چڑھے بنے ۔

جب مہیان سنگھ مر گیا تو گلاب سنگھ نے چاہا کہ میں سردار بنوں مگر چندا سنگھ و گنڈا سنگھ اپنی عقل و مردانگی اور اقبال مندی سے سردار ہوئے اور مثل کے تمام سکھ ان دونوں کے تابعدار بن گئے ۔ چندا سنگھ نے بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جموں پر حملہ کیا ۔ راجہ رنجیت دیو راجہ" جموں اس کے مقابل میدان میں آیا اور آپس میں سخت لڑائی ہوئی ۔ چندا سنگھ اسی لڑائی میں مارا گیا ۔ اس کے کوئی اولاد نہ رہی اور گنڈا سنگھ پٹھان کوٹ کی لڑائی میں حقیقت سنگھ گھینہ کے ہاتھ سے قتل ہوا ۔ اگرچہ گنڈا سنگھ کے مارے جانے کے بعد گلاب سنگھ اس کا بیٹا وارث موجود تھا لیکن بہ سبب خورد سالی کے وہ سردار نہ بنا اور دیسو سنگھ ، چھوٹا بھائی گنڈا سنگھ کا ، مثل میں سردار ہوا ۔ جب دیسو سنگھ مر گیا تو گلاب سنگھ ، گنڈا سنگھ کا بیٹا ، سردار بنا ۔ اس کے وقت میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور لے لیا تو اس کو کمال حسد ہوا اور چاہا کہ بہ اتفاق اور مثلوں کے رنجیت سنگھ پر حملہ کر کے اس کو لاہور سے نکال دیں اور لاہور پر

خود قابض ہو جائیں ۔ اس ارادے پر اس نے بہت سی جمعیت بہم پہنچائی اور لاہور کو روانہ ہوا ۔ موضع بھسین کے میدان میں جب لشکر آ کر اُترا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی اپنی موجودہ جمعیت کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے لاہور سے نکلا اور باہم خفیف سی لڑائی ہوئی ۔ ابھی بڑا مقابلہ ہونے والا تھا کہ ایک رات گلاب سنگھ نے بہت سی شراب پی لی اور ایسا مست ہوا کہ پھر آنکھ نہ کھولی ۔

جب وہ مر گیا تو جمعیت سکھوں کی متفرق ہوگئی ۔ اس کے پیچھے اس کا بیٹا گوردت سنگھ مسند نشین ہوا ۔ اس نے چاہا کہ پھر سکھوں کو جمع کر کے رنجیت سنگھ پر چڑھائی کرے مگر رنجیت سنگھ کو خبر ہو گئی اور اس نے اپنی فوج امرتسر لے جا کر اس کو امرتسر سے نکال دیا اور شہر پر قابض ہو گیا ۔ چند گاؤں گذارے کے لیے اس کو دیے ، وہ بھی چند ماہ کے بعد ضبط کر لیے ۔ جب گوردت سنگھ مر گیا تو دو بیٹے اس کے گنڈا سنگھ و مول سنگھ باقی رہے مگر وہ محض گم نام اور ابتر حال رہے ۔ پھر اس خاندان سے کوئی شخص لائق تذکرہ پیدا نہ ہوا ۔ خاندان نیست و نابود ہوگیا ۔ اور کرم سنگھ کا بیٹا جسّا سنگھ بھنگی ، جو اسی خاندان کا سردار چنیوٹ پر قابض تھا ، اس کو بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے وہاں سے بیدخل کردیا اور صاحب سنگھ بھنگی ، جو بڑا سردار گجرات کا مالک تھا اور بہت بڑا علاقہ اس کی حکومت میں تھا ، اس کو بھی رنجیت سنگھ نے غالب ہو کر نیست و نابود کر دیا ۔ شعر المؤلف :

صاحبِ دولت بہت دنیا میں آ کے چل دیے
کتنے گل اس باغ میں جلوہ دکھا کے چل دیے
تاج دارانِ زمانہ ، سرورانِ مملکت
آخرش زیرِ زمیں رخ کو چھپا کے چل دیے

دوسری مثل رام گڑھی[1] سکھوں کی :

اس مثل کے ماتحت تین ہزار سوار تھے جو جواں مردی و غارت گری و تاراج و قتل و کشت و خون میں مشہور و معروف تھے ۔ بانی مبانی اس مثل کا سردار جسّا سنگھ بھگوانا گیانی کا بیٹا تھا جو بہ موضع ایچوگل علاقہ ضلع لاہور میں رہتا تھا جو لاہور کی مشرق کی طرف بہ فاصلہ دس کوس کے واقع ہے ۔ ابتدائے عمر میں جسّا سنگھ بھی اپنے باپ کی طرح گیانیوں کے زمرے میں رہ کر اپنے باپ دادا کا کسب

۱- اصل : رام گڑھیوں سکھوں کی ۔

کرتا تھا ۔ جب اس کام میں اس کا گذارہ نہ ہوا تو اس نے بھی چاہا کہ سکھ بن کر غارت گری پر کمر باندھے اور دولت مند بن جائے ۔ اس ارادے پر اس شخص نے گورو دیال سنگھ پنج گھریہ سے پاہل لی ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ سنگھ روڑانوالی سے پاہل لےکر سکھ بنا ۔ جب سکھ بن چکا تو پیشہ قزاق و رہزنی اختیار کیا ۔ چند مدت میں عزت و اثاثہ پیدا کر کے معتبر بن یا اور داڑھی کے بال بہت بڑھا لیے ۔ جب فی مابین سکھان دوآبہ اور آدینہ بیگ خاں صوبہ دوآبہ جالندھر کے تنازع برپا ہوا تو سکھوں نے ایسے شخص کو معتبر تصور کر کے اپنا وکیل بنایا اور جواب و سوال کے لیے آدینہ بیگ خاں کے پاس بھیجا ۔ اس کی ہوشیاری اور خوش تقریری اور معتبر شکل دیکھ کر آدینہ بیگ خاں بہت خوش ہوا اور چاہا کہ یہ شخص ہمارے پاس ہی رہے ۔ چنانچہ بہ مشاہرۂ معقول اس کو اپنے پاس نوکر رکھ لیا اور کام تحصیل داری ایک بڑے علاقے کا اس کے سپرد کر دیا ۔ جب آدینہ بیگ خاں بہ قضائے الٰہی مر گیا تو جس قدر علاقے میں آدینہ بیگ خاں کی طرف سے یہ تحصیل‌دار تھا اس کا مالک و حاکم خود مختار بن بیٹھا ۔ چند سال کے بعد اس کی عداوت سردار جے سنگھ کنھیا کے ساتھ پیدا ہوئی اور جے سنگھ نے بعد بہت سی لڑائیوں کے اس کو علاقہ مقبوضہ سے بے دخل کر کے ستلج پار اُتار دیا ۔

چند سال اس نے ہندوستان کے ملک میں لوٹ مار کر کے گذارہ کیا ۔ آخر جب فی مابین سردار جے سنگھ کنھیا اور سردار مہان سنگھ پدر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عداوت پیدا ہوئی اور نوبت بہ جنگ و فساد پہنچی تو مہان سنگھ نے جسا سنگھ کو ہندوستان کے ملک سے اپنی امداد کے لیے طلب کیا ۔ جب یہ آیا تو دونوں سرداروں میں سخت لڑائی ہوئی ۔ آخر جے سنگھ نے شکست فاش کھائی اور گور بخش سنگھ ، جے سنگھ کا بیٹا ، عین لڑائی میں مارا گیا ۔ اس فتح نمایاں کے بعد جسا سنگھ دوبارہ اپنے قدیمی علاقے پر قابض و دخیل ہوگیا ۔ چند سال اس نے با اختیار حکومت کی اور مر گیا ۔ اس کے مرنے کے بعد جودھ سنگھ کا بیٹا مالک و قابض علاقہ پدری کا ہوا ۔

جب ستارۂ اقبال مہاراجہ رنجیت سنگھ کا چمکا تو جودھ سنگھ نے اس کی اطاعت کر لی ۔ اگرچہ کوئی تعداد باج سالانہ کی نہ تھی مگر رنجیت سنگھ جب تنگ کرتا ، کچھ دے چھوڑتا ۔ آخر جب جودھ سنگھ بھی جاں بہ حق تسلیم ہوگیا ، تین بیٹے اس کے دیوان سنگھ ، ہیرا سنگھ ، بیر سنگھ باقی رہے ۔ ان میں سے ہر ایک ریاست کی گدی اپنے واسطے چاہتا تھا ۔ آخر یہ بات ٹھہری کہ ملک و مال

تین حصص میں برابر تقسیم ہو اور حصص کی تقسیم کے لیے مہاراجہ رنجیت سنگھ منصف و ثالث مقرر ہوا ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ فی الفور اپنا لشکر لے کر اُن کے علاقے میں داخل ہوا اور ایسی منصفی کی کہ ان کے تمام علاقے میں اپنے کار گذار بھیج دیے اور خزانہ و دولت سب کچھ ضبط کر لیا ۔ وہ تینوں اس ایک کا منہ دیکھتے رہ گئے ۔ آپس کی نااتفاقی کا ان کو یہ ثمرہ ملا کہ ملک و مال سے جاتے رہے : شعر

اہلِ دولت گر نہیں رکھیں گے باہم اتفاق
ہے یقیں فی الفور گم وہ خاندان ہو جائے گا
چار دن میں آبرو برباد کر بیٹھیں گے وہ
بے نشاں ہر ایک کا نام و نشان ہو جائے گا

تیسری مثل سردارانِ کہنیا کی :

اس مثل کا سرگروہ و بانی مبانی سردار جے سنگھ کہنیا تھا ۔ چوں کہ وہ متوطن موضع کاہنا کا تھا ، جو لاہور سے جنوب کی طرف بہ فاصلہ دس کوس کے آباد ہے ، اس واسطے اس کو سردار جے سنگھ کہنیا کہتے تھے ، یعنی موضع کاہنا کا رہنے والا ۔ اصل حال اس مثل کا اس طرح درجِ تواریخِ سکھی ہے کہ مسمٰی خوشحال سندھو جاٹ کاہنا کا رہنے والا ایک غریب و مفلس آدمی تھا اور ایسی ناداری اس پر طاری تھی کہ اکثر اوقات گزارہ اس کا گدائی و دریوزہ گری کے ذریعے سے ہوتا تھا ۔ اس کے دو بیٹے تھے ؛ ایک جے سنگھ اور دوسرا چندہ سنگھ ۔ ان میں جے سنگھ ، جس کا نام اول جے چند تھا ، بڑا اولوالعزم و صاحبِ داعیہ نکلا ۔ اس نے چاہا کہ کسی طرح مفلسی و فاقہ کشی کے عذاب سے نکل کر ہاتھ پاؤں ہلائے ، شاید کہ خدا مہربان ہو ، مشکل آسان ہو ۔ اسی فکر میں تھا کہ یکایک سکھوں کی فتح اور فیروزی کا آوازہ عالم گیر ہوا ۔ اس نے بھی چاہا کہ میں سکھ بنوں اور زمانے کو لوٹ کھاؤں ۔ یہ ارادہ اس نے دل میں مصمم کر لیا اور سردار کپور سنگھ فیض اللہ پوریہ کی خدمت میں جا کر اس نے پاہل لی اور سکھ بن گیا ۔ اس کی مثل کے ہمراہ ہو کر رہزنی و غارت گری کرنے میں سرگرم ہوا اور بہ سبب کمال جرأت و بہادری اپنی کے اپنے ہمسروں اور ہم چشموں سے بڑھ گیا ۔ ہوتے ہوتے جب بہت سے آدمی اپنی بستی کے بھی اس نے سکھ بنا کر اپنے ساتھ شامل کر لیے تو اپنی مثل اس نے الگ بنا لی اور دور دور جا کر پے در پے ڈاکے مارے ۔ بڑے بڑے قصبے اور گاؤں لوٹے اور خوب جمعیت بہم پہنچائی ۔

جب سلطنت شاہان دہلی اور کابل کی پنجاب سے بالکل نیست و نابود ہو گئی تو اس نے بھی بہت سا ملک اور سکھوں کی طرح دامن کوہ شالی کا دبا لیا اور خیالات اس کے بہت بلند ہوگئے - چوں کہ اس وقت مہاراجہ سنسار چند والی کوہستان بھی اپنے علاقے کی حدود بڑھانے میں مصروف تھا اور مہاراجہ مذکور قلعہ کانگڑہ پر سہم کر کے چاہتا تھا کہ کسی طرح کانگڑہ ، میرے تصرف میں آ جائے مگر نواب سیف علی خاں قلعدار کانگڑہ ، جو سلاطین چغتائی کے وقت سے قلعے پر قابض تھا ، اس کو قلعے پر قابض ہونے نہیں دیتا تھا اور مدت محاصرے کی آٹھ ماہ تک طول کھینچ گئی تھی ، اس واسطے مہاراجہ سنسار چند نے سردار جے سنگھ کنہیا کو اپنی امداد پر بلایا - یہ فی الفور اپنی مثل کے سوار ہمراہ لے کر کانگڑے جا پہنچا - اس کے وہاں پہنچتے ہی خبر آئی کہ نواب سیف علی خاں قلعدار بہ قضائے الٰہی مر گیا ہے - یہ خبر سن کر جے سنگھ نے قلعے والوں کو بہت ڈرایا اور دھمکایا اور سیف علی خاں کے بیٹے جیون خاں کو طمع دینا کر کے قلعہ خالی کرا لیا - قلعے کے خالی ہوتے ہی سردار جے سنگھ خود قلعے پر قابض ہو بیٹھا اور مہاراجہ سنسار چند کو صاف جواب دے دیا -

چونکہ جمعیت سردار جے سنگھ کی مہاراجہ سنسار چند کی سپاہ سے اس وقت زیادہ تھی ، علاوہ اس کے قلعے میں اس نے اپنا قرار واقعی قبضہ کر لیا تھا ، سنسار چندر بہ حالت لاچاری خاموش رہا - یہ ترقی و جاہ و جلال سردار جے سنگھ کا دیکھ کر سردار جسّا سنگھ رام گڑھیہ کو کمال حسد ہوا اور اس کے علاقے سے مزاحمت کرنی شروع کی - جے سنگھ نے اس پر بھی فوج کشی کی اور لڑائی میں اس کو شکست دے کر اس کو ستلج پار اُتار دیا - جب رام گڑھیوں کا علاقہ بھی تمام و کمال جے سنگھ کے قبضے میں آ گیا تو جے سنگھ کمال مغرور ہو گیا اور بابت حصہ مال و اسباب غارت شہر جموں سردار مہان سنگھ ، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے باپ کے ساتھ خصومت شروع کی - اگرچہ یہ دعویٰ اس کا سچا تھا کہ اس نے مہان سنگھ کی ہمراہی میں شہر جموں کو لوٹا تھا اور غارت کر کے پورا حصہ نہ پایا تھا مگر سردار مہان سنگھ کو اب وہ حصہ دینا مشکل ہو گیا - پہلے تو مہان سنگھ نے جے سنگھ کی بہت خوشامد کی اور چاہا کہ کسی طرح یہ اپنے دعوے سے باز آ جائے - جب چاپلوسی زبانی سے کام نہ نکلا تو جنگ کی تیاری کی اور سردار جسّا سنگھ رام گڑھیہ کو ستلج پار سے اپنی امداد کو طلب کیا اور مہاراجہ سنسار چند سے بھی دوستی کر لی - اب دو دشمن قوی زورآور اور تیسرا مہان سنگھ ، جے سنگھ کی سرکوبی پر مستعد ہو گئے -

یہ خبر جب جے سنگھ نے سنی ، مسمی گور بخش سنگھ دودیہ کو ، جو اس کا مصاحب تھا ، فوج دے کر بھیجا کہ جسّا سنگھ رام گڑھیہ کا راستہ روک کر اس کو اس طرف آنے نہ دیوے - وہ ستلج پار اُتر گیا اور قریب پٹیالہ کے دونوں میں لڑائی ہوئی - لڑائی میں گور بخش دودیہ مارا گیا - دوسری لڑائی اُس کی جے سنگھ کے بیٹے گور بخش سنگھ سے اس کے ملک کی سرحد پر ہوئی - اس لڑائی میں دوسرا گور بخش سنگھ ، یعنی جے سنگھ کا بیٹا ، بھی قتل ہوا - ادھر تو یہ حال گزرا اُدھر مہاراجہ سنسار چند نے پہاڑ سے اُتر کر جے سنگھ کے علاقے کی ضبطی شروع کی - جب جے سنگھ پر چاروں طرف سے دشمنوں کا ہجوم ہو گیا تو سخت گھبرایا اور کوئی چارہ بن نہ آیا ، سوائے اس کے کہ قلعہ کانگڑہ مہاراجہ سنسار چند کو دے کر راضی کر لے - چنانچہ فی الفور اس نے قلعہ مہاراجہ سنسار چند کو دے دیا اور اُس کی مزاحمت سے رہائی پائی اور مہان سنگھ کے بیٹے رنجیت سنگھ کے ساتھ ، جو آخر مہاراجہ رنجیت سنگھ والیِ پنجاب ہوا ، اپنی پوتے گور بخش سنگھ کی بیٹی مسمات مہتاب کنور کا ، جو سدا کنور کے پیٹ سے تھی ، ناطہ کر کے اس سے بھی صلح کر لی - سردار مہان سنگھ نے انھی ایام میں اپنے فرزند رنجیت سنگھ کی شادی مہتاب کنور سے کر لی اور باہم دو سرداروں کے کمال اتحاد پیدا ہو گیا - اس وقت مہان سنگھ نے صلح اس شرط پر کی تھی اور ناطہ لیا تھا کہ سردار جسّا سنگھ رام گڑھیہ بھی بہ دستور اپنے علاقے پر قابض و متصرف ہو جائے - چنانچہ وہ ہو گیا - اگرچہ سردار جے سنگھ نے ان تدابیر سے آتشِ فتنہ و فساد کو سرد کیا اور دشمنوں کے پنجے سے رہائی پائی مگر شعلۂ غم و الم اپنے بیٹے گور بخش سنگھ مقتول کا ، جو بڑا جوان مرد و بہادر و لائق کار تھا ، اس کے سینے میں ایسا مشتعل تھا کہ فرو ہونا اس کا مشکل تھا - اگرچہ دو بیٹے اس کے اور بھی مسمیان ندھان سنگھ و بھاگ سنگھ تھے مگر وہ لیاقت سرداری و حکمرانی کی نہ رکھتے تھے - اس غم و الم میں اس نے سمت ۱۸۱۹ مطابق ۱۲۲۷ ہجری میں رحلت کی - اس کے مرنے کے بعد رانی سدا کنور زوجۂ گور بخش سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ساس اس کے مقبوضہ علاقے پر قابض و متصرف رہی - جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور پر یورش کی تو رانی سدا کنور مع اپنی فوج کے اس کے ہمراہ تھی اور مدتِ دراز تک اُس کی مدد و معاون رہی - آخر باہم نااتفاق ہو گئی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس کا علاقہ مکیریاں وغیرہ ضبط کر کے اس کو قید میں رکھا اور وہ قید ہی میں مر گئی اور خاندان سرداران کھنیا کا نیست و نابود ہو گیا :

خدا باقی ہے اور دنیا ہے فانی نہیں یہ ملک ملکِ جاودانی

زمانہ جب گزر جائے گا تیرا   فقط رہ جائے گی باقی کہانی

چوتھی مثل لکیوں سکھوں کی :

اس مثل کا ابتدائی حال اس طرح پر لکھا ہے کہ ہیرا سنگھ قوم جاٹ گوت سندھو ایک غریب مفلس آدمی کا بیٹا تھا اور محنت و مزدوری پر گزارۂ معاش تھا۔ جب مزدوری نہ ملتی تو گدائی سے کام چلا لیتا۔ موضع بھڑوال سابق پرگنہ فرید آباد حال پرگنہ چونیاں واقع ملک لکہ میں اس کی سکونت تھی۔ جب وہ عیال دار ہوا اور گھر کے آدمی بڑھ گئے تو ان کا پیٹ اس کی محنت و مزدوری اور گدائی سے بھرتا نہ تھا۔ ایک ہفتے میں چار دفعہ فاقہ ہوتا تھا جب اس سے کوئی صورت بن نہ پڑی اور اس نے دیکھا کہ سینکڑوں آدمی سکھ بن کر رہزنی کرتے ہیں اور آسودہ حال ہو جاتے ہیں، میں بھی سکھ بن جاؤں اور رہزنی پر کمر باندھ لوں۔ بارے کھانا تو فراغت سے ملے گا اور پیٹ بھر کر خود بھی کھاؤں گا اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی کھلاؤں گا اور فاقہ کشی کے عذاب سے چھوٹوں گا۔ اس ارادے پر اس نے پاہل لی اور سکھ بن گیا۔ اپنے گاؤں کے ہم عمر بھی بہت سے آدمی اپنے ہمراہ کرلیے اور ڈاکہ مارنا شروع کیا۔ پہلے پہلے تو نزدیک نزدیک کے گاؤں رات رات لوٹے، پھر آگے قدم بڑھایا اور دور دور کے ملکوں کو لوٹنے لگے۔ دن بہ دن ستارہ بخت کا چمکتا گیا۔ دولت نے اپنا چہرہ اُس کے گھر کی طرف کر لیا۔ جب مال و دولت بہت سا چند سال میں جمع کر لیا تو گھر کے ملازم گھوڑ چڑھے نوکر رکھے اور سوار و پیادہ لشکر معقول بہم پہنچایا۔ حکومت اپنی کل علاقے پر قائم کر لی۔ پھر آگے قدم بڑھایا اور دریائے ستلج کے کنارے کنارے دور دور تک ملک فتح کیا اور فرمان فرمائے ملک لکہ ہو گیا اور بڑے استحکام کے ساتھ ریاست قائم کی۔ چونکہ اسی علاقے میں ریاست و جاگیر شیخ سبحان قریشی سجادہ نشین خانقاہ فریدگنج شکر چشتی کی واقع تھی اور ان کے علاقے میں گاؤکشی کا رواج تھا، یہ بات ہیرا سنگھ پر ناگوار گزری اور بڑی جمعیت کے ساتھ پاک پتن پر یورش کی۔ عین معرکے میں ایک ایسی گولی ہیرا سنگھ کے مغز میں لگی کہ سر پاش پاش ہو گیا۔ ہیرا سنگھ کے مارے جانے کے بعد لشکر اس کا بھڑوال کو واپس چلا گیا۔

اگرچہ شیخ سبحان نے چار ہزار سوار کے ساتھ ان کا تعاقب کیا مگر وہ دستیاب نہ ہوئے۔ ہیرا سنگھ مقتول کا بیٹا دل سنگھ نام اس وقت خرد سال تھا، اس واسطے ناہو سنگھ برادر زادہ اس کا قائم مقام اس کا ہوا۔ اس کی مسند نشینی

کو نو ماہ ہی گزرنے پائے تھے کہ تپ دق کے آزار میں گرفتار ہوکر مر گیا۔ اس کے پیچھے وزیر سنگھ نام نابر سنگھ کا چھوٹا بھائی مالک ہوا۔ اس مثل کے ذیلداروں میں سے ایک شخص سردار چتر سنگھ نام تھا۔ اُس سردار کی دختر دل سنگھ خرد سال ہیرا سنگھ مقتول کے بیٹے سے منسوب تھی۔ اتفاقاً وہ چتر سنگھ مر گیا۔ دل سنگھ خرد سال داماد اس کا اُن کی نصف ریاست کا حق دار تھا، لیکن وزیر سنگھ نے اس کی ریاست پر بھی قبضہ کر لیا اور دل سنگھ کو، جو ہیرا سنگھ بانیِ مثل کا بیٹا تھا، بالکل محروم کردیا اور نصف ریاست باقی ماندہ کا حق دار اس کا بڑا بیٹا بھگوان سنگھ تھا۔ جب وہ جانشین ہوا تو وزیر سنگھ نے اس پر بھی فوج کشی کر کے اس کو مطیع کیا اور کچھ تھوڑا ملک بھگوان سنگھ اور اس کے دونوں چھوٹے بھائیوں گیان سنگھ و خزان سنگھ کو بطورِ مدد معاش دے دیا۔

یہ لڑکے کچھ بہت ہوشیار نہیں تھے۔ ان کے علاقے کا کاروبار ان کے اہلکار انجام دیتے تھے۔ بھگوان سنگھ نے اپنی بیٹی راجکوراں کو (جس کے پیٹ سے مہاراجہ کھڑک سنگھ پیدا ہوا) مہاراجہ رنجیت سنگھ، مہان سنگھ کے بیٹے کے ساتھ منسوب کردیا اور سردار مہان سنگھ کو اپنا مددگار بنایا۔ چونکہ عداوت سخت درمیان وزیر سنگھ اور بھگوان سنگھ کے برپا تھی آخر وزیر سنگھ کے ہاتھ سے بھگوان سنگھ مارا گیا اور اس کا چھوٹا بھائی گیان سنگھ اس کی جگہ بیٹھا۔ اور انھی ایام میں وزیر سنگھ کو دل سنگھ بانیِ مثل کے بیٹے نے قتل کر دیا مگر دل سنگھ بھی قتل گاہ سے جانے نہ پایا، اُسی دم اور اسی مقام پر اُس کو وزیر سنگھ کے نوکروں نے قتل کر دیا۔ غرض وزیر سنگھ اور دل سنگھ دونوں ایک ہی دن کھیت رہے۔ مُہر سنگھ و مُہر سنگھ دو بیٹے وزیر سنگھ کے باقی رہے اور بعد مرنے گیان سنگھ کے خزان سنگھ اس کا چھوٹا بیٹا جانشین ہوا اور کانھا سنگھ، گیان سنگھ کا بیٹا کہ بہت ہی چھوٹا تھا، اس کے زیرِ حکم رہا۔ آخرالامر مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر نے نکہ پر فتح یاب ہو کر سب سرداران کا ملک ضبط کر لیا اور منجملہ سب ملک کے بارہ ہزار روپے کی جاگیر تو خزان سنگھ و کانھا سنگھ کو عطا کی اور کچھ تھوڑا علاقہ مہر سنگھ، وزیر سنگھ کے بیٹے کے لیے مقرر کیا۔ اب چند سال ہوئے ہیں کہ کانھا سنگھ سردار بھی بہت ضعیف ہو کر مر گیا ہے۔ اس کے بیٹوں کے لیے اب کچھ گزارہ سرکار انگریزی سے مقرر ہے جس سے وہ پرورش پاتے ہیں۔

پانچویں مثل آلو والیوں کی :

مورخانِ صادق الاقوال اس مثل کی بنیاد کا حال اس طرح پر بیان کرتے ہیں کہ موضع آلو ، جو لاہور سے جانبِ شرق مائل بہ جنوب فاصلہ* چھ کوس پر واقع ہے ، اس میں ایک شخص بھاگو نام نہایت مفلس و پریشان حال رہتا تھا ۔ پہلے وہ اپنے ہی گاؤں میں شراب فروشی کی دوکان کرتا رہا ۔ جب وہاں کام نہ چلا اور تنگ دستی نے بہت ستایا تو اس نے لاہور کے حصار کے باہر کی آبادی میں بہ محلہ تیل پورہ و گنج ، جہاں اب بعدِ ویرانیِ شہرِ بیرونی کے موضع گنج آباد ہے ، دوکان شراب فروشی کی جاری کی اور چند مدت یہ کام کرتا رہا ۔ مگر اس میں بھی اس کا گزارہ نہ چلا اور سخت ناچار ہوگیا ۔ اُس وقت اس نے دیکھا کہ سکھوں کا کام بہت ترقی پر ہے اور وہ جدھر جاتے ہیں ، ملکوں کے ملک لوٹ کر لے آتے ہیں ، کوئی اُن کو منع کرنے والا نہیں ہے ۔ میں بھی سکھ بن جاؤں اور قزاقی و رہزنی کرکے آسودہ حال ہوں ۔

اس خیال پر اس نے اپنا تمام دوکان کا اسباب فروخت کرکے ایک گھوڑا مول لے لیا اور بمقام فیض اللہ پور سردار کپور سنگھ کے پاس جا کر پاہل لی اور سکھ بنا اور اُس کی مثل کے ہمراہ ہو کر رہزنی و غارت و تاراج میں مصروف ہوا ۔ چونکہ آدمی چست و چالاک و ہوشیار تھا ، تھوڑے ہی عرصے میں ایک چھوٹی سی جماعت کا سردار ہو گیا ۔ روز بروز اُس کو یہ خیال پیش نہاد خاطر تھا کہ کسی طرح بہت سے آدمی لائق اپنے ہمراہ لے کر ایک معقول مثل کا سردار بن جاؤں ۔ دو سال کے عرصے میں اس نے بہت سے آدمی اپنے گاؤں اور گرد و نواح کے دیہات کے اپنے ساتھ شامل کرکے جمعیت معقول بہم پہنچائی ۔ سردار کپور سنگھ فیض اللہ پوری بھی اُس پر کمال مہربان تھا کہ بھاگ سنگھ ہر کام میں اس کی رضا مندی کو مقدم جانتا تھا ۔ ایک روز کپور سنگھ ، بھاگ سنگھ کے گھر گیا ۔ وہاں اس نے بھاگ سنگھ کی بہن کو جو بیوہ تھی دیکھا کہ پاہل لے کر سکھنی ہوئی ہے اور رباب لے کر گورو کی بانیاں بہ آوازِ خوش گا رہی ہے ۔ کپور سنگھ کو اُس کی آواز بہت خوش معلوم ہوئی اور یہ عبادت و عمل اس کا اس نے بہت پسند کیا ۔ اس پر مہربان ہو کر پہلے تو اُس کو کچھ نقد روپیہ انعام دیا اور پوچھا کہ تیرے گھر میں کوئی اولاد بھی ہے یا نہیں ۔ اُس نے جسّا سنگھ اپنے بیٹے کو اس کے روبرو کیا ۔ چونکہ وہ خوبصورت لڑکا تھا ، اس کو دیکھ کر کپور سنگھ بہت خوش ہوا اور کہا کہ اس لڑکے کو ہمارے ساتھ کر دے ، ہم اس کی پرورش کریں گے ۔ چند روز

---

۱۰ [illegible] ۔

میں یہ بڑا جوانمرد سپاہی اور سردار بن جائے گا۔ یہ تقریر سن کر اس عورت نے اپنے بیٹے جسا سنگھ کی بانہہ کپور سنگھ کے ہاتھ میں دے دی اور اس کے ساتھ کردیا۔ وہ اس کو اپنے ہمراہ لے گیا اور کمال پرورش کی نظر اس پر رکھی اور تھوڑے عرصے میں اپنی ریاست میں اس کو صاحبِ اختیار کردیا۔ یہاں تک کہ بھاگ سنگھ اُس کے ماموں سے بھی اس کا رتبہ بڑھ گیا۔

آخر جب بھاگ سنگھ مر گیا اور اس کا کوئی صلبی بیٹا وارث نہ رہا تو جسا سنگھ ہی اس کا وارث قرار پایا اور کل جائداد اندوختہ بھاگ سنگھ کی جسا سنگھ کو ہی مل گئی۔ پھر تو یہ ایک سردار صاحبِ دولت بن گیا۔ چونکہ جسا سنگھ نہایت دانا و لئیق آدمی تھا، اپنی کمال ہوشیاری و لیاقت کے سبب سے نواب آدینہ بیگ خاں ناظم و حاکمِ دوآبہ بست جالندھر کا مقرب و مصاحب بن گیا اور جب تک آدینہ بیگ خاں زندہ رہا۔ اس کی مصاحبت میں رہ کر بڑی عزت و اقتدار بہم پہنچایا۔ جب آدینہ بیگ خاں مر گیا اور سکھوں نے ملک گیری شروع کی تو جسا سنگھ نے اول سرہند کی طرف کچھ فتوحات حاصل کیں اور شہر فتح آباد وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔ پھر ایک چھوٹی سی لڑائی میں کپور تھلہ اور ملک متعلقہ کپور تھلہ کا رائے ابراہیم بھٹی سے چھین کر اپنے تحت میں کرلیا اور بہت اعلیٰ استعداد بہم پہنچائی۔ دولت، لشکر، فوج، خزانہ، ملک ہر ایک چیز اس کے پاس موجود ہو گئی۔

ایک مرتبہ احمد شاہ درانی جب ولایتِ کابل کو اُلٹا جاتا تھا اور دو ہزار دو سو عورت ہندو ہندوستان کے ملک سے پکڑ کر اپنے ہمراہ وہ قید کیے ہوئے لیے جا رہا تھا، یہ بات سکھوں پر ناگوار گذری مگر کسی کو یہ حوصلہ نہیں ہوتا تھا کہ بادشاہ کے پنجے سے ان قیدیوں کو چھڑا لائے۔ اس وقت جسا سنگھ نے جواں مردی کی اور احمد شاہ کی فوج پر اپنی جمعیت کے ساتھ رات کو جا پڑا اور تمام عورتوں کو چھڑا کر لے آیا اور ہر ایک کو خرچ دے کر اُن کے گھروں میں پہنچا دیا۔ یہ عمل نہایت اچھا جسا سنگھ سے سرزد ہوا جس سے اُس کی تمام پنجاب میں ناموری ہو گئی اور ہر ایک کے دل میں اُس کی جواں مردی و بہادری کا رعب سما گیا۔ جب سردار جسا سنگھ مر گیا تو اُس کا صلبی بیٹا وارث ریاست کا کوئی نہ رہا۔ صرف مہر سنگھ و بھاگ سنگھ رشتہ دار رہ گئے۔ ان میں سے سردار جے سنگھ کہنیا کی تجویز سے بھاگ سنگھ گدی نشین ہوا۔ یہ شخص بھی نہایت لئیق و دانا و جواں مرد آدمی تھا۔ جب اس نے بھی عالمِ فانی سے ملک جاودانی کو سفر کیا تو اس کی جگہ سردار فتح سنگھ جانشین ہوا۔ یہ سردار

نہایت دانا و صاحبِ عقل و ہوش تھا۔ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ کمال دوستی پیدا کی اور ہر ایک مہم میں اس کا حامی و مددگار رہا، کبھی نافرمانی نہ کی۔ فتوحات ملک پنجاب، جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کو نصیب ہوئیں، سردار فتح سنگھ نے اس میں کمال جان فشانیاں کیں اور اپنی فوج ہر ایک مہم کے مقابلے پر رکھی۔

جب دریائے ستلج حدِ فاصل درمیان علاقۂ پنجاب اور علاقۂ سرکار انگریزی کے قائم ہوگیا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی نیت اس کی طرف سے بھی بدل گئی اور چاہا کہ اس کو بھی اس علاقے سے بے دخل کر دیا جائے مگر اس کو وقت پر خبر ہو گئی اور کپور تھلہ سے صاحبانِ انگریز کے علاقے میں چلا گیا۔ چونکہ علاقہ متعلقہ اس ریاست کا انگریزی عمل داری میں بھی جمعی پانچ لاکھ کا موجود تھا، صاحب ایجنٹ نواب گورنر جنرل کے یہاں سے ایک خط مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نام جاری ہوا کہ چونکہ علاقہ سردار فتح سنگھ آلووالیہ کا سرکار انگریزی کے علاقے میں بھی جمعی پانچ لاکھ روپیہ کا موجود ہے، آج کی تاریخ سے وہ زیرِ حمایتِ سرکار انگریزی تصور کیا گیا ہے۔ مہاراجہ صاحب بہادر والیٔ پنجاب کو اختیار نہ ہوگا کہ وہ اس کے علاقے واقع دوآبۂ جالندھر پر بھی دست اندازی کرے بلکہ رابطۂ محبت و اتحاد، جو فی مابین ہر دو سرکار ذوی الاقتدار ہے، مقتضی اس بات کا ہے کہ مہاراجہ صاحب بہادر بھی اس کو بہر نوع من الانواع اپنے دربار سے محفوظ و مامون تصور فرمائیں اور کوئی امر ایسا وقوع میں نہ لائیں جس سے دوستانِ محبت کیش کی دل شکنی ہو۔

جب یہ تحریر سرکار انگریزی کی مشتہر ہو گئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کے علاقے کی دست اندازی سے باز آیا۔ یہ واقعہ ۱۸۲۶ عیسوی میں گذرا۔ بعد استحکام اس امر کے سردار فتح سنگھ پھر اپنی ریاست کپورتھلہ میں آ گیا۔

سردار فتح سنگھ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا نہال سنگھ جانشین ہوا۔ اس لئیق سردار نے اپنی ریاست کے کاروبار میں نہایت مصروفیت ظاہر کی اور بڑی بڑی عمارتیں کپورتھلہ میں بنوائیں۔ اُس کے وقت میں فی مابین فوج سکھی اور صاحبان انگریز کے جنگ ہوئی۔ اگرچہ اس کا ارادہ مصمم تھا کہ کپورتھلہ کو چھوڑ کر ستلج پار کے ملک میں چلا جائے اور سکھوں کے شامل ہو کر سرکار انگریزی کی طرف سے مطعون نہ ہو، مگر اس کی فوج نے کہ تمام و کمال سکھ تھے، یہ بات منظور نہ کی اور کہا کہ ہم ایسے وقت میں اپنی قوم کی ہمراہی نہیں چھوڑتے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ فوج نے جلو خانہ سردار کا گھیر لیا اور توپیں

رکھ دیں - اور سوال کیا کہ سردار کو سکھوں کی ہمراہی سے غلام محمد وزیر باز رکھنا ہے ، وزیر کو ہم ضرور قتل کر ڈالیں گے - اگر سردار ان کی حمایت کرے گا تو اس کے بھی ہم دشمن ہیں - جب سردار نہال سنگھ فوج کے ہاتھ سے نہایت تنگ آیا اور جانا کہ اب فوج وزیر کی رفاقت میں مجھ کو بھی قتل کر دے گی تو وزیر کو رخصت کیا - وزیر غلام محمد المتخلص بہ غلامی نہایت لئیق و شاعر و عالم و فاضل و صاحبِ تدبیر مشیر تھا - اگرچہ داہنا ہاتھ اس کا بیکار تھا مگر وہ بائیں ہاتھ سے ایسا خوش خط لکھتا تھا کہ اپنا ثانی خوش خطی میں نہیں رکھتا تھا -

جب وزیر کو سردار نے فوج کے بلوے کے وقت نہایت افسوس اور حسرت کے ساتھ رخصت کیا تو وہ برہنہ تلوار بائیں ہاتھ میں لے کر میدان میں تنہا آیا اور سکھوں کو آواز دی کہ میں ایک ہاتھ کا مالک ہوں ، ایک ایک شخص میرے ساتھ لڑنے کے واسطے آ جائے - یہ بات سن کر ایک جوان سکھ اکال اکال کرتا ہوا اس پر آ پڑا مگر وزیر نے ایک ہی تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کیا - اسی طرح چند سکھوں کا کام وزیر نے جب تمام کیا تو سکھوں نے مل کر بندوقیں اس پر جھونک دیں اور وہ نمک حلال وزیر لاحق و بے موجب شہید ہو گیا - اس کو قتل کر کے فوج کا بلوہ موقوف ہوا - جب صاحبانِ انگریز بہادر فتح یاب ہوئے اور سکھانِ لاعاقبت اندیش میدان سے بھاگ کر اپنے اپنے گھروں میں آ گئے تو آن روئے دریائے ستلج پار کا کل علاقہ ، جو اس ریاست کے متعلق تھا ، ضبط کر لیا - صرف وہ علاقہ جو دوآبہ بست جالندھر میں واقع تھا ، باقی رہ گیا -

اس وقت سردار نہال سنگھ نے بہت سے عذرات کیے ، اور فوج کے بلوے اور وزیر کے قتل کا اظہار کیا مگر نواب گورنر جنرل بہادر نے ان عذرات کو فضول جان کر کچھ سماعت نہ کی - بروقت واگزاری علاقہ کپورتھلہ کے نواب گورنر جنرل بہادر کے حضور سے سردار نہال سنگھ کو راجگی کا خطاب ملا - اور جگراؤں کا ملک واقع شرق دریائے ستلج بالکل اس رئیس کے تصرف سے نکل گیا اور پانچ لاکھ کا علاقہ ، جو دوآبہ بست جالندھر میں باقی رہا ، اس میں سے ایک لاکھ بتیس ہزار روپیہ نقد سالانہ رئیس کی طرف سے سرکار انگریزی کو نقد دینا قرار پایا -

جب راجہ نہال سنگھ فوت ہوا تو اس کا بڑا بیٹا مہاراجہ رلدھیر سنگھ جانشین ہوا - یہ شخص سرکار انگریز بہادر کا کمال خیر خواہ تھا - ۱۸۵۷ء میں جب فوج انگریزی بگڑ گئی اور تمام اقلیم ہندوستان میں سخت فساد برپا ہوا اور

ہزاروں انگریزوں کو مفسدوں نے قتل کر ڈالا ، اُس وقت یہ لئیق اور وفادار رئیس اپنی فوج کے سمیت خدمت میں حاضر ہوا اور بڑے بڑے کام کیے - بعد انتظام سرکار انگریزی نے اس کی کمال قدردانی کی اور لکھنؤ کے علاقے میں اس کو ایک لاکھ روپے سالانہ کی زمینداری نصف جمع پر بہ صیغہ استمراری عطا فرمائی اور پچیس ہزار روپیہ سالانہ زر باج مقررہ سے کم کیا گیا اور ایک لاکھ بتیس ہزار روپیہ ایک سال کا ، جو بہ ذمہ ریاست واجب الادا تھا ، بالکل معاف ہوا اور دس ہزار روپے کا خلعت برسر دربار بہ کمال عزت و احترام نواب گورنر جنرل بہادر نے رئیس کو مرحمت کیا - علاوہ اس کے جاگیر جمعی پچیس ہزار روپیہ سالانہ اسمی راجہ نہال سنگھ ، جو علاقہ دوآبہ باری میں اس کے حین حیات تک واگزار تھی اور بعد وفات اس کے ۱۸۵۲ع سے ضبط ہو چکی تھی ، وہ بھی دوبارہ بنام راجہ رندھیر سنگھ واگزار و معاف ہوئی اور مہاراجہ کا خطاب ملا - ۱۸۶۹ع میں مہاراجہ رندھیر سنگھ بہ عزم سیر ولایت انگلینڈ جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہوا - جب جہاز شہر عدن تک پہنچا ، مہاراجہ بیمار ہو کر مر گیا - اس کے مرنے کے بعد راجہ کھڑک سنگھ اس کا بڑا بیٹا جانشین ہوا اور وہ اب تک گدی پر موجود ہے -

چھٹی مثل ڈلی والے سکھوں کی :

بانی اس مثل کا سب سے اول مسمیٰ گلابا کھتری تھا جو موضع ڈلی وال میں دکان بقالی کی کرتا تھا - ایک رات اس کی دکان چوروں نے نقب لگا کر لوٹ لی اور تمام مال و اسباب و سامان نقد و جنس اس کا چرا کر لے گئے - جب یہ مفلس محض رہ گیا تو اس نے چاہا کہ دوبارہ کچھ روپیہ بہم پہنچا کر دکان جاری کرے مگر روپیہ اس کو کہیں سے نہ ملا - بہ حالت ناچاری پاہل لے کر سکھ بن گیا اور غارت و رہزنی پر کمر باندھ لی - دس بیس آدمی خالہ بہ دوش ادھر اُدھر کے اس کے شامل ہو گئے اور نزدیک نزدیک کے گاؤں پر اس نے دست اندازی شروع کی - چونکہ موضع مسکن اس کا ڈیرہ بابا نانک کے قریب اور دریائے راوی کے کنارے پر واقع ہے اور موضع بوڑا ڈلا بھی اس کو کہتے ہیں ، دیہات قرب و جوار کے زمیندار اس کی دست اندازی سے تنگ آ گئے اور سب نے مل کر بابا نانک کے ڈیرے جا کر وہاں کے مسند نشین کے پاس اس کی فریاد کی - اس نے اس کو روبرو بلایا اور ممانعت کی کہ اگر تم سکھ ہوئے ہو اور غارت پر کمر باندھی ہے تو اپنے ہمسایوں کو مت لوٹو ، دور دور کے علاقوں میں تمھارا اختیار ہے - پھر تو گلاب سنگھ نے دور دور کے ملکوں میں گردش و غارت شروع کی اور پانچ

چار برس میں اچھی خاصی جمعیت بہم پہنچائی - جب مر گیا تو کوئی صلبی بیٹا اس کا موجود نہ تھا ، اس واسطے اس کے مصاحبوں میں سے ایک شخص تارا سنگھ نام جس کا خطاب غیبہ تھا جانشین ہوا - یہ شخص اول موضع ہوڑا ڈلی کا گڈریا یعنی مال مویشی چرانے والا تھا اور گزارہ اس کا باپ دادا سے اسی پر تھا - یہ تمام گاؤں کے مویشی دن بھر جنگل میں چراتا اور زمینداروں سے اس کے عوض میں غلہ لے کر گزر اوقات کرتا - جب گلابا نے غارت گری شروع کی تو یہ اپنا کام چھوڑ کر اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور خوب وسعت بہم پہنچا کر امیر بن گیا - گلاب سنگھ کے مرنے کے بعد یہ اپنی ہوشیاری و جواں مردی کے سبب سے اس مثل کا سردار بن گیا - چونکہ غیبہ بہ زبان پنجابی ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو بے سمجھے بوجھے باتیں منہ سے نکالے اور ہر وقت بک بک کرتا رہے ، اس سردار کو بھی اس صفت سے موصوف دیکھ کر اس کا خطاب غیبہ مقرر کردیا گیا - یہ خطاب اس کا ایام مفلسی سے مقرر تھا - پہلے اس کے گھر کی بکریوں کا گلہ بہ قدر ایک سو بکری کے تھا اور گاؤں کا مال علاوہ اس کی تحویل میں رہتا تھا - گلاب سنگھ کے کہنے سے اس نے بکریاں فروخت کر ڈالیں اور ایک رہوار گھوڑا خریدا اور پاہل لے کر سکھ بن گیا -

جب سرداران بھنگی نے قصور پر یورش کی اور حسین خاں قصور کا حاکم مارا گیا اور قصور غارت ہوا تو یہ بھی مع گلاب سنگھ کے ان کے ہمراہ تھا - اس کو قصور کی غارت سے بڑا مال حاصل ہوا - یہاں تک کہ علاوہ مال نقد کے چار لاکھ روپے کا تو زیور اس کو ملا - اس واسطے اس نے اپنی مثل علیحدہ قائم کر لی اور اپنے خویش و اقربا اس نے سب سکھ بنا کر اپنے ساتھ شامل کر لیے بلکہ گوہر داس چودھری موضع گنگ کو ، جو ایک موضع غربی کنارے دریائے ستلج کے واقع ہے ، اپنے ساتھ ملا کر سکھ بنا لیا -

جب گوہرداس سکھ بن کر گوہر سنگھ ہوا تو اس کے ساتھ اس کا تمام گاؤں بھی سکھ ہو گیا اور سب نے تارا سنگھ کی رفاقت پر کمر باندھ لی اور تارا سنگھ کی مثل میں دس ہزار سوار جرار ہو گیا - جب سکھوں نے باہم اتفاق کر کے سرہند کو لوٹا اور ایسے بڑے شہر کو ، جو بعد بربادی بندا بیراگی کے دوبارہ آباد ہو گیا تھا ، بیخ سے اُکھاڑ دیا تو وہاں سے بھی اس نے بڑا خزانہ پایا - جب وہاں سے لوٹ کر آیا تو بہت علاقے فتح آباد وغیرہ پر قابض و متصرف ہو گیا - پھر تو حاکم با استقلال و فرمان فرمائے خود مختار بن گیا - مدت تک حکومت کرتا رہا - سات ہزار سوار اس نے اور ملازم رکھے - آخر جب نیّر اقبال مہاراجہ رنجیت سنگھ

کا چمکا اور ترقی پر ترقی نصیب ہوئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار فتح سنگھ آلو والیہ کے نام حکم جاری کیا کہ تارا سنگھ غیبہ کو مغلوب کر کے اس کا ملک شامل ممالکِ محروسہ کے کرے۔

چنانچہ سردار فتح سنگھ نے اپنی فوج اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج کے ساتھ اس پر یورش کی۔ اگرچہ اس وقت اس کے پاس بھی بہت فوج تھی مگر ڈر گیا اور مقابلے سے بھاگ نکلا۔ کل علاقہ اس کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کی قلم رو میں داخل ہوا۔ چند ماہ کے بعد وہ تو اسی غم و غصہ میں مر گیا اور اس کے بیٹے دو، سندھا سنگھ و چندا سنگھ، مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر کی خدمت میں حاضر آئے۔ مہاراجہ نے بہ نظرِ پرورش چند گاؤں ان کے گزارے کے لیے مقرر کر دیے، مگر چند ماہ کے بعد بابا بکرم سنگھ بیدی نے دو گاؤں ان کی جاگیری کے بھی ضبط کر لیے اور مہاراجہ نے بہ خاطرداری بابا بکرم سنگھ کے خاموشی اختیار کی اور اس مثل کی دولت مندی بہ اختتام پہنچی۔

ساتویں مثل نشان والوں سکھوں کی:

اس مثل کے بانی مبانی دو کس مسمیان سنگت سنگھ اور مہر سنگھ قوم جاٹ تھے جنھوں نے آں روے دریاے ستلج کے علاقے میں قتل و غارت کا بازار گرم کر کے وسعت و دولت بہم پہنچائی۔ دس ہزار سوار کا مجمع اس مثل میں تھا اور بہت دور دور تک وہ ڈاکا زنی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ شہر میرٹھ پر جا پڑے اور بڑی دولت لوٹ کر لائے۔ شہر انبالہ ان کا دارالحکومت تھا۔ چونکہ وہ اپنی مثل میں ایک اونچا نشان موجود رکھتے تھے اس واسطے تمام سکھ اُن کو نشان والا کہتے تھے۔ ان دونوں میں سے پہلے سنگت سنگھ مر گیا اور کل ریاست مہر سنگھ کے قبضے میں رہی۔ پھر وہ بھی لاولد مر گیا۔ چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا دائرۂ دولت بھی اس وقت دریاے ستلج کے پار تھا اور مہاراجگان و رئیسانِ مس ستلج سے نذرانے وصول ہو رہے تھے رئیس انبالہ کی وفات کی خبر سن کر مہاراجہ نے دیوان محکم چند کو مامور کیا کہ فی الفور مع اپنی فوج کے انبالہ جا کر اپنا قبضہ کر لے۔ جب دیوان محکم چند کا لشکر انبالہ میں پہنچا، خفیف مقابلے کے بعد اس مثل کے سوار متفرق ہو گئے اور بڑا بھاری خزانہ و اسباب برسوں کا جمع کیا ہوا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے قبضے میں آیا۔ بعد ازاں جب فیمابین سرکار انگریزی و سرکار مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حدود کا فیصلہ ہو کر دریاے ستلج حد قائم ہو گئی اور مہاراجہ کا اختیار ستلج پار کے کل علاقوں سے جاتا رہا

تو انبالہ وغیرہ علاقہ مقبوضہ اس مثل کا سرکار انگریزی نے لے لیا اور نشان والی مثل کا کچھ نشان باقی نہ رہا ۔

آٹھویں مثل فیض اللہ پوریوں سکھوں کی :

فیض اللہ پور ایک قصبہ سر زمین دوآبہ جالندھر میں واقع ہے ۔ بہ زبانِ حال اس کو سنگھ پوری کہتے ہیں ۔ اس گاؤں میں ایک شخص کپور چند نام سکونت پذیر تھا ۔ اس نے پاہل لی اور سکھ بنا ۔ غارت و رہزنی سے بہت سی دولت و حشمت بہم پہنچائی اور اپنے آپ کو نواب کے خطاب سے مخاطب کیا اور تمام زمانے میں نواب کپور سنگھ مشہور ہو گیا ۔ تمام سکھ اس کو اپنا پیشوا تصوّر کرتے اور جو شخص اس کے ہاتھ سے پاہل لے کر سکھ بنتا وہ فخر کرتا کہ میں وہ سکھ ہوں جس نے نواب کپور سنگھ سے پاہل لی ہے ۔ ہزاروں جاٹ ، ترکھان ، بھنگی ، کھتری ، اروڑے اُس نے سکھ کر ڈالے ۔ اس کے سکھ بڑے بڑے دولت مند ہو کر والیانِ ملک و صاحبِ دولت و حشمت ہو گئے ۔ اس کا قول تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے پانسو مسلمانوں کو قتل کیا ہے ۔ یہ عمل میری نجات کا موجب ہوگا کہ میں نے گورو گوبند سنگھ کے حکم کی پوری پوری تعمیل کی ہے ۔ اس کی مثل میں دو ہزار پانسو سوار جرار بہادر و جوان مرد حاضر رہا کرتے تھے ۔ ہزاروں گاؤں و قصبے و شہر اس نے لوٹ کر برباد کر دیے ۔ دریائے ستلج سے اُتر کر شہر دہلی تک یہ ملک کو لوٹنے جاتا تھا ۔ کسی کو اس کے ساتھ مقابلے کی طاقت نہ تھی ۔ اگرچہ اور مثلیں تعداد اور دولت میں اس سے بڑھ کر تھی مگر بسبب اس کے کہ وہ سب کے سب شاگرد و دست پرورده اسی کے تھے ، وقت پر سب اس کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے اور سب کو اس کا لحاظ بہ دل منظور تھا ۔ اس کے گاؤں کا نام فیض اللہ پور تھا ، مگر اللہ کا نام گاؤں کے نام میں جب یہ سنتا چیں بہ جبیں ہو جاتا ۔ آخر اس نے گاؤں کا نام بھی بدل ڈالا اور سنگھ پوری نام رکھا اور حکم دیا کہ آئندہ اس گاؤں کو کوئی فیض اللہ پور نہ کہے ورنہ قتل ہوگا ۔ اس کی ریاست کا بہت سا ملک ستلج کے دونوں طرف تھا جس میں یہ بہت برس تک حکومت کرتا رہا ۔

جب کپور سنگھ مر گیا ، خوشحال سنگھ قابض ریاست کا ہوا ۔ جب ستارۂ بخت مہاراجہ رنجیت سنگھ کا چمکا تو اس نے اس مثل کا علاقہ بھی ضبط کر لیا ۔ مگر بعد تقرر حدِ فاصل کے ، جو دریائے ستلج درمیان علاقۂ سرکار انگریزی و

علاقہ سرکار لاہور مقرر ہوا جس قدر مشرق کنارے دریائے ستلج کے اس مثل کی ریاست تھی وہ صاحبان انگریز نے واگذار کردی اور کسی قدر علاقہ اب بھی اس خاندان کی اولاد کو معاف و واگذار ہے ۔

نویں مثل کروڑی سکھوں کی :

اس مثل کا بانی مبانی کروڑا سنگھ ہوا جس کا نام پہلے کروڑی مل تھا ۔ جب اس نے پاہل لی اور سکھ بنا تو نام اس کا کروڑا سنگھ مشہور ہوا ۔ سکھ ہو کر غارت گری و رہزنی بہت کی ، ثروت و دولت بہم پہنچائی ، ہزاروں گورو کے سکھ اس کے ساتھ شامل ہو کر رہزنی کرنے لگے ۔ جب وہ مر گیا تو بگھیل سنگھ اُس کی جگہ اس مثل کا سردار بنا ۔ اس کے وقت میں تو بہت ہی عروج اس مثل کا ہوا ۔ یہاں تک کے بارہ ہزار سوار جرار اس میں جمع ہوگئے اور بہت سا ملک ستلج دریا کے پار ان کے تصرف میں آ گیا ۔ تھوڑا علاقہ دوآبہ بست جالندھر کا بھی اس مثل کے ماتحت تھا ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پہلے ان کا تمام علاقہ اپنے تصرف میں کر لیا تھا ، پھر بعد حدود بندی کے دریائے ستلج کے پار کا علاقہ واگذار ہوگیا ۔ اب بھی اس میں سے بگھیل سنگھ کی اولاد کسی قدر علاقے پر قابض و متصرف ہے ۔

دسویں مثل شہید بنگیوں کی :

بانی مبانی اس مثل کے دو کس سکھ مسمیٰ گور بخش سنگھ و کرم سنگھ تھے ۔ اضلاع مشرق دریائے ستلج پر ان کا قبضہ تھا ۔ دو ہزار سوار جرار ان کے ماتحت تھا ۔ جو کہ بزرگ ان کے بمقام دمدمہ ، جو جنوب کی طرف پٹیالہ کے واقع ہے ، مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے ، اس باعث سے ان کا نام شہید بنگیوں کی مثل رکھا گیا ۔

گیارھویں مثل پھلکیوں کی :

بانی مبانی اس مثل کا مسمیٰ پھول قوم جاٹ گوت برار سندھو تھا ۔ اس نے سلطنت چغتائی کے ضعف کے وقت اپنی دولت و حشمت کی ترقی میں کوشش بہت کی اور زمینداری حاصل کرکے بڑا عزت دار بن گیا ، اور موضع پھول ، جو اب سرکار نابھہ کی ریاست کے متعلق ہے ، اس نے آباد کرکے اپنے نام پر اس کا نام

رکھا ۔ اس کی دولت و حشمت و آل و اولاد میں خدا نے کمال برکت دی اور وہ عزت بڑھائی کہ اب پٹیالہ و جیند و نابھہ کی عالی قدر ریاستیں اسی کی اولاد سے قائم ہیں ۔ پہلے ریاست پٹیالہ کی جو اس پھول کی نسل سے قائم ہوئی اس کا یہ حال کہ پھول کے چھ بیٹے تھے : تلوکا، راما ، کنھو ، چندو ، جستو ، تخت مل ۔ پھر راما کی اولاد میں سے پانچ بیٹے ہوئے : آلا سنگھ ، دونا سنگھ ، بخت مل ، سوبھا سنگھ ، لدھا سنگھ ۔ ان میں سے آلا سنگھ نے سکھ ہو کر بہت ترقی کی اور دولت بے شمار بہم پہنچائی ۔ ریاست کی بنیاد بھی اسی نے رکھی اور بہت سا ملک بزور شمشیر اپنے تحت و تصرف میں لے آیا ۔ بھیکن [کذا] خاں رئیس مالیر کوٹلہ پر اس نے چڑھائی کی اور بڑے بڑے معرکوں کے بعد اس کو زیر کیا ۔ اس کے ملک میں سے بہت سا حصہ چھین کر اپنے ملک کے ساتھ ملا لیا ۔ شہر پٹیالہ کو بھی اسی نے آباد کیا ۔ ۱۸۱۸ بکرمی میں جب احمد شاہ درانی نے ہند پر حملہ کیا تو اس علاقے میں آ کر اول اس نے قلعۂ برنالہ کو لوٹا ، پھر پٹیالہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ آلا سنگھ نے جانا کہ اب بادشاہ سے مقابلہ مشکل ہے ، اطاعت کے ذریعے سے وقت گذار لینا چاہیے ۔ فی الفور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لشکر سلطانی کو اپنے علاقے سے رسد پہنچائی ۔ چار لاکھ روپیہ نقد بادشاہ کو دے کر اپنے علاقے کو افغانوں کی غارت و قتل سے بچایا ۔ احمد شاہ اس پر کمال مہربان ہوا اور خلعت فاخرہ دے کر راجگی کا خطاب بخشا اور شاہی سند لکھ دی ۔ جب احمد شاہ چلا گیا تو آلا سنگھ نے بہ اتفاق اور سکھوں کے سرہند پر حملہ کیا اور غالب ہو کر زین خاں ناظم کو کہ بڑا دشمن اور بدخواہ سکھوں کا تھا ، قتل کیا ۔ شہر کو غارت و تاراج کر کے آبادی برائے نام نہ چھوڑی ۔ اس شہر کی غارت سے اس کو بے انتہا دولت ملی اور خزانے اُس کے دولت و مال سے مالا مال ہو گئے ۔ علاقہ تمام سرہند کا اس کے قبضہ و تصرف میں آ گیا ۔

جب آلا سنگھ مر گیا تو سردول سنگھ اور شردول سنگھ کے بعد امر سنگھ جانشین ہوا ۔ امر سنگھ کے وقت اس کا بھائی ہمت سنگھ دعوے دار ریاست کا ہوا مگر اس کی ریاست نے قیام نہ پکڑا بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کا علاقہ مقبوضہ بھی ریاست میں شامل ہو گیا ۔ امر سنگھ نے قلعہ بٹھنڈہ فتح کر کے اپنے علاقے کے شامل کیا ۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے صاحب سنگھ نے ریاست پائی ۔ اس کے وقت میں پے در پے آمدورفت و یورش مہاراجہ رنجیت سنگھ والی لاہور کی ادھر کو ہوئی اور کل ریاستیں پٹیالہ و نابھہ و جیند و مالیر کوٹلہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مزاحمت و زبردستی سے تنگ آ گئیں ، اس واسطے اس رئیس نے بہ اتفاق سب

رئیسوں کے انگریزی حمایت منظور کی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اس سے دست بردار ہو گیا ۔ صاحب سنگھ کی وفات کے بعد مہاراجہ کرم سنگھ گدی نشین ہوا جو ۱۹۰۱ء میں مر گیا ۔ اس کی جگہ مہاراجہ نرندر سنگھ نے راج پایا ۔ اس کی وفات کے بعد مہاراجہ مہندر سنگھ مالک ریاست ہوا ۔ یہ مہاراجہ باپ کے مرنے کے بعد نابالغ رہ گیا تھا مگر یہ ذمہ داری اہلکاران نمک حلال کے انتظام ریاست کا بہ خوبی رہا ۔ جب وہ بالغ ہوا تو اس نے بھی بہ وزارت خلیفہ سید محمد حسین کے خوب انتظام ریاست کا رکھا ۔ اب اس سال میں کہ ۱۸۷۶ء اور ۱۹۳۳ بکرمی ہے وہ لائق مہاراجہ عین جوانی کی عمر میں انتقال کر گیا اور بڑا بیٹا خرد سال اس کا مہاراجہ چندر سنگھ گدی نشین ہوا ہے ۔ انتظام ریاست کا اب بھی اہل کاران لئیق کی تحویل میں ہے ۔ اس علاقے کے ہر ایک رئیس و فرماں فرما نے تہ دل سے سرکار انگریزی سے اتحاد رکھا ہے اور ہمیشہ وقت ضرورت سرکار کا ممد و معاون رہا ہے ۔

چنانچہ اول جن دنوں میں کہ سرکار نے گورکھیوں پر یورش کی اور چاہا کہ ان کے لشکر کو کوہستان مابین ہر دو دریائے ستلج و جمنا سے نکال دیں اور وہاں کے قدیمی راجوں و مسند نشینوں کو دوبارہ ریاستوں کا مالک و فرمالروا بنائیں تو اس وقت بھی پٹیالے کے رئیس نے لشکر و فوج سے کامل امداد سرکار انگریزی کی کی اور تا اختتام مہم گورکھیہ سرگرم امداد رہا ، اور جزو علاقہ کیوتھل و بگھاٹ جمعی پینتس ہزار روپیہ سالانہ بہ عوض مبلغ دو لاکھ اسٹی ہزار روپے کے اس نے انگریزوں سے خرید لیا ۔ پھر ۱۸۳۰ء میں انگریزوں نے پہاڑی علاقہ شملہ کا اس رئیس سے لے کر پرگنہ ترولی کا علاقہ اس کو دیا ۔ جب انگریزوں کی سکھوں کے ساتھ جنگ ہوئی تو باوجود ہم مذہبی و ہم قومی کے یہ رئیس وفادار دوست سرکار انگریزی کا بنا رہا اور سرکار انگریزی نے تمام دعاوی خراج و مال گزاری و خرچہ فوج وغیرہ ، جو اس رئیس کو سالانہ روپیہ دینا پڑتا تھا ، تمام و کمال معاف و واگزار کیا ۔ بلکہ ملک منضبطہ دس ہزار روپیہ سالانہ دوام کے واسطے اس رئیس کو دیا ، جس کے عوض میں رئیس نے محصول پرمٹ کا ، جو وہ لیا کرتا تھا ، چھوڑ دیا ۔ ۱۸۵۷ء میں جب فوج ہندوستانی تمام و کمال سرکار انگریز کی دشمن ہو گئی اور کمال خرابی برپا ہوئی تو یہ رئیس دلی دوست سرکار کا رہا ۔ اس کی فوج دہلی گئی اور دہلی کے راستے میں انتظام ڈاک کا قائم رکھا ۔ گوالیار اور دھولپور میں بھی اس رئیس کی فوج نے خدمتیں کیں ۔ زرنقد سے بھی یہ رئیس مدد گار گورنمنٹ ہند کا رہا ۔ جب بندوبست سرکار انگریزی کا دوبارہ ہندوستان میں ہو گیا تو سوائے اور انعامات کے پرگنہ نارنول

علاقہ جھجر جمعی دو لاکھ روپیہ سالانہ اور حکومت علاقہ بہدور کی اس مہاراجہ کو ملی ۔ بعد ازاں دو علاقے ایک جزو علاقہ پرگنہ کنود واقع علاقہ جھجر ، دوم تعلقہ کہاون اس مہاراجہ کے ہاتھ بہ عوض اس زر نقد کے جو گورنمنٹ ہند نے قرضہ اصل و سود دینا تھا اس رئیس کے ہاتھ فروخت کر ڈالے ۔ غرض یہ معزز ریاست ، جو تمام پنجاب کی ریاستوں سے افضل و اعلیٰ ہے ، اب تک قائم و موجود ہے ۔

دوسری لڑی اولاد پھول کی موجودہ ریاست نابھہ کی ہے ۔ رئیس اس ریاست کا بھی ہم جدی رئیس پٹیالہ کا ہے ۔ اس رئیس کا مورث اعلیٰ وہی پھول زمیندار ہے جس کا ذکر پٹیالہ کی ریاست کے حال میں مندرج ہو چکا ہے مگر اس کی شاخ علیحدہ ہے ؛ اس طرح پر کہ پھول کا بڑا بیٹا تلوکا تھا ۔ اس کا بڑا بیٹا گوردت سنگھ ، صاحب دولت و اقبال ہوا ۔ اس نے بہ وقت ضعف حکومت چغتائی کے آلا سنگھ برادر چچا زاد کے ساتھ مل کر ایک بڑا علاقہ اپنے زیر حکومت کر لیا اور جمعیت معقول بہم پہنچائی ۔ اُس کے مرنے کے بعد صورت سنگھ اس کا بیٹا جالشین ہوا ۔ صورت سنگھ کے بعد ہمیر سنگھ مالک ریاست کا بنا ۔ ہمیر سنگھ نے نابھہ کی آبادی کی بنیاد رکھی ۔ قلعہ بھی پختہ بنوایا ۔ اس کے مرنے کے بعد جسونت سنگھ رئیس بنا ۔ اس کے وقت صاحب سنگھ والی پٹیالہ اور اس کے درمیان ایک قطعہ زمین پر ، جو اس نے مسماۃ نور النسا ، رائے الیاس کی عورت سے خرید کی تھی ، تنازعہ برپا ہوا اور نوبت بہ جنگ پہنچی ۔ چونکہ رنجیت سنگھ والی لاہور خاندان ریاست جیند کا دوہتا تھا ، جسونت سنگھ نے اپنا حامی سمجھ کر اس کو بلایا ۔ مہاراجہ پٹیالہ کا وکیل بھی رنجیت سنگھ کے پاس پہنچا ۔ اس کی طلبی کے بہ موجب مہاراجہ رنجیت سنگھ فی الفور وہاں جا پہنچا اور زمین متنازعہ پر خیمہ زن ہو کر تینوں ریاستوں نابھہ و پٹیالہ و جیند سے نذرانے معقول وصول کیے اور زمین متنازعہ والی جیند کو دے کر لاہور کو چلا آیا ۔ جسونت سنگھ کے بعد راجہ دیوندر سنگھ نے راج پایا ۔ اس کے وقت معرکہ فوج سکھی کا صاحبان انگریز کے ساتھ وقوع میں آیا ۔ اس ریاست کے رئیس نے بہ جوش گرمی مذہب سکھی کے انگریزوں کی اطاعت ترک کی اور اپنی فوج کے ساتھ شامل لشکر سکھی کے ہو گیا ۔

جب سکھوں نے شکست فاش کھائی اور انگریز فتح یاب ہوئے تو دیوندر سنگھ کو انگریزوں نے اس جرم میں ریاست سے معزول کر کے حکم دیا کہ تا حین حیات یہ لاہور میں رہے اور اس کی جگہ اس کا بیٹا جا نشین ہو ۔ چنانچہ

وہ بہ حالت نظربندی لاہور میں آ گیا اور حویلی مہاراجہ کھڑک سنگھ میں قیام پذیر ہوا ۔ آخر لاہور میں ہی جان بہ حق تسلیم ہوا ۔ پچاس ہزار روپیہ سالانہ اس کا ذاتی خرچ ریاست کے خزانے سے ملتا رہا ۔ علاوہ اس کے جرمانہ اس نافرمانی کا ریاست پر یہ قرار پایا کہ چہارم حصہ ریاست کا سرکار انگریزی نے ضبط کر کے ایک جزو اس کا فیمابین سرکار پٹیالہ و سرکار جیند کے بہ حصص مساوی بعوض ان کی خدمات شائستہ و اطاعت و امداد کے تقسیم کر دیا ۔ ۱۸۵۷ء میں جب مفسدہ فوج انگریزی کا برپا ہوا تو رئیس اس ریاست کا خدمات شائستہ بجا لایا اور سرکار انگریزی کو اپنی عرق ریزی و جاں فشانی سے کمال خوش کیا ۔ بعد فرو ہونے مفسدہ کے سرکار نے علاقہ کانٹھے ملک منضبطۂ نواب والیِ جھجر میں سے جمعی ایک لاکھ چھ ہزار روپیہ سالانہ اس رئیس کو مرحمت کیا اور بہ عوض زرِ قرضہ ، جو گورنمنٹ نے اس رئیس سے بہ ضرورت مفسدہ دہلی لیا تھا ، ایک جزو علاقہ تحصیل کندو متعلقہ ضلع جھجر اس کے پاس فروخت کر ڈالا ۔ ۱۸۷۰ء میں راجہ بھرپور سنگھ مر گیا اور بہ سبب لاولدی راجہ کے کوئی وارث تخت و تاج کا باقی نہ رہا ۔ اس واسطے گورنمنٹ نے مہاراجہ پٹیالہ اور جیند کو اختیار دیا کہ خاندان ہم جدی ریاست سے جس کو حق دار تصور کریں مسند نشینی کے واسطے تجویز کریں ۔ چنانچہ ان دونوں اکابروں نے راجہ ہیرا سنگھ جانشین حال کو کہ ہم جدی رئیس متوفی کا تھا ، مسند نشین کرنا تجویز فرمایا اور گورنمنٹ نے اس کو گدی نشین کیا جو اب تک زندہ و حیات موجود ہے ۔ رئیس حال کا نہایت منتظم و دانا و لئیق ہے ۔ اس نے اپنی قلمرو میں بہت اچھا انتظام کر رکھا ہے ۔

تیسری ریاست نامی و گرامی جو پنجاب کے ملک کی ریاستوں میں سے ہے ، ریاست جیند کے پھول زمیندار کی اولاد میں سے اب تک قائم و برقرار ہے ۔ مورثِ اعلیٰ اس رئیس کا بھی وہی پھول ہے جس کا ذکر ریاست پٹیالہ و نابھہ کے ذکر میں مذکور ہو چکا ہے ۔ پھول کے بعد اس کا بڑا بیٹا تلوکا ہوا اور تلوکا کا بیٹا نین سکھ صاحبِ جاہ و حشم و دولت و مال ہوا ۔ اس نے موضعِ بالا والی آباد کیا اور ریاست کی بنیاد رکھی ۔ جب وہ مر گیا تو سردار گجپت سنگھ اس کا بیٹا صاحبِ ریاست بنا ۔ اس نے بہت سا علاقہ بہ زورِ شمشیر فتح کر کے اپنے علاقے کے شامل کر لیا اور قصبۂ گوہانہ میں سکونت اختیار کی ۔ اس کے تین بیٹے مہر سنگھ ، بھوپ سنگھ ، بھاگ سنگھ تھے اور ایک دختر مسمات راج کور تھی ۔ راج کور ، سردار مہان سنگھ رئیس گوجرانوالہ ، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے باپ ،

کے ساتھ بیاہی گئی جس کے پیٹ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ پنجاب پیدا ہوا۔ گجپت سنگھ کے تینوں بیٹوں نے الگ الگ ریاست قائم کی۔ مہر سنگھ تو مالک ریاست گھنہ کا ہوا۔ اس کے بعد ہری سنگھ اور ہری سنگھ کے بعد مسماۃ دیا کور جانشین ہوتے رہے۔ جب دیا کور زوجۂ ہری سنگھ بھی لاولد مر گئی تو وہ ریاست تمام و کمال سرکار انگریزی کی ضبطی میں آئی۔ بھوپ سنگھ نے اپنا قبضہ بارندہ پور کی ریاست پر کیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے دو بیٹے بساوا سنگھ و کرم سنگھ رہے۔ سروپ سنگھ، کرم سنگھ کے بیٹے نے آخر ریاست جیند کی پائی۔ تیسرا بیٹا گجپت سنگھ کا بھاگ سنگھ باپ کے مرنے کے بعد رئیس ریاست جیند و لودھیانہ کا بنا۔ اس راجہ نے سرکار انگریزی کے ساتھ رشتہ اتحاد کا قائم کیا اور شہر دہلی کی مہم میں حامی و مددگار سرکار کا رہا۔

جب دہلی فتح ہوئی اور مرہٹہ کی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی تو اس وقت بھی یہ رئیس لارڈ لیک صاحب بہادر سپہ سالار ہند کی خدمت میں حاضر تھا اور جب لارڈ لیک صاحب مہاراجہ جسونت راؤ ہولکر کے تعاقب میں دریائے ستلج تک آیا، تب بھی یہ رئیس صاحب بہادر کے ہم رکاب تھا۔ پہلے بھی اس رئیس نے کچھ جاگیر شاہ دہلی اور سیندھیا مرہٹہ سے حاصل کی تھی جو جمعی پچیس ہزار روپے کی تھی۔ لارڈ لیک صاحب نے بھی اس کی خدمات سے خوش ہو کر علاقۂ فرید پور واقع ضلع پانی پت جمعی ستر ہزار روپے کا بطور جاگیر تا حینِ حیات اس کو دیا جو اس کی وفات کے بعد سرکار میں ضبط ہو گیا۔ بھاگ سنگھ کے تین بیٹے پرتاب سنگھ و مہتاب سنگھ و فتح سنگھ تھے۔ مہتاب سنگھ و پرتاب سنگھ لاولد مر گئے اور فتح سنگھ گدی نشین ہوا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور نے بہ لحاظ رشتہ داری کے کہ فتح سنگھ اس کا ماموں زاد بھائی تھا، کچھ جاگیر تا حینِ حیات اس کو دی جو اس کی زندگی تک واگزار رہی۔ فتح سنگھ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سنگت سنگھ جانشین ہوا۔ اس کو راجگی کا خطاب ملا مگر وہ لاولد مر گیا، اس واسطے کل علاقہ اس کا بہ موجب عہدنامے کے گورنمنٹ انگریزی نے ضبط کر لیا۔

اُس وقت راجہ سروپ سنگھ بن کرم سنگھ بن بھوپ سنگھ بن گجپت سنگھ نے دعویٰ حصول اس ریاست کا نواب گورنر جنرل بہادر کے حضور میں کیا۔ پہلے وہ دعویٰ نامسموع قرار پایا مگر بعد تکرار و مرافعہ کے یہ منظوری ہوئی کہ جس قدر علاقہ سابق میں راجہ گجپت سنگھ نے حاصل کیا تھا وہ اس کے نام پر واگزار ہونا چاہیے، باقی ضبط رہے۔ چنانچہ علاقہ سفیدوں و جیند و سنگروڑ و بالا والی

واگزار ہو کر باقی ماندہ علاقوں کی ضبطی عمل میں آئی - اُس روز سے ریاست جیند کی دوبارہ بحال ہوئی - پھر ۱۸۵۷ء کے مفسدے میں اس رئیس نے گورنمنٹ انگریزی کی امداد میں سخت جاں فشانیاں کیں اور راجہ جیند اول شخص تھا جو بہ مقابلۂ مفسدانِ دہلی آگے بڑھا اور اس کی فوج بطورِ پیش گارڈ یعنی فوجِ مقدم کے انگریزی لشکر کے آگے آگے کوچ کرتی ہوئی جاتی تھی اور انگریزی لشکر کے ہمراہ عینِ معرکۂ جنگ میں بھی اس کی فوج حاضر و شامل رہی ، بلکہ کسی قدر فوج اس کی شہر کے حملے کے وقت بھی ہم رکاب تھی -

ان خدمات کے عوض میں سرکار انگریزی اس پر کمال خوش ہوئی اور ان کے عوض میں علاقہ جمعی ایک لاکھ سولہ ہزار آٹھ سو تیرہ روپے کا سوائے علاقۂ سابق کے پرگنۂ دادری میں اس کو مرحمت کیا اور ایک جزو علاقہ تحصیل کنور ضلع جھجر کا بہ عوض اس زرِ قرضہ کے ، جو سرکار انگریزی نے بہ وقت مفسدۂ دہلی کے اس سے قرض لیا تھا ، اس کے پاس فروخت کر ڈالا - اب فی زمانہ راجہ رگھبیر سنگھ جانشین و مالک اس ریاست کا زندہ و حیات موجود ہے -

بارھویں مثل سکرچکیوں سکھوں کی جن کی اولاد سے مہاراجہ رنجیت سنگھ والیِ پنجاب تھا :

اس مثل کی بنیاد سب سے اول سردار چڑت سنگھ نے قائم کی اور وہی دولت و حشمت بہم پہنچا کر سردار بنا - اس کے وقت دو ہزار پانسو سوار جرار اس مثل میں تھے - دوآبۂ رچناب و چج و سند ساگر میں اُنھوں نے بڑے بڑے ڈاکے مارے اور شہروں و قصبوں کو لوٹا - چونکہ سردار چڑت سنگھ موضعِ سکرچک میں رہتا تھا ، اس واسطے اس مثل کا نام 'سکرچکیہ' مشہور تھا - اس کے باپ کا نام لودھا ، قوم جاٹ ، گوت سانسی تھا جو نہایت عسرت و ناداری و افلاس کی حالت میں اپنی عمر گزارتا تھا - جب اس نے سکھوں کی ترقی کا حال اپنی آنکھ سے دیکھا تو اس نے بھی چاہا کہ سکھ بن کر آسودہ حال ہو جاؤں ، مگر اس کا باپ جس کا نام دیسو تھا اُس کو منظور نہ تھا کہ لودھا سکھ ہو کر چوٹی کٹوائے اور زنار توڑے - اس نے لودھا کو سمجھایا کہ ایک چاہ اور اس کی متعلقہ زمین کا تیسرا حصہ اور دو بیل میرے پاس ہیں ، وہ تو لے لے اور زمینداری کر کے اپنا گزارہ کر - سکھ ہو کر آخر تو بھی اَور سکھوں کی طرح غارت گری پر کمر باندھے گا اور زمانے کو لوٹے گا ، یہ کام اچھا نہیں ہے - غرض دیسو نے لودھا کو بہت سمجھایا مگر یہ باز نہ آیا اور پاہل لے کر سکھ بنا - چند روز کے

بعد دیسو مر گیا اور اس کی موجودہ جائداد پر نودھا قابض ہوا اور چاہا کہ اپنی شادی کرے - غریب جان کر اُس کو کوئی لڑکی نہیں دیتا تھا - آخر گلاب سنگھ زمیندار ساکن مجیٹھہ نے اپنی دختر کی شادی اس کے ساتھ کردی - شادی ہونے کے بعد نودھا سنگھ نے زمینداری کا کام بالکل چھوڑ دیا اور بیل و ہل و زمین ورثۂ پدری فروخت کر کے سامانِ سپاہ گری گھوڑا و تلوار و ڈھال وغیرہ خرید کیا - پھر لراب کپور سنگھ فیض اللہ پوریہ کی مثل میں جا کر شامل ہوا - جس طرح اس مثل کے سوار غارت گری کے لیے جاتے ، یہ بھی ساتھ ہوتا اور رسدی حصہ جو مالِ غارت سے حاصل ہوتا اس سے گزارہ کرتا - ۱۷۵۸ء میں جب نودھا سنگھ روہی کے ملک کی طرف فیض اللہ پوریوں کی مثل کے ساتھ گیا اور ایسے موقع میں کہ ایک گاؤں کے لوٹنے میں سوارانِ مثل مصروف تھے ، گاؤں کے لوگ بہ مقابلہ پیش آئے جس میں بہت سے سوار مثل کے مارے گئے - نودھا سنگھ بھی اس میں قتل ہوا - اس کے مارے جانے کے بعد چڑت سنگھ اس کا بیٹا وارث ہوا -

بعض مورخوں کا یہ قول ہے کہ نودھا سنگھ غارت گری میں نہیں مارا گیا بلکہ صحیح تر اس کے قتل کا یہ سبب وقوع میں آیا تھا کہ لودھا سنگھ کی اپنی عورت مسمات مالاں کے ساتھ ، جو بد صورت تھی ، رغبت نہ تھی اور مسمات لالاں کے ساتھ ، جو اس کی عورت کی بہن اور اس کی سالی تھی ، بہ سبب اس کے خوبصورت ہونے کے کمال محبت بلکہ عشق رکھتا تھا - مدت مدید تک دوستی درپردہ رہی - آخر راز فاش ہوگیا اور لالاں کے بھائیوں نے اس کو قتل کر ڈالا - اس کے مرنے کے بعد چڑت سنگھ اس کا بیٹا بہ سبب عداوت شرکائے ہم قوم کے موضع سکرچک سے اُٹھ کر قصبہ راجہ سانسی میں ، جو امرتسر سے پانچ کوس شمال کی طرف واقع ہے ، سکونت پذیر ہوا - جب احمد شاہ بادشاہ درانی کے حملے سکھوں کی سرکوبی کے لیے پنجاب کے ملک پر ہونے لگے اور سکھوں کی تلاش جابجا ہونے لگی تو چڑت سنگھ بھی اور سکھوں کے ساتھ مدت مدید تک خانہ بدوش پھرتا رہا - پھر قصبۂ مجیٹھہ میں سکونت پذیر ہوا اور اپنے دوستوں و رفیقوں کو جمع کرکے ان کے اتفاق سے اپنی مثل علیحدہ قرار دی اور خود افسر بن کر بہ اتفاق اُن کے غارت و رہزنی میں مصروف ہوا -

بعد ازاں جودھا سنگھ و دل سنگھ اپنے خسرپوزوں کو ہمراہ لے کر گوجرانوالہ میں گیا اور اپنی خسرال کے گھر میں کہ وہ گوجرانوالہ میں رہتے تھے ، رہنے لگا - وہاں اس نے ایک کچا قلعہ بنایا اور لوٹ کے مال سے چندے گزارہ کرتا رہا - چونکہ ان دنوں خواجہ عبیداللہ خاں ، احمد شاہ بادشاہ کی طرف سے صوبہ دار

لاہور کا پرانے نام تھا اور سکھ چاہتے تھے کہ اس کو لاہور سے نکال دیں اس واسطے اس پر یورش کرنے کے لیے بڑا اجتماع کیا ۔ اس گروہ میں سرگروہ و افسر یہی شخص تھا ۔ جب وہ گروہ لاہور پر حملہ آور ہوا تو خواجہ عبداللہ خاں نے ان کا مقابلہ کیا اور آپس میں سخت لڑائی ہوئی ۔ آخر خواجہ شکست کھا کر بھاگ گیا اور لاہور کو اس نے دل کھول کر لوٹا اور بہت سی دولت حاصل کرکے گوجرانوالہ کو آیا ۔ فقط ۔ یہاں تک پرنسپ صاحب بہادر مورخ کا قول ہے ۔

ہندوستانی مورخ اس مثل کا حال ایسا لکھتے ہیں کہ نودھا سنگھ خود سکرچک سے اٹھ کر بہ موضع راجا سانسی سکونت پذیر ہوا اور بہ وقت فوج کشی احمد شاہ درانی کے وہاں سے اٹھ کر مدت تک بہ اتفاق اور سکھوں کے خانہ بدوش پھرتا رہا ۔ جب افغانوں کی آمد و رفت پنجاب سے کم ہوئی تو اس نے بمقام مجیٹھہ جہاں اس کی سسرال تھی ، سکونت اختیار کی اور بہ سبب دوستی اپنی سالی مسماۃ لالاں کے اپنے سالوں کے ہاتھ سے قتل ہوا ۔ بعد اس کے چڑت سنگھ اس کا بیٹا اس کے تھوڑے سے ترکے کا مالک بنا اور مجیٹھہ سے بہ سبب عداوت اپنے کام ماموں کے اٹھ کر چاہتا تھا کہ گوجرانوالے کو آئے ، اتنے میں خبر پہنچی کہ احمد شاہ چھٹی مرتبہ پنجاب کو آتا ہے اور تمام سکھ جنگلوں میں بھاگ گئے ہیں ۔ پس چڑت سنگھ بھی بہ اتفاق گور بخش سنگھ کے ، جو اس کے خسر کا برادر زادہ تھا ، جنگل کو نکل گیا اور چار ماہ تک آبادی کی شکل نہ دیکھی ۔ جب احمد شاہ پنجاب سے چلا گیا تو یہ بھی گوجرانوالے آیا جہاں اس کے خسر کا گھر تھا ۔ وہاں اس کے ساتھ مسمیان دل سنگھ و بدھ سنگھ ، جو سکھوں میں بڑے بھاری جوان مرد مشہور تھے اور ان کی سواری کے گھوڑے ایک رات میں ساٹھ کوس تک راستہ طے کر لیتے تھے ، اس کے شامل ہوئے ۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے ایک سو سوار کے قریب اس کے ساتھ جمع ہو گیا اور یہ سب جمع ہو کر ایمن آباد کو گئے ۔ وہاں کا فوجدار بادشاہی جو ان کے آنے سے بے خبر تھا ، چند آدمیوں کے ساتھ شہر کے باہر ان کو مل گیا ۔ انھوں نے اس پر حملہ کرکے اس کو قتل کر ڈالا اور شہر میں گھس کر جس قدر مال اٹھا سکے وہاں سے لوٹا ۔ چونکہ ان دنوں میں سکھوں کا اس قدر خوف رعایا پر چھایا ہوا تھا کہ ان کے سامنے سے لوگ بھاگتے تھے ، کوئی ان کے مقابل نہ ہوا ۔ اچھے اچھے گھوڑے اور ہتھیار حسب پسند یہ ایمن آباد میں سے لے آئے اور بادشاہی سلاح خانہ جو وہاں تھا سب لوٹ لیا ۔ پھر تو یہ مثل بڑی مالدار و دلاور مشہور ہو گئی ۔ ہر روز لوگ چڑت سنگھ کے پاس آتے اور شمول کی درخواست کرتے مگر یہ کہتا کہ ہم سوائے سکھ کے کسی دوسرے کو

اپنے شامل نہیں کریں گے - پہلے جو کوئی سکھ ہو جائے گا شمولیت کا رتبہ پائے گا - اس روز سے یہ بات ظہور میں آنے لگی کہ جو کوئی اس کے پاس آتا ، پہلے یہ اپنے ہاتھ سے اس کو پاہل دے کر سکھ بناتا - جب بال اس کے بڑھ جاتے اور سکھوں کی سی شکل بن جاتی تو اس کو شامل کرتا - چنانچہ ایک سال میں بارہ سو سوار جرار اس کے پاس جمع ہو گیا - جدھر یہ مثل جاتی ملکوں کے ملک اور شہروں کے شہر غارت کر لاتی -

جب امارت و حکومت کا سامان سب بن گیا تو چڑت سنگھ نے اجازت سسرال سے لے کر وہاں ایک قلعہ بنایا اور سکونت اختیار کی - پھر لاہور آ کر خواجہ عبیداللہ صوبہ لاہور کے ساتھ جنگ کیا اور لاہور سے مال لوٹ کر لے گیا - جب لاہور سے معاودت کی تو بہ اتفاق گوربخش کے شہر وزیر آباد کو خوب لوٹا اور ملازمانِ شاہی کو وہاں سے نکال دیا - بعد خالی ہونے شہر کے وہ شہر گوربخش سنگھ اپنے خسرپورہ کے برادر زادہ کو بخش دیا - پھر احمد آباد کو مراجعت کی - وہاں سے شاہی ملازم بہ سبب اس کے کہ ان کی جمعیت کم تھی ، بھاگ گئے - اس نے شہر میں داخل ہو کر شہر کو لوٹا - پھر وہ قصبہ بطور جاگیر دل سنگھ کو بخش دیا - اسی مقام پر سنا کہ نورالدین خاں ، جو بادشاہ کی طرف سے قلعہ رہتاس میں قیام پذیر ہے ، اس کے علاقے میں گاؤ کشی ہوتی ہے اور بادشاہی خزانہ بھی رہتاس میں موجود ہے -

یہ خبر سن کر فوراً چڑت سنگھ اپنی مثل لے کر ادھر کو روانہ ہوا - جب قریب پہنچا ، نورالدین خاں بہ مقابلہ پیش آیا اور آپس میں سخت لڑائی ہوئی - آخر کار نورالدین خاں میدان سے بھاگ گیا - شہر کو لوٹ کر چڑت سنگھ نے برباد کر دیا - کوئی خزانہ وہاں سے دستیاب نہ ہوا - وہاں سے چل کر اس نے دھنے [کذا] کا ملک فتح کیا اور لاکھوں روپوں کا مال وہاں سے لیا - پھر قصبجات چکوال و جلال پور و رسول پور وغیرہ سے معقول نذرانہ لے کر ان قصبوں کو اپنی ریاست میں داخل کیا - پھر پنڈدادنخاں کو گیا ، وہاں کے حاکم صاحب خاں کھوکھر نے اطاعت قبول کی اور نذرانہ جس قدر اس نے مانگا ادا کیا - پنڈ دادنخان میں ایک قلعہ بنانے کے لیے اس نے حکم دیا اور بدھ سنگھ اور گور سنگھ اپنی مثل کے دو سرداروں کو وہاں رہنے کی اجازت دے کر تاکید کی کہ جلد قلعہ بنوائیں - وہاں سے آگے بڑھ کر اس نے قصبہ کوٹ صاحب خاں اور راجہ کا کوٹ دو قصبے فتح کیے - غرض یہ سردار جدھر گیا ، دولت اس کے استقبال کو آئی - جب اس کی ترقی و عالی جاہی و دولت و حشمت کی حالت اور سکھوں نے

دیکھی، سب کو حسد پیدا ہوا۔ خصوصاً بھنگی مثل کے سردار جو اپنے برابر کسی کو عالی جاہ تصور نہیں کرتے تھے، نہایت ہی اس کی ترقی دیکھ کر جل گئے اور درپے اس بات کے ہوئے کہ کسی طرح چڑت سنگھ کو لوٹ لیں۔ یہ خبر چڑت سنگھ کو بھی پہنچ گئی اور آپس میں کمال عداوت و بغض و عناد پیدا ہوا۔ پہلے سے بھی ان دونوں مثلوں کی آپس میں عداوت تھی مگر جب کوئی دشمن سکھوں کے برخلاف مقابلے پر آتا تو سب مل کر اس کو دفع کر دیتے تھے۔ اب وہ بات آپس میں سے جاتی رہی۔

اتفاقاً اس وقت ایک اور جھگڑا ایسا برپا ہوگیا جس سے فیمابین دونوں مثلوں کے سخت فساد برپا ہوا اور دونوں کے افسر ہلاک ہوئے۔ اس کا بیان اس طرح پر ہے:

اُن ایام میں راجہ رنجیت دیو ایک راجہ نہایت عادل و کریم الخلق و سپاہ پرست جموں کا حاکم تھا۔ اس کی رعیت اس وقت کمال آرام میں تھی اور شہر جموں اس وقت تمام پنجاب کے لیے جائے امن و امان بنا ہوا تھا کیوں کہ بہ خوف غارت سکھوں کے بڑے بڑے اشراف و ساہوکار و دولت مند لوگ پنجاب کے شہروں سے جلا وطن ہو کر وہاں قیام پذیر تھے۔ اس شہر پر سکھوں کی نظر تھی اور چاہتے تھے کہ کسی طرح جموں کو لوٹیں مگر پھر بدیں خیال کہ راجہ رنجیت دیو پر رعیت بھی فدا ہے اور فوج بھی معقول ہے، وہاں جانا اور مال لوٹ کر لانا مشکل ہے، ادھر کو رخ نہ کرتے تھے۔ اب خود راجہ کے گھر میں فساد برپا ہوا کہ بڑا بیٹا راجہ کا برج راج دیو باپ کی اطاعت سے نکل گیا تھا، کیونکہ اس نے چاہا تھا کہ باپ مجھ کو حین حیات اپنے گدی دے دیوے اور باپ کی مرضی اس کے برخلاف تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے چھوٹے بیٹے دلیل سنگھ کو، جس کو وہ بہت چاہتا تھا، مسند نشین کرے۔ اس فساد میں بہت سے اُمراؤ [کذا] لوگ طرف دار برج راج دیو کے بن گئے اور باپ بیٹے میں سخت نزاعہ برپا ہو کر نوبت بہ کشت و خون پہنچی۔ اگرچہ اس وقت نصف فوج راجہ رنجیت دیو کی بھی اس کی دشمن و بدخواہ ہو کر بیٹے کے ساتھ مل گئی تھی مگر تو بھی وہ اپنے مالک سے لڑنے کو مکروہ جانتے تھے۔ اس واسطے برج راج دیو نے سردار چڑت سنگھ کی مثل کو بڑا بھاری نذرانہ دینا قبول کر کے اپنی مدد پر طلب کیا اور چڑت سنگھ نے سردار حقیقت سنگھ و سردار جے سنگھ کنھیا کو بھی اس مہم میں شامل کیا اور بڑا بھاری لشکر بن کر یہ دونوں مثلیں جموں کو روانہ ہولیں۔ دل میں بہت خوش تھے کہ اب جموں کی دولت کا خزانہ

بھی خالصہ جی کو ملے گا۔ جب یہ خبر راجہ رنجیت دیو کو پہنچی تو بہت ڈرا اور جانا کہ اب تخت اور حکومت دونوں کی صفائی ہے، اس لیے اس نے مناسب جانا کہ بھنگیوں کی مثل کو اپنی حمایت پر طلب کرے۔ چنانچہ اس نے جھنڈا سنگھ و گنڈا سنگھ پسران سردار ہری سنگھ بھنگی کو اپنی مدد پر بلایا اور اس مثل کے سردار بہ خلاف مثل کہنیا اور سکرچکیوں کے جموں کو روانہ ہوئے۔

چونکہ یہ لشکر آگے پیچھے جموں کو چلے جاتے تھے، متصل موضع داسو سہارا علاقہ ظفروال دریا کے نالے کے قریب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا اور باہم بڑی لڑائی ہوئی۔ چند روز ہنگامہ و فساد کی آگ مشتعل رہی۔ کوئی فریق مغلوب نہیں ہوا تھا کہ ایک روز چڑت سنگھ کی بندوق پھٹ گئی اور اس کی ضرب سے خود ہی سردار چڑت سنگھ مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی مثل کا کوئی افسر نہ رہا تو سردار جے سنگھ و حقیقت سنگھ کہنیا نے اس کے ڈیرے کا انتظام کیا۔ چڑت سنگھ کے مر جانے سے پشت سردار جے سنگھ و حقیقت سنگھ کی ٹوٹ گئی اور فتح سے ناامیدی ہوگئی، مگر یہ فریب کیا کہ ایک بھنگی یعنی مذہبی سکھ کو، جو جھنڈا سنگھ بھنگی سرگروہ مثل بھنگی کا خدمت گار تھا، اپنے ساتھ ملا لیا اور اس کو کئی ہزار روپیہ دینا کرکے اس بات پر مستعد کیا کہ وہ اپنے مالک سردار جھنڈا سنگھ کو قتل کر ڈالے۔ چنانچہ اس ناخدا ترس نے اپنے مالک کو موقع پا کر قتل کر ڈالا۔ جھنڈا سنگھ کے قتل ہوتے ہی انتظام مثل بھنگیوں کا بگڑ گیا اور راجہ رنجیت دیو اپنی مراد سے ناامید ہو گیا اور سمجھا کہ اب جب تک سردار جے سنگھ کہنیا سے سازش نہ کی جائے، جان و مال و ملک کا بچنا محال ہے۔

اس خیال سے پہلے اپنے بیٹے کو اُمیدوار گدی کا کرکے راضی کر لیا اور سردار جے سنگھ کہنیا کو ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ نذرانہ دے کر رخصت کیا۔ وہاں سے واپسی کے وقت سردار گنڈا سنگھ بھنگی برادر جھنڈا سنگھ مہلوک اور سردار مہان سنگھ سردار چڑت سنگھ کے بیٹے کی آپس صلح ہو گئی، کیونکہ اس سفر میں ان دونوں مثلوں کو کمال نقصان پہنچا تھا۔ سرگروہ بھی انھی دونوں مثلوں کے ہلاک ہوئے اور خرچ بھی آمدورفت میں مفت کا پڑا اور کچھ فائدہ نہ ہوا۔ سوا لاکھ روپیہ نقد نذرانہ سردار جے سنگھ کہنیا لے گیا۔ ان دونوں آفت زدہ سرداروں نے آیندہ مناسب جانا کہ آپس میں صلح رہے۔

سال ۱۸۱۸ع [کذا] میں نواب نکلم خاں [کذا] بادشاہ کابل کے حکم سے ملتان کا صوبہ بن کر آیا اور پہلے صوبے کے نام حکم جاری ہوا کہ وہ کابل میں چلا

آئے - چونکہ پہلا صوبہ خود مختار حکومت ملتان میں کرتا تھا ، بادشاہ کو کبھی کچھ نہیں دیتا تھا ، اس کو اپنی تبدیلی اور جدید صوبے کا آنا ناگوار گزرا اور چاہا کہ اپنی امداد پر سکھوں کو بلا کر نواب تکلم خاں[1] کو ملتان میں دخل نہ دیوے - چنانچہ اس نے سردار گنڈا سنگھ بھنگی کو اپنی امداد پر بلایا - اس نے اپنی ہمراہی کے لیے سردار مہان سنگھ ، سردار چڑت سنگھ کے بیٹے ، کو طلب کیا اور دونوں مثلیں متفق و یک‌جا ہو کر ملتان کو روانہ ہوئیں - جب یہ خبر نواب تکلم خاں صوبہ دار جدید نے سنی کہ مجمع سکھوں کا میرے مقابلے کے لیے نزدیک آ گیا ہے تو وہ فی‌الفور کوچ کر کے کابل کو چلا گیا - یہ فوج جب ملتان میں پہنچی ، ملتان کے حاکم نے خالصہ کی بہت خاطر کی اور نذرانہ دے کر رخصت کیا - مگر انھوں نے چاہا کہ اس کمزور صوبے کو باتوں باتوں میں زیر کر کے ملتان پر اپنا دخل کر لیں - چنانچہ براہِ فریب کہلا بھیجا کہ ہماری فوج کا عین منشاء ہے کہ "سری پہلاد جی" کے مندر کا ، جو قلعے کے اندر واقع ہے ، درشن کریں ورنہ خالصہ کو افسوس رہ جائے گا کہ ملتان میں آئے اور "پہلاد جی مہاراج" کے درشن نہ کیے -

یہ التماس سن کر ملتان کے حاکم سادہ لوح نے کہلا بھیجا کہ کیا مضائقہ ہے ، خالصہ جی پچاس پچاس آدمی آئیں اور درشن کر جائیں - یہ اجازت سن کر پچاس پچاس آدمی کا غول قلعے میں جانے لگا - مگر جب وہ نکلتے دس آدمی ان میں سے قلعے میں رکھ لیے جاتے - اس طرح سے بہت آدمی وہاں جمع ہو گئے - دروازہ قلعے کا تو کھلا ہی تھا ، پھر سب فوج یک بار حملہ کر کے اندر چلی گئی اور فی الفور انتظام قلعے کا کر لیا - خزانہ و اسباب وغیرہ پر پہرے بٹھلا دیے ، نواب کو پکڑ لیا گیا - جب وہ ہر ایک چیز سے دست بردار ہو گیا تو اُس کو آزاد کر دیا - چندے یہ سردار ملتان میں رہے اور شہر کو خوب لوٹا - جب حکومت وہاں جما لی تو ایک شخص جمعیت سنگھ نام کو وہاں صوبہ و قلعدار و حاکم اپنی طرف سے بنا کر اور قدرے فوج قائم کر کے وطن کو مراجعت کی - اور راستے میں پہلے موضع دھارا کو غارت کیا ، پھر احمد آباد میں جا کر اور احمد خاں اس قصبے

۱- نواب تکلم خاں غالباً شریف بیگ تکلو ہے - ملاحظہ ہو : "دھرم جس نے وہاں پہنچ کر اپنے نام فرمانِ شاہی جاری کروا لیا اور اپنے نائب مرزا شریف بیگ تکلو کو اس عہدے کا جائزہ لینے کے لیے ملتان بھیجا" - [اولیائے ملتان ، مؤلفہ سیّد محمد اولاد علی گیلانی ، ناشر سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور ، ص ٦٦] -

کے حاکم کو دق کرکے بڑی توپ احمد شاہی ، جس کو قلعہ لاہور سے چڑت سنگھ لایا تھا اور بہ سبب اس کے وزن دار ہونے کے اپنے گھر تک نہ لے جا سکا تھا اور احمد خاں توپ کو وہاں سے اپنے پاس لے گیا تھا ، چھین لی ۔

بعد فتح ملتان اور توپ کے حاصل ہونے اور لشکر کے بڑھ جانے سے سردار گنڈا سنگھ کمال مغرور ہوگیا کیونکہ سردار مہان سنگھ بھی اس وقت گویا اس کے ماتحت تھا اور فی الحقیقت گنڈا سنگھ کی اس وقت کمال ترقی کا وقت تھا ۔ جس طرف نظر کرتا کوئی اس کے روبرو دم نہیں مارتا تھا ۔ اس اثنا میں سردار منسا سنگھ بھنگی ، جو قصبہ پٹھان کوٹ کا حاکم تھا ۔ مرگیا اور اس کی زوجہ نے تارا سنگھ ، سردار حقیقت سنگھ کنھیا کے بھائی ، کو گھر میں بلا کر چادر ڈلوا لی یعنی خاوند بنا لیا ۔ چونکہ سردار منسا سنگھ بھنگی نزدیکی رشتہ دار سردار گنڈا سنگھ کا تھا ، اس بات میں سردار گنڈا سنگھ کی بڑی ہتک عزت ہوئی ۔ ریاست پٹھان کوٹ کی بھی اس مثل کی حکومت سے نکل کر کنھیا مثل کی حکومت میں آ گئی ۔ اس بات سے سردار گنڈا سنگھ نے کمال برافروختہ ہوکر حکم دیا کہ فی الفور دونوں مثلوں کے سوار یعنی سواران مثل بھنگی و سکرچک پٹھان کوٹ کو کوچ کریں ۔ چنانچہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ ادھر کو کوچ کیا اور جاتے ہی پٹھان کوٹ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا ۔ حقیقت سنگھ کا بھائی تارا سنگھ کنھیا قلعے کے اندر سے لڑتا رہا اور منتظر تھا کہ اس کا بھائی فوج لے کر اس کی مدد کو آئے تو باہر قلعے سے نکل کر میدان میں جنگ کرے ۔

قضا کار عین لڑائی میں کسی سکھ نے قلعے کے اندر سے ایسی تاک کر گولی لگائی کہ سردار گنڈا سنگھ بھنگی کے مغز میں لگی اور مغز پاش پاش ہوگیا ۔ سردار گنڈا سنگھ بھنگی کے مارے جانے سے اُس کے لشکر میں ابتری پھیل گئی ۔ اگرچہ اس کا چھوٹا بھائی دیسو سنگھ بھائی کی جگہ فرماں فرما مثل کا بن گیا مگر اُس نے اس مہم کو نامبارک جانا اور پٹھان کوٹ کا محاصرہ چھوڑ کر امرتسر کو واپس چلا آیا ۔ انھی ایام میں تیمور شاہ ، احمد شاہ بادشاہ کابل کا بیٹا ، ڈیرجات کے راستے ملتان میں داخل ہوا ۔ اس کے آنے سے جس قدر سکھ ملتان میں تھے جان بچا کر بھاگ گئے ۔ چند روز شہزادہ ملتان میں رہا اور نواب شجاع خاں بہادر کو بادشاہ کی طرف سے صوبہ دار ملتان کا بنا کر کابل کو واپس چلا گیا ۔ ملتان سے حکومت مثل بھنگیوں کی برخاست ہوئی ۔

دیسو سنگھ بھنگی ، جو گنڈا سنگھ کی جگہ مالک ہوا تھا ، عیش و عشرت میں پڑ گیا ۔ امورات ریاست و ملک داری کی اس کو کوئی خبر نہ رہی ۔ اس وقت

سردار مہان سنگھ ، سردار چڑت سنگھ سکرچکیہ کے بیٹے ، نے اس سے علیحدگی اختیار کی اور اپنی مثل کے سواروں کو لے کر گوجرانوالے میں آ گیا اور ملک گیری میں مصروف ہوا ۔ فی الفور پنڈی بھٹیاں و ساہی وال و عیسٰی خیل و موسٰی خیل و علاقۂ جھنگ پر یورش کر کے ان علاقوں کو لوٹا اور نذرانے وصول کیے ۔ اور دیسو سنگھ ، جو عیش و عشرت میں مستغرق تھا ، کچھ بھی اس کا تدارک نہ کر سکا ۔ کیونکہ پنڈی بھٹیاں اور ساہی وال کو پہلے بھنگی سردار فتح کر چکے تھے اور وہاں ان کا تھانہ موجود تھا ۔ وہ سردار مہان سنگھ نے اُٹھا دیا تھا ۔ چونکہ مہان سنگھ کے گھر ایک بہن راجکور ابھی کنواری تھی ، اس کا رشتہ مہان سنگھ نے صاحب سنگھ بھنگی ، گوجر سنگھ بھنگی کے بیٹے ، کے ساتھ کر دیا اور اس کو اپنے ساتھ شامل کر کے صاحبِ تقویت بن گیا ۔ یہ گوجر سنگھ سرداران بھنگی میں بڑا سردار صاحبِ داعیہ و ارادہ تھا ۔ تیسرا حصہ ریاست شہر لاہور کا بھی اس کے قبضے میں تھا اور شہر گجرات اور بہت سے اور علاقے دوآبۂ رچناب میں اس کی حکومت میں تھے ۔ صاحب سنگھ اس کے بیٹے نے باپ کے برخلاف ہو کر بہ امداد سردار مہان سنگھ کے پہلے گجرات پر قبضہ کیا ، پھر وہ تمام علاقے جہاں جہاں اس کا باپ حکمرانی کرتا تھا ، اپنے تصرف میں لے لیے ۔

اس وقت گوجر سنگھ لاہور میں تھا ۔ جب اس نے اپنے صلبی بیٹے کی یہ حرکت سنی تو کمال غضب میں آیا اور اپنا لشکر جمع کر کے دریائے راوی و چناب پایاب اُترا اور آتے ہی گجرات کا محاصرہ کر لیا ۔ باپ بیٹوں میں خوب لڑائی ہوئی ، قریب دو سو آدمی کے فریقین کی طرف سے کھیت رہا ۔ اس وقت سردار مہان سنگھ نے درمیان میں آ کر دونوں میں صلح کرا دی اور تمام علاقہ گوجر سنگھ نے اپنے بیٹے سے واپس کر لیا ۔ صرف تعلقۂ سودھرہ گذارے کے لیے واگزار رکھا ۔ اس کام سے فراغت پا کر سردار مہان سنگھ نے قلعۂ شادی وال کی طرف کوچ کیا ۔ جب نزدیک پہنچا ، قلعہ دار کو فریب سے اپنے پاس بلا کر قید کر لیا ۔ شادی وال پر متصرف ہو کر رہتاس کی طرف قدم بڑھایا ، اس پر بھی قبضہ کیا ۔ پھر قصبۂ کوٹلی پر ، جو سیالکوٹ کے قریب ہے اور وہاں کی بنی ہوئی بندوق تحفہ مشہور ہے ، یورش کی اور قصبے والوں کو سخت مجبور کر کے نذرانہ لیا اور قبضہ کیا ۔ پھر قصبۂ رام داس پور کو گیا ۔ وہاں کی رعیت نے اطاعت قبول کی اور نذرانہ کافی داخل کیا ۔ دو ماہ تک سردار نے وہاں قیام رکھا اور وہاں رہ کر ایک بڑا کام ایسا کیا کہ جس سے اکثر سردارانِ سکھ ہر ایک مثل و فرقے کے

دب گئے کہ اس نے اکثر سرداران سنگھ [illegible] چڑت سنگھ کلال والیہ اور دیا سنگھ برادر زادۂ صاحب سنگھ و دھنا سنگھ و سہان سنگھ وڈالیہ وغیرہ بائیس سردارانِ قابضانِ ملک کو ملاقات کے بہانے بلا کر اپنے پاس قید کر لیا اور ہر ایک سے مطابق ان کی حیثیت کے نذرانہ و مصادرہ لے کر اُن کو چھوڑا۔

بعد ازاں اس نے رام داس پور سے کوچ کر کے قصبہ رسول نگر کا محاصرہ کیا۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ وہ بڑی توپ احمد شاہی جو گنڈا سنگھ بھنگی بوقت (حملہ) ملتان کے احمد آباد سے لایا تھا وہ توپ اس نے پیر محمد خاں زمیندار و حاکم رسول نگر کے حوالے کر دی تھی۔ اُس سے سردار مہان سنگھ نے وہ توپ طلب کی، اس نے نہ دی اور کہلا بھیجا کہ یہ امانت میرے پاس سردارانِ مثل بھنگی کی ہے، ان کے حوالے کروں گا۔ یہ جواب سن کر مہان سنگھ فی الفور رسول نگر جا پہنچا اور قصبے کا محاصرہ کر لیا۔ ایک ماہ تک آپس میں لڑائی رہی۔ بہت سے آدمی مارے گئے اور پیر محمد خاں میدان میں لڑتا رہا، پھر محصور ہو گیا۔ تین ماہ تک سردار مہان سنگھ نے اس قصبے کا محاصرہ رکھا۔ تمام علاقہ متعلقہ پیر محمد خاں کا سردار نے لوٹ لیا۔ کسی زمیندار کے گھر ایک دانہ غلے کا باقی نہ چھوڑا۔ جب چار ماہ تک محاصرے کی مدت طول پکڑ گئی، پیر محمد خاں نے بہت سی عرضیاں اور خطوط اپنی امداد کے لیے دیسو سنگھ بھنگی کو لکھے مگر اس نے عیش و عشرت کی مستی میں جواب تک نہ دیا۔ جب مہان سنگھ بھی تنگ آ گیا تو صلح کی تجویز کی اور "گرنتھ" کے ورق پر مہر لگا کر پیر محمد خاں کے پاس بھیجا اور لکھا کہ میں ہرگز تجھ سے دغا نہ کروں گا، تو بے اندیشہ میرے پاس چلا آ۔ چنانچہ وہ ایمان دار رئیس قسم پر اعتبار کر کے فی الفور حاضر ہو گیا مگر سردار مہان سنگھ نے اپنے عہد پر وفا نہ کیا اور آتے ہی اس کو نظربند کر لیا۔ شہر میں دخیل ہو کر غارت کا بازار گرم کیا۔

انھی ایام میں کہ سردار مہان سنگھ رسول نگر کے محاصرے میں مصروف تھا، راجہ جیند کی لڑکی کے بطن سے، جو زوجہ سردار مہان سنگھ کی تھی، بہ مقام گوجرانوالہ دوم سنگرانت تاریخ ودی سمت ۱۸۳۷ بہ وقت ۱۹ گھڑی ۱۳ پل دن چڑھے سردار کے گھر بیٹا ہوا۔ یہ خوش خبری سن کر سردار مہان سنگھ بہت خوش ہوا اور بہت روپیہ خیرات کیا۔ رنجیت سنگھ اس کا نام رکھا اور قصبہ رسول نگر کا نام بدل کر رام نگر رکھا کہ رسول کا نام زبان پر نہ آئے۔ اور دوسرا قصبہ علی پور، جو پیر محمد خاں کے قبضے سے چھڑایا تھا، اس کا نام بدل کر اکال گڈھ رکھا اور بہ کمال مہربانی ان دونوں قصبوں کی حکومت دل سنگھ اپنے

مصاحب کو دے دی - تبرکاتِ اسلامیہ جو پیر محمد نے بہ مقام رسول نگر رکھے ہوئے تھے، وہ بھی غارت میں سردار مہان سنگھ کے ہاتھ آئے اور اس نے بہ کمال ادب گوجرانوالہ میں بہ مقامِ محفوظ رکھوا دیے -

سمت ۱۸۳۹ بکرمی میں راجہ رنجیت دیو والیِ جموں مر گیا اور برج راج دیو اس کا بڑا بیٹا جانشین ہوا - اس نے باپ کے مرنے کے وقت اپنے چھوٹے بھائی کو قید کر لیا اور گدی نشین ہو کر عیش و عشرت میں پڑ گیا - چونکہ سردار مہان سنگھ مدت سے دل میں آرزو رکھتا تھا کہ شہر جموں کو غارت کر کے بے انتہا دولت حاصل کرے، اب اس کو اچھا موقع مل گیا - پہلے اپنی مثل کے سواروں کو خوب سنوارا، ہر ایک کو پورے پورے ہتھیار دیے اور بے خبر بہ کوچِ بلغر جموں جا پہنچا - راجہ برج راج دیو، جو مردانگی و شجاعت سے بے بہرہ تھا، بہت ڈرا اور شہر چھوڑ پہاڑ پر چڑھ گیا - روسائے جموں سردار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نذرانہ دینا قبول کیا، مگر مہان سنگھ نے منظور نہ کیا اور کہا کہ ہم شہر لوٹنے نہیں آئے، تم خاطر جمع رکھو - ہم کو جموں کے راج سے غرض ہے - بعد ازاں شہر میں داخل ہو کر لوٹ مچا دی - تین دن تک شہر لٹتا رہا - شہر والے پارۂ نان کے محتاج ہو گئے - زر نقد و اسباب و غلہ سے ایک حبّہ کسی کے پاس باقی نہ رہا - بہت خلقت قتل میں آئی - بعد اس غارت و قتل کے مہان سنگھ رام نگر آیا - سمت ۱۸۴۴ بکرمی میں سردار مہان سنگھ بہ تقریب غسل دیوالی کے امرت سر میں آیا - سردار جے سنگھ کہنیا بھی بہ تقریب اسی تہوار کے امرت سر میں پہنچا - مہان سنگھ کی دولت اور حشمت و ترقی دیکھ کر اس کو کمال حسد ہوا اور وکیل کی معرفت کہلا بھیجا کہ جو تم لاکھوں روپیہ نقد اور لاکھوں روپے کا اسباب و جواہرات جموں سے غارت کر لائے ہو وہ تمام خالصہ کا حق ہے - اس کا حصہ ہم کو بھی دو - مہان سنگھ نے جواب صاف دیا - اس واسطے فیمابین دونوں سرداروں کے سخت لڑائی ہوئی -

چونکہ یہ لڑائی امرت سر سے باہر نکل کر قصبہ مجیٹھہ کے قریب ہوئی تھی، عین معرکے سے سردار جے سنگھ نے مغلوب ہو کر پہلے قصبے میں پناہ لی - جب وہاں بھی سردار مہان سنگھ نے اس کو تنگ کیا تو وہ بھاگ کر دریائے بیاسا سے اُتر گیا اور دوآبہ بست جالندھر میں پہنچ کر بہت سی فوج جمع کی اور چاہا کہ دوبارہ مہان سنگھ کے ساتھ لڑے - اس اجتماع کی خبر سن کر مہان سنگھ بہت گھبرایا اور چاہا کہ کسی مستعد سردار کو اپنی امداد کے لیے بلاؤں - بعد تدبیر و مشورۂ باہمی کے یہ بات قرار پائی کہ سردار جسّا سنگھ رام گڑھیہ

کو ، جس کو سردار جے سنگھ کنھیا نے اس کے علاقے سے بے دخل کر کے ستلج پار اُتار دیا ہوا ہے اور وہ بمقام جگرالو (جگراؤں) پریشان حال و سرگشتہ پڑا ہوا ہے ، طلب کر کے اپنے شامل کیا جائے کہ وہ جے سنگھ کنھیا کا جانی دشمن ہے ، وہ اس کے ساتھ خوب لڑے گا ۔ چنانچہ فی‌الفور اس کی طلبی کا خط جاری ہوا ۔ خط کے پہنچتے ہی سردار جسّا سنگھ جگراؤں سے روانہ ہوا ۔

جب دریائے ستلج سے اُترا پہلے سردار گوربخش سنگھ جو ایک مصاحب سردار جے سنگھ کا تھا اور جے سنگھ نے اس کو اس بات کے واسطے آگے روانہ کیا ہوا تھا کہ سردار جسا سنگھ کو اس طرف آنے سے روکے ، اس کے مقابل ہوا اور لڑائی میں مارا گیا ۔ پھر سردار گوربخش سنگھ ، سردار جے سنگھ کا بیٹا بڑی فوج کے ساتھ اس کے سدِّ راہ ہوا ۔ جسا سنگھ نے بڑی جواں مردی کے ساتھ اس کے ساتھ بھی جنگ کی جس میں دوسرا گوربخش سنگھ بھی قتل ہوا ۔ جب دونوں سردار مارے گئے تو اس کا راستہ روکنے والا کوئی نہ رہا ۔ وہ بے دغدغہ سردار مہان سنگھ کی فوج کے ساتھ شامل ہوگیا ۔ اگرچہ سردار گوربخش سنگھ جوان لائق کار بیٹے کے مارے جانے سے سردار جے سنگھ کی کمر ٹوٹ گئی تھی مگر اس نے حوصلے کو قائم رکھا اور بہ مقام نوشہرہ اپنی فوج جمع کر کے سردار مہان سنگھ سے لڑا ۔ اس لڑائی میں بہت سے آدمی طرفین سے مارے گئے مگر آخر سردار مہان سنگھ نے فتح پائی اور سردار جے سنگھ میدان سے بھاگ کر نور پور کو چلا گیا ۔ مہان سنگھ نے اس کا تعاقب کیا اور بکوچِ یلغر نورپور جا پہنچا ۔ اس کے جانے سے وہ قلعے میں محصور ہو کر لڑنے لگا ۔ مہان سنگھ نے وہاں ٹھہرنا اور قیام کرنا مناسب نہ جانا کہ اصل مطلب مہان سنگھ کا جے سنگھ کے مفرور ہونے سے حاصل ہو چکا تھا ۔ وہاں سے مہان سنگھ روانہ ہو کر دینا نگر میں آیا ۔ چونکہ اس مقام پر مہاراجہ سنسار چند والیِ کوہستان قیام پذیر تھا ، دونوں حکام میں کمال تپاک کے ساتھ ملاقات ہوئی ۔ راجہ سنسار چند نے سردار مہان سنگھ سے یہ آرزو کی کہ اگر آپ قلعہ کانگڑہ ، جس پر سردار جے سنگھ نے بہ راہِ فریب قبضہ کرا ہوا ہے ، دوبارہ اس سے دلوا دیں تو میں کمال مشکور ہوں گا اور اس کام کے عوض نذرانہ معقول دو لاکھ روپیہ خالصہ جی کی خدمت میں پیش کروں گا ۔ سردار مہان سنگھ نے وعدہ کیا کہ جب میں گوجرانوالہ پہنچ جاؤں گا ، اپنی فوج قلعہ کانگڑہ کی فتح کے لیے مامور کروں گا ۔ وہ فوج تمھارے حکم سے جاں فشانی کر کے قبضہ تمھارا قلعے پر کرا دے گی ۔

اس وعدے کے بعد سردار مہان سنگھ گوجرانوالہ کو چلا گیا اور وہاں جا کر حسب وعدہ مسمیان دیا رام و محمد صالح اپنی فوج کے افسروں کو مع ایک ہزار سوار کے کانگڑہ کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ مہاراجہ سنسار چند کو قلعہ کانگڑہ پر دخل دلا کر دو لاکھ روپیہ وصول کر لائیں - جب یہ فوج کانگڑہ میں پہنچی ، بہ ہمراہی فوج سنسار چند کے قلعے کا محاصرہ کیا - چونکہ سردار مہان سنگھ کی فوج کے ساتھ خزانہ نہ تھا ، چند روز کے بعد وہ فوج فاقہ کشی کی حالت میں مبتلا ہوئی اور اپنی حالت کی عرضی سردار کے نام لکھ بھیجی - سردار نے یہ لکھ کر جواب بھیجا کہ دو لاکھ روپیہ محنتانہ جو مہاراجہ سنسار چند نے دینا کیا ہے اس میں سے بالفعل پچاس ہزار روپے لے کر خرچ کرو - اس پر دونوں افسروں نے مہاراجہ سنسار چند سے روپیہ طلب کیا تو اس نے صاف انکار کیا اور کہا کہ جب تک قلعہ فتح نہ ہو جائے ، میں ایک خرمہرہ نہ دوں گا - اس جواب و سوال و رد و بدل میں بگاڑ پیدا ہوگیا اور تلوار چل پڑی - دونوں فریق میں خوب لڑائی ہوئی جس میں محمد صالح مارا گیا اور دیا رام بہ حالتِ زار و دیدۂ اشک بار شکستہ و خستہ فوج کو ہمراہ لے کر گوجرانوالہ میں آیا - سردار مہان سنگھ ایسی حالت اپنی فوج کی دیکھ کر کمال ناراض ہوا ، مگر بہ سبب اس بات کے کہ فی الحال کچھ بدلہ راجہ سنسار چند سے نہیں لے سکتا تھا ، خاموش رہا -

بعد چلے جانے فوج سردار مہان سنگھ کے راجہ سنسار چند نے بدستور قلعے کا محاصرہ رکھا اور بسبب استحکام قلعے کے اس نے جانا کہ یہ قلعہ کبھی لڑائی سے فتح نہیں ہوگا - سردار جے سنگھ کو کوئی فریب دینا چاہیے - چنانچہ کہلا بھیجا کہ اگر تم قلعہ ہم کو خالی کردو تو ہم اور تم دونوں مل کر سردار مہان سنگھ پر یورش کریں اور اس کو شکست دے کر پنجاب سے نکال دیں ، اس کا مال و اسباب باہم بانٹ لیں - اس فریب میں سردار جے سنگھ آ گیا اور بلا استحکام عہد و پیمان کے قلعہ مہاراجہ سنسار چند کے حوالے کردیا - سنسار چند نے جب قلعے پر بخوبی قبضہ کرلیا ، اپنے اقرار سے برگشتہ ہوکر صاف جواب دے دیا کہ ہم کو سردار مہان سنگھ کے ساتھ لڑنے اور یورش کرنے سے کیا غرض ہے - جب یہ جواب پایا سردار جے سنگھ قلعہ دینے پر سخت پچھتایا اور وہ اور سردار مہان سنگھ دونوں مہاراجہ سنسار چند کے جانی دشمن ہو گئے - انھی ایام میں سردار مہان سنگھ نے سنا کہ شہر جموں دوبارہ آباد ہو گیا ہے - جو لوگ آمد آمد فوج کی سن کر اپنا مال و اسباب لے کر شہر سے بھاگ گئے تھے وہ اب شہر میں آ گئے ہیں - راجہ برج راج دیو بھاگنے کے وقت اپنا خزانہ و املاک ساتھ لے گیا تھا ، وہ بھی سب

جموں میں موجود ہے ۔ اگر سردار اس وقت بے خبر جموں فوج لے جائے تو بڑا خزانہ پائے ۔ کیونکہ راجہ برج راج شب و روز عیش و عشرت میں مصروف رہتا ہے ، ریاست کے امورات سے بالکل بے خبر ہے ۔

یہ خبر پا کر سردار مہان سنگھ دوسری مرتبہ بے خبر جموں پر چڑھ گیا اور ایسی جلدی وہاں جا پہنچا کہ جموں کے لوگ اس کے جانے سے اول بالکل بے خبر تھے ۔ جاتے ہی اس نے شہر میں لشکر بھیج دیا اور غارت شروع کردی ۔ سکھوں نے ایک روز میں شہر لوٹ لیا ۔ راجہ کا خزانہ موجودہ شہر سب لے لیا ۔ سامان ریاست کا بندوقیں ، تلواریں سب اُٹھا لیں ، بارود کو آگ لگا دی ۔ غرض تمام شہر اور ریاست کو خاک میں ملا دیا ، کچھ باقی نہ چھوڑا ۔ وہاں سے جب مراجعت کی تو قصبہ بہادر کی طرف توجہ کی ۔ عالم سنگھ اکھنور وغیرہ سرداران دامن کوہ خدمت میں حاضر آئے اور سب نے نذرانہ معقول دے کر اپنے ملک کو غارت و قتل سے بچایا ۔

چونکہ رنجیت سنگھ مہان سنگھ کا بیٹا خرد سال بھی اس سفر میں ہمراہ تھا اس مقام پر اس کو چیچک نکل آئی ، اس قدر کہ زندگی کی امید باقی نہ رہی ۔ اس وقت سردار بہت گھبرایا اور فی الفور یکوچ یلغر رام نگر پہنچا ۔ وہاں اس نے موافق آئین ہندوستان کے بہت سی خیرات کی اور بہت سا اسباب نقد و جنس جوالا مکھی دیوی کے آستان پر بھیجا ۔ کانگڑہ کے قلعے میں جس دیوی کا استان ہے وہاں بھی بہت مال روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہاں جا کر غربا و فقرا کو تقسیم کیا جائے ۔ ایک گروہ برہمنوں کا بیدخوانی کے لیے اور مسلمانوں کو قرآن خوانی کے لیے بلا کر التجا کی کہ تمام دن خدا کا کلام پڑھیں اور بیمار کے حق میں شفا کی دعا مانگیں ۔

غرض کوئی دقیقہ خیرات و تصدق سے باقی نہ چھوڑا ۔ اکیس روز کے بعد رنجیت سنگھ نے غسل کیا ، گویا دوبارہ جان پائی ۔ اس بیماری کی حالت میں بیمار کی آنکھوں پر کمال صدمہ پہنچا اور بہت روز تک اس نے آنکھیں نہ کھولیں ۔ آخر جب آنکھیں کھلیں تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک آنکھ بالکل بیکار ہو چکی ہے ۔ سردار مہان سنگھ اگرچہ اس بات سے کمال غمگیں ہوا مگر اتنا ہی غنیمت جانا کہ لڑکے کی جان بچ گئی ۔ چونکہ بعد غسل صحت لڑکے کے سردار نے بڑا جشن کیا تھا اور دور دور سے سردار اس کے گھر مبارک باد دینے آئے تھے ، سردار جے سنگھ کنھیا کمال مہموم و مغموم راجہ سنسار چند کے ہاتھ سے نالاں سردار مہان سنگھ کے پاس آیا اور التجا کی کہ آیندہ سردار مہان سنگھ اس کا

حامی و دوست بنا رہے - سردار مہان سنگھ نے بھی اس کی التجا قبول کی اور بہ نظر استحکام محبت و ارتباط کے سوال کیا کہ سردار جے سنگھ کنھیا اپنی پوتی سردار گور بخش کی بیٹی کی نسبت اس کے بیٹے رنجیت سنگھ کے ساتھ کر دیوے کہ آیندہ پھر کسی طرح کی غیریت درمیان میں نہ رہے - یہ بات سردار جے سنگھ نے بخوشی خاطر منظور کی اور رسم و رسوم شگون کے ادا ہوئے اور تاریخ شادی کی بھی اسی وقت قرار پا کر شادی کی تیاری ہوئی اور بساعت نیک مہتاب کور، گور بخش سنگھ کی بیٹی، رنجیت سنگھ کے ساتھ بیاہی گئی، ۱۷۸۵ع میں شادی ہوئی - مگر یہ رشتہ اتحاد کا سردار جسا سنگھ رام گڑھیہ کو جس کی دشمنی کمال جے سنگھ کے ساتھ تھی اور سردار مہان سنگھ کی مدد کی خاطر وہ ستلج پار سے آیا تھا اور میدان جنگ میں جے سنگھ کے ساتھ لڑ کر اس کے بیٹے گور بخش سنگھ کو قتل کیا تھا، ناگوار گزرا اور سردار مہان سنگھ سے رخصت طلب کی - سردار نے اس کی کمال تسلی کی اور سردار جے سنگھ کو کہہ کر اس کا تمام علاقہ بھی جو جے سنگھ کے قبضے میں تھا، رہا کرادیا - اور سردار جے سنگھ نے یہ بڑی مردانگی کی کہ سردار مہان سنگھ کے کہنے سے اتنا بڑا علاقہ مقبوضہ سالہا سال کے بعد چھوڑ دیا - چنانچہ فی الفور عمل درآمد ہوگیا - مگر سردار جسا سنگھ یہ چاہتا تھا کہ اب سردار جے سنگھ کو بہ زور شمشیر مغلوب کرکے کل علاقہ اس سے چھین لیا جائے اور جس طرح مجھ کو جے سنگھ نے میرے علاقے سے بے دخل کرکے ستلج پار اُتار دیا تھا، اسی طرح میں اس کو اُتار دوں - یہ ارادہ اس کا جو سردار مہان سنگھ نے پورا نہ ہونے دیا تو باوجود رہا ہو جانے علاقے کے بھی اس کے دل سے غبار نہ گیا، اگرچہ بظاہر صلح و صفائی کر چکا تھا -

جب مہان سنگھ شادی وغیرہ ضروریات سے فارغ ہوا تو اس نے چاہا کہ اپنے متعلقہ ملک میں دورہ کرے - چنانچہ روانہ ہوا اور سردار جسا سنگھ کو رام نگر چھوڑا - اس کے جانے سے دو روز پیچھے جسا سنگھ کا ارادہ مستحکم ہوا کہ اپنی مثل کے سواروں کے ساتھ مہان سنگھ پر یورش کرکے اس کے ڈیرے لوٹ لیوے اور اس کو قتل کرکے اس کا مال و اسباب سب اپنے قبضے میں کر لیوے - چنانچہ وہ براہ راست مہان سنگھ کے پیچھے روانہ ہوا - جودہ سنگھ رام گدھیہ اس کا مصاحب بھی کمربستہ ہمراہ تھا - اس کے پہنچنے سے چار گھنٹہ اول سردار مہان سنگھ کو خبر ہو گئی اور وہ خبردار ہو کر مستعد بمقابلہ ہوا - جب جسا سنگھ و جودہ سنگھ جا پہنچے، آپس میں سخت لڑائی ہوئی - بہت سے آدمی فریقین سے مارے گئے - جودہ سنگھ کلال والیہ سردار مارا گیا اور جودہ سنگھ رام گدھیہ

بھاگ گیا۔ جسا سنگھ شکست کھا کر پسپا ہوا۔ ۱۷۹۱ع میں سردار گوجر سنگھ بھنگی مر گیا اور اس کا بیٹا صاحب سنگھ اس کی جگہ شہر گجرات میں گدی نشین ہوا۔ بعد جانشینی اپنے باپ کی جائداد کے قبضے کے لیے وہ لاہور کو گیا۔ سردار مہان سنگھ نے موقع پا کر چاہا کہ قلعۂ سودھرہ، جو صاحب سنگھ کے قبضے میں ہے، چھین لیوے۔ چنانچہ اس ارادے پر بہت سی فوج لے کر قلعہ سودھرہ پر فوج کشی کی۔ اگرچہ صاحب سنگھ کے ساتھ سردار چڑت سنگھ کی بیٹی اس کی ہمشیرہ بیاہی ہوئی تھی، لحاظ رشتہ داری بالائے طاق رکھ کر سودھرہ کو روانہ ہوا اور جاتے ہی قلعۂ سودھرہ کو گھیر لیا۔ فوج صاحب سنگھ کی جو قلعے میں تھی قلعہ بند ہو کر لڑتی رہی۔

عین اس لڑائی کے موقع میں سردار مہان سنگھ بیمار ہو گیا۔ جب سخت بیماری کی نوبت پہنچی اور جانا کہ اب زندگی باقی نہیں ہے تو رنجیت سنگھ کو، جو اس وقت بہ عمر دہ سالگی ہمراہ تھا، اپنے ہاتھ سے دستار ریاست کی پہنا کر اور سردار دل سنگھ کالیانوالہ کو، جس کو وہ کمال دیانت دار اور وفادار مصاحب تصور کرتا تھا، رنجیت سنگھ کا اتالیق بنا کر خود گوجرانوالہ کو روانہ ہوا۔ اور بوقتِ روانگی رنجیت سنگھ اور افسرانِ فوج کو تاکید کی کہ بدستور محاصرہ قلعے کا رکھ کر حتی الامکان قلعے کو فتح کریں۔ بعد روانگی سردار مہان سنگھ کے رنجیت سنگھ بدستور قلعے والوں سے لڑتا رہا۔

اتنے میں خبر پہنچی کہ ایک لشکر سکھوں کا بسرگروہی سردار کرم سنگھ دولو و دل سنگھ و جودہ سنگھ بھنگی و سردار جسا سنگھ رام گڈھیاں تمہارے لڑنے کی خاطر آیا ہے۔ رنجیت سنگھ نے یہ خبر سنتے ہی قلعۂ سودھرہ کا محاصرہ چھوڑ دیا اور ان کا راستہ روکنے کے لیے روانہ ہوا۔ موضع کوٹ مہاراجہ کے پاس دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور تین گھنٹے تک خوب لڑائی ہوئی۔ اگرچہ اس وقت فوج رنجیت سنگھ کی دشمن کی فوج سے آدھی تھی مگر فتح خداداد ہے۔ آخر دشمن بھاگ نکلے اور اس نے تین کوس تک ان کا تعاقب کیا۔ سردار چتر سنگھ کلال والیہ اس لڑائی میں مارا گیا۔ ایک توپ خانہ اور زنبورک خانہ سرداران بھنگیوں کا مع بہت سے اسباب کے رنجیت سنگھ کے قبضے میں آیا۔

بعد اس فتح کے رنجیت سنگھ نے تمام اسباب غارت کا گوجرانوالہ میں بھیج دیا اور آپ بہ مقام کوٹ مہاراجہ فروکش رہا۔ ابھی رنجیت سنگھ اسی مقام پر مقیم تھا کہ سردار مہان سنگھ اسی بیماری سے، جس سے بہ وقت محاصرہ قلعۂ

سودھرہ کے بیمار ہوا تھا ، بتاریخ پانچویں ماہ بیساکھ سمت ۱۸۴۷ بکرمی اس دنیائے فانی سے بہ عالم جاودانی سفر کر گیا ۔ یہ خبر جب رنجیت سنگھ کو پہنچی ، فی الفور گوجرانوالہ میں آیا اور باپ کی نعش کو داغ دیا :

سینکڑوں عالم میں آئے اور گئے اسفندیار
آئے اور پھر چل دیے دنیا سے رستم سینکڑوں
کوئی بھی باقی نظر آتا نہیں ہندی ہمیں
گرچہ گزرے ہیں فریدوں سینکڑوں ، جم سینکڑوں

• • •

تیسرا حصہ

مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر کی ابتدائے عمر سے انتہا تک کُل فتوحات و مہمات و واقعات کے ذکر میں

راویانِ صدق مقال و مخبرانِ واقف اس حال طرح پر بیان کرتے ہیں کہ جب سردار مہان سنگھ بہ عالمِ جوانی دنیائے فانی سے رحلت کر گیا ، مہاراجہ رنجیت سنگھ بعد فراغت کِریا کرم و ادائے رسوم مذہبی کے سمت ۱۸۴۷ بکرمی مطابق ۱۷۹۲ عیسوی میں بہ عمر بارہ برس کے مالک ریاست مقبوضہ اپنے باپ کا ہوا۔ لیکن بہ سبب کم عمری اور تسلط و دخل و اقتدار کارپردازانِ سردار مہان سنگھ کے امورات ریاست میں چنداں اس کا دخل نہ تھا۔ بلکہ رنجیت سنگھ کی والدہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ وہ ریاست کے امور میں دخیل ہو۔ کیونکہ اس نے ایک شخص لکھپت رائے نام کھتری کو ہر ایک امر میں کامل اختیار دیا ہوا تھا۔ بلکہ سردار مہان سنگھ کی طرح تمام ریاست کا انتظام وہ اپنے حکم اور اختیار سے کرتا تھا ، کوئی دوسرا شخص اس کا ہم رتبہ و ہم پایہ نہ تھا۔ رنجیت سنگھ جب کسی کام میں دخل دیتا وہ اس کے برعکس تجویز کرتا اور اس کی والدہ اس کی دخل دہی سے کمال ناراض ہوتی۔ جب اس بے دخلی و بے اختیاری کی حالت میں پانچ برس گزر گئے اور رنجیت سنگھ سترہ برس کی عمر کا نوجوان لڑکا ہو گیا تو یہ خود بہ خود ریاست کے امور میں دخل دینے لگا ، اگرچہ اس کی والدہ اور دیوان لکھپت رائے کو ناگوار گزرتا اور وہ اس کی تجویز کو فوراً بدل ڈالتے اور اس کے حکم کے بہ موجب کام نہ ہونے دیتے۔ ۱۷۹۶ء مطابق سمت ۱۸۵۳

بکرمی میں شاہ زمان بادشاہِ کابل جو بعد وفات تیمور شاہ ن احمد شاہ درانی کے کابل کے تخت پر بیٹھا تھا ، ایک فوج جرار کے ساتھ پنجاب کو آیا ۔ کسی جوان مرد سکھ سردار نے اس کا مقابلہ نہ کیا اور نہ کوئی اس کا سدِّ راہ ہوا ۔ گورو کا سکھ اُس وقت کوئی کسی گاؤں میں نظر نہیں آتا تھا ۔ سب کے سب بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر جنگلوں میں گھس گئے ۔

چونکہ تشریف لانا بادشاہ کا پنجاب کے ملک میں صرف سکھوں کے انتظام کے لیے تھا ، جا بہ جا فوج مامور ہوئی کہ سکھوں کو گرفتار کرکے لے آوے ۔ درانی سوار جس گاؤں اور قصبے میں جاتے ، سکھ دست یاب نہ ہوتا ۔ چند روز بادشاہ نے لاہور میں قیام رکھا اور اس کا ارادہ تھا کہ لاہور میں رہ کر پنجاب کا انتظام کرے ، مگر کابل سے اس کو کوئی ایسی خراب خبر گوش زد ہوئی کہ اس کو فی‌الفور واپس جانا پڑا ۔ اس وقت رنجیت سنگھ کی والدہ و لکھپت رائے و رنجیت سنگھ بھی اپنا ضروری سامان ہمراہ لے کر گوجرانوالہ سے کسی بے نشان جنگل میں جا چھپے تھے ۔

جب شاہ زمان لاہور سے کابل کو روانہ ہوا تو مسمّٰی شاہنچی خاں ایک امیر کو کہ جواں مردی اور بہادری میں ضرب المثل تھا ، بہت سی فوج کے ساتھ لاہور چھوڑا اور حکم دیا کہ اگرچہ پنجاب کا ملک اب طوائف الملوکی کی حالت میں ہے ، انتظام اس کا مشکل ہے ، مگر وہ حتی‌الامکان اس کام میں کوشش کرے اور سکھانِ متمرّد کو گوشمالی کر کے بادشاہ کا تابع دار بنائے کہ وہ حکومت و ریاست سے دست بردار ہوکر زمینداروں کی طرح کھیتی کرنے میں مشغول ہوں ۔

چنانچہ اس افسر نے بہ تعمیل فرمانِ شاہی کے بادشاہ کی تشریف بری کے بعد انتظام شروع کیا اور دیکھا کہ سکھوں کا اجتماع رسول نگر و گجرات کی طرف بہت ہے ۔ چنانچہ مع توپ خانہ و فوج جرّار رام نگر کا محاصرہ کیا ۔ چونکہ وہ علاقہ مہاں سنگھ کا تھا ، مہاراجہ رنجیت سنگھ بڑے اجتماع کے ساتھ اس کے مقابل ہوا اور سردار ملکھا سنگھ پنڈیوالہ و بدھ سنگھ و رن سنگھ سرائے کالہ والہ و جودھ سنگھ اٹاریوالہ و دھرم سنگھ جلالیہ وغیرہ بہت سے سرداروں کو اپنی امداد کے لیے بلایا اور آپس میں سخت لڑائی ہوئی ۔ جب شہنچی خاں نے جانا کہ اب اس جگہ سکھوں کا بہت مجمع ہو گیا ہے ، محاصرہ چھوڑ کر گجرات کی طرف روانہ ہوا ۔ اس وقت اس کے ہمراہ صرف بارہ ہزار سوار تھے ۔ گجرات کے قریب

جب وہ پہنچا ، سردار صاحب سنگھ[۱] بھنگی پانسو سوار کے ساتھ شہر سے نکلا ۔ ادھر سے یہ مجمع سکھوں کا بھی اس کے تعاقب میں وہاں پہنچا اور دوسری مرتبہ ہنگامہ قتل و کشت و خون کا گرم ہوا ۔ اتفاقاً عین جنگ میں شہنچی خان کی چھاتی میں ایسی گولی لگی کہ وہ جوان مرد سپہ سالار مارا گیا اور وہاں ہی دفن ہوا ۔ مقبرہ اس کا شہر گجرات سے جانبِ شرق بہ فاصلہ چار میل کے واقع ہے ۔ اس کے مارے جانے سے ولایتی فوج میں تفرقہ پڑ گیا اور پنجاب سے نکل کر کابل کو چلے گئے ۔

جب پنجاب میں کوئی غیر ملک کا بادشاہ دست انداز نہ رہا ، اُس وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بلند ہمتی و نوجوانی تو اس بات کی متقاضی تھی کہ تمام پنجاب پر قابض ہو جائے ، مگر بہ سبب اس کے کہ دیوان لکھپت رائے اس کو کسی امر میں دخل نہیں دیتا تھا خاموش تھا ۔ اور سب سکھ یہ چاہتے تھے کہ اس ریاست کو نیست و نابود کر کے اس کی ریاست پر خود قابض ہو جائیں ۔ سب نے مل کر حشمت خاں زمیندار قوم چٹھہ کو ، جس کی حکومت میں اکثر علاقے دریائے چناب کے کنارے پر تھے ، رنجیت سنگھ کا دشمن بنا دیا اور اس کا ارادہ ہوا کہ کسی آسان طریق سے رنجیت سنگھ کو قتل کر ڈالے ۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ رنجیت سنگھ شکار کھیلتا ہوا حشمت خاں کے علاقے میں جا نکلا ۔ اس طرف سے حشمت خاں بھی آ پہنچا اور رنجیت سنگھ کو غافل پا کر تلوار کا وار کیا مگر وہ تلوار رنجیت سنگھ کو نہ لگی اور کاٹھی پر لگ کر کاٹھی کٹ گئی ۔ یہ حال دیکھ کر رنجیت سنگھ ہوشیار ہو گیا اور دوسرا وار تلوار کا حشمت خاں پر کیا جس سے اس کا سر فوراً گردن سے جدا ہو گیا ۔ اس کے مرنے کے بعد بہت سا علاقہ اس کا اس کی ریاست کے متعلق ہو گیا اور سرکشانِ قوم چٹھہ نے اطاعت منظور کی ۔ انھی دنوں میں سدا کنور زوجہ گور بخش سنگھ کنھیا نے ، جو رنجیت سنگھ کی ساس تھی ، ایک خط رنجیت سنگھ کے نام لکھا اور اس میں درج کیا کہ سردارانِ مثل رام گڑھیہ ، جن کا علاقہ میرے خسر جے سنگھ کنھیا نے تمھارے باپ کے کہنے سے واپس کر دیا تھا ، اس بات کے درپے ہیں کہ میرا علاقہ مجھ سے چھین لیں ۔ چونکہ میں عورت ہوں اور ان سے لڑنا میرا کام نہیں ہے ، تم سے استمداد چاہتی ہوں کہ اسی روز کے واسطے میں نے تمھارے ساتھ رشتہ کیا اور لڑکی دی تھی ۔

۱- ''صاحب سکھ'' اصل میں غلط ہے ۔

اس خط کا مضمون جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سنا ، فی‌الفور روانگی پر مستعد ہوگیا اور مع سواران متعلقہ مثل بہ کوچ بلغر وٹالہ میں گیا اور فوج سدا کنور کی ہمراہ لے کر داخل علاقہ ریاست سرداران رام گڈھیہ ہوگیا ۔ اور قصبہ میانی کو جو ریاست گاہ سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ کی تھا ، محاصرہ کر لیا ۔ دونوں طرف سے لڑائی ہوتی رہی ۔ چونکہ سامان قلعہ گیری و دیوار شکنی کا اس وقت رنجیت سنگھ کے ہمراہ نہ تھا ، چھ ماہ تک قصبہ فتح نہ ہوا اور دونوں فریق میں سے کوئی غالب یا مغلوب نہ ہوا ۔ اتنے میں بارش کا موسم آ گیا اور دریائے چناب اس قدر طغیانی میں آیا کہ قصبہ میانی کے چاروں طرف پانی بھر گیا ۔ ناچار رنجیت سنگھ محاصرہ چھوڑ کر واپس آیا ۔

چونکہ وقت ملاقات رانی سدا کنور نے رنجیت سنگھ کو یہ بات بھی کہی تھی کہ دیوان لکھپت رائے کو تمھاری والدہ نے مختار و مدارالمہام جزو و کل کر رکھا ہے ، تمھارا اختیار نہ تو خزانے پر ہے اور نہ ریاست پر ، بلکہ تمھارے وجود کو بھی وہ کچھ وجود تصور نہیں کرتا ، ایسے شخص کا ابھی سے انتظام کر لینا چاہیے ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے فائدے کے لیے تمھارا نقصان کرے اور تمھاری جان پر اس کے ہاتھ سے کوئی صدمہ پہنچے ۔ کیونکہ تمھاری والدہ کو اس کی خاطر منظور ہے ، تمھاری جان کا غم اس کو ہرگز نہیں ہے ۔ یہ بات سن کر رنجیت سنگھ ہوشیار ہو گیا اور زمینداروں سے سازش کر کے اس کے قتل کو دینے کی تجویز کی ۔ جب لکھپت رائے گاؤں میں کنکوٹ کرنے کے لیے گیا تو زمینداروں نے بہ ایمائے رنجیت سنگھ کے اس کو جان سے مار ڈالا ۔ یہ دیوان لکھپت رائے قوم کا کھتری قصبہ نوشہرہ کا رہنے والا تھا ۔ رنجیت سنگھ کی والدہ اس پر کمال مہربان تھی اور اس کو یہ اقتدار حاصل تھا کہ کل مال و ملک و انتظام جزو و کل اس کے اختیار میں تھا ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو صرف دس روپے روزمرہ خرچ کے لیے خزانے سے ملتے تھے ۔

سمت ۱۸۵۵ بکرمی جاڑوں کے موسم میں شاہ زمان بادشاہ کابل نے بہ سبب مارے جانے شہنچی خاں امین کے سکھوں سے عوض لینے کے لیے کابل سے ایک برجستہ فوج کے ساتھ پنجاب کو کوچ کیا ۔ جب بادشاہ کی آمد کی خبر تمام پنجاب میں مشہور ہوئی ، سب سکھ سردار اپنی اپنی ریاست گھوں سے اٹھ کر جنگلوں میں جا چھپے اور نہ چاہا کہ بادشاہ کے ساتھ مقابل ہو کر اپنی جان تلف کریں کیونکہ ہر ایک شخص جانتا تھا کہ بادشاہ آخر کسی قدر مدت رہ کر پنجاب سے واپس چلا جائے گا ۔ جب بادشاہ جہلم سے اُترا شہروں کے شہر اور گاؤں کے

گاؤں اُجڑے ہوئے دیکھے - کیونکہ جو لوگ سکھوں کی غارت و تاراج سے بچ گئے تھے ان کو اندیشہ تھا کہ ہم کو کابلی افغان لوٹ لیں گے ، اس واسطے اپنے گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے - اور فی الحقیقت کابلی افغانوں کی لوٹ بھی سکھوں سے کچھ کم نہیں تھی - سکھ تو آدمی کو بطمع مال مارتے اور قتل کرتے تھے اور افغان بہ نیت صواب [ثواب] کے مار ڈالتے تھے - بادشاہ نے جب پنجاب کا ملک ایک ویرانہ جنگل دیکھا تو بہت افسوس کیا اور منزل بہ منزل لاہور آ پہنچا -

اس کے آنے سے اول ہی تین حاکم شہر لاہور کے جن کی حکومت میں ایک ایک حصہ شہر کا تھا بھاگ گئے - بادشاہ نے ایک فوج ان کی گرفتاری کے لیے مامور کی مگر کہیں سے دست یاب نہ ہوئے - چار ماہ تک بادشاہ لاہور میں قیام پذیر رہا اور بہت چاہا کہ سکھوں کی سرکوبی کرے مگر ناچار تھا کہ سکھوں کا کہیں نشان پایا نہیں جاتا تھا - سوائے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے کہ اس وقت بمقام رسول نگر چند سواروں کے ساتھ قیام پذیر تھا - اس کی موجودگی کی اطلاع جب بادشاہ کو ہوئی تو کہا کہ اگر سکھ جمع ہوکر میرے مقابلے پر آتے تو ان کو سزا دی جاتی - اب اگر ایک شخص کو ہم نے پکڑا اور مارا تو اس سے تمام قوم کا انتظام نہیں ہو سکتا - پانچویں مہینے جب ماہِ رمضان کا چاند نمودار ہوا تو بادشاہ نے لاہور سے کوچ کیا - جب دریائے چناب کے کنارے پہنچا ، سکھ جنگلوں سے نکل کر شہر لاہور کے قریب جمع ہوئے اور چاہا کہ بادشاہ کا تعاقب کر کے اس کا اسباب لوٹ لیں - اس وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان کو اس ارادے سے باز رکھا اور کہا کہ اگر تم بڑے جواں مرد تھے تو میدان میں اس کے ساتھ لڑتے - اب جو وہ سفر میں ہے اور اپنے دارالخلافت کو معاودت کیے ہوئے چلا جاتا ہے ، لاحق اس کو ستانا اور تکلیف دینا اچھا نہیں ہے - اس فہمائش سے گورو کے سکھ اپنے ارادے سے باز آئے - جب لشکر شاہ زمان کا دریائے چناب سے اُترنے لگا تو دریا نہایت طغیانی پر تھا - پندرہ روز تک بادشاہ کو وہاں رہنا پڑا - بڑی مشکل سے لشکر دریا سے اُترا مگر جب توپ خانے کے اُترنے کی نوبت آئی تو دس عدد توپیں شاہی دریا میں غرق ہو گئیں - بادشاہ اس وقت حیران تھا کہ آیا دریا سے اب توپیں کیوں کر نکالی جائیں -

جب کوئی تدبیر بن نہ آئی تو ایک پروانہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نام کہ وہ علاقہ اسی کی حکومت میں تھا ، بدیں مضمون لکھا کہ بہ سبب طغیانی دریائے چناب کے بادشاہی توپیں پانی میں غرق ہو گئی ہیں جن کا نکالنا سر دست

مشکل ہے ۔ البتہ جب پانی کم ہوگا ، ان کا نکالنا آسان ہوگا ۔ چونکہ یہ علاقہ تمھاری حکومت میں ہے ، بعد فرو ہونے طغیانی کے اگر تم ان توپوں کو نکلواؤ اور کابل میں ہمارے پاس پہنچاؤ تو موجبِ خوشنودیِ خاطر اہی جانب ہوگا ۔ اور اس خدمت کے عوض میں ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے کہ لاہور پر جا کر قبضہ کر لو ، اپنی حکومت پنجاب میں قائم کرو ۔ آئندہ ہماری طرف سے کوئی حاکم و فرماں فرما مزاحم حال تمھارے کا نہ ہوگا ۔ یہ تحریر جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس پہنچی ، بہت خوش ہوا اور چار ماہ کے بعد جب دریا کا پانی اُترا تو بڑی کوشش سے آٹھ توپیں بادشاہ کی دریا سے نکلوائیں اور اپنے ایک معتبر کے ہاتھ کابل کو روانہ کیں ۔ اس خدمت سے بادشاہ بہت خوش ہوا ۔ معتبر کو خلعتِ فاخرہ بخشا اور بڑی عزت سے رخصت کیا ۔ دو توپیں باقی ماندہ بادشاہی جو دریا میں تھیں وہ ایک سال کے بعد نکلوائی گئیں اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تصرف میں رہیں ۔

دخل پانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا لاہور میں :

جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دن بدن ترقی ہوتی گئی اور حاسدانِ خاندان مقہور ہوتے گئے ، اُدھر سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ سخت بیمار پڑ گیا اور ضیق النفس کی بیماری اس کو ایسی لاحق ہوئی کہ وہ لڑنے اور فوج کشی کے لائق ہی نہ رہا ۔ ادھر سردار گلاب سنگھ بھنگی دشمن اس خاندان کا گھوڑے سے گرا اور سخت چوٹیں اس کو آئیں ۔ ایسے سخت وقت میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چاہا کہ شہر لاہور پر قبضہ کیا جاوے مگر اس کام کو وہ بڑا کام تصور کرتا تھا کیونکہ ایک حصہ شہر لاہور کا بھنگی مثل کے سرداروں کے تصرف میں تھا اور ان کا حامی اُن دنوں میں سردار صاحب سنگھ بھنگی تھا جس کی حکومت شہر گجرات میں تھی اور لاہور کے قابض سرداروں کو وہ اپنا نائب تصور کرتا تھا ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ ابھی اسی فکر میں تھا کہ ایک عرضی مسمیان حاکم رائے و محمد عاشق و محمد باقر و محمد طاہر و مفتی محمد مکرم وغیرہ روسائے شہر لاہور کی اس مضمون سے رنجیت سنگھ کی خدمت میں گوجرانوالہ میں پہنچی کہ رعایائے شہر لاہور تین حاکموں کی حکومت سے کمال تنگ ہے اور تینوں نے تمام رعیت کو لوٹ کھایا ہے ، کوئی فریاد رس غریب رعیت کا نہیں ہے ۔ جس قدر فصیل کی دیوار کے باہر شہر آباد تھا وہ تو سکھانِ غارت گر نے لوٹ لیا اور مکانات گرا کر لکڑیاں نکال کر لے گئے ہیں ۔ اندر کی آبادی بھی اب نصف سے کم رہ گئی ہے ۔ محلوں کے محلے اُجڑے پڑے ہیں ۔ جس قدر آبادی باقی ہے اس کو اب یہ تین

حاکم ویران کرتے جاتے ہیں - تینوں دن رات عیش و عشرت میں مصروف رہتے ہیں - جب خرچ کی ضرورت ہوتی ہے ، اپنی رعیت کو آپ ہی لوٹ لیتے ہیں - ایسے وقت میں اگر آپ اس طرف قدم رنجہ فرمائیں تو ہماری عین مراد ہے - کھلے دروازوں شہر پر قبضہ آپ کا ہو جائے گا -

جب یہ عرضی شہر کے رئیسوں کی رنجیت سنگھ کے حضور میں پہنچی ، بہت خوش ہوا اور سجدہ شکرانے کا خدا کی جناب میں کیا اور فی‌الفور مستعد ہو گیا کہ شہر لاہور پر قابض ہو کر اپنی حکومت خطۂ پنجاب میں قائم کرے - چنانچہ اپنے سواروں کی جمعیت کے ساتھ پہلے گوجرانوالہ سے روانہ ہو کر شہر وٹالہ میں گیا اور سدا کنور اپنی ساس کے ساتھ اس باب میں مشورہ کیا اور امداد چاہی - چنانچہ وہ بھی اپنا لشکر لے کر اس کے شامل ہوئی اور دونوں فوجیں بکوچ متواتر وٹالہ سے روانہ ہو کر لاہور آ گئیں - اور تاریخ یکم محرم کو لاہور میں آ کر لاہور کے پاس نواب وزیر خاں کے باغ میں ، جو اب بازار انارکلی میں متصل ڈاک خانہ و عجائب گھر کے واقع ہے اور اسی باغ کی بارہ دری میں اب انگریزوں نے کتاب گھر بنایا ہے ، آ کر اُترا -

سرداران قابضان لاہور نے جب یہ خبر پائی ، بہت متفکر ہوئے - فی‌الفور دروازے شہر کے بند کر لیے اور سامان و فوج موجودہ کے ساتھ جنگ کرنے پر مستعد و آمادہ ہو گئے - چونکہ اُس وقت شہر لاہور کے صرف تین دروازے دہلی ، لوہاری و روشنائی کھلے تھے اور باقی تمام دروازوں کو بالکل پکی دیواریں بنا کر مسدود کیا ہوا تھا ، رنجیت سنگھ کو شہر میں داخل ہونا سخت مشکل نظر آتا تھا - پہلے تینوں حاکموں نے یک تن و یک دل ہو کر اپنی اپنی فوج جمع کی اور قریب دو سو آدمی کے لوہاری دروازے سے باہر نکل کر رنجیت سنگھ کے مقابل ہوئے - چونکہ وہ فوج محض بے سر و سامان و بے سلاح و خراب و خستہ تھی ، ایک ہی حملے میں بھاگ کر شہر میں آ گئی - پانچ آدمی ان میں سے کام آئے - روسائے لاہور ، جو باطنی سازش مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ رکھتے تھے ، اس بات پر مستعد تھے کہ اس کو لاہور میں داخل کر لیا جائے - چنانچہ سب نے مہر محکم دین کو ، جو محافظ دروازۂ لوہاری کا تھا ، اس بات پر آمادہ کیا کہ جب رنجیت سنگھ دروازے تک پہنچے ، فوراً دروازہ کھول دے - اور نیز رنجیت سنگھ کو اطلاع دی گئی کہ کل کی تاریخ صبح صبح وہ اپنی فوج کے ساتھ لوہاری دروازے کے پاس آئے گا ، دروازہ فی‌الفور کھول دیا جائے گا - دوسرے روز یعنی تاریخ اساڑھ سدی پنچمی سمت ۱۸۵۶ کو رنجیت سنگھ باغ نواب وزیر خاں سے مع فوج سوار

ہوکر لوہاری دروازہ کی طرف آیا ۔ یہ خبر مخبر نے سرداران قابضان لاہور کو پہنچائی کہ رنجیت سنگھ لوہاری دروازے کو توڑ کر شہر میں آنا چاہتا ہے ۔ چنانچہ وہ اپنی موجودہ فوج کے ساتھ سوار ہوکر لوہاری دروازے کو آئے اور چاہا کہ رنجیت سنگھ کو روکیں ، مگر جب وہ دروازے کے پاس پہنچے تو مہر محکم دین نے بہ راہِ فریب و دھوکہ دہی کے اُن کو کہا کہ رنجیت سنگھ اِدھر کو آیا تھا ، ہم نے بندوقیں مار کر اس کو ادھر سے ہٹا دیا ہے ۔ اب وہ دہلی دروازے کی طرف گیا ہے ۔ اس طرف سے آپ خاطر جمع رکھیں ، ادھر سے کوئی داخل ہونے نہ پائے گا ۔ تم دہلی دروازے کی طرف جا کر بندوبست کرو ، ایسا نہ ہو کہ وہ اُدھر سے شہر میں آ جائے ۔

جب سرداروں نے یہ بات سنی محکم دین کی جھوٹی بات کو سچ جانا اور دہلی دروازے کی طرف دوڑے ہوئے چلے گئے ۔ ان کے اُدھر جانے کے بعد محکم دین نے فی‌الفور لوہاری دروازے کا پھاٹک کھول دیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ شہر میں داخل ہوگیا ۔ جب یہ خبر قابضان لاہور کو پہنچی کہ رنجیت سنگھ مع فوج شہر میں آ گیا ہے تو دو سردار تو دہلی دروازے سے نکل کر بھاگ گئے اور چیت سنگھ بھنگی ، جس کے قبضے میں قلعہ تھا ، قلعے میں جا کر قلعہ بند ہوگیا ۔ رنجیت سنگھ نے شہر میں داخل ہوکر انتظام شہر کا کر لیا ۔ اگرچہ داخل ہونے کے وقت سکھان فوج نے شہر پر دست اندازی شروع کی مگر رنجیت سنگھ نے ممانعت کی کہ فوج میں سے کوئی رعیت کو نہ ستائے ۔ چنانچہ امن ہوگیا ۔ بعد ازاں رنجیت سنگھ نے تجویز کی کہ قلعۂ لاہور کا محاصرہ کیا جائے ، مگر رانی سدا کنور نے ممانعت کی اور کہا کہ چیت سنگھ سے لڑنا کچھ ضرور نہیں ۔ دو چار روز میں بہ سبب کم خرچی کے وہ خود نکل کر چلا جائے گا ۔

چنانچہ اسی طرح وقوع میں آیا کہ دوسرے روز چیت سنگھ کا وکیل رنجیت سنگھ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ اگر آپ سردار چیت سنگھ کے مزاحم نہ ہوں تو وہ قلعے سے نکل کر چلا جاتا ہے ۔ رنجیت سنگھ نے اس کی التجا منظور کی اور وہ جان بچا کر چلا گیا ۔ چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دخل یابی کے وقت لاہور میں تین حاکم حکمران تھے ان کا احوال بھی مفصل یہاں درج کیا جاتا ہے کہ خالی لطف سے نہ ہوگا ۔

حال سردار گوجر سنگھ بھنگی لاہور کے پہلے حاکم کا :

اس کا باپ مسمی ناتھا جاٹ گوت سندھو موضع بھوری کا رہنے والا تھا ۔ زمینداری اس کی کچھ نہ تھی ، مفلسی و ناداری کی بلا میں ہمیشہ مبتلا رہتا تھا ۔ ایک دو مرتبہ جو چوری گاؤں کی اس پر ثابت ہوئی تو نمبرداروں نے اس کو گاؤں سے نکال دیا ۔ پھر اس نے ایسے افعال سے توبہ کی اور محنت مزدوری کرنے لگا ۔ اس کے گھر تین بیٹے مسمیان گوجر سنگھ و گرجا سنگھ و نباہو سنگھ ہوئے ۔ جب یہ جوان ہوئے تو پہلے باپ کی طرح محنت مزدوری پر ان کا بھی گزارہ تھا ۔ جب انھوں نے سکھوں کی ترقی دیکھی تو یہ تینوں بھائی بھی یک جا گور بخش سنگھ بھنگی کے پاس گئے اور پاہل لے کر سکھ بنے ۔ چونکہ جوان و تناور تھے ، اس نے اپنے گھوڑے ہر ایک کو دے کر گھوڑ چڑھا بنایا اور اپنی مثل کے شامل کر لیا ۔ گور بخش سنگھ کو انھوں نے اپنی خدمات سے کمال خوش کیا ۔ جو مال غارت میں حاصل ہوتا ، نصف حصہ یہ خود لے لیتے اور نصف حصہ گور بخش سنگھ کو دے دیا کرتے ۔ جب گور بخش سنگھ اپنی اخیر عمر میں کمزور اور نہایت ضعیف ہو گیا تو گوجر سنگھ کہ ان میں سے بہت ہوشیار تھا ، گور بخش سنگھ کی اجازت سے اس گروہ کا افسر بنا اور موضع امر گڑھ فتح کر کے خود اس میں رہنے لگا ۔ پھر جب اسلام کی حکومت لاہور سے جاتی رہی تو اس نے لاہور پر آ کر قبضہ کر لیا ۔ اس وقت اس کی مصاحبت میں مسمیان لہنا سنگھ و سوبھا سنگھ بھی تھے ۔ لاہور لے کر اس نے ایک حصے کی حکومت اپنے متعلق رکھی اور دو حصے ان دونوں کو بانٹ دیے ۔ پھر اس نے لاہور سے نکل کر اور ملک بھی فتح کیے اور جمعیت بہت بہم پہنچائی اور پنجاب کے سرداروں اور ملک والوں میں مشہور ہوا ۔ سلیمان خاں بھمبر کے حاکم پر بھی اس نے یورش کی اور لذرانہ کافی لے کر مطیع بنایا ۔ اور گکھڑا[1] قوم و دھنی کھیپ کے دونوں حاکم مسمیان سردار کرم اللہ خاں و منصور خاں پر یورش کر کے بڑا روپیہ اُن سے وصول کیا اور آیندہ کے لیے تابع دار بنایا ۔ شہر گجرات اور اس کے متعلقہ علاقے پر اپنی حکومت قائم کی ۔

غرض یہ صاحبِ قسمت سردار اگرچہ بھنگیوں کی مثل کی ایک شاخ کا افسر تھا مگر سب سے الگ اپنی فتوحات میں مشغول تھا ۔ بہادری و جواں مردی

۱- اصل میں ''گکھڑ'' ۔

اس کی ہر ایک سکھ سردار کے دل پر نقش تھی۔ صاحب سنگھ اس کا بیٹا بھی بڑا بہادر و زورآور سردار تھا۔ مگر باپ اس کو نہیں چاہتا تھا اور چھوٹے دو بیٹوں سکھا سنگھ و فتح سنگھ سے محبت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ صاحب سنگھ نے بہ حالتِ عدم موجودگی اپنے باپ کے گجرات و سودھرہ وغیرہ علاقوں پر، جس پر گوجر سنگھ کی حکومت تھی، اپنا قبضہ کر لیا۔ باپ کے کاردار مار کر وہاں سے نکال دیے۔ جب گوجر سنگھ کو خبر ہوئی، فوج لے کر بیٹے پر چڑھ گیا۔ اُدھر سے اس کا بیٹا صاحب سنگھ گجرات سے نکل کر باپ کے مقابل ہوا اور آپس میں خوب تلوار چلی۔ بہت آدمی کام آئے۔ پھر صاحب سنگھ قلعے میں محصور ہو گیا اور گوجر سنگھ نے محاصرہ کر لیا۔ چند روز لڑائی رہی، آخر سردار مہان سنگھ سکرچکیہ نے درمیان میں آ کر باپ بیٹوں کی صلح کرادی اور تعلقہ سودھرہ بیٹے کو باپ سے گزارۂ معاش کے لیے دلا دیا۔ جب گوجر سنگھ مر گیا تو صاحب سنگھ جانشین ہوا۔ شہر گجرات کو اس نے اپنا ریاست گاہ بنایا اور تیسرے حصۂ لاہور پر بھی قبضہ قائم رکھا۔ باپ کے متعلقہ کل علاقے اس نے اپنے قبضے میں لیے اور سکھا سنگھ و سوبھا سنگھ اس کے بھائی اکثر لاہور میں رہ کر خرچ ضروری اس سے لیا کرتے تھے۔

صاحب سنگھ نے اپنی شادی مسمات راجکور سردار مہان سنگھ کی ہمشیرہ کے ساتھ کی جو سردار چڑت سنگھ سکرچکیہ کی بیٹی تھی۔ اس رشتے سے بھی اس کی عزت بڑھ گئی۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور لے لیا تو اس کی سخت عداوت رنجیت سنگھ سے ہو گئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پے در پے مہموں میں اس کو زیر کر لیا اور کل علاقہ اس کا فتح کر کے صرف علاقۂ بجوات اس کو گزارے کے لیے عنایت کیا؛ وہ بھی اس کے مرنے کے بعد ضبط کر لیا۔ جب وہ مر گیا تو اس کی تین عورتیں باقی رہیں۔ ایک تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پھوپھی یعنی بُوآ تھی جس کا نام راجکور تھا اور دو اور مسماتان دیا کور و رتن کور تھیں جن کے حسن و جمال کا شہرہ تمام سکھوں میں تھا اور فی الحقیقت وہ کمال خوب صورت آپس میں حقیقی بہنیں تھیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان دونوں پر چادر ڈال لی یعنی نکاح کر لیا، جن کے پیٹ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے شہزادگان ملتانا سنگھ و کشمیرا سنگھ و پشورا سنگھ پیدا ہوئے۔

ذکر لہنا سنگھ دوسرے حاکم شہر لاہور کا :

یہ شخص قوم لون جاٹ موضع لدھے والہ کا رہنے والا تھا ۔ گاؤں میں اس کی زندگی نہایت تنگی سے بسر ہوتی تھی ۔ کبھی محنت و مزدوری اور کبھی گدائی سے گذارہ کرتا تھا ۔ مفلسی و ناداری سے تنگ آ کر گور بخش سنگھ بھنگی کے پاس جو موضع روڑانوالہ میں رہتا تھا ، گیا اور پاہل لے کر سکھ بن گیا اور گور بخش سنگھ کے گروہ کے ساتھ ہو کر غارت گری و تاراج میں مصروف ہوا ۔ چونکہ آدمی مستعد و چالاک تھا ، چستی و چالاکی و تیزی و تندی میں سب سے بڑھ گیا ۔ گور بخش سنگھ بہ سبب اس کی خدمات کے اس کو عزیز رکھتا تھا ۔ جب غارت کا مال جمع کر کے صاحب جائداد و عزت و آبرو بن گیا تو بہ اجازت گور بخش سنگھ موضع دکھنی میں اس نے کچا قلعہ بنوایا اور رہنے لگا ۔ جب سردار گوجر سنگھ کا ارادہ ہوا کہ شہر لاہور پر یورش کرے تو بہ سبب اس کے کہ لہنا سنگھ اور وہ ایک ہی مثل کے سردار تھے ، اس نے اس کو بھی مع اس کے متعلقہ سواروں کے ہمراہ لے لیا اور لاہور آ کر شہر کو تھوڑے سے مقابلہ و مجادلہ کے بعد لے لیا اور تیسرے حصے کا مالک ہوا ۔ قلعۂ لاہور اسی کے قبضے میں تھا ۔ جب لہنا سنگھ مر گیا تو اس کا بیٹا چیت سنگھ جانشین ہوا ۔ اس کے وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور پر فتح یاب ہو کر اس کو شہر اور قلعے سے نکال دیا اور وہ علاقہ ولیکے رنجیت سنگھ سے جاگیر میں لے کر ادھر کو چلا گیا اور تا دمِ حیات گذارہ کرتا رہا ۔

جب وہ بھی مر گیا تو اس کی جاگیر ضبط ہو گئی اور نہال سنگھ اس کے بیٹے کو ایک گاؤں مدد معاش میں عطا ہوا ۔ وہ بھی بعد کسی قدر مدت کے ضبطی میں آیا اور یہ خاندان بالکل نیست و نابود ہو گیا ۔ کوئی آدمی صاحبِ اقتدار پھر اس میں پیدا نہ ہوا ۔

حال سوبھا سنگھ تیسرے حصہ دار لاہور کا :

یہ شخص قصبۂ کاہنا پرگنہ لاہور کا رہنے والا تھا ۔ اس کا باپ چودھری ملکی قوم جاٹ گوت سندھو اگرچہ اس گاؤں میں زمیندار و پٹی دار تھا مگر اس کی زمین اچھی نہ تھی ۔ پیداوار کم ہوتی تھی اور وہ بہ کمال تنگی و افلاس گزارہ کرتا تھا ۔ سوبھا سنگھ دس برس کی عمر میں اپنے گھر سے نکلا اور ٹھاکر سنگھ روسیاں والہ کے پاس ، جو اس زمانے میں ایک قلیل جماعت کے ساتھ غارت گری و

رہزنی کرتا تھا ، چلا گیا ۔ چونکہ لڑکا خوب صورت اور وضع دار تھا ، ٹھاکر سنگھ نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا اور کمال محبت سے پیش آیا ۔ جب جوان ہوا تو ایک گھوڑا اور جنگی ہتھیار اس کو دیے اور فن سپاہ گری اس کو سکھلایا ۔ چند سال یہ ٹھاکر سنگھ کے پاس رہا ۔ پھر کسی بات پر ناراض ہو کر اس کی نوکری سے اس نے علیحدگی اختیار کی اور سردار جھنڈا سنگھ بھنگی کے پاس پہنچ کر اس کی مثل میں شامل ہوا ۔ چونکہ وہ سوائے سکھ کے کسی اور کو اپنی مثل میں شامل نہیں کرتا تھا اُس نے اس کو پاہل دے کر سکھ کر لیا ۔ چونکہ ٹھاکر سنگھ کی محبت اس کے ساتھ بدرجۂ کمال تھی اس نے دوبارہ اس کو اپنے پاس بلوا لیا اور اپنے گروہ میں افسری کا عہدہ بخشا اور خود بہ سبب معمری و ضعیفی کے گھر میں بیٹھا رہتا ۔ رہزنی و غارت گری پر اس کی ماموری عمل میں آئی ۔ آخر جب موضع بھیراں کی غارت میں ٹھاکر سنگھ کو گولی لگی اور وہ مارا گیا تو ٹھاکر سنگھ کے گروہ میں سوبھا سنگھ افسر بنا اور اس کے متعلقہ علاقے پر بھی قابض ہو گیا ۔ سردار چڑت سنگھ سکرچکیہ کے ساتھ اس کی کمال دوستی تھی ۔ یہاں تک کہ آپس میں پگڑی بدل کر آپس میں بھائی بھائی بنے ہوئے تھے ۔ جب چڑت سنگھ نے لاہور پر یورش کی اور سکھوں کا اجتماع ہوا تو اس کو بھی بہ رعایت دوستی کے ہمراہ لے لیا ۔ سب سکھوں نے لاہور جا کر خواجہ عبید اللہ خاں صوبۂ لاہور کو شکست دے کر شہر سے بے دخل کیا اور شہر کو دل کھول کر لوٹا ۔ لاہور کی لوٹ میں سوبھا سنگھ کو بہت مال مل گیا اور امیر کبیر بن گیا ۔ لاہور سے مال مار کر یہ اپنے گاؤں میں پہنچا اور موضع لیاز بیگ پر یورش کر کے قابض ہو گیا ۔ پھر جب سردار گوجر سنگھ نے لاہور پر حملہ کیا تو اس نے بھی اپنی ہمراہی کے لیے اس کو بلایا ۔ جب لاہور فتح ہو گیا تو یہ بھی تیسرے حصے کا مالک بنا ۔ جب یہ مرا تو مَہر سنگھ اور مُہر سنگھ دو بیٹے پیچھے رہے ۔ ان دونوں کا باپ کی جائداد تقسیم کرنے پر آپس میں تکرار ہو گیا اور مُہر سنگھ مَہر سنگھ کے ہاتھ سے قتل ہوا ۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ پایا تو مَہر سنگھ شہر سے بھاگ گیا ۔ اس کا علاقہ موضع لیاز بیگ وغیرہ جس قدر تھا ضبطی میں آ کر خاندان نیست و نابود ہو گیا ۔

جمع ہونا سکھوں کا بمقام موضع بھسین بارادۂ جنگ و فساد اور جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ان کے مقابلے کو اور فتح یاب ہونا

جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور فتح کر لیا اور ہر ایک سکھ سردار نے یہ خبر سنی تو سب کے سب حسد و بغض کی آگ میں جل گئے ۔ خصوصاً رام گڈھیہ سردار تو مستعد اس بات پر ہوگئے کہ ایک مجمع سکھوں کا جمع کر کے رنجیت سنگھ پر یورش کی جائے اور اس سے شہر لاہور چھین لیا جائے ۔ چنانچہ آپس میں خطوط جاری ہوئے ۔ سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ خود تو بہ سبب ضعیفی و بیماری کے حاضر نہ ہو سکا مگر اپنے بیٹوں کو اس نے مثل کے سواروں کے ساتھ سردار گلاب سنگھ بھنگی کے پاس بمقام امرتسر بھیج دیا ۔ بھنگی مثل کے سوار بھی جمع ہوئے ۔ صاحب سنگھ بھنگی ، سردار گوجر سنگھ کا بیٹا ، بھی ان میں شامل ہوا ۔ چھوٹے سکھ سردار بہت سے جمع ہوئے اور کئی ہزار سواروں کا مجمع بن کر امرتسر سے چلا ۔ یہ سوار سلاح وغیرہ سامانِ لابدی سے آراستہ تھے اور توپ خانہ بھی ہمراہ رکھتے تھے ۔ جب شہر لاہور کے مشرق کی طرف بہ فاصلہ دس کروہ[1] کے پہنچے ، متصل قصبہ[2] بھسین کے فروکش ہوئے ۔ اس ارادے پر کہ جب کل لشکر جمع ہو جائے تو بہ ہیئتِ مجموعی لاہور پر حملہ کیا جائے ۔ جب یہ خبر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس پہنچی نہایت اندیشہ ناک ہوا کیونکہ اُس وقت رنجیت سنگھ کو خرچ کی طرف سے نہایت تکلیف تھی اور خزانہ گوجرانوالہ سے بسبب خوف غارت سکھوں کے منگوا نہیں سکتا تھا ۔ جب اس مہم کا موقع آ پہنچا تو فوج نے جوابِ صاف دیا اور کہا کہ جب تک ہماری تنخواہ نہ ملے گی ۔ ہم لڑائی پر نہیں جائیں گے ۔ اور بڑا سبب ناراضگی فوج کا یہ تھا کہ بوقت فتح لاہور کے فوج کو اُمید تھی کہ شہر کو لوٹ کر ہم دولت مند ہو جائیں گے ۔ جب رنجیت سنگھ نے لاہور کو لوٹنا بند کر دیا اور فوج کو کچھ نہ ملا تو فوج ناراض ہوگئی اور شش ماہہ تنخواہ کے ملنے کا سوال کیا ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اُس وقت حیران تھا کہ کیا کیا جاوے ۔ پہلے اس نے یہ تجویز کی کہ لاہور کی رعایا سے قرض لے ، پھر اس بات سے بھی کنارہ کش ہوا اور تصور کیا کہ شاید رعایا روپیہ مانگنے سے ناراض ہو کر دشمن سے سازش کرے تو فتح کیا ہوا شہر پھر لینے سے

نکل جائے گا ۔ اسی فکر میں تھا کہ ایک ضعیف اسّی برس کا آدمی اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر مہاراجہ میری پرورش کرے تو میں ایک خزانۂ دفینہ کا نشان دیتا ہوں جس کو میر معین الملک صوبہ لاہور نے قلعے کے اندر میرے روبرو دفن کیا تھا اور نیز چند توپیں برنجی ، جو قلعے کے اندر مدفون ہیں ، ان کا نشان بھی بتلا سکتا ہوں ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب یہ خوشخبری سنی مخبر کی بہت خوشامد کی اور اس کی نشان دہی کے بموجب ایک تہ خانے کی زمین تو کو کھودا تو بہت سا خزانہ کئی لاکھ روپے کی مالیت کا دستیاب ہوگیا ۔ مہاراجہ نے جب وہ خزانہ پایا تو بہت خوش ہوا ۔ مخبر کو بہت خوش کیا اور فوج کی تنخواہ تقسیم کرکے ان کو رضامند کر لیا ۔ اور چند توپیں ، جو زمین میں دفن ہوئی ہوئی دستیاب ہوئی تھیں ، اُن کو نئی النور تخت پر چڑھا لیا گیا اور بڑی تیاری و کروفر کے ساتھ رنجیت سنگھ لاہور سے دشمنوں کے مقابلے کے لیے نکلا اور ایک کوس موضع بھسین سے میدان میں جا کر فروکش ہوا ۔ چند روز دونوں لشکر میدان میں اُترے رہے ۔ اگرچہ خفیف خفیف لڑائی ہر روز ہوتی رہی ، بڑا مقابلہ کوئی نہ ہوا ۔ آخر ایک روز گلاب سنگھ بھنگی نے یہ لیت کی کہ کل صبح رنجیت سنگھ کے ساتھ جنگ کرکے فیصلے کر ایا جائے گا ۔ چونکہ گلاب سنگھ بھنگی کو شراب پینے کی بہت عادت تھی اور ہر وقت صراحی و پیالہ اس کے روبرو رکھا رہتا تھا ، اُس رات اس نے شراب بہت نوش کی ، اس لیے کہ کل صبح کو بہ حالت مستی رنجیت سنگھ کے ساتھ جنگ کرے ۔ مگر وہ شراب بہت تیز تھی ۔ بہت پینے سے وہ ایسا مست ہوا کہ پھر آنکھیں نہ کھولیں ، رات کو بستر پر پڑا مر گیا ۔ صبح کو جب فوج لڑنے کے لیے تیار ہوئی اور سردار کو نیند سے بیدار کرنے لگے تو دیکھا کہ وہ مرا پڑا ہے ۔ تمام فوج کو اس ناگہانی واقعے کے وقوع میں آنے سے کمال حیرت ہوئی اور جانا کہ اگر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو یہ خبر پہنچ جائے گی تو وہ یورش کرکے سب کو لوٹ لے گا ۔ چنانچہ بہت بہت بڑے سردار تو اس کی نعش کو اسی جگہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور بہت سے سکھوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت کرلی ۔ مہاراجہ نے ان کو کمال خورسندی کے ساتھ نوکر کرلیا اور رام گڈھیہ سرداروں کا ، جو بھاگ گئے تھے ، کئی میل تک تعاقب کیا مگر وہ دستیاب نہ ہوئے ۔ جب یہ فتح خداداد رنجیت سنگھ کو حاصل ہوئی ، شکراللہ ادا کیا اور بڑے کروفر کے ساتھ سوار ہو کر لاہور میں داخل ہوا ۔ رؤسائے لاہور جو مبارک باد کہنے کے لیے خدمت میں حاضر ہوئے ، سب کو خلعتیں عنایت کیں اور بہت سا روپیہ اور

اسباب ، جو سکھانِ مغلوب کی غارت سے حاصل ہوا تھا ، غربا و فقرا پر تقسیم کیا ۔

اسی سال میں بتاریخ سدی ستمی ماہ بھادوں سمت ۱۸۵۸ بکرمی میں مسمات راج کنور المشہور نکائن کے بطن سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے گھر بہ ساعتِ سعید بیٹا پیدا ہوا ۔ اس کا نام کنور کھڑک سنگھ رکھا گیا ۔ اس کے پیدا ہونے کی تقریب سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بڑی خوشی کی اور کئی روز تک ہنگامۂ عیش و عشرت گرم رکھا ۔ بہت سا روپیہ غربا و فقرا کو بخشا ۔ بعد فراغت اس جشن کے یہ تجویز قرار پائی کہ ایک اجلاس مہاراجگی کا قرار پا کر رنجیت سنگھ خطاب مہاراجگی کا اپنے واسطے لیں ۔ چنانچہ ایک ماہ بعد تولد کنور کھڑک سنگھ کے بہ روز مبارک یہ جلسہ قائم ہوا اور دور دور کے لوگ بلائے ۔ جس قدر علاقہ اس ریاست کے متعلق تھا وہاں کے چودھری ، مقدم و نمبردار بھی حاضر آئے ۔ جب جلسۂ عالی شان منعقد ہوا ، پروہت نے حاضر آ کر مہاراج کے ماتھے پر تلک لگایا اور مبارک باد کی آواز چاروں طرف سے بلند ہوئی ۔ مہاراج نے زبانِ مبارک سے ارشاد کیا کہ ہم کو تمام رعایا و ملازمین 'سرکار' کہیں اور تحریر کے وقت ''مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر'' تحریر ہوا کرے ۔ لاہور کے علما و فضلا و شعرا بھی اُس وقت موجود تھے ۔ ہر ایک کو ان کے مراتب و عزت کے بموجب انعام بخشا گیا اور حکم ہوا کہ کوئی ایسا مصرع فارسی میں تجویز کریں جو روپے پر مضروب ہو ۔ اس میں گورو نانک و گوروگوبند سنگھ کا نام بھی آ جائے ۔ چنانچہ بعد غور و تامل کے یہ شعر پسندِ خاطر ہوا :

دیگ و تیغ و فتح و نصرت بے درنگ
یافت از نانک گورو گوبند سنگ

یہ شعر جب پسند ہو چکا تو دارالضرب کے اجرا کے لیے حکم نافذ ہوا اور فرمایا کہ ایک طرف روپے کے یہ شعر مضروب ہو اور دوسری طرف ''رنجیت سنگھ'' لکھا جائے اور شہر کا نام تحریر ہو جس جگہ وہ مضروب ہوا ہو ۔ چنانچہ اسی روز شگون اجرائے ٹکسال کا عمل میں آیا ۔ دوسرے روز کئی سو روپیہ مضروب ہو کر پیش ہوا ، وہ سب مسکینوں اور محتاجوں کو دیا ۔

نظام الدین لاہور کا قاضی ، جس کے متعلق کارِ تحریر و تصدیق قبالجات لاہور تھا ، خدمت میں حاضر آیا اور اجازت طلب کی کہ آیندہ یہ کام کس طرح اجرا پائے ۔ فرمایا کہ جس طرح عہد شاہانِ اسلام سے یہ کام تمہارے سپرد رہا ہے اسی طرح اب بھی رہے گا ۔ اور خلعتِ فاخرہ دے کر قاضی کو رخصت کیا اور

تاکید کی کہ تم ہر ایک قبالے کی تصدیق اپنی مہر و دستخط سے کرو اور بہ وقت مہر و دستخط ہر ایک امر کا فیصلہ کرلیا کرو کہ پھر دوبارہ کوئی جھگڑا و خرخشہ رعایا میں برپا نہ ہو۔

یورش کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا گجرات پر اور نذرانہ لینا سردار صاحب سنگھ بھنگی سے اور دخل پانا قصبۂ اکال گڈھ میں بے جنگ و جدل

چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ترقی اور حصولِ ریاست و دولت سے سب سکھ سردار جلتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ تازہ نہالِ بوستانِ جاہ و جلال بڑھنے نہ پائے، ابھی سے اس کو کاٹ دیا جائے تو بہتر ہے۔ زیادہ تر حسد و بغض اُس وقت سردار صاحب سنگھ بھنگی کو تھا جس کا قبضہ لاہور کے تیسرے حصے سے بھی جاتا رہا تھا اور آیندہ اس کو اطمینان نہ تھا کہ حتی الامکان مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کے علاقے پر قبضہ نہ کرے گا، بلکہ اس کو یقین تھا کہ لاہور میں رنجیت سنگھ جمعیت قائم کر کے مجھ پر حملہ آور ہوگا۔ اس فکر و اندیشہ میں اس نے فوج کو بڑھایا اور سامان جنگ کا بہت سا جمع کیا اور قریب تھا کہ وہ ایک بڑے بھاری مجمع کے ساتھ لاہور پر یورش کرے، مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب یہ خبر پائی مناسب جانا کہ خود دشمن پر حملہ کرے اور اس کا ملک اس سے چھین لے یا اپنا تابعدار بنائے۔ چنانچہ موجودہ فوج کے ساتھ فوراً گجرات کو روانہ ہوا۔ جب فوج گجرات کے نزدیک پہنچی، صاحب سنگھ میدان میں آیا اور قلعے کے دروازے بند کرکے لڑائی شروع کی۔ مہاراجہ کی فوج نے قلعے کے چاروں طرف مورچے باندھ دیے اور اتواپ سے گولہ رانی شروع کی۔ بہت روز تک فریقین کی طرف سے گولہ چلتا رہا۔ گولوں کی ضرب سے بہت سی دیوار گر گئی اور صاحب سنگھ فتح سے نااُمید ہو گیا۔ تب اس نے پیغام صلح کا بھیجا اور اطاعت پر راضی ہوا۔ رنجیت سنگھ نے اُس سے بڑا بھاری نذرانہ لیا اور آیندہ کے لیے وعدہ اطاعت کا لے کر محاصرہ اُٹھا لیا اور لاہور کو واپس آیا۔ لاہور میں آ کر خبر پہنچی کہ سردار دل سنگھ، سردار مہان سنگھ مہاراجے کے باپ کا دوست، جس کو سردار مہان سنگھ نے قصبۂ اکال گڈھ فتح کر کے بخش دیا تھا، صاحب سنگھ کا دوست و رفیق بن گیا ہے اور دونوں آپس میں ایک ہو کر چاہتے ہیں کہ فوج بڑھا کر لاہور کو آئیں اور جنگ کریں۔ چونکہ دل سنگھ دست پرورده و پرورش یافتہ سردار مہان سنگھ کا تھا، اس بات کے سننے سے مہاراجہ رنجیت سنگھ

نہایت آزردہ خاطر ہوا اور چاہا کہ جب تک دشمن اپنے ارادے پر کامیاب ہوں، پہلے ہی سے ان کا انتظام کر لے ۔ فی‌الفور ایک خط بہ نام دل سنگھ بہ مضمون اشتیاقِ ملاقات اور جوشِ محبت کے لکھا اور درج کیا کہ جس طرح سے میرا باپ آپ کا جانی دوست اور دلی خیرخواہ تھا، اسی طرح میں ہوں اور یہ بھی مجھ کو یقین ہے کہ آپ کو بھی بہ نظر محبت میرے باپ کے مجھ سے زیادہ کوئی عزیز نہ ہوگا ۔ اور جس طرح کہ آپ نے اور میرے باپ نے باہم محبت و اتفاق رکھ کر ملک گیری کی اور سردار و والیانِ ملک بن گئے، اسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ آپ بلا تامل میرے پاس چلے آئیں اور میری ہمراہی میں فتوحات میں مشغول ہوں ۔ دونوں کی سعی و کوشش سے جو ملک مفتوح ہوگا وہ نصفا نصف تصور کیا جائے گا ۔ ایک مقام پر بیٹھ کر قناعت کرنا جواں مردوں اور بہادروں کا کام نہیں ہے ۔ آپ میرے بزرگ اور میرے باپ کے دوست ہیں ۔ مجھ کو آپ سے کچھ دریغ نہ ہوگا، فقط ۔ یہ تحریر جب سردار دل سنگھ کے پاس پہنچی، طمع کے دام میں آگیا اور فوراً صاحب سنگھ سے برگشتہ ہو کر تیار ہوگیا کہ رنجیت سنگھ کے پاس جا کر اور اس کی فوج لا کر صاحب سنگھ سے ملک چھین لے ۔ غرض وہ لاہور میں آگیا ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پہلے ملاقات بڑے تپاک سے اس کے ساتھ کی اور قلعے کے اندر اُتارا ۔ جب رات ہوئی تو سپاہیوں کا پہرہ اس پر تعینات کر کے نظربند کر لیا ۔ جب وہ قید میں آگیا، اکال گڑھ کے دخل کے لیے مہاراجہ رنجیت سنگھ مع فوج لاہور سے روانہ ہوا ۔ دل سنگھ کی رانی نے یہ خبر پائی کہ رنجیت سنگھ میرے شوہر کو قید کر کے اکال گڈھ کے فتح کرنے کو آیا ہے، فی الفور اس نے شہر کے دروازے بند کر لیے اور قلعے پر دو توپیں چڑھا دیں اور چاروں دیواروں پر فوج مامور کر کے مستعد بہ جنگ ہو بیٹھی ۔ جب رنجیت سنگھ وہاں پہنچا، معاملہ دگرگوں نظر آیا جس کی اُمید نہ تھی ۔ اگرچہ بعض آدمیوں نے منع کیا کہ اب عورت سے لڑنا مردوں کو کیا ضرور ہے، جب اس کا خاوند ہی ہمارے پاس قید ہے تو یہ ملک گویا ہمارا ہی ملک ہے، مگر رنجیت سنگھ اپنی ضد سے باز نہ آیا اور لڑائی شروع کر دی ۔ دونوں طرف سے توپ و بندوق چلنے لگی ۔ بہت روز لڑائی ہوتی رہی ۔ اکثر اوقات وہ عورت اپنی فوج کے ساتھ قصبے سے نکل کر بھی رنجیت سنگھ کی فوج پر مردانہ حملہ کرتی ۔ ادھر تو لڑائی جاری رکھی اور اُدھر اس نے اپنا وکیل صاحب سنگھ بھنگی کے پاس بہ طلب امداد و کمک کے بھیجا ۔ صاحب سنگھ اُسی وقت اس کی امداد کو تیار ہوا اور جودہ سنگھ حاکم وزیر آباد کو لکھا کہ وہ بھی اس امداد میں اس کے شامل ہو ۔

ابھی دشمن اپنے اپنے مقام سے فوج لے کر روانہ نہیں ہوئے تھے کہ رنجیت سنگھ کو بھی کسی معتبر کی زبانی یہ خبر مل گئی اور جانا اگر دو دشمن اس طرف سے اور تیسرا دشمن، جو محصور ہے، میرے مقابل ہوں گے تو فتح مشکل ہوگی - بہتر یہ ہے کہ اکال گڈھ کا محاصرہ چھوڑ کر پہلے ان کا انتظام کر لیا جائے - چنانچہ قلعے کا محاصرہ چھوڑ کر گجرات کو روانہ ہوا - چونکہ جودہ سنگھ وزیرآباد یہ بھی دست پروردہ سردار سہان سنگھ کا تھا اور وزیر آباد فتح کر کے سردار سہان سنگھ نے ہی اس کو دیا ہوا تھا، ایک خط شکایتانہ قدیمی احسان یاد دلا کر اس کے نام تحریر کیا کہ وہ اپنی فوج لے کر صاحب سنگھ کے شامل نہ ہو - جب لشکر لے کر مہاراجہ رنجیت سنگھ گجرات کے قریب گیا، شہر سے باہر دو میل پر آ کر صاحب سنگھ مقابل ہوا - دونوں فریق صبح سے شام تک لڑتے رہے، فریقین سے بہت سے بہادر کام آئے - اسی طرح دوسرے اور تیسرے روز خفیف لڑائیاں ہوتی رہیں - چوتھے روز صاحب سنگھ شہر سے باہر نہ نکلا اور محصور ہو کر لڑنے لگا - مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مورچہ قائم کر کے شہر و قلعہ پر گولہ اندازی شروع کی -

چند روز یہ حال رہا - آخر صاحب سنگھ بیدی نے، جو گورو نانک کی اولاد سے صاحب زادۂ بلند اقتدار تھا اور تمام مثلوں کے سکھ سردار اس کا ادب و لحاظ بہ دل کرتے تھے، درمیان میں آ کر چاہا کہ کسی طرح دونوں کی آپس میں صلح ہو جائے اور صاحب سنگھ بھنگی کی طرف سے رنجیت سنگھ کے پاس آ کر صلح کا پیغام دیا اور اپنی طرف سے بھی نصیحت کی اور کہا کہ خالصہ جی کو کہ ایک گورو کے سکھ ہیں، آپس میں کمال محبت و اختلاط درکار ہے، نہ کہ آپس میں تلوار چلتی رہے اور ہزاروں بندگانِ خدا کا خون ہو - مہاراجہ رنجیت سنگھ نے صاحب سنگھ بیدی کی بہت تعظیم کی اور نذرانہ و جرمانہ و خرچ فوج کا لینا کر کے محاصرہ اُٹھا لیا - اور آیندہ کے لیے یہ قرار پایا کہ صاحب سنگھ بھنگی و دل سنگھ اکال گڑھیہ کبھی رنجیت سنگھ کے برخلاف اس کی نسبت ارادہ لڑائی و فساد کا نہ کریں گے - اور اس میں صاحب سنگھ بیدی نے ضمانت دی اور نذرانہ معقول اس سے وصول کیا - جب یہ انتظام ہو چکا، مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنی فوج لے کر لاہور آ گیا -

جب سردار دل سنگھ قید سے چھوٹ کر اکال گڈھ کو گیا، نہایت غم و غصہ کی حالت میں تھا - جاتے ہی بیمار ہو گیا اور چند روز میں مر گیا - اس کے مر جانے کی خبر جب رنجیت سنگھ کو پہنچی، چاہا کہ اکال گڈھ جا کر اپنا قبضہ

کرے ، ایسا نہ ہو کہ صاحب سنگھ گجراتیہ ، گجرات سے آ کر اس علاقے کو اپنے تصرف میں کرے ۔ یہ خیال دل میں قائم کر کے بہت جلد اکال گڈھ کو روانہ ہوا ۔ جب چار میل کے فاصلے پر اکال گڈھ سے پہنچا ، اپنا ایک معتبر بھیج کر دل سنگھ کی بیوہ کو اطلاع دی کہ یہ استحکام رابطۂ محبت کے جو قدیم سے فیمابین سردار مہان سنگھ اور دل سنگھ کے مربوط تھا ، جب تک وہ دونوں سردار زندہ رہے کوشش ہوتی رہی اور اب جو وہ دونوں سرگباش ہو گئے ، ہم کو چاہیے کہ جب تک زندہ رہیں اس سلسلے کو نہ توڑیں بلکہ روز بہ روز مضبوط کریں تو بہتر ہے ۔ سردار دل سنگھ کے مرنے کا مجھ کو کمال غم ہے اور محض اسی واسطے لاہور سے چل کر آیا ہوں کہ ماتم پرسی کی رسم بجا لاؤں اور اس غم و ماتم میں تمھارے ساتھ شامل ہو کر شرائط ہمدردی و غم خواری کی بجا لاؤں ۔ تم کو چاہیے کہ کسی طرح کا اندیشہ دل میں نہ کرو اور نہ میری طرف سے بدظن ہو ۔ دل سنگھ کی بیوہ نے جب یہ پیام سنا ، اگرچہ اس کے دل میں سخت اندیشہ ہوا کہ شاید رنجیت سنگھ اپنے عہد سے پھر جائے اور شہر میں داخل ہو کر اپنا قبضہ کر لے مگر اس سے بھی اس کو اطمینان تھا کہ فیصلہ اس کے شوہر کا رنجیت سنگھ کے ساتھ معرفت صاحب سنگھ بیدی کے ہو چکا تھا اور مستحکم عہد ہو چکے تھے کہ آیندہ نہ تو دل سنگھ کبھی رنجیت سنگھ کی بدی میں راضی ہو اور نہ رنجیت سنگھ کبھی اس کو تکلیف دے ۔ یہ کب ممکن ہے کہ اب رنجیت سنگھ اس عہد سے ، جو اس نے ایک گورو بیدی کے سامنے کیا ہے ، پھر جائے ۔ یہ سوچ کر اس نے کہلا بھیجا کہ یہ تقریب ماتم سردار دل سنگھ کے تمام دوست و اقربا قدم رنجہ کر رہے ہیں ۔ اگر رنجیت سنگھ نے بھی تکلیف کی ہے تو بےشک آ جائے ، کوئی اس کو مانع نہیں ۔

جب یہ بشارت رنجیت سنگھ نے سنی بہت خوش ہوا اور مع اپنی فوج کے شہر میں گھس گیا ۔ جاتے ہی شہر اور قلعے کا انتظام کر لیا ۔ اپنے سپاہی خزانہ و ذخیرہ وغیرہ مقامات پر مامور کر دیے ۔ دل سنگھ کی بیوہ اور اس کے خرد سال بچوں کو نظر بند کر لیا ۔ دل سنگھ کی فوج جو شہر کے باہر اُتری ہوئی تھی یہ خبر پا کر جا بہ جا متفرق ہو گئی ۔ اس ضبطی میں رنجیت سنگھ کو بہت سا خزانہ ملا اور بہت سے ہتھیار وغیرہ اور سامان ملک داری کا حاصل ہوا ۔ جب دل سنگھ کے تمام علاقے پر دخل پا چکا ، اس میں سے دو گاؤں سردار دل سنگھ کے بیٹوں اور بیوہ کے خرچ کے لیے واگزار کیے جس سے وہ پرورش پائیں ۔

پگڑی بدلنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا سردار فتح سنگھ آہلووالیہ (سے) اور بھائی بنانا ، اور یورش کرنا چنیوٹ و قصور و مہاراجہ سنسار چندر پر اور فتح کرنا قصبہ سجان پور کا

بعد دخل قصبہ اکال گڈھ کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دریافت کرنا اس کا منظور ہوا کہ آیا سرداران سکھان وغیرہ قابضانِ ملک سے کون کون اس کا دوست اور کون کون دشمن ہے ۔ اس خیال پر ہر ایک کے نام خطوط طلبی کے جاری کیے مگر کوئی حاضر نہ ہوا اور نہ کسی نے جواب لکھا ، سوائے فتح سنگھ آہلووالیہ کے کہ اس نے اپنی حاضری کی بابت اپنے باپ سردار بھاگ سنگھ کے مر جانے کا عذر لکھا جو اسی زمانے میں بسال ۱۸۵۹ع بکرمی کے مر گیا تھا ۔ مہاراجہ نے جب اس کی وفات کا حال سنا ، مناسب جانا کہ کپورتھلہ جا کر رسم ماتم پرسی کی ادا کی جائے کہ تمام پنجاب کے رئیسوں سے ایک وہی دوست و مخلص نظر آتا ہے ۔

چنانچہ کسی قدر فوج لے کر کپورتھلہ کو چلا ۔ جب یہ خبر سردار فتح سنگھ کو پہنچی ، سخت ڈرا اس بات سے کہ شاید اکل گڈھ کی طرح یہاں بھی آ کر رنجیت سنگھ بدعہدی کرے اور میری ریاست پر قبضہ کرے ۔ اس خیال سے اس نے اپنے شہر میں کمال استحکام کیا ۔ قلعے پر توپیں چڑھا دیں ، شہر کے چاروں طرف فوج مامور کی اور ایک بڑا خیمہ شہر کے باہر نصب کر دیا ، اس لیت سے کہ جب رنجیت سنگھ کپورتھلہ پہنچے ، اس کو شہر میں دخل نہ دیوے اور شہر کے باہر خیمے میں ملاقات کر کے رخصت کر دیوے ۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کپورتھلہ میں پہنچا ، سردار فتح سنگھ نے ایک میل تک استقبال کیا اور بڑی عزت کے ساتھ اس خیمے میں جا کر اُتارا جو پہلے سے نصب ہو چکا تھا ۔ ان اوضاع و اطوار سے مہاراجہ رنجیت سنگھ سمجھ گیا کہ سردار فتح سنگھ کو مجھ پر اعتبار نہیں اسی لیے مجھ کو شہر کے باہر اُتارا ہے ۔ اس خیال کے رفع کرنے کے لیے جب سردار فتح سنگھ حاضر ہوا تو پہلے شرائطِ ماتم پرسیٔ ادا کیے ۔ بعد ازاں زبان سے اس کی تسلی کی اور اطمینانِ تمام کے ساتھ فرمایا کہ میں تم کو ہر ایک دوست سے زیادہ تر دوست سمجھتا ہوں اور کبھی دغا و فریب تم سے عمل میں نہ آئے گا ۔ بعد ازاں اس کی پگڑی سر سے اُتروا کر اپنے سر پر باندھ لی اور اپنی پگڑی اس کے سر پر بندھوا دی اور آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ۔ کیونکہ پنجاب میں رسم ہے کہ جو لوگ آپس میں بھائی بنتے ہیں وہ آپس میں پگڑیاں بدل لیتے ہیں ۔

جب اتنی مہربانی رنجیت سنگھ نے سردار فتح سنگھ پر کی تو اس کی تسلی بہ خوبی ہو گئی ، مگر بہ نظر استحکام رابطہ اتحاد کے "گرنتھ" منگوا کر درمیان میں رکھا اور ایک عہدنامہ استحکام دوستی کا تحریر کر کے دونوں فرماں رواؤں نے اپنی اپنی مہریں کیں ۔ غرض اتحاد و یک دلی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا ۔ بعد استحکام رابطہ محبت کے دونوں حاکم کپورتھلہ سے سوار ہوئے اور قلعہ ڈسکہ پر یورش کی ۔ قابض قلعہ ڈسکہ کا کہ تھوڑی سی جمعیت رکھتا تھا ، اپنی جان بچا کر بھاگ گیا اور قلعے میں تھانہ رنجیت سنگھ کا بیٹھ گیا ۔ قلعے کے متعلق جس قدر علاقہ تھا اس میں بھی تصرف مہاراجہ کا ہو گیا ۔ من بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور میں داخل ہوا ۔

چونکہ قصبہ چنیوٹ پر دو سردار کرم سنگھ و جسا سنگھ سرداران مثل بھنگی میں سے قابض تھے اور بہت سا علاقہ دریا کے دونوں طرف ان کے قبضہ اقتدار میں تھا اور ان کے گروہ کے سوار دور دور تک جا کر ملکوں کو لوٹتے تھے ، چند زمیندار علاقہ پنڈی بھٹیاں کے ، جو ان کے ہاتھ سے لوٹے گئے تھے ، مہاراجہ کی خدمت میں آ کر داد خواہ ہوئے اور انصاف چاہا ۔ ان کی داد رسی کے لیے مہاراجہ رنجیت سنگھ فی الفور فوج لے کر چنیوٹ کو روانہ ہوا ۔ جب وہاں پہنچا ، دشمنوں نے میدان میں مقابلہ نہ کیا اور قلعے میں محصور ہو کر لڑنے لگے ۔ چند روز وہاں لڑائی جاری رہی ۔ اتنے میں خبر آئی کہ نظام الدین خاں افغان فرماں فرمائے قصور نے خلاف ضابطہ محبت و اتحاد کے فوج جمع کی ہے اور مصمم ارادہ کیا ہے کہ لاہور پر یورش کرے ۔ دو گاؤں ، جو متعلق ریاست لاہور کے تھے ، اس نے غارت کر لیے ہیں اور سخت فساد برپا کر دیا ہے ۔ اگر مہاراجہ اس طرف جا کر اس کو اس ارادے سے باز نہ رکھے گا تو وہ گستاخ ہو کر لاہور پر چڑھ آئے گا ۔

یہ خبر پا کر مہاراجہ بہت فکرمند ہوا اور اس نے چنیوٹ کا محاصرہ چھوڑ کر قصور کی طرف کوچ کیا اور ایک خط بنام سردار فتح سنگھ آہلوو‌الیہ کے بدیں مضمون لکھا کہ وہ اس تحریر کو دیکھتے ہی اپنی فوج ہمراہ لے کر قصور کی طرف کوچ کرے ۔ چنانچہ اس نے فی الفور حکم کی تعمیل کی اور مہاراجہ کے قصور پہنچنے سے اول آ پہنچا اور علاقہ متعلقہ قصور کو غارت کرنا شروع کیا ۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچا تو دونوں فوجوں نے یک جان و یک زبان ہو کر دشمن پر حملہ کیا ۔

نظام الدین خاں حاکم قصور نے بھی جنگ میں کوتاہی نہ کی اور ایک

جرار فوج کے ساتھ میدان میں آیا اور آپس میں سخت لڑائی ہوئی - اس لڑائی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ اور فتح سنگھ نے بذاتِ خود بھی جنگ کیا اور بڑھ بڑھ کر تلواریں ماریں اور بندوقوں کی باڑھ پر دشمن کو دھر لیا ، یہاں تک کہ اس کے پاؤں میدان سے اُکھڑ گئے اور قلعے میں جا کر محصور ہوگیا - چونکہ آبادی شہر قصور کی الگ الگ تھی ، سکھوں کی فوج نے آبادیوں کے دروازے توڑ ڈالے اور شہر میں داخل ہوکر لوٹنا شروع کیا - بہت سے مسلمان زن و مرد اور لڑکے وہاں سے قید کر کے لے آئے -

جب ایسا حال نظام الدین خاں نے اپنے شہر کا دیکھا تو اس کو سوائے اطاعت کے کچھ چارہ نہ بن پڑا - ناچار اپنا وکیل مہاراجہ کی خدمت میں بھیج کر اطاعت ظاہر کی - جب حاضری کی اجازت ہوگئی تو خود بھی حاضر آیا اور بڑی رقم نذرانے کی اپنے ذمے قبول کر کے مہاراجہ کو راضی کیا اور مہاراجہ نے خلعت دیا - بعد اس انتظام کے مہاراجہ نے اس سے سند آئندہ اطاعت کے لیے لکھوائی اور خراجِ سالانہ ٹھہر کر چنیوٹ کو کوچ کیا اور جاتے ہی دوبارہ شہر کا محاصرہ کر کے گولہ باری شروع کی جس سے محصوران کمال تنگ ہوئے اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ امان مانگی - مہاراجہ نے اس شرط پر ان کو جان سے امان دی کہ وہ کل جائداد و ملک و خزانہ سے دست بردار ہوکر تنہا جان قلعے سے اپنے قبائل کو لے کر نکل جائیں - چنانچہ اُنھوں نے منظور کیا اور ہر ایک چیز سے دعویٰ چھوڑ کر قلعے سے نکل گئے -

بعد ازاں بہ سعی و سفارش امرائے دربار کے تھوڑا سا گزارہ جسا سنگھ کے لیے مقرر فرمایا ، وہ تا حیات اس کے لیے مقرر رہا - اس کے مرنے کے بعد وہ بھی ضبط ہوگیا - اس کام سے فارغ ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور آیا اور فتحِ خداداد کے شکرانے میں بہت سا روپیہ خیرات کیا - اسی زمانے میں رانی سدا کنور کا وکیل بٹالہ سے آیا اور اس نے بیان کیا کہ مہاراجہ سنسار چند والیِ کانگڑہ نے پہاڑ سے اُتر کر بہت سی دست اندازی رانی سدا کنور کے ملک میں کی ہے - چند دیہات تاراج کر لیے ہیں - چونکہ اس کے ہمراہ بہت سی فوج جرار ہے ، رانی اس کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتی اور آپ سے امداد چاہتی ہے کہ آپ اس کے فرزند اور داماد ہیں - بہرحال اس کی مدد کرنا اس ضعیفی کے وقت میں ضروریات سے ہے - ایسا نہ ہو کہ اس کا علاقہ دشمن غارت کر لے -

یہ بات سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کمال غضب ناک ہوا اور اسی وقت فوج کو حکم دیا کہ وٹالہ کی سمت کو روانہ ہو - چنانچہ بہ تعمیلِ حکم فوج نے اس

طرف کوچ کیا - جب فوج روانہ ہو چکی تو خود بھی مہاراجہ فوج کے ہمراہ ہوا اور بکوچ متواتر وٹالہ پہنچا - وہاں جا کر سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کو کھورتھلہ سے بلا کر اپنے شامل کیا اور فوج سدا کنور کی بھی ہمراہ لی اور وہاں سے آگے کو کوچ کیا - جب مقام مقصود پر پہنچا تو کاردار سنسار چند کے، جس قدر سدا کنور کے علاقے میں وہ ماسور کر گیا تھا، خوف کے مارے بھاگ گئے - مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دوبارہ اس پر سدا کنور کا تسلط کرا دیا - پھر وہاں سے آگے کو بڑھا اور چاہا کہ راجہ سنسار چند کو تنبیہ دیوے کہ آئندہ وہ پھر کبھی سدا کنور کے علاقے میں دست انداز نہ ہو - چنانچہ پہلے قصبہ نوشہرہ، جو متعلق علاقہ سنسار چند کے تھا، فتح کر کے اس میں سدا کنور کا کاردار قائم کیا اور وہاں سے کانگڑہ پر یورش کی - مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے جانے سے اول راجہ سنسار چند لورپور کو چلا گیا، قلعے والوں نے دروازے قلعہ کے بند کر لیے - چونکہ سامان قلعہ گیری کا موجود نہ تھا، قلعے کے محاصرے سے دست بردار ہو کر لورپور پہنچا - راجہ سنسار چند لور پور سے بھی بھاگ کر پہاڑوں میں گھس گیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ نے واپس معاودت کی - جب پہاڑ سے اترا، دوسری شکایت رانی سدا کنور نے در باب زیادتی سردار بدھ سنگھ و سنگت سنگھ قابضان قصبہ سجان پور کی کی -

یہ قصبہ سجان پور قصبہ پٹھان کوٹ سے بہ فاصلہ پانچ کوس کے لاہور کی طرف واقع ہے - اس قصبے پر وہ دونوں سردار چند سال سے قابض تھے - چونکہ پیشہ ان کا غارت گری و رہزنی تھا، اکثر اوقات وہ رانی سدا کنور کے علاقے میں بھی ڈاکہ مارتے اور رعیت کو لوٹ کر لے جاتے تھے - اب جو تقریباً مہاراجہ رنجیت سنگھ کا گزر اس طرف ہوا تو رانی نے مناسب جانا کہ ان کی بھی بیخ کنی ہو جائے کہ آیندہ ان کا دغدغہ باقی نہ رہے -

شکایتی خط کے پڑھتے ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ سجان پورہ میں فوج لے کر پہنچا اور قلعے کا محاصرہ کر کے توپیں رکھ دیں اور ایک روز میں قلعے کی دیوار کو زمین کے ہموار کر دیا - جب دونوں سرداروں کی زندگی خطرے میں ہوئی تو خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت قبول کی - مہاراجہ نے چار ضرب توپ جو ان کے پاس تھیں لے لیں - قصبہ سجان پور میں اپنا تھانہ قائم کر دیا اور علاقہ دھرم کوٹ و بہرام پور جو ان کے تصرف میں تھا لے لیا - صرف کسی قدر اراضی ان کو واگزار کر کے حکم دیا کہ آیندہ زمینداروں کی طرح کھیتی کر کے اپنا گزارہ کریں، ڈاکہ زنی و غارت گری سے باز آئیں -

وہاں سے معاودت کرکے مہاراجہ دوآبۂ بست جالندھر میں داخل ہوا اور بہت سا علاقہ اپنے قبضہ و تصرف میں لیا ۔ اور سنا کہ قصبہ پھگواڑہ[۱] پر ایک عورت ، چوہڑ مل کھتری کی بیوہ ، جس کا خاوند پہلے جاگیردار اس قصبے کا تھا ، قابض و دخیل ہے ۔ چنداں فوج بھی اس کے پاس نہیں ہے ۔ یہ حال سن کر مہاراجہ اُدھر کو روانہ ہوا اور اس کے پاس پیغام بھیجا کہ قصبے کی حکومت سے دست بردار ہو ورنہ نکالی جائے گی ۔ وہ بیوہ عورت مہاراجہ کے خوف سے ڈر گئی اور جواب دیا کہ میں بیوہ عورت بے اولاد ہوں ۔ چاہتی ہوں کہ ہردوار کو چلی جاؤں اور باقی عمر خدا کی عبادت میں صرف کروں ۔ اس قدر خرچ مجھ کو مل جائے کہ چند سال میرے گزارے کے لیے کافی ہو ۔ چنانچہ جس قدر خرچ اس نے طلب کیا ، مہاراجہ نے اس کو دے جانے کی اجازت دی اور باقی تمام ملک و املاک ضبط کرکے سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کو عنایت کردیا کہ وہ علاقہ اس کے علاقے کے شامل و ملحق تھا ۔

اس کام سے فارغ ہو کر سردار فتح سنگھ نے درخواست کی کہ مہاراجہ چند روز کے لیے کپورتھلہ میں تشریف لے چلے اور قصبۂ سلطان پور کے جنگل میں کہ وہاں شکار بہت ہے ، شکار کھیلے ۔ اس کی التجا قبول ہوئی اور پھگواڑہ سے روانہ ہو کر پہلے مہاراجہ کپورتھلہ میں پہنچا اور چند روز بہ اتفاق سردار فتح سنگھ اور اراکینِ دربار کے ہنگامۂ عیش و عشرت گرم رکھا ۔ پھر بمقام سلطان پور پہنچ کر ایک ہفتہ سیر و شکار میں گزرا ۔ اسی مقام پر خبر پہنچی کہ اب مہاراجہ سنسار چند والیِ کانگڑہ پھر پہاڑ سے اتر کر میدانی ملک میں آیا ہے اور قصبۂ بجواڑہ و ہوشیار پور وغیرہ چند قصبات پرکہ متعلق رئیس جالندھر کے تھے ، قبضہ کر لیا ہے ۔ اگرچہ وہ قصبجات متعلق علاقۂ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نہ تھے مگر بہ نظر تنبیہ و تادیب راجہ سنسار چند کے اُدھر کو کوچ کیا ۔ سنسار چند کو جب یہ اطلاع ہوئی ، ہوشیار پور سے بھاگ کر کانگڑہ کو چلا گیا ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جاتے ہی ہوشیار میں اپنا قبضہ کر لیا ۔ سنسار چند کے کارندے وہاں سے نکال دیے ۔ پھر بجواڑہ کی طرف کوچ کیا ۔ اس کو بھی اپنے قبضے میں کرایا ۔ ان قصبوں کے متعلق جس قدر دیہات تھے ، سب میں اپنا تھانہ بٹھلایا ۔ وہاں سے چل کر چند علاقے ملک دامانِ کوہ کے ، جو راجہ سنسار چند

۱۔ اصل متن میں بھگواڑہ ہے ۔

کے ساتھ متعلق تھے ، خود لے لیے اور ایک فوج وہاں چھوڑ کر لاہور کو معاودت کی ۔

جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا شری گنگا جی کے غسل کے لیے ہردوار کو ، اور یورش کرنا قصور پر بعد قتل نظام الدین کے اور مطیع ہونا قطب الدین کا ، اور مہم کرنا ملتان پر اور خراج لینا ، اور دخل پانا شہر امرت سر میں ، اور فتح کرنا علاقہ بھنگیوں کا

ہردوار کے سفر کی تیاری مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بڑے اجتماع کے ساتھ کی ۔ نصف فوج اپنی تمام فوج میں سے ہمراہ لی ۔ جب لاہور سے روانہ ہو کر دریائے بیاسا سے عبور کیا تو سردار فتح سنگھ آہلووالیہ استقبال کے لیے حاضر آیا اور رسد رسانی کا انتظام کیا ۔ ستلج سے اُتر کر ہر ایک رئیس اور قابضانِ ملک سے نذرانے لینے شروع کیے ۔ جس کے علاقے میں سے گزر ہوا ، اگر وہاں کا سردار خدمت میں حاضر نہ ہوا تو گویا اس کے سر پر آفت آ گئی ، علاقہ لٹنا شروع ہو گیا ۔ جب صاحبانِ انگریز کے متعلقہ ملک میں پہنچا تو انگریزوں نے اس مہمان کی بہ خوبی خاطر کی اور تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا ۔ آخر شری ہردوار جی کے مقام پر پہنچ کر غسل کیا اور خیرات زر نقد و جنس کی اس قدر کی کہ لوگ غربا و فقرا مال و دولت سے مالا مال ہو گئے ۔ جب وہاں سے مراجعت کی تو راستے میں ایک سوار نے قصور سے حاضر ہو کر ایک تحریر خاندان نظام الدین خاں حاکم قصور کی بدیں مضمون پیش کی کہ نظام الدین خاں نے جب اطاعت مہاراجہ کی قبول کی اور نذرانہ دے کر اپنے ملک کو بچایا اور آیندہ کے لیے خراج گزار بنا تو یہ بات اور افغانوں پر ناگوار گزری اور درپے اس کے خون کے ہوئے ۔ چنانچہ سب نے اتفاق کر کے واصل خاں نام افغان کے ہاتھ سے اس کو قتل کرا دیا ۔ اس کا مال و دولت جس قدر جمع تھا سب لے لیا ۔ اب سب نے مل کر قطب الدین خاں کو قصور کی حکومت پر مقرر کیا ہے اور نظام الدین خاں کے متعلق لوگ سب قید میں پڑے ہوئے ہیں ۔ ان کا حامی سوائے مہاراجہ کے اور کوئی نہیں ہے ۔ اس واسطے انھوں نے عاجز آ کر مہاراجہ سے استمداد طلب کی ہے ۔ مہاراجہ کو چاہیے کہ ان کی امداد کریں اور قاتلوں کو ایسی سزا دیں کہ آیندہ پھر وہ ایسا ظلم نہ کرنے پائیں ۔ یہ تقریر سن کر

مہاراجہ نے نظام الدین خاں کے مارے جانے کا کمال افسوس کیا اور فوج کو حکم دیا کہ ادھر سے براہِ راست قصور کو روانہ ہو ۔ اور ایک پروانہ بہ نام افسرانِ فوجِ لاہور جاری ہوا کہ وہ بھی مع توپ خانے کے لاہور سے چل کر قصور میں آ جائیں ۔ اور خود مہاراجہ رنجیت سنگھ بہ کوچ یلغر طئے مسافت کر کے کپورتھلہ پہنچا اور سردار فتح سنگھ آہلووالیہ اور اس کی فوج کو ہمراہ لے کر قصور کی راہ پر خیمہ ایستادہ کیا ۔

قطب الدین خاں حاکمِ قصور نے جب جانا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بڑی فوج ہمراہ لے کر قصور کو آتا ہے تو اس نے بھی اپنی فوج کو آراستہ کیا اور انتظام لڑائی کا بہ خوبی کر کے جنگ پر آمادہ ہوا ۔ مہاراجہ نے قصور کے علاقے میں داخل ہو کر غارت شروع کی ۔ راستے میں جس قدر قصبے و گاؤں آئے ، سکھانِ فوج نے سب غارت کر لیے ۔ جب یہ فوج قصور کے قریب پہنچی ، قطب الدین خاں اپنی فوج ہمراہ لے کر شہر سے نکلا اور جنگ شروع کی ۔ پہلے توپ کے ذریعے سے لڑائی ہوتی رہی ، پھر بندوق پر نوبت پہنچی ، پھر تلوار چلی اور دونوں لشکر آپس میں مل گئے اور ایسی لڑائی ہوئی کہ سکھوں کے معرکے میں کبھی نہیں ہوئی تھی ۔ آخر سکھ غالب آئے اور مسلمانی لشکر قصور کا بھاگ کر شہر میں گھس گیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ نے شہر کے چاروں طرف فوج مامور کر دی جس سے شہر والوں کی آمد و رفت موقوف ہوگئی ۔ جو کوئی شہر سے نکلتا ، فوراً مارا جاتا ۔ علیحدہ علیحدہ قلعوں پر الگ الگ لڑائی ہونے لگی ۔

جب تین ماہ کا عرصہ اسی طرح گزر گیا اور شہر میں غلے کا ایک دانہ جانے نہ پایا ، خلقت نہایت تنگ ہوئی ۔ اگرچہ رعایا مستعد تھی کہ شہر کا دروازہ کھول دیں مگر سکھوں کی غارت سے کمال اندیشہ تھا ۔ لوگ فاقوں کے مارے مرنے لگے ۔ ایسی حالت میں قطب الدین خاں نے سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نہ دیکھا ۔ اپنا وکیل مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ نظام الدین خاں کا مارا جانا میری اجازت سے وقوع میں نہیں آیا بلکہ وہ عین بلوے کے وقت قتل ہوا تھا ۔ اہلِ شورش و فساد نے اُس وقت مجھ کو بھی قتل کرنا چاہا تھا ، میں نے اپنی جان کے بچاؤ کے واسطے مفسدوں سے سازش کر لی ۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو میری زندگی بھی محال تھی ۔ نظام الدین خاں میرا بزرگ و آقائے نامدار تھا ۔ میں ایسا نمک حرام نہ تھا کہ اپنے آقا کو خود قتل کرتا ۔ اب جنھوں نے نظام الدین خاں کو قتل کیا تھا ، قصور سے بھاگ گئے ہیں ۔ ان کی گرفتاری بآہستگی ممکن ہے اور نظام الدین خاں کے وابستگان ، جو بہ صلاحِ وقت

مقید کیے گئے تھے ، چھوڑ دیے گئے ہیں اور گزارہ اُن کا مقرر ہو گیا ہے ۔ مہاراجہ اگر قصور والوں کا قصور معاف کر کے تاج بخشی کرے تو آیندہ سوائے اطاعت کے کوئی امر خلاف وقوع میں نہ آئے گا ۔

چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی تین ماہ کی پے در پے مہموں اور لڑائیوں سے تنگ آ گیا تھا ، درخواست قطب الدین خاں کی منظور کی اور ایک بھاری نذرانہ وصول کیا اور آیندہ کے لیے اقرار نامہ اطاعت و ادائے خراج کا لکھوا لیا اور راضی نامہ وابستگانِ نظام الدین خاں کا لے کر محاصرہ قصور کا چھوڑ دیا ۔

اس تین ماہ کی لڑائی میں تمام علاقہ قصور کا اُجڑ گیا تھا ۔ زمیندار اپنے اپنے گاؤں سے بھاگ گئے تھے ۔ اس مہم سے فارغ ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چاہا کہ ملتان پر یورش کر کے وہ علاقہ نواب سے چھین لے ۔ یہ ارادہ دل میں مستحکم کر کے فوج کو حکم دیا کہ ملتان کو کوچ کرے ۔

یہ حکم سن کر افسرانِ فوج کمال حیران ہوئے کیونکہ تین ماہ تک فوج قصور میں لڑتی رہی تھی ۔ ابھی انھوں نے دم بھی نہیں لیا تھا کہ یہ سفرِ دور دراز پیش آیا ۔ اگرچہ افسر اس وقت انکار نہ کر سکے مگر از روئے خیرخواہی اُنھوں نے دست بستہ عرض کی : مہاراجہ ابھی تین ماہ کی مہم سے بہ خوبی فارغ نہیں ہوا ۔ فوج بھی تھکی ہوئی اور ماندہ ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ اب مہاراجہ لاہور تشریف لے چلیں اور بعد انتظام اور تیاری کے ملتان پر مہم کرے ۔ مہاراجہ یہ تقریر سن کر ہنسا اور کہا کہ حکومت و سلطنت کے کام میں آرام و عیش کو دخل نہیں ہے ۔ حاکم و بادشاہ وہی شخص ہوتا ہے جو اپنے آپ کو عیش و آرام میں نہ ڈالے ، بلکہ ہر وقت مستعد و کمربستہ رہے ۔ پس فوج کو بھی چاہیے کہ اپنے مالک و حاکم کی طرح صبح و شام عرق ریزی و جاں فشانی میں ساعی و سرگرم رہے ۔ یہ بات سن کر افسرانِ فوج لاجواب ہو گئے اور بلا عذر ملتان کو روانہ ہوئے ۔

جب یہ تمام مجمع ملتان کے علاقے میں داخل ہوا ، غارت گری و تاراج کا بازار گرم ہوا ۔ اگرچہ اس لشکر کی آمد آمد ہی سن کر رعایا ہر ایک گاؤں سے بھاگ گئی تھی مگر جس قدر باقی رہی وہ لٹ گئی ۔ ملتان کے قریب جب یہ لشکر پہنچا نواب مظفر خاں بہادر اپنی فوج کے مجمع کے ساتھ شہر سے نکلا ۔ علاوہ فوج ملازم کے ملکیہ اور جہادی لوگ بھی اس کی ہمراہی میں بہت تھے ۔ جب دونوں لشکر ایک میدان میں ایک دوسرے کے مقابل اُترے ، کوئی فریق ابتدا لڑائی میں نہیں کرتا تھا کیونکہ دونوں کو اُمید تھی کہ صلح ہو جائے اور خون ریزی نہ ہو ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے امرائے دربار کے ساتھ در باب جنگ ملتان کے مشورہ کیا تو ہر ایک کی رائے اس بات پر قرار پائی کہ اول خط نواب کے نام در باب ہدایتِ اطاعت کے تحریر ہو۔ اگر وہ مطیع ہو کر خراج اپنے ذمے قبول کر لے تو لڑائی نہ کرنا چاہیے۔

چنانچہ خط اس مضمون سے لکھا گیا کہ: خداوند تعالیٰ نے، جو خالقِ حقیقی ہے، انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور انسانیت کا جامہ پہنایا ہے۔ اس کو چاہیے کہ ہر ایک کام میں مآل اندیشی کا استعمال رکھے، غرور و تکبّر سے باز رہے اور بادشاہانِ وقت اور حکامِ زمانہ کے ساتھ بہ ادب پیش آئے، کبھی بغاوت و سرکشی روا نہ رکھے۔ انسان بھائیوں کے ساتھ ایسے خلق سے پیش آئے کہ ہر ایک آدمی اس کا مشکور و ممنون رہے، صلح و صفائی اپنا شیوہ رکھے۔ ہر ایک کام میں مشورہ اپنی عقلِ دوربین سے لے اور اگر خود عقل سے خالی ہو تو علما و فضلا کی طرف رجوع لائے۔ نیک و بد ہر ایک امر کا سوچے اور ابتدا میں ہر ایک کام کے اس کے انجام کا خیال رکھے۔ پس جس نے اس کے برخلاف کیا، وہ کبھی اپنی مراد کو نہیں پہنچا۔ ہمیشہ اپنے ہم جنسوں اور ہم چشموں میں ذلیل و خوار رہا ہے۔ تم کو چاہیے کہ خلقِ خدا کے ساتھ بہ خلق پیش آؤ، ہر ایک سے سلوک رکھو۔ ہم لاہور سے چل کر ملتان تک اس واسطے نہیں آئے کہ تم سے لڑیں اور بندگانِ خدا کا خون کریں۔ بلکہ اس مراد کے لیے یہ تکلیف اپنے اوپر روا رکھی ہے کہ تم سے رابطہ اتحاد کا مربوط و مستحکم ہو، اور تم ہر کام میں ہمارے مددگار رہو اور ہم تمھاری حمایت و رعایت پر مستعد رہیں۔ اور جس بات میں ہماری رضامندی نہ ہو اس کام کے تم کبھی مرتکب نہ ہو۔ چونکہ اب اکثر علاقہ پنجاب کا ہمارے زیرِ حکومت ہے اور ہم حاکمِ اعلیٰ پنجاب کے ہیں، تم بھی ہماری اطاعت میں اپنا فخر و اعزاز سمجھو کہ اس میں تمھاری عزت و حکومت میں ترقی ہوگی اور جس علاقے پر تم اور تمھارے باپ شاہانِ کابل کے حکم سے حکمران تھے، اسی پر ہماری اجازت و حکم سے حکومت کرو، کوئی زبردست حاکم تم پر زبردستی نہ کرنے پائے گا۔ یہ چند کلمے دوستانہ نصیحت کے محض اس ضرورت سے لکھے گئے ہیں کہ شاید تم راہِ راست پر آ جاؤ اور بندگانِ خدا معرضِ ہلاکت میں نہ آئیں۔

بعدِ تحریر یہ خط ایک معتمد کے ہاتھ نواب مظفر خاں کے پاس بھیجا۔ جب اس نے پڑھا تو جواب اس مضمون سے لکھا کہ: خدا تعالیٰ ہر ایک کا حاکم اور انسان اس کا محکوم ہے۔ پس اس محکوم بندے کو اگر خدا حکومت عنایت

کر دیوے تو اس کو چاہیے کہ اس حکومت میں بھی وہ محکوم بنا رہے اور برخلاف خدا کے حکم کے کسی کی دل‌آزاری روا نہ رکھے : کسی پر ظلم و جور و جفا کرنا جائز نہ سمجھے ، کسی کا حق غضب نہ کرے ۔ جس قدر اس کا حصہ روزی کا خدا نے دیا ہے اس پر راضی و شاکر رہے ، طمع کا دامن نہ پھیلائے ۔ خدا نے تم کو حکومت دی ہے ، صاحبِ ملک و خزانہ بنایا ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ تم ہر انسان کو اپنی عنایت اور مہربانی سے خوش رکھو ، کوئی شاکی نہ ہونے پائے ۔ یہ شرط اور تعریف حکومت کی نہیں ہے کہ جس طرف آپ جائیں ملک کو لوٹ لیں ، کھیتوں کو اُجاڑ دیں ، ہزاروں آدمی قتل کر ڈالیں ، مکان داروں کے مکان چھین لیں ۔ جس کے پاس دولت دیکھیں اس کے خون کے پیاسے ہو جائیں ۔ جب تک لے نہ لیں چین نہ پڑے ۔ آپ کا خیال باوجود اس شاہی کے میرے مختصر علاقے پر ہے اور چاہتے ہو کہ ہم لے لیں ۔ اگر نہ دیوے تو مار ڈالیں ۔ ایسا بادشاہوں کو نہ چاہیے ، بلکہ چاہیے کہ مہاراجہ میری پرورش کریں ، اپنے سائے میں رکھیں ، خاندان کو نہ بگاڑیں ، محبت کی آنکھ سے دیکھیں ۔ اور اگر مہاراجہ ایسا نہ کریں گے تو جب تک میرے جسم میں جان اور تن میں توان (ہے) اپنا ملک ہاتھ سے نہ دوں گا ۔ لڑائی میں اگر بندہ مغلوب ہو جائے گا تو مضائقہ نہیں کہ بندہ آپ سے دولت و لشکر و ملک میں کم ہے اور اگر آپ کے ارادے سے معاملہ برعکس ہو گیا تو مہاراجہ کی سخت بدنامی ہوگی ۔

یہ جواب نامے کا جب مہاراج کے پاس پہنچا ، کمال غضب ناک ہوا ۔ اُسی وقت فوج میں جنگی حکم سنایا گیا ۔ دوسرے دن لڑائی کی تیاری ہوگئی ، توپ چلنی شروع ہو گئی ۔ ایک دن بہ ذریعۂ توپ جنگ ہوتی رہی ، دوسرے دن دستی لڑائی دن چڑھے شروع ہو گئی اور تمام دن کمال تیزی و تندی کے ساتھ ہوئی ۔ بہت سے آدمی فریقین میں سے کھیت رہے ۔ تمام دن سوار زین سے نہ اُترے ۔ اس معرکے میں پٹھانوں نے بڑی جاں بازیاں کیں اور بہت مرتبہ سکھوں کے حملے کو روکا اور آگے بڑھنے نہ دیا ۔ ملکیہ فوج جن کا اصلی مطلب ہی مرنا تھا بہت کام آئی ۔ شام کے وقت فوجِ ملتان کو توپوں کے گولوں نے بہت تنگ کیا اور پاؤں پیچھے کو ہٹنے لگے ، یہاں تک کہ شہر میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا ۔ اس معرکے میں دو سو آدمی فریقین سے کام آیا ۔ دوسرے دن سکھوں نے شہر پر حملہ کیا اور توپوں کے گولوں سے دروازہ توڑ ڈالا اور اندر گھس

گئے ، شہر لٹنے لگا[1] - رعیت نے چاری تباہ ہوگئی ، شہر میں واویلا مچ گیا - بہت سی عورتیں اور بچے سکھوں نے پکڑ لیے - جب نواب نے شہر کا یہ حال دیکھا ، اپنی بیاری رعیت کی داد رسی کرنی چاہی اور چارہ سوائے اطاعت کے کوئی نظر نہ آیا - ناچار اپنا وکیل مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں بھیجا اور امن کی درخواست کی اور اپنے جرم کی معافی مانگی اور بڑی رقم نذرانے کی اپنے ذمے پر قبول کر کے آیندہ خراج گزاری کا اقرار کیا -

مہاراجہ نے جب یہ التجا نواب کے طرف سے سنی ، زیادہ اصرار مناسب نہ جانا اور نذرانہ وصول کر کے آئندہ کے لیے در باب اطاعت کے سند لکھوا لی اور فوج کو حکم دیا کہ شہر سے نکل آئے - چنانچہ سکھ کچھ یعنی حصہ اپنا لے کر شہر سے نکل آئے -

بعد اس فتح کے مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور میں رونق افروز ہوا تو ملازم فوج بہت نوکر رکھی اور بہت سی توپیں نئی ڈھلوا کر توپ خانہ جدید تیار کیا - اتنے میں امرتسر سے خبر آئی کہ مثل بھنگی کے سکھ اور رام گڈھیہ وغیرہ پھر مستعد اس بات پر ہوئے ہیں کہ ایک بہت بڑا مجمع کریں اور بہ اتفاق ہم دگر لاہور پر یورش کریں - یہ مجمع بیساکھی کے روز بہ مقام امرتسر ہوگا اور سب سکھ بہ تقریب غسل وہاں آئیں گے اور ایک تجویز اس مہم کے واسطے قائم کریں گے - مہاراجہ رنجیت سنگھ یہ بات سنتے ہی مستعد ہوگیا کہ امرتسر پر یورش کرے اور قبل اس کے کہ دشمن جمع ہوکر اپنی تجویز قائم کریں ، ان کا انتظام قرار واقعی کر لیا جائے - مگر بہ سبب اس کے کہ ہولی کے دن قریب تھے اور مہاراج نے بہ تقریب ہولی کے بڑے جشن کی تجویز کر کے رؤسائے ملک کو بلاوا بھیجا ہوا تھا ، خاموش رہا -

جب ہولی ہوئی اور جشن ہولی کا بہ اختتام پہنچا تو اور سب مہمان رخصت کر دیے گئے مگر سردار فتح سنگھ کو رخصت نہ ملی اور حکم ملا کہ فوراً کپورتھلہ جا کر اور اپنی فوج لے کر امرتسر میں آوے - جب کہ ہم لاہور سے چل کر امرتسر آ جائیں گے -

چنانچہ وہ فوراً کپورتھلہ کو روانہ ہوگیا - اس کے چار روز پیچھے مہاراجہ خود بھی ایک برجستہ فوج اور توپ خانے کے ساتھ امرتسر کو چلا - جب

۱- یہاں ایک سطر چھاپے میں اڑ گئی ہے - (مرتب)

نزدیک پہنچا ، گوردت سنگھ ، سردار گلاب سنگھ بھنگی کا بیٹا ، جس کی سرپرست اس کی والدہ تھی ، مقابلے پر مستعد ہوا اور دروازے شہر کے بند کر لیے ۔

اگرچہ اُس وقت اس کے پاس فوج کم تھی ، خزانے میں چندان روپیہ بھی نہ تھا ، تو بھی مستعد بہ پیکار ہوگیا ۔ پہلے شہر کے باہر لڑائی ہوئی ، جس سے دشمن شکست کھا کر بھاگ گئے اور شہر میں گھس گئے ۔ پھر اندر سے بہ ذریعۂ بندوق و توپ جنگ شروع ہوئی ۔ مہاراجہ نے اُس وقت لوہ گڑھ کا دروازہ سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کے سپرد کیا اور ہُل والے دروازے کی طرف خود جا کر جنگ شروع کی ۔ آخر فوجِ ظفر فوج نے دروازہ توڑ ڈالا اور مہاراجہ شہر میں داخل ہوا ۔

دوسری طرف سے سردار فتح سنگھ دروازہ لوہ گڑھ کا توڑ کر شہر کے اندر آ گیا ۔ اب شہر تو لے لیا گیا اور مہاراجہ نے سکھان فوج کو تاکید کر دی کہ کوئی شہر پر دست درازی نہ کرے کہ اس شہر کا مہاراجہ کو بلکہ تمام خالصہ کو بڑا ادب ہے ۔ یہاں کی رعیت گورو رام داس کے سائے میں رہتی ہے ۔ بس مطابق حکم کے اور اخلاصِ دل سے کسی سکھ نے شہر والوں کی طرف بہ نظر عتاب نہ دیکھا ۔ جب مہاراجہ شہر پر قابض ہوگیا تو گوردت سنگھ اپنی فوج لے کر قلعے میں ، جو شہر کے اندر تھا ، چلا گیا اور دروازے بند کر لیے اور دیوار کی پناہ سے لڑائی کرنی شروع کی ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قلعے کو گھیر لیا اور شہر کے مکانات پر فوج چڑھا دی جن کے گولے عین قلعے کے میدان میں پڑتے تھے اور صحن میں کوئی پھرنے اور چلنے نہیں پاتا تھا ۔ قلعے کے اندر سے بھی پے در پے توپ چلتی تھی اور شہر والوں کا نقصان بہت ہوتا تھا اور گولوں سے مکانات گرتے تھے ۔

جب باہر کے گولوں سے بہت سی دیوارِ قلعے کی گر گئی اور سامان جنگ کا قلعے کے اندر نہ رہا تو دشمن سخت بے قرار ہوا اور اس نے امان مانگی ۔ مہاراجہ نے اس کی التجا قبول کی اور وہ قلعے سے باہر نکلا ۔ اس کے باہر نکلتے ہی مہاراجہ کی فوج قلعے میں داخل ہوئی ۔ قلعے سے نکل کر گوردت سنگھ اور اس کی والدہ نہیں جانتے تھے کہ کہاں جائیں کیونکہ کوئی ایسا مکان نہیں تھا جس میں وہ اُتریں ۔ اتفاقاً اس وقت بارش شروع ہو گئی اور گوردت سنگھ کے آدمی اس کا اسبابِ ضروری اُٹھائے ہوئے باہر بھیگ رہے تھے اور کوئی شخص اس کو جگہ نہیں دیتا تھا کہ دم بھر بارش سے آسائش پائیں ۔

اتنے میں اُن کا گذر سردار جودھ سنگھ رام گڑھیہ کی حویلی کے پاس سے ہوا

اور اس کی ڈیوڑھی میں ٹھہر کر اُنھوں نے دم لیا ۔ سردار جودھ سنگھ نے ان کو دیکھ کر اُن کی عزت کی اور کھانا کھلایا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس جا کر اُن کی سفارش کی اور من جملہ ان کے علاقے کے چار گاؤں بطور جاگیر دلوائے ۔ جب گذارہ ان کا مقرر ہو چکا تو وہ شہر امرت سر سے اپنی جاگیر میں چلے گئے ۔

رباعی از مؤلف :

این است رسم این جہاں ، گاہے چنیں گاہے چناں
از گردشِ دورِ زماں گاہے چنیں گاہے چناں
گہ روز باشد گاہ شب ، گہ عیش و گہ رنج و تعب
گاہے عیاں ، گاہے نہاں ، گاہے چنیں ، گاہے چناں

جب شہر امرت سر اور قلعۂ بھنگیاں پر دخل مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بخوبی ہو گیا ، شکر خدا کا بجا لایا اور عبادت گاہ گورو رام داس یعنی دربار امرتسر میں جا کر غسل کیا اور غربا و فقرا کو بہت سا روپیہ اس فتح کے شکرانے میں دیا ۔ شہر کے بازاروں میں روپیہ بکھیر کر رعایا کو خوش کیا اور لاہور کو معاودت کی ۔ اُس روز سے بھنگی مثل کی حکومت اور عزت بالکل جاتی رہی اور کوئی صاحبِ اقبال پھر ان میں سے پیدا نہ ہوا بلکہ وہ جاگیر جو گوردت سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حاصل کی تھی ، وہ بھی ایک سال کے بعد ضبط ہو گئی ۔ وہ نہایت عسرت اور تنگی کے ساتھ اپنا گزارہ کرتا رہا ۔ جب گوردت سنگھ مر گیا ، گنڈا سنگھ و مول سنگھ اس کے دو بیٹے محض گمنام ہوئے ۔

''یورش کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا شہر جھنگ پر اور بھاگ جانا احمد خاں کا ملتان کو اور مطیع ہونا اوچ کے حاکم کا ۔ آنا مہاراجہ جسونت راؤ ہولکر مرہٹہ کا امرت سر میں اور جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا واسطے انفصال مقدمۂ زمین کے جو فیمابین رئیس پٹیالہ و نابھہ و جھند کے برپا تھا

جو کہ ایک مسلمانی ریاست جھنگ کی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وقت میں اچھے عروج پر تھی اور احمد خاں سیال اس کا رئیس آدمی بہادر و جواں مرد مشہور تھا ، فوج و خزانہ وغیرہ سامان ریاست کا اس کے پاس موجود تھا ۔ کسی

کے ساتھ اس کی دوستی و دشمنی نہ تھی۔ اپنے علاقے میں رہ کر با آبرو گزارہ کرتا تھا۔ کسی حاسد نے اس کے جاہ و تجمّل پر حسد کرکے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف لکھا کہ سردار احمد خاں سیال کے گھر میں بڑا مال و خزانہ جمع ہے۔ عمدہ عمدہ جواہرات اور اچھے اچھے گھوڑے اور ہتھیار بندوقیں اور توپیں موجود ہیں۔ رات دن وہ عیش و عشرت میں مصروف رہتا ہے۔ کمال غرور و تکبر سے کسی کو خیال میں نہیں لاتا۔ بہت سا ملک اس کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ یہ ملک اگر مہاراجہ فتح کر لے یا احمد خاں کو مطیع کر لے تو پنجاب میں کمال تسلط و رعب پیدا ہوگا۔ یہ حال سن کر مہاراجہ کو شوق پیدا ہوا کہ احمد خاں کو باجگذار بنائے۔ اگر وہ مطیع نہ ہو تو بہ زور شمشیر اس کا علاقہ فتح کرے اور اس کا ملک و املاک اپنے تصرف میں لائے۔ اس خیال سے ایک سکھ سردار کو خط دے کر جھنگ کو بطور وکیل کے بھیجا اور لکھا کہ اگر اپنا قیام جھنگ کے ملک میں چاہتے ہو تو زرِ نذرانہ بھیج دو اور آئندہ کے لیے خراج دینا قبول کرو ورنہ ہماری فوج تمھارے علاقے میں آ کر تمھاری ریاست کو زیر و زبر کردے گی۔ اس وقت سوائے ندامت کے اور کچھ تم کو حاصل نہ ہوگا۔ جب وکیل مہاراجہ کا سردار احمد خاں کے پاس پہنچا، اس نے ایک ماہ تک وکیل کو اپنے پاس رکھا اور کچھ جواب با صواب نہ دیا۔ ناچار وکیل بے حصولِ جواب جھنگ سے واپس چلا آیا اور حالِ واقعہ عرض کیا۔ یہ غرور اور تکبّر سردار احمد خاں کا سن کر مہاراجہ بہت غضب ناک ہوا اور ایک برجستہ فوج اور چھ ضرب توپ ہمراہ لے کر جھنگ پر یورش کی اور سکھی فوج جھنگ کے متعلقہ ملک میں داخل ہوئی، غارت و تاراج کا ہنگامہ گرم کیا۔ مگر جس گاؤں میں یہ لوٹنے کو جاتے، رعایا وہاں کی مقابلے پر مستعد ہو جاتی جس سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ایک ایک گاؤں پر لڑنا پڑا۔ آخر فوج کو حکم ملا کہ پہلے سرکوبی احمد خاں کی کرلی جائے۔ جب وہ مغلوب ہو جائے گا تو اس کی متمرّد رعایا کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔

سردار احمد خاں کو جب اس یورش کی اطلاع ہوئی تو اس نے قوم سیال و کھرل وغیرہ مسلمان قوموں کا لشکر بہت سا جمع کرکے میدان میں بہ ارادۂ جنگ خیمہ قائم کیا اور مہاراجہ کے وہاں پہنچتے ہی لڑائی شروع کردی۔ اگرچہ احمد خاں کے پاس بھی دو توپیں تھیں مگر گولہ انداز اُن کے اچھے نہ تھے اور مہاراجہ کے توپ خانے کے گولے پے در پے ان پر پڑتے تھے اور قتل عام ہوتے چلے جاتے تھے۔ جب توپوں کے گولوں نے دشمن کا قافیہ تنگ کردیا تو

احمد خاں اپنے اجتماع کے ساتھ تلواریں کھینچ کر سکھوں پر آ پڑا۔ اُس وقت توپوں اور بندوقوں کا چلنا بند ہو گیا اور دونوں فوجوں نے ایک دوسرے سے لڑ کر خون بہائے۔ بہت سے پہلوان جنگ آزما فریقین سے کام آئے۔ دوپہر سے شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ شام کے وقت احمد خاں اپنی توپیں و سامان لے کر شہر میں گھس گیا اور دروازے بند کرلیے۔

اگرچہ شہر کی فصیل اور دروازہ چنداں مستحکم نہ تھا مگر سردار احمد خاں کی فوج بے شمار حفاظت کے لیے مامور تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے رات رات شہر کا محاصرہ کرلیا اور دشمن کو راستہ نہ دیا کہ آیندہ وہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرتا۔

دوسرے روز دشمن دیوار کے پیچھے سے بہ ذریعۂ بندوق و توپ و تیر دشمن سے لڑتا رہا۔ اس روز سکھی فوج میں سے بہت سے لوگ قتل ہوئے کہ باہر کا گولہ دشمن کی دیوار میں لگتا تھا اور اس کا گولہ سکھوں کی فوج میں پڑتا تھا۔ اُس روز احمد خاں بذاتِ خود تمام روز توپ چلاتا رہا اور گولہ اس کا نشانے سے خطا نہیں کرتا تھا۔ ایک گولہ اس کا مہاراجہ کے خیمے کے اندر آ کر پڑا اور خیمہ جل اُٹھا مگر خیر گزری کہ مہاراجہ کو کوئی آسیب نہ پہنچا۔ اسی روز جھنگ کی ہندو رعیت نے، جو مسلمانی حکومت سے بیزار تھی، ایک عریضہ مہاراجہ کی خدمت میں بھیجا کہ اگر مہاراجہ شہر میں داخل ہونا چاہیں تو ہم دیوار گرا کر داخل کر سکتے ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ جب شہر پر دخل مہاراجہ کرے تو ہم لوگ غارت و تاراج سے مستثنیٰ رہیں، کوئی اذیت ہندوؤں کو نہ پہنچے۔

یہ خبر مخبر نے سردار احمد خاں کو بھی پہنچا دی۔ اس بات سے اس کو کمال اندیشہ پیدا ہوا اور ہر ایک ہندو کے گھر پہرہ قائم کر دیا کہ وہ گھر سے باہر نکلنے نہ پائیں۔ غرض تین روز یہ محاصرہ رہا اور لڑائی ہوتی رہی۔ چوتھے روز رعایا جو ممد و معاون سردار احمد خاں کی تھی[1]... خود لوٹ کر برباد کر دیا تھا اور ان لوگوں کو اپنے گھروں کی خبر گیری واجب تھی، بلکہ بہت سے نمک حرام ملازم بھی سردار احمد خاں کی رفاقت سے اُس وقت کنارہ کش ہو گئے اور جو چیز کسی کے ہاتھ میں آئی، لے کر چل دیا۔

۱- اس کے بعد اصل متن کے صفحہ ۱٦۷ کی آخری سطر طباعت میں اُڑ گئی ہے۔

یہ حالت دیکھ کر سردار احمد خاں نے جانا کہ اب جان پر آ بنی ہے۔ اگر میں شہر میں رہوں گا تو مارا جاؤں گا۔ اُس وقت نصرت خان سیال، جو مصاحبِ خاص و مشیر احمد خان کا تھا، صرف احمد خاں کا ہم راز و مددگار حاضر تھا اور سب نمک پروردہ اہل کار اس سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ ایسی تنہائی کے وقت احمد خاں بھاگنے پر مستعد ہوا اور رات کے وقت اپنا نقد خزانہ و جواہرات جس قدر اس کے پاس وہاں تھا، چھوڑا اور عیال و اطفال کو ہمراہ لے کر ملتان کو بھاگ گیا۔

جب صبح ہوئی تو شہر کے مقدم و چودھری شہر سے نکل کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں حاضر آئے اور درخواست امن کی کی اور سردار احمد خاں کے بھاگ جانے کی خبر دی۔ مہاراجہ یہ خوش خبری سن کر بہت خوش ہوا اور شہر میں داخل ہو کر تمام ساز و سامان و نقد و جنس پر، جو سردار احمد خاں وہاں چھوڑ گیا تھا، قبضہ کر لیا اور بڑی دولت اور گھوڑے و ہتھیار وہاں سے لیے۔ اگرچہ فوج کو حسبِ درخواست ہندو چودھریوں کے ممانعت ہو گئی تھی کہ شہر کو نہ لوٹیں مگر خالصہ جی کب مانتے تھے۔ سکھوں نے شہر میں جا کر لوٹنا شروع کیا اور تمام رعیت کو (روٹی کے) ٹکڑے سے محتاج کر دیا۔ اس بات کی فریاد چودھریوں نے جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے روبرو کی تو فرمایا کہ ہماری فتح یاب فوج فتح کے وقت بے بس ہوتی ہے مگر آیندہ تمھارے واسطے سرکار سے کمال نظر عنایت و پرورش کی ہوگی۔ تم کو چاہیے کہ جو لوگ خوف کے مارے قصبے سے نکل کر چلے گئے ہیں ان کو بلاؤ اور آباد کرو۔ جب سب لوگ آباد ہو جائیں گے تو کسی قدر روپیہ شہر والوں کے واسطے سرکار سے عنایت ہوگا۔

چنانچہ یہ حکم سنتے ہی تمام رعیت جو مفرور ہو گئی تھی شہر میں آ گئی اور منتظر تھی کہ کب مہاراجہ روپیہ معاوضے کا رعیت کو دیتا ہے، مگر کچھ نہ ملا اور اس بہانے سے شہر دوبارہ آباد ہو گیا۔ چونکہ احمد خاں والیِ جھنگ ملتان کو بھاگ گیا تھا اور نواب مظفر خان والیِ ملتان نے اس کو اپنے پاس پناہ دے کر روزینہ مقرر کر دیا تھا، اس بات کے سننے سے مہاراجہ کو کمال افسوس نواب پر ہوا کہ اس نے خلافِ عہد و اقرار یہ کام کیا اور مہاراجہ کے دشمن کو اپنے یہاں پناہ دی۔ اس واسطے چاہا کہ پھر ملتان پر یورش کر کے نواب کو سزا دیوے۔

چنانچہ گزر ترموں سے اُتر کر دریا کے پار پہنچا اور قصبۂ اوچ کو کہ دریا

کے پار واقع ہے ، محاصرہ کر لیا ۔ چونکہ اس قصبے کا حاکم سید ناگ سلطان بخارے کا ایک فقیر تھا اس کو کہلا بھیجا کہ شہر کو خالی کر دیوے کہ فقیروں کو حکومت اور سلطنت سے کیا سروکار ہے ۔ یہ پیغام جب ناگ سلطان کے پاس پہنچا ، نہایت عجز کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا اور نذرانہ معقول دے کر اپنے شہر کو غارت سے بچا لیا ۔ مہاراجہ نے نذرانہ لے کر اس کو خلعت بخشا اور پیشتر کو روانہ ہوا ۔

جب بہ کوچ یلغر بہ مقام قصبۂ مہتم ، جو ملتان سے پندرہ میل کے فاصلے پر اس طرف کو ہے ، پہنچ کر مقام ہوا تو لاہور سے ایک شتر سوار بڑی جلدی کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مہاراجہ جسونت راؤ ہولکر صاحبان انگریز سے شکست کھا کر بہ اُمیدِ امداد آپ کے علاقے میں بہ مقام امرتسر فروکش ہوا ہے ۔ پیچھے اس کے لارڈ لیک صاحب بہادر سپہ سالار ہند مع لشکر کے تعاقب کیے ہوئے چلے آتے ہیں ۔ ان کا مقام دریائے ستلج کے کنارے پر ہے ۔ چونکہ مہاراجہ ہولکر کے ساتھ تخمیناً چالیس ہزار سوار و پیادہ لشکر موجود ہے ، اس کے آنے سے ایک قیامت پنجاب میں برپا ہے ۔ تمام رعیت ان کی غارت کے اندیشے سے ترساں و لرزاں ہے ۔ جب تک مہاراجہ خود نہ جائیں اور جسونت راؤ کو اپنے علاقے سے باہر نہ کریں ، کبھی امن اور تسلی لوگوں کی نہ ہوگی ۔

یہ خبر سن کر مہاراجہ نے فی الفور لاہور کو کوچ کیا اور جس قدر جلدی چاہیے ، لاہور کے پہنچنے کے لیے کی ۔ جب لاہور پہنچا ، مہاراجہ ہولکر کا وکیل چند تحائف لے کر مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مہاراجہ جسونت راؤ ہولکر مرہٹہ ، جو خاندان مرہٹہ میں عالی جاہ و والیِ سلطنت ہے ، بہ سبب گردشِ زمانہ کے انگریزوں سے مغلوب ہو کر آپ کے علاقے میں آیا ہے اور آپ کی ذات سے امداد و حمایت کا خواستگار ہے ۔ چونکہ والیانِ ولایت و سلاطینِ زمانہ وقت پر ایک دوسرے کی حمایت و رعایت کرتے ہیں اور ایسے وقت میں لشکر اور فوج سے دریغ نہیں کرتے ، آپ بھی یقین ہے کہ اس امداد سے پہلوتہی نہ فرمائیں گے ۔

مہاراجہ نے اس کی التجا بگوشِ ہوش سن کر جواب دیا کہ ایسے نازک وقت میں کہ مہاراجہ جسونت راؤ امرتسر میں فروکش ہے اور لارڈ لیک صاحب بہادر ستلج کے کنارے تعاقب میں موجود ہے ، کب ممکن ہے کہ ہم ہر ایک جگہ سے اپنی فوج بلائیں اور انگریزوں سے لڑیں ۔ اگر مہاراجہ جسونت راؤ کو ہم سے مدد لینا منظور تھا تو غایت درجہ ایک ماہ پیشتر اطلاع دینا واجب تھا ۔ اب

مناسبِ وقت یہ ہے کہ مہاراجہ ہولکر انگریزوں سے صلح کر لے کہ مغلوبیت کے بعد غالب ہونا مشکل ہے۔ یہ جواب دے کر مہاراجہ خود بھی وکیل کے ہمراہ امرتسر کو روانہ ہوا اور وہاں جا کر مہاراجہ ہولکر سے ملاقات کی اور ایک بھاری ضیافت اس کو دی۔ حق میزبانی و مہمان پرستی کا ادا کیا۔ چند روز آپس میں دونوں مہاراجے بڑی خوشی و مسرت کے ساتھ رہے۔ اتنے میں ستلج سے خبر آئی کہ انگریزی فوج دریا سے اُترنی شروع ہو گئی ہے اور لارڈ لیک صاحب بہادر کا خیمہ دریا سے اس طرف کھڑا ہوگیا ہے۔

یہ خبر سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ اس فکر میں ہو گیا کہ مہاراجہ ہولکر کو اپنے ملک سے رخصت کر دیوے کہ انگریزی فوج اس علاقے میں نہ آئے۔ اگرچہ یہ بات ابھی زبان پر نہ آئی تھی کہ مہاراجہ ہولکر قیافے سے یہ بات پا گیا اور مشورۃً اس بات کا ذکر کیا۔ مہاراجہ نے پھر وہی بات کہی جو اس کے وکیل کے روبرو کہی تھی اور سمجھایا کہ انگریزوں کی لڑائی میں زوالِ مملکت ہے اور صلح میں قیامِ سلطنت۔ اب سوائے صلح کے تم اپنی ریاست گہ اور گھر تک نہیں پہنچ سکتے۔ مہاراجہ ہولکر کو یہ بات پسند آئی اور صلح کا پیغام لارڈ صاحب بہادر کی خدمت میں بھیجا اور خود بھی اُدھر کو روانہ ہوا۔ جب ہولکر کی فوج ستلج تک پہنچی اور خبر آئی کہ مہاراجہ ہولکر نے انگریزوں کی اطاعت قبول کر لی ہے اور دونوں سرکاروں کی آپس میں صلح ہو گئی ہے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ امرتسر سے لاہور آیا اور ارادہ مہم ملتان کا دل میں مصمم کر کے نو ملازم فوج رکھی اور توپ خانہ بڑھایا۔ سواروں کی فوج کو بھی ایزاد کیا اور چاہا کہ اب کی بار بڑے استحکام کے ساتھ ملتان پر یورش کرے اور وہ علاقہ نواب سے چھین لیوے۔ چونکہ نواب مظفر خان والیِ ملتان نے سردار احمد خان والیِ جھنگ کو خلاف حکم و مرضی مہاراجہ کے اپنے پاس پناہ دی اور گزارہ بخشا تھا، اس تقصیر سے نواب پر سخت عتاب تھا۔ جب فوج ہر نوع تیار ہو گئی اور کوچ کا مہورت مقرر ہونے لگا، تو ایک معتبر مہاراجہ پٹیالہ کا خدمت میں حاضر ہوا اور راجہ صاحب سنگھ والیِ پٹیالہ کی طرف سے حاضر ہو کر عرض کی کہ آج کل راجہ نابھہ اور والیِ پٹیالہ کے درمیان عداوت ہو گئی ہے، والیِ کیتھل اس کی امداد پر ہے۔ باوجود برادری اور ہم جدی کے کچھ لحاظ قرابت کا بھی درمیان نہیں ہے۔ راجہ جیند اگرچہ کھل کر عداوت نہیں کرتا مگر دل سے وہ بھی راجہ نابھہ کے ساتھ یک دل و یک زبان ہے۔ باعث عداوت اور دشمنی کا یہ امر ہے کہ ایک چھوٹا سا رئیس دو چار دیہات کا مالک اس علاقے میں راؤ الیاس نام

تھا ۔ اس کو آبا و اجداد سے وہ گاؤں جاگیر و ملکیت میں ملے تھے ۔ اُس کے مرنے کے بعد بہت سی زمین اس کی اور لوگوں نے دبا لی ۔ جس قدر باقی رہی ، اس پر نورالنسا نام ، راؤ الیاس کی عورت ، قابض و متصرف رہی ، مگر اُس سے بھی اس زمین کا انتظام نہ ہوا اور اس نے چاہا کہ وہ زمین راجہ پٹیالہ اس سے خرید کر لے اور علاوہ ادائے قیمت کے اُس کی زندگی تک اس کا خبر گیر رہے ۔

اس بات کے وقوع میں آنے سے راجہ نابھہ و جیند بہ امداد راجہ کیتھل کے یہ چاہتے ہیں کہ وہ زمین ہم لے لیں اور راجہ پٹیالہ کو صاف جواب دیں ۔ اس بات پر انھوں نے فوج جمع کی ہے اور جنگ پر مستعد ہیں ۔ اس واسطے راجہ پٹیالہ آپ سے امداد چاہتا ہے اور اس کی درخواست ہے کہ آپ قدم رنجہ فرمائیں اور دشمنوں کے حملے سے اس کو بچائیں ۔ بعد اظہار اس امر کے ایک موتیوں کی مالا عمدہ قیمتی راجہ کی طرف سے اس نے پیش کش کی جو منظور ہوئی اور مہاراجہ ایک جرار فوج کو ہمراہ لے کر اُدھر کو روانہ ہوا ۔ جب دریائے بیاسا سے اُترا ، سردار فتح سنگھ آہلووالیہ خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس کی ہمراہی میں شہر جالندھر کے پاس لشکر مقیم ہوا ۔

اُس وقت خبر آئی کہ سردار بدھ سنگھ مالکِ جالندھر نے شہر کو مضبوط کر لیا ہے ، قلعے پر توپیں چڑھالی ہیں اور لڑائی پر مستعد ہو بیٹھا ہے ۔ یہ حال سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے وکیل کی معرفت سردار بدھ سنگھ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ ہم تیرے شہر میں مہمان آئے ہیں ، ارادہ لڑنے اور فتح کرنے تیرے علاقے کا ہرگز نہیں ۔ تجھ کو چاہیے تھا کہ گھر آئے مہمان کی خاطر کرتا ، نہ کہ لڑنے کو تیار ہوتا ۔ اب اگر خدمت میں حاضر ہو جائے گا تو جان و مال سے امان پائے گا ورنہ ایک ہی حملے میں خالصہ کی فوج تیرے شہر کو لوٹ لے گی ، نام و نشان تیرا باقی نہ رکھے گی ۔ جب ایسا پیام مہاراجہ کا بدھ سنگھ کے پاس پہنچا ، خوف سے کانپنے لگا اور چاہا کہ رنجیت سنگھ کو نذرانہ دے کر اپنی رہائی کرائے ، مگر خزانے میں روپیہ نہ تھا ۔ ناچار شہر کے رؤسا کو بلا کر اس باب میں مشورہ کیا ۔ انھوں نے یہ تجویز کی کہ شہر پر چندہ لگا دیا جائے اور روپیہ نذرانے کا مہاراجہ کو دے کر شہر کو غارت سے بچایا جائے ۔

چناں چہ چندہ ہو کر روپیہ شہر سے وصول ہوا اور سردار بدھ سنگھ بکمال عجز و انکسار مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ روپیہ پیش کش کر کے امان حاصل کی ۔ مہاراجہ نے بعد وصول نذرانے کے اس کو خلعت دے کر رخصت کیا اور وہاں سے آگے چل کر چاہا کہ شہر نکودر فتح کیا جائے ۔ چناچہ فوج کو

حکم ہوا کہ نکودر کو روانہ ہو اور خود مہاراجہ بہ اتفاق سردار فتح سنگھ اہلووالیہ کے چار روز تک سیر و شکار میں مصروف رہا۔ جب فوج نکودر کے پاس جا کر اُتری ، شہر والوں نے غارت کے خوف سے شہر کے دروازے بند کر لیے۔ رسد کا سامان فوج کو نہ دیا۔ اس سبب سے فوج کمال غضب میں آئی اور دروازے کو توپیں لگا دیں۔ جب دروازہ ٹوٹ گیا تو شہر میں گھس کر غارت شروع کی۔ دوپہر کے عرصے میں شہر کو لوٹ کر خاک میں ملا دیا۔ بہت سے لوگ ، جو بہ مقابلہ پیش آئے ، قتل ہوئے۔ باقی ماندہ رعیت ٹکڑے کی محتاج ہو گئی۔

جب یہ خبر مہاراجہ نے شکارگاہ میں سنی فوج پر کمال عتاب ظاہر کیا اور شکار گاہ سے فوراً نکودر میں پہنچ کر رعایا کو تسلی دی اور غارت گروں سے غارت کا مال واپس لیا اور ان کی گوشمالی کی۔ وہاں سے چل کر مہاراجہ بہ مقام فلور پہنچا۔ دھرم سنگھ فلور کا مالک نذرانے کا روپیہ لے کر از خود خدمت میں حاضر ہوا اور تمام لشکر کو رسد پہنچا کر مہاراجہ کو خوش کیا اور خلعت پایا۔ وہاں سے مہاراجہ روانہ ہو کر بہ ذریعہ کشتیوں کے دریا سے اُترا اور لودھیانہ میں مقیم ہوا۔ سردار قابضِ لودھیانہ ، جس کے پاس چنداں فوج و خزانہ نہ تھا ، شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ مہاراجہ نے شہر پر اپنا قبضہ کر لیا اور تھانہ اپنا اس جگہ قائم کر کے جگراؤں کو روانہ ہوا اور وہ علاقہ فتح کر کے سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کو بخش دیا اور سکھ سردار جس قدر اس نواح میں تھے سب سے نذرانہ لیا۔

اُس مقام پر وکلائے راجہ جیند و نابھہ و کینتھل خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے موکلوں کی طرف سے پیشکش و نذرانے گذرانے اور اظہار حال مقدمۂ زمین متدعویہ کا مہاراجہ کے حضور میں اپنے اپنے مطلب کی تائید پر کیا اور وجہ ثبوت کامل داخل کر کے انفصال مقدمہ کا اپنی مراد پر چاہا۔ وہاں سے مہاراجہ موقع متنازعہ پر جا کر فروکش ہوا اور زمین متنازعہ کو اپنی آنکھوں سے معائنہ کر کے بعد تحقیقات کامل وہ اراضی راجہ جیند کو دے دی۔ مہاراجہ پٹیالہ و جیند و نابھہ و کینتھل ، جو وہاں حاضر تھے ، مہاراجہ کے فیصلے پر راضی ہوئے۔ اگرچہ یہ فیصلہ مہاراجہ پٹیالہ کے خلاف تھا مگر ناچار اس نے خاموشی اختیار کی۔ اس زمین کے عوض میں بھی بھاگ سنگھ راجہ جیند سے ایک معقول نذرانہ وصول کیا اور وہ تنازعہ ، جو تین والیانِ ملک میں برپا تھا ، مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فیصلہ کردیا۔

بعد فیصلے اس مقدمے کے مہاراجہ رنجیت سنگھ پٹیالہ میں رونق افروز ہوا اور صاحب سنگھ والی پٹیالہ نے بڑی خاطر مہاراجہ کی کی ۔ تمام فوج کو رسد اپنے پاس سے پہنچائی اور اسباب نقد و جنس بہت کچھ دیا ۔ بڑی محفلیں کیں اور رقص و سرود و نغمہ سے مہاراجہ کو خوش کیا ۔ مہاراجہ نے راجہ پٹیالہ کی فوج بھی دیکھی اور توپ خانہ بھی ملاحظہ فرمایا ۔ ان توپوں میں سے تین توپیں پسند کیں ، وہ بھی راجہ نے فی الفور دے دیں کیونکہ راجہ نے مہاراجہ کو خود ہی طلب کیا تھا اور مہمان کی خاطر ہر ایک بات سے مقدم تھی ۔ اگرچہ توپوں کے دینے میں بہ دل راضی نہ تھا مگر جب مہاراجہ نے اپنی زبان سے ان توپوں کو دینے کے لیے کہا تو بلا عذر دے دیں ۔ من بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ پٹیالہ سے کوچ کرکے لودھیانہ پہنچا ۔ وہاں وکیل راجہ جیند کا دوبارہ خدمت میں آیا اور درخواست کی کہ علاقہ لودھیانہ کا ، جو مہاراجہ نے فتح کیا ہے ، نذرانہ لے کر میرے موکل کو عنایت کر دیوے تو تلطفِ شاہانہ سے کچھ بعید نہیں ہے ۔ مہاراجہ نے التماس اس کی قبول کی اور ایک رقم کثیر نذرانے کی اس کے عوض میں وصول کر لی ۔ چنانچہ تعلقہ لودھیانہ و بہلول پور متعلق راجہ جیند کے ہوگیا ۔ اس کام کے انتظام کے بعد مہاراجہ نے گھر کو معاودت کی اور دریائے ستلج سے اُتر کر کپور تھلہ کے علاقے میں بہت روز قیام رکھا اور سیر و شکار میں بہ اتفاق سردار فتح سنگھ اہلوو الیہ کے مصروف رہا ۔

تشریف لے جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کانگڑہ میں بہ امداد راجہ سنسار چند اور نکالنا لشکر گورکھیہ کا وہاں سے اور پیدا ہونا شہزادہ شیر سنگھ کا اور فتح کرنا بعد جنگ و جدل کے شہر قصور کو اور لشکر لے جانا ملتان پر اور نذرانہ لینا بہاول پور سے

بعد فراغ انتظام علاقہ آن روے دریائے ستلج کے ابھی مہاراجہ رنجیت سنگھ دوآبہ بست جالندھر میں مصروف بہ سیر و شکار تھا کہ سردار فتح چند ، مہاراجہ سنسار چند والیِ کانگڑہ کا چھوٹا بھائی ، مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعد گذارش کرنے تحفہ و تحائف کے التماس کیا کہ جرنیل امر سنگھ سپہ سالار فوج مہاراجہ نیپال ، جس کو امر سنگھ تھاپہ کہتے ہیں ، ایک مستعد جرار فوج لے کر پہاڑ کے راستے سے پہلے علاقہ بسہر و بگھات و سرمور وغیرہ میں آیا اور تمام

ریاستوں کو، جو فیمابین دریائے ستلج و جمنا کے واقع ہیں، زیر کر کے قبضہ پایا۔ بعد ازاں دریائے ستلج سے اُتر کر ریاست ہائے دوآبہ بست جالندھر کو ستایا۔ ہر ایک نے اس کو زبردست جان کر اطاعت قبول کی۔ اب چند ماہ سے وہ درپے اس بات کے ہے کہ قلعہ کانگڑہ میں دخیل ہو۔ چنانچہ اس نے بڑی فوج کے ساتھ قلعے کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ مہاراجہ سنسار چند قلعے کے اندر محصور ہے اور چاروں طرف سے امر سنگھ کی فوج نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ اگرچہ کانگڑہ کا قلعہ نہایت مستحکم ہے، سالہا سال میں بھی دشمن اس کو فتح نہیں کر سکتا، مگر اندیشہ یہ ہے کہ قلعے میں غلہ رسد فوج کے گذارے کے لیے موجود نہیں۔ اگر ایک دو ماہ محاصرہ اور رہا تو قلعے کے اندر سپاہ فاقے کے عذاب سے مر جائے گی یا مجبوراً قلعہ دشمن کے حوالے کرنا پڑے گا۔ گورکھیہ فوج نے تمام علاقہ کوہستانی مہاراجہ سنسار چند کا اُجاڑ دیا ہے۔ زمیندار برباد ہو کر اپنی زمین اور بستیاں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اس واسطے سنسار چند نے مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور درخواست کی ہے کہ اگر آپ امداد فرمائیں اور لشکر لے کر کانگڑہ تک قدم رنجہ کریں تو یقین ہے کہ امر سنگھ آپ کے خوف اور رعب سے محاصرہ چھوڑ کر بھاگ جائے گا، اور اگر جنگ کرے گا تو بھی ایک حملے میں شکست کھا کر پھر اس طرف کا رخ نہ کرے گا۔ اس عنایت اور امداد کے عوض میں مہاراجہ سنسار چند ایک رقم کثیر نذرانے کی ادا کرے گا اور آئندہ کے لیے شکرگزار و ممنون مہاراجہ کا تا دمِ حیات رہے گا۔ یہ التجا سردار فتح چند کی جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سنی تو پہاڑ پر تسلط بڑھانے کا موقع مناسب اس کو ملا۔ فی الفور فتح چند کی التجا منظور کی اور فوج کو حکم دیا کہ کانگڑہ کی سمت کو روانہ ہو۔ جب فوج نے ادھر کو کوچ کیا، خود بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ بڑی تیزی و تندی و کروفر کے ساتھ ادھر کو روانہ ہوا۔ جب متصلِ کانگڑہ خیمہ زن ہوا اور خبر مشہور ہوئی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ پنجاب کے ملک سے راجہ سنسار چند کی امداد کے لیے آیا ہے تو جرنیل امر سنگھ گورکھیہ بہت ڈرا، کیونکہ قریب تھا کہ قلعہ کانگڑہ فتح ہو جائے اور تمام مملکتِ کوہستان، جو درمیان دریائے جمنا و دریائے ستلج و بیاسا کے واقع ہے، بہت جلد مہاراجہ نیپال کے قبضے میں آ جائے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وہاں جانے اور امداد کرنے سے اس کی کری کرائی محنت ضائع ہوتی تھی۔ اس خیال پر اس نے چاہا کہ کسی طرح پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو طمع دے کر یہاں سے واپس کردیا جائے۔ چنانچہ ایک وکیل زبان آور، جس کا نام زورآور سنگھ تھا، مہاراجہ

رنجیت سنگھ کے حضور میں مع اس پیغام کے بھیجا کہ میں بہ حکم اپنے آقائے نامدار مہاراجہ نیپال کے شہر نیپال سے لشکر لے کر روانہ ہوا اور حسب الحکم اس کے بڑی بڑی جاں فشانیاں و عرق ریزیاں کر کے بہت سی ریاستیں جو دریائے جمن و ستلج کے درمیان تھیں فتح کرائیں - ہر ایک کو تابعدار و فرمان گذار بنایا - ان میں سے جس نے اطاعت مان لی جان و مال سے امان پائی اور جو بمقابلہ پیش آیا حکومت و مملکت سے جاتا رہا - جب وہ ریاستیں سب کی سب فتح ہو گئیں تب دریائے ستلج سے اُتر کر اس علاقے میں آیا - اور تو سب کے سب راجہ کوہستانی مطیع ہو چکے ہیں اور کانگڑہ کا محاصرہ درپیش ہے مگر یہ فتح اس حالت میں مجھ کو حاصل ہو سکتی ہے کہ آپ مہربانی کریں اور سنسار چند کی امداد کے عوض سے دست بردار ہوں - سنا گیا ہے کہ آپ نے صرف پنجاہ ہزار روپیہ سنسار چند سے اس امداد میں لینا کیا ہے ، بندہ اپنی عرض کے قبول ہونے کے عوض میں اس سے دوچنداں روپیہ دے سکتا ہے - جس روز مہاراجہ پیچھے کو کوچ کریں ، روپیہ نقد داخلِ خزانہ ہو جائے گا -

وکیل کی زبانی یہ درخواست امر سنگھ کی سن کر مہاراجہ نے جواب میں تامل کیا اور امرائے دربار سے اس بات میں مشورہ لیا - سب نے بہ اتفاق عرض کی کہ گورکھا فوج کو حتی الامکان کوشش کر کے یہاں سے نکال دینا مناسب ہے - کیوں کہ اگر امر سنگھ گورکھا اس پہاڑ میں استحکام پا گیا تو پنجاب کی طرف بھی قدم بڑھائے گا - اُس وقت اس کے ساتھ مقابلہ و مجادلہ سخت مشکل ہو گا - اور گورکھا فوج کے نکال دینے سے راجہ سنسار چند نذرانہ بھی ادا کرے گا اور آیندہ کے لیے مطیع بنا رہے گا ، بلکہ اگر کبھی سرکشی بھی کرے گا تو مہاراجہ اس کی سر کوبی آسان طور سے کر سکتا ہے -

یہ تقریر اپنے مشیروں کی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پسند آئی اور سردار امرسنگھ گورکھا کے وکیل کو جواب صاف دیا اور فرمایا کہ ہم نے مستحکم عہد اور مضبوط اقرار اس امداد کے باب میں راجہ سنسار چند کے ساتھ کیا ہے - اس کے برخلاف اب ہم بد عہدی نہیں کر سکتے - دوچنداں نذرانہ لینا ہم کو امر سنگھ سے منظور نہیں ہے - راجہ سنسار چند سے جس قدر روپے کا اقرار ہوا ہے اسی قدر ہم کو بس ہے کہ ہم اپنے خزانے میں بہت سا روپیہ و جواہرات رکھتے ہیں -

جب یہ جواب جا چکا ، مہاراجہ پہاڑ پر چڑھا - پہلے شری جوالا جی کے مندر میں جا کر شرائط عبادت کی بجا لایا ، غربا و فقرا کو بہت سا روپیہ تقسیم کیا ، وہاں سے واپس آ کر گور کھیوں کے ساتھ لڑنے کی تیاری کی - اتنے میں خبر آئی کہ

مہاراجہ کے اقبال و بخت نے ایسے وقت میں وہ یاوری کی ہے کہ دشمن خود بہ خود بھاگنے پر مستعد ہو گیا ہے - کیونکہ اس کے لشکر میں اس قدر وبا پھیلی ہے کہ سیکڑوں آدمی مر گئے ہیں - ہر روز لشکر میں سے سو دو سو آدمی مر کر کم ہوتا چلا جاتا ہے اور باقی ماندوں نے امر سنگھ کو اس بات پر مجبور کر رکھا ہے کہ اس سنک سے ہم کو لے چلے ورنہ ہم خود بلا اجازت کوچ کر جائیں گے - یہ بات سن کر مہاراجہ بہت خوش ہوا اور لڑائی کی تیاری روک دی -

یہ خبر پا کر امر سنگھ نے اپنا وکیل بھیج کر مہاراجہ سے التماس کیا کہ ہم بہ سبب بیماری اپنی فوج کے آپ سے لڑنا نہیں چاہتے اور روانگی پر تیار ہیں - ہم کو سامان باربرداری کا مہاراجہ دلا دیں - چنانچہ اسی روز محاصرہ قلعے کا اٹھا لیا گیا - فوج گورکھا روانگی پر تیار ہو گئی - سامان باربرداری کا مہاراجہ نے ان کو دلا دیا اور حکم دیا کہ یہ لوگ دریائے ستلج تک ان کو پہنچا کر واپس آئیں - ان کے جانے کے بعد مہاراجہ سنسار چند قلعے سے نکلا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے روبرو آ کر شکرانہ اس کی عنایت و مہربانی کا ادا کیا اور نذرانہ شاہانہ دے کر رخصت کیا - مہاراجہ وہاں سے چل کر دوبارہ سری جوالا دیوی جی کے استھان پر گیا اور ناصیہ فرسائی کر کے بہت سا خزانہ نذر پکڑا اور سادھو فقیروں کو بانٹا - اس سفر میں مہاراجہ سنسار چند بھی ہم رکاب تھا -

وہاں سے مہاراجہ نے واپس ہو کر پہاڑ سے اترنے کا ارادہ کیا اور حکم دیا کہ ایک ہزار سپاہی سوار و پیادہ بہ مقام نادون قیام پذیر رہے - جب گورکھے اس طرف کا ارادہ کریں یا کوئی اور دشمن راجہ سنسار چند کو ستائے تو اس کی مدد کریں - اور سردار فتح سنگھ کالیاں والہ کو حکم ہوا کہ وہ بہ مقام بجواڑہ سرزمین دوآبہ بست جالندھر میں مع اپنی فوج کے فروکش رہے - یہ بات اگرچہ راجہ سنسار چند کو منظور نہ تھی کہ بے ضرورت اب فوج مہاراجہ رنجیت سنگھ کی میرے ملک میں رہے اور حکومت کرے ، مگر وہ روبرو مہاراجہ کے اس بات سے انکار نہ کر سکا - اور مہاراجہ کا مطلب صرف اس سے یہی تھا کہ پہاڑ میں کسی قدر اس کا دخل ہو جائے اور اس کی فوج وہاں رہا کرے - پہاڑ سے اترتے ہی مہاراجہ کو یہ خوش خبری پہنچی کہ رانی مہتاب کنور دختر رانی سدا کنور کے بطن سے توام دو بیٹے مہاراجہ کے گھر پیدا ہوئے - ایک کا نام شیر سنگھ اور دوسرے کا نام تارا سنگھ رکھا گیا ہے - مہاراجہ نے یہ بشارت سن کر بہت خوشی کی اور کئی روز تک ہنگامۂ عیش و عشرت گرم رکھا - بہت سا روپیہ فقیروں و مفلسوں و ناداروں کو بخشا - مہاراجہ اس جشن میں تھا کہ لاہور سے خبر اس طرح سے

گوش زد ہوئی کہ قطب الدین خاں حاکمِ قصور نے باوجود اتحادِ سرکار کے نواب ملتان کے ساتھ سازش اور دوستی پیدا کر لی ہے اور دونوں کا ارادہ مستحکم ہو گیا ہے کہ آپس میں یک دل و یک جان ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ لڑیں اور دین مسلمانی پھر پنجاب میں پھیلائیں ۔ اس باب میں دونوں کی آپس میں تحریریں ہو چکی ہیں اور دونوں تیاری اسبابِ جنگ میں مصروف ہوگئے ہیں ۔ پس مہاراجہ کو چاہیے کہ جب تک دشمن اپنے ارادے کو ظاہر کریں ، اس سے اول ان کا انتظام قرار واقعی کرے کہ آیندہ مشکل میں نہ پڑے ۔ یہ حال سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ مستعد ہو گیا اور مقام بھواڑہ سے حکم فوج کو دیا کہ بیاس سے اُتر کر قصور کو روانہ ہو ۔ اور سردار فتح سنگھ کالیاں والہ کو حکم ہوا کہ نادون کی فوج کو لے کر داخلِ علاقہ قصور ہو جائے ۔ اور افسرانِ فوج کے نام بھی جا بہ جا پروانہ جات لکھے گئے کہ اپنی اپنی فرودگاہ سے روانہ ہو کر قصور میں پہنچیں ۔ پہلے یہ مجمع فوج کا بہ مقام موضع نوشہرہ ہو ، پھر بہ ہیئتِ اجتماعی قصور پر یورش کرے ۔ دریاے بیاسا سے اُتر کر فوج داخل علاقہ قصور کے ہوئی اور ہنگامہ غارت و تاراج کا گرم ہوا ۔ گاؤں کے گاؤں اور قصبوں کے قصبے سکھوں کے خوف سے اپنے اپنے گھر و مکان چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ تمام علاقہ خالی ہوگیا ۔ مہاراجہ نے دریا سے اُتر کر ایک ہفتہ بہ اتفاق سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کے سیر و شکار میں گزارا ، پھر فوج کو سلاح و وردی وغیرہ سے آراستہ کر کے شہر قصور کو توجہ کی اور قصور کے باہر کا علاقہ لوٹ کر خاک میں ملا دیا ۔ چونکہ اس تہمت سے قصور کا حاکم بے خبر تھا اور اس نے کوئی سازش نواب ملتان سے نہیں کی تھی ، اس نے اپنا وکیل مہاراجہ کی خدمت میں بھیج کر باعث عتاب و غضب کا دریافت کیا ۔ مہاراجہ نے بہ کمال غضب و غصہ کے اس کو روبرو نہ بلایا اور اس کی تقریر گوشِ رغبت سے نہ سنی ۔

جب وکیل بے نیلِ مقصود واپس آیا ، حاکمِ قصور سخت گھبرایا ۔ اگرچہ اس کا ارادہ ہرگز نہ تھا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے لڑے اور اپنی فوج اور ملک کو برباد کرے مگر اب اس پر ایسا موقع آ کر بنا کہ یا تو اپنا مقبوضہ علاقہ مہاراجہ کے حوالے کرے یا اس کے ساتھ جنگ کرے ۔ اس بات پر اپنے مشیر جمع کر کے اس نے مشورہ کیا اور دریافت کیا کہ کیا کرنا چاہیے ۔ بعض دور اندیش لوگوں کی رائے یہ قرار پائی کہ قطب الدین خاں خود مہاراجہ کے پاس حاضر ہو اور نذرانہ قبول کر کے اس کو لاہور کو روانہ کرے ، مگر بعض آدمیوں نے اس کے برخلاف تقریر کی اور کہا کہ دو مرتبہ پہلے بھی مہاراجہ

رنجیت سنگھ نے قصور پر یورش کی - ایک مرتبہ بہ عہد نظام الدین خاں اس کو بڑا بھاری نذرانہ ریاست سے دبا گیا اور شہر و علاقہ کو بھی یہ لوٹ کر لے گیا - دوبارہ بعد قتل نظام الدین خاں یہ قصور پر حملہ آور ہوا اور تین ماہ تک شہر و علاقہ غارت ہوتا رہا اور جس قدر نقد و جنس ریاست کے خزانے میں تھا وہ اس کو دے کر رخصت کیا گیا - اب جو بے وجہ و بے سبب تیسری مرتبہ پھر اس طرف فوج کشی کی ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس کا ارادہ اس ریاست کے چھین لینے پر قائم و مستحکم ہے - اب نہ تو ریاست کے خزانے میں روپیہ ہے کہ اس کو دے کر راضی کیا جائے اور نہ ایسی جلدی کسی سے قرض لیا جا سکتا ہے کہ دشمن دروازے پر کھڑا ہے اور باتوں سے وہ راضی نہیں ہوتا، جب تک زر کثیر سے وہ اپنا خزانہ نہ بھرے - اور اگر روپیہ نہ ملا تو وہ زبردستی سے شہر و علاقے پر قبضہ کرے گا اور ہم میں سے ایک ایک کو قید میں ڈال کر ہمارے خاندان و ملک و مکان برباد کر دے گا، ہماری مستورات بے ستر ہوں گی - مقتضائے وقت یہ ہے کہ ہم سب لوگ یک دل و یک جان ہو کر اپنے قیام عزت و آبرو کے واسطے جنگ کریں - اگر بخت یاور ہوئے تو اس زبردست جنگ آور کے پنجے سے رہائی پائیں گے یا میدان میں مارے جائیں گے اور اپنے خاندان کی بے آبروئی آنکھ سے نہ دیکھیں گے - قیامت تک بہادروں کے زمرے میں ہمارا نام روشن رہے گا -

قطب الدین خاں نے جب یہ تقریر اپنے مددگاروں کی سنی تو جنگ پر مستعد ہو گیا اور سامان جنگ کا تیار و موجود کر کے شہر کی بھی مضبوطی کی - ایک ایک قلعے کی دیواروں پر توپیں چڑھا دیں اور ایک مجمع کثیر ہمراہ لے کر بہ ارادۂ جنگ شہر سے نکلا - مہاراجہ نے جب خبر پائی کہ دشمن جنگ پر تیار ہو کر شہر کے باہر نکلا ہے تو سکھوں کی فوج کو بھی حکم دیا کہ لڑنے پر کمر باندھیں - چنانچہ سب تیار و مستعد ہو گئے اور توپ کا چلنا شروع ہوا - دو روز تک فریقین بہ ذریعہ توپ لڑتے رہے ؛ بہت سے آدمی ضائع ہوئے - تیسرے روز پہلے قصور کی فوج نے اپنی فرودگاہ سے نکل کر سکھوں پر حملہ کیا اور بندوقوں سے لڑائی شروع کی - سکھان لشکر بڑے استحکام و مضبوطی کے ساتھ ان کے مقابل ہوئے اور آپس میں سخت لڑائی ہو کر بے شمار پہلوان فریقین سے کام آئے - چوتھے روز سکھ تلواریں کھینچ کر مسلمانوں پر جا پڑے - انہوں نے بھی بکمال جواں مردی سکھوں کا حملہ روکا - اس روز دوپہر سے شام تک تیروں اور تلواروں سے دونوں لڑتے رہے - قریب شام کے پٹھانوں کو شکست ہوئی اور

سکھوں نے ان کو آگے دھر لیا اور وہ اپنا سامان اٹھا کر شہر میں داخل ہو گئے اور شہر مضبوط ہو گیا ۔ مہاراجہ نے ہر ایک قلعے کی لڑائی پر الگ الگ فوج مامور کی اور توپ خانہ بھیجا ۔ اور یہ انتظام محاصرے کا کیا کہ شہر سے کوئی متنفس نکلنے نہ پائے اور نہ کوئی باہر سے اندر جائے ۔ دو ماہ تک محاصرہ رہا ۔ ہر روز لڑائی ہوتی رہی ۔ اگرچہ اندرونی توپیں اور بندوقیں باہر کا نقصان بہت کرتی تھیں مگر مہاراجہ کی توپوں نے بھی قلعوں کی دیواریں گرا دیں ، جس سے دشمن اپنی جان و مال کے بچنے سے ناامید ہو گئے ۔ دو ماہ تک جس قدر غلہ شہر میں تھا ، لشکر اور رعیت نے کھایا ۔ پھر ایسا قحط پڑا کہ غلے کا دانہ موتی کا دانہ بن گیا اور لوگ مویشی کو ذبح کر کے کھانے لگے ۔ جب مویشی بھی نہ رہے تو سخت ناچاری و مشکل کی حالت طاری ہوئی ۔ سواران فوج نے اپنی سواری کے گھوڑے مار کر کھا لیے ۔ اگرچہ مہاراجہ نے ادخال و اخراج کا دروازہ بہ خوبی بند کیا ہوا تھا مگر شہر کی خلقت جب تنگ آئی تو جس طرح سے ہو سکا لوگ شہر سے نکل کر بھاگنے لگے ۔ یہ حال دیکھ کر مہاراجہ نے حکم دیا کہ جو کوئی شہر سے خالی ہاتھ نکلے اس کو جانے دو ۔ جو اسباب لے کر نکلے اس کا اسباب چھین لو اور چھوڑ دو ۔ پھر تو لوگ فوج فوج اپنی جان بچانے کے لیے شہر سے جانے لگے ۔ فوج بھی قطب الدین خاں کی بھوک کے عذاب میں مبتلا ہو کر فرار ہونے لگی اور تھوڑے سے لوگ باقی رہ گئے ۔

جب اندر سے بہ سبب قلت لشکر کے توپ و بندوق کا چلنا بند ہو گیا ، تو مہاراجہ نے تمام توپ خانہ شہر کی دیواروں کے گرانے پر مامور کر دیا ۔ جب دیواریں گر پڑیں اور دروازہ ٹوٹ گیا تو سکھی فوج نے شہر میں گھس کر غارت کا بازار گرم کیا ۔ ہر ایک گھر اور مکان سے انباروں کے انبار نقد و جنس کے لیے ۔ جدھر سکھ جاتے ، رعایا اپنا مال و اسباب گھر سے نکال کر ان کے روبرو رکھ دیتی ۔ لوگوں کے بدن کے کپڑوں (کپڑے) تک سکھوں نے اتار لیے ۔ عورتیں ننگے سر اور ننگے بدن ستر سے بے ستر ہو کر جا بہ جا اپنے آپ کو چھپاتی پھرتی تھیں ، مگر کوئی جگہ امن کی نہیں ملتی تھی ۔ بہت سی اشراف عورتیں ، جنھوں نے کبھی بیگانہ مرد کی صورت نہیں دیکھی تھی ، اپنے ہاتھ سے پھانسی لے کر مر گئیں ، کئی چاہات میں کود پڑیں ۔ غرض ہر ایک امیر و غریب شہر کا رہنے والا ایسا لٹا کہ پارۂ نان کا محتاج ہو گیا ۔ بڑے بڑے مکانوں کو سکھوں نے آگ سے جلا دیا اور بڑے بڑے مکان گرا کر لکڑیاں نکال لیں ۔ اس تفرقہ اور مصیبت کے وقت میں عورت خاوند کا بھی باہم اجتماع نہ رہا ۔ جہاں کسی کو جگہ

ملی جان چھپا کر چل دیا ۔ بہت سی جوان عورتیں اور لڑکیاں اور لڑکے ۔سکھوں نے شہر سے پکڑ لیے اور غلام بنانے کے ارادے پر پاس رکھ لیے ۔

جب شہر تمام و کمال اُجڑ گیا ، جس قلعے میں قطب الدین خاں محصور تھا ، اس کی نوبت آئی اور توپیں اس کے گرانے کے لیے رکھی گئیں ۔ اُس وقت قطب الدین دیوانہ ہوگیا تھا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا جس سے اس کی جان بچے ، کیونکہ اس وقت اس کے پاس کچھ فوج نہ تھی ، صرف چند آدمی باقی رہ گئے تھے جن کو قلعے سے نکلنا محال نظر آتا تھا ۔ وہ قطب الدین خاں کی ہمراہی سے تنگ تھے اور مستعد تھے کہ قطب الدین خاں کو قتل کر کے اس مصیبت سے رہائی پائیں ۔

آخر قطب الدین خاں سے جب کوئی تدبیر نہ بن پڑی تو مناسب جانا کہ اپنے آپ کو مہاراجہ کے حوالے کردیوے ، چاہے وہ جان بخشی کرے ، چاہے مار ڈالے ۔ اس ارادے پر قلعے کا دروازہ کھول دیا اور خود چند آدمیوں کے ساتھ مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

مہاراجہ نے جب دشمن کی یہ حالت دیکھی ، اس پر رحم کیا اور اس کی تعظیم کر کے اپنے پاس بٹھلا لیا اور فوج قلعے میں بھیج کر حکم دیا کہ اس کا کل مال و اسباب و خزانہ قرق کر لیں ۔ اُس وقت قطب الدین خاں کمال غم و الم کی حالت میں چپ تھا ۔ مہاراجہ نے بھی سلامت کرنا اور اس کے زخم پر نمک ڈالنا مناسب نہ جانا ۔ اُس روز قطب الدین خاں سکھوں کے پہرے میں نظر بند رہا ۔ دوسرے روز یہ تجویز قرار پائی کہ قصور کا تمام علاقہ و تعلقہ چولیاں و کھڈیاں وغیرہ معرض ضبطی میں آئے اور علاقہ ممدوٹ ، جو ستلج پار واقع ہے ، قطب الدین خاں کو واسطے گزارہ کے چھوڑ دیا جائے ۔ باعث اس کے چھوڑ دینے کا صرف یہ تھا کہ وہ علاقہ ستلج پار تھا اور اُس طرف اور کوئی علاقہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے قبضے میں نہ تھا ۔ اُس واسطے مہاراجہ اُس کے قبضے سے دست بردار ہوا ۔ وہ علاقہ قطب الدین خاں کے نام واگذار سمجھا گیا ۔ چنانچہ قطب الدین خاں مہاراجہ سے رخصت ہو کر ممدوٹ کو چلا گیا ۔

قصور کی غارت و تاراج میں ایک ایک سپاہی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج کا مال و دولت سے مالا مال ہوگیا تھا اور قطب الدین خاں کا خاص مال ، جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ضبطی میں آیا وہ بھی بے شمار تھا ۔ صدہا قیمتی گھوڑے اور اولٹ اور ہاتھی و زیور و جواہرات و سامان فرش و خیمہ و پارچات ابریشمینہ و پشمینہ قیاس اور اندازے سے افزوں تھا ۔ اس غارت میں ہزاروں قرآن و کتابیں بھی سکھوں نے لوٹ لیں جو بہت ارزاں مسلمانوں کے ہاتھ فروخت ہوئیں ۔

اس مہم سے فراغت پا کر مہاراجہ نے بڑا جشن کیا - لاہور و امرتسر میں چراغاں کا حکم دیا - چنانچہ رعیت نے بڑی خوشی کی اور گھر گھر روشنی ہوئی اور غارت کے مال سے بہت سا نقد و جنس بطور نذرانہ دربار امرتسر کو بھیجا گیا - اور پندرہ روز ٹھہر کر فوج کو ملتان کی طرف کوچ کرنے کا حکم ملا -

جب فوج روانہ ہو چکی تو مہاراجہ بھی خاص مصاحبوں کے ہمراہ ملتان کو روانہ ہوا اور ایسی تیزی و تندی سے راستہ طے کیا کہ راستے میں کہیں مقام نہ کیا اور لشکر کو دم نہ لینے دیا - جب ملتان کے قریب پہنچا ، سردار فتح سنگھ کالیاں والہ کو حکم دیا کہ وہ مہاراجہ کی طرف سے نواب مظفر خاں والیِ ملتان کے پاس جائے اور پیام پہنچائے کہ تم نے ہماری اطاعت منظور کی تھی اور عہد کیا تھا کہ ہمارے کسی دشمن کے ساتھ تم دوستی نہ رکھو گے ، دل و جان سے مطیع و منقاد رہو گے ، مگر بعد اس اقرار کے تم نے اس پر وفا نہیں کی بلکہ معاملہ برعکس عہد و اقرار کے ظہور میں آیا ہے کہ اول تم نے احمد خاں رئیس جھنگ کو ، جو ہمارا دشمن تھا اور بھاگ کر تمہارے پاس آیا ، اس کو تم نے اپنے پاس پناہ دی اور روزینہ اس کا مقرر کر دیا - تم کو چاہیے تھا کہ بہ نظر رابطۂ محبت و اتحاد کے احمد خاں کو گرفتار کر کے ہمارے پاس پا بہ زنجیر بھیج دیتے - دوسرے ہمارے برخلاف تم نے قصور کے رئیس کے ساتھ سازش کی اور ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار و مستعد ہوگئے - یہ دو حرکتیں جب تم سے ظہور میں آئیں تو ایسا متصور ہوا کہ وہ عہد جو ہمارے اور تمہارے درمیان منعقد ہوا تھا ، تم نے خود فسخ کر ڈالا - اب تم کو چاہیے کہ ایک سال کا زرِ خراج اور نذرانہ اور صرف لشکر کا اور جرمانہ اس کے علاوہ ادا کرو ، ورنہ خالصہ جی کا لشکر بہت جلد ملتان پر قبضہ کر کے تم کو ملک و مال سے بے دخل کر دے گا - اُس وقت سوائے ندامت و پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا -

نواب مظفر خاں نے جب مہاراجہ کا حکم سردار فتح سنگھ کی زبانی سنا ، جواب دیا کہ مہاراجہ نے یہاں تک آنے کی ناحق تکلیف کی اور لشکر کشی اتنی دور سے فرمائی کیونکہ بندہ حکم کا تابعدار ہے ، لشکر کشی کیا ضرور تھی - سالانہ خراج جس کے ادا کرنے کے لیے میں اقرار کر چکا ہوں ، دینے کو حاضر ہوں - ہاں اگر کوئی نافرمانی یا بغاوت میری طرف سے وقوع میں آئی ہو تو لشکر کشی واجب تھی - احمد خاں سیال جو بھاگ کر ہمارے پاس آیا تھا وہ چلا گیا - میں نے اپنے پاس اس کو جگہ نہیں دی - اس کی گرفتاری کے لیے اگر میرے نام لکھا آتا تو میں بے شک اس کو گرفتار کر لیتا - پہلا نذرانہ ، جو میں نے

مہاراجہ کی خدمت میں ادا کیا ہے ، اس کا سود آج تک دیتا ہوں ، وہ ادا نہیں ہوا ۔ اب مہاراجہ اتنی رقومات نذرانہ و باج و جرمانہ و خرچ لشکر ، جو مجھ سے طلب کرتا ہے ، اتنا روپیہ میرے پاس موجود نہیں ورنہ ادا کرنے میں عذر نہ تھا ۔ اب مہاراجہ کو چاہیے کہ ایسی سخت گیری مجھ پر نہ کرے جس سے میں برباد ہو جاؤں ۔ خراج مقررہ لے کر جان بخشی کرے ۔

یہ جواب نواب کا جب مہاراجہ نے سنا ، کمال غضب ناک ہوا اور فوج میں لڑائی کا حکم سنا دیا ۔ لشکر نے بہ تعمیل حکم کمر باندھ لی اور سوار و پیادہ شہر ملتان کو روانہ ہوئے ۔ اس فوج کے نزدیک پہنچنے سے رعیت نہایت بے قرار ہوئی اور لوگ اپنا اپنا سامان لے کر بھاگنے لگے ۔ گھروں کے گھر خالی رہ گئے ۔ نواب بھی لڑنے کے لیے میدان میں نہ آیا ۔ قلعے اور شہر کے دروازے بند کر لیے ۔ مہاراجہ نے فی الفور شہر کا محاصرہ کر لیا اور آمد و رفت لوگوں کی بند کر دی ۔ ناچار روسائے شہر نواب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا لشکر پہلے بھی اس شہر کو لوٹ چکا ہے اور سینکڑوں لوگ قتل و غارت میں آ چکے ہیں ۔ اب جو ایک سال بھر میں لوگوں نے اپنا آپ سنبھالا اور گھروں میں ننگے بھوکے آ کر آباد ہوئے ہیں تو پھر ان پر وہی آفت برپا ہوئی ہے ۔ شہر محاصرے میں آ گیا ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ آپ اپنی رعیت پر رحم کریں اور جس طرح پر ہو سکے زر مطلوبہ اس زبردست کو دے کر ٹالیں کہ رعیت قتل و غارت سے بچے اور ملک آباد رہے ۔ اور یہ بات رعیت اپنی رضامندی سے ظاہر کرتی ہے کہ اگر نواب کے خزانے میں اس قدر روپیہ نہیں ہے جو رنجیت سنگھ کے نذرانے کو کفایت کرے تو چندہ دینے کو رعیت تیار ہے ۔ یہ بات اس سے بہتر ہے کہ شہر فتح کر کے سکھ لوٹ لیں اور رعیت کے لیے بوریا اور مٹی کے برتن بھی نہ چھوڑ جائیں ، سینکڑوں جانوں پر آفت آئے ۔

نواب یہ تقریر رعایا کی سن کر دیدہ پُر آب ہوا اور کہا کہ فی الحقیقت روپیہ خزانے میں نہیں ہے اور قرضہ علاوہ ہے ، مگر تمام بار میں رعیت کے اوپر نہیں ڈالتا ۔ نصف زر مطلوبہ رنجیت سنگھ کو میں ادا کروں گا اور نصف رعیت دیوے ۔ شہر والوں نے منظور کی اور ایک وکیل زر نذرانہ و جرمانہ وغیرہ رقومات کی تعداد قائم کرنے کے لیے مہاراجہ کی خدمت میں بھیجا ، جس نے بعد رد و بدل رقم قائم کی اور نواب کے پاس واپس آیا ۔ اس میں سے نصف نواب نے اپنا زیور و جواہرات فروخت کر کے ادا کیا اور نصف رعیت نے دو روز کے عرصے میں چندہ کر کے حاضر کر دیا ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب روپیہ خاطر خواہ پا لیا ، محاصرہ اُٹھا لیا اور فوج لے کر شہر سے الگ خیمہ برپا کر کے دو روز تک وہاں مقام کیا اور حکم دیا کہ سکھانِ فوج میں سے کوئی شہر میں جانے نہ پائے ۔ اگر جائے تو نواب کی اجازت سے جائے ۔ مگر نواب نے دونوں روز شہر کے دروازے بند رکھے کہ فوج کی غارت کا اندیشہ اس کو کمال تھا ۔ اگرچہ مہاراجہ ممانعت کر چکا تھا کہ کوئی سکھ شہر میں جانے نہ پائے مگر بعض خالصہ جی مہاراج کے حکم کو بھی بالائے طاق رکھ دیتے تھے اور جو کام کرنا منظور ہوتا تھا کر لیتے تھے ۔

وہاں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ارادہ ہوا کہ بہاول پور کو چلے اور نواب بہاول پور سے خراج لے ۔ اگر نہ دیوے تو جنگ کر کے تابعدار بنائے یا ملک اس سے چھین لے ۔

اس ارادے پر فوج ظفر موج ہمراہ لے کر اُدھر کو کوچ کیا ۔ جب دریا سے اُتر کر لشکر بہاول پور کے علاقے میں داخل ہوا ، گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ لوٹنا شروع کردیا ۔ رعیت بے چاری جا بجا ان سکھوں کے خوف سے بھاگنے لگی ۔ یہ خبر جب نواب بہاول خاں والیِ بہاول پور کو پہنچی ، بہت ڈرا ۔ جانا کہ اگر سکھ اور بڑھ آئیں گے تو ملک میں قیامت برپا کر دیں گے ، کوئی شخص ان کے سرپنجے سے نہ بچے گا ۔ فی الفور اپنا معتبر مہاراجہ کی خدمت میں بھیجا اور پیام دیا کہ میں ہر طرح سے فرماں بردار و مخلص جاں نثار مہاراجہ کا ہوں ۔ مجھ کو مہاراجہ کے حکم میں کچھ عذر نہیں ، بے چاری رعیت کی جاں بخشی کی جائے اور مجھ کو حکم ہو کہ نذرانہ خالصہ کا دے کر سرخروئی حاصل کروں ۔

ایلچی کی التجا مہاراجہ نے قبول کی اور حکم دیا کہ کوئی سکھ بہاول خاں کی رعیت پر دست درازی نہ کرے اور وکیل سے زرِ نذرانہ ٹھہرا کر اس کو خلعت بخشا اور حکم دیا کہ زرِ نذرانہ حاضر کرے ۔

چنانچہ وہ بہاول خاں کی خدمت میں جا کر روپیہ لے آیا جس سے مہاراجہ بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ فقیر عزیزالدین حکیم مقربِ شاہی ایک خلعت گراں بہا ہماری طرف سے لے جا کر خان کے پاس جائے اور سرِ دربار اس کو پہنائے ۔ چنانچہ فقیر عزیزالدین خلعت لے کر بہاول پور گیا ۔ والیِ بہاول پور نے شہر کے باہر تک استقبال وکیل کا کیا اور بڑی عزت سے شہر میں اُتارا ۔ بڑے تپاک سے دعوت کی اور خلعت پہن کر نہایت عزت کے ساتھ عزیزالدین کو رخصت کیا ۔

یہ کام جب بہ خیر و خوبی انجام ہوگیا ، مہاراجہ شہر لاہور کو واپس آیا اور چندے قیام کر کے لشکر کے بڑھانے اور سامانِ جنگ کے بہم پہنچانے میں

مصروف رہا - توپ خانے الگ الگ قائم کرکے افسران لئیق کو اس پر مامور کیا - غوثے خاں [کذا] کو کمیدانی عہدہ توپ خانے کا دے کر حکم دیا کہ وہ نئی توپیں ڈھلوا کر دو توپ خانے جدید تیار کرے - بہت سی فوج پیادہ و سوار ملازم رکھ کر سامان ضروری ان کو دیا اور بہت سے لوہار بندوقوں کے بنانے پر مامور کیے -

جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا حسب الطلب پٹیالہ میں ، اور وصول کرنا زرِ نذرانہ مالیر کوٹلہ وغیرہ ریاستوں سے ، اور فتح کرنا قلعہ نرائن گڑھ کا ، اور قبضے میں لانا قلعہ پٹھان کوٹ و سیالکوٹ ، اور مطیع ہونا راجہ جسروٹہ و چمبہ و ڈسکہ کا ، اور نذرانہ لینا صاحب سنگھ گجراتیہ سے مع توپ احمد شاہی کے ، اور دخیل ہونا قلعہ شیخوپورہ میں بعد جنگ و جدل

بعد انتظام اور ترقی فوج کے مہاراجہ رنجیت سنگھ اس ارادے میں تھا کہ اپنی مملکت و تسلط کو بڑھائے ، والیان ملک کو زیر کرکے تمام سرزمین پنجاب کا مالک بن جائے ، ہر ایک زورآور پر حملہ کرکے اس کو زیر کرے - ابھی یہ بات قرار نہیں پائی تھی کہ مہم کس طرف کرنی چاہیے کہ راجہ صاحب سنگھ والی پٹیالہ کا وکیل خدمت میں حاضر ہوا اور تحائف معمولی پیش کرکے عرض کی کہ راجہ صاحب سنگھ کے خاندان میں ایک ایسا فتنہ فساد برپا ہوا ہے کہ اس کا تدارک اس کے اندازے سے باہر ہے - تشریح اس کی یہ ہے کہ اس راجہ کی رانی اس کے برخلاف ہو کر چاہتی ہے کہ اپنے خورد سال بیٹے کرم سنگھ کو پٹیالہ کی گدی پر بٹھلائے ، اپنے شوہر مالکِ ریاست کو بے دخل کرے - جب تک لڑکا بالغ نہ ہو ، خود حکومت کرے - سرداران ریاست و افسرانِ فوج اس بات میں سب اس کے ساتھ متفق و یک زبان ہیں - اب راجہ حیران ہے اور نہیں جانتا کہ کیا چارہ کرے - اس واسطے اس کی التجا ہے کہ اگر آپ لاہور سے قدم رنجہ کریں تو آپ کے رعب و داب سے ریاست کے سب سردار ہے اور افسر فوج کے راجہ کے مطیع ہو جائیں - اور رانی بھی آپ کے سمجھانے سے سمجھ جائے گی اور ایسا فتنہ جس کے برپا ہونے سے خاندان کی بربادی کا خوف فرو ہو جائے گا - باہر کا دشمن اگر ہوتا تو راجہ صاحب سنگھ کمر ہمت کی باندھ کر اس کا مقابلہ کرتے مگر اپنے گھر کی خرابی کا انتظام اس کے قبضہ و اقتدار سے باہر ہے - آپ کی اس تکلیف کے عوض میں دو تحفے راجہ صاحب سنگھ پیش

کریں گے ۔ ایک تو بڑی توپ جس کا نام کڑہ خاں ہے ۔ ایسی توپ پنجاب کی کسی ریاست میں نہیں ہے ۔ دوسرے موتیوں کی مالا جس میں ایک سو دانہ قیمتی صراحی دار پرویا ہوا ہے ، ایک ایک موتی اس کا گویا گوہرِ بے بہا ہے ۔ ان دونوں تحفوں کے بغیر اور بھی زرِ نقد و اجناس نذرانے میں پیش کرکے مہاراجہ کو رضامند کرے گا ۔

مہاراجہ نے وکیل کی یہ تقریر سن کر منظور کرلیا کہ ہم پٹیالہ جا کر اس فتنے کو فرو کر دیں گے ۔ چنانچہ فوج کو روانگی کا حکم مل گیا ۔ جب فوج روانہ ہو چکی ، خود بھی مہاراجہ نے پٹیالہ کی طرف کوچ کیا ۔ جب نزدیک پہنچا خبر آئی کہ راجہ صاحب سنگھ نے اپنی رانی کے ساتھ صلح کرلی ہے ۔ کرم سنگھ اپنے بیٹے کو ولی عہدی کا خلعت اس نے دے دیا ہے ۔ اس تدبیر سے امرائے ریاست و افسرانِ فوج بھی راضی ہو گئے ہیں اور انتظام کلی وقوع میں آ گیا ہے ۔ تھانیسر کے علاقے میں رانی کے لیے ریاست سے علیحدہ جاگیر مقرر ہو گئی ہے ۔ یہ بات سن کر مہاراجہ نے کچھ خیال نہ کیا اور پٹیالہ جا پہنچا ۔

راجہ صاحب سنگھ نے جب سنا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تشریف لایا ہے ، استقبال کے لیے شہر کے باہر تک آیا اور اپنے باغ میں اُتار کر بڑی عزت و احترام سے دعوت کی ۔ چند روز تک ہنگامۂ عیش و عشرت گرم رکھا ، زرِ نقد و اجناس قیمتی نذرانے میں پیش کیے مگر وہ دونوں تحفے یعنی کڑہ خاں توپ اور سلکِ مروارید ، جس کے دینے کے لیے وکیل کی معرفت اقرار کیا تھا ، نہ دیے ۔ اس پر رنجیت سنگھ سخت ناراض ہوا اور مجبور کرکے صاحب سنگھ سے وہ دونوں چیزیں طلب کیں ۔

چونکہ صاحب سنگھ نے خود ہی رنجیت سنگھ کو بلایا تھا ، اس باب میں ناچار ہو گیا اور بہ نظر رفع فتنہ و فساد کے کڑہ خاں توپ اور سلکِ مروارید مہاراجہ کی خدمت میں بھیج دیے ۔ دوسرے روز مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فوج کو واپسی کا حکم دیا اور راجہ صاحب سنگھ کو آخری ملاقات اور خلعت دینے کے لیے بلایا ۔ جب وہ آیا تو اتفاقاً وہی موتیوں کی مالا اُس وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ پہنے ہوئے تھا ۔ راجہ صاحب سنگھ کے ساتھ اس وقت اس کا خرد سال بیٹا کرم سنگھ بھی تھا ۔ اس کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے براہِ محبت اپنی گود میں لے لیا ۔ کرم سنگھ نے جب مالا موتیوں کی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے گلے میں دیکھی تو پہچان لی اور کہنے لگا کہ یہ مالا تو وہی مالا ہے جس کو میں پہنا کرتا تھا ۔ تمھارے گلے میں یہ کہاں سے آ گئی ؟ میری مالا مجھ کو دے دو ۔ مہاراجہ یہ بات سن کر

چپ ہو رہا - لڑکے نے دوبارہ اصرار کیا اور مالا طلب کی ، یہاں تک کہ رونے لگا - جب ایسی حالت ہوئی تو سردار دل سنگھ نے ، جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا اتالیق تھا ، وہ مالا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے گلے سے اُتار کر لڑکے کے گلے میں ڈال دی اور کہا کہ اب تم یہ مالا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عطایات تصور کر کے پہنو - چنانچہ وہ مالا کرم سنگھ نے لے لی - صاحب سنگھ نے اگرچہ اُس وقت مالا کے واپس لینے میں بہت الکار کیا اور اپنے لڑکے کو چشم نمائی کی مگر لڑکے نے وہ مالا نہ دی - مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بھی پھر واپس نہ لی - اس طرح سے وہ حق حقدار کو پہنچ گیا -

وہاں سے چل کر مہاراجہ رنجیت سنگھ مالیر کوٹلہ کو گیا اور نواب مالیر کوٹلہ کے علاقے میں داخل ہو کر غارت شروع کی - سر راہ سب گاؤں لوٹ لیے - جب متصل شہر کے پہنچا ، شہر کے باہر قیام کیا اور بذریعہٗ وکیل رئیس کو کہلا بھیجا کہ پنجاب کے علاقے میں سب رئیس ہمارے فرماں بردار و مطیع ہو گئے ہیں - ہر ایک رئیس سے ہم نے اول نذرانہ قرار واقعی وصول کیا ہے اور آئندہ کے لیے خراج سالانہ اس پر مقرر کر کے خراج گزار بنایا ہے - تم کو چاہیے کہ اور رئیسوں کی طرح تم بھی اطاعت میں آؤ اور تابعدار بن جاؤ ، ہمارے حملے سے امان پاؤ - بالفعل نذرانہ داخل کرو ، آئندہ کے لیے رقم خراج کی اپنے ذمے پر قبول کر کے سند لکھ دو ، ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ -

یہ حکم مہاراجہ کا جب رئیس مالیر کوٹلہ کے پاس پہنچا ، نہایت ڈرا اور فی الفور مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت مان لی اور نذرانہ نقد و جنس داخل کر کے مہاراجہ کو رضامند کیا - آئندہ کے لیے بھی اطاعت نامہ لکھ دیا - غرض اس حیلے سے اپنے علاقے کو غارت سے بچایا -

وہاں سے اگرچہ ارادہ مہاراجہ کا یہ تھا کہ لاہور کو کوچ کرے ، مگر ایک مخبر کی زبانی وہاں دریافت ہوا کہ نرائن گڑھ کا رئیس نوجوان کمال مغرور و سرکش ہے - ایک معقول جماعت سواروں کی اس کے پاس رہتی ہے اور وہ دور دور تک جا کر ملکوں کو لوٹتا ہے ، کسی کی اطاعت اس کو منظور نہیں ہے - دولت ، مال ، خزانہ ، اونٹ ، گھوڑے بے شمار اس کے پاس ہیں - اگر مہاراجہ اس پر یورش کر کے اس کو زیر کرے تو بہت سی دولت پائے -

یہ خبر پا کر مہاراجہ نے نرائن گڑھ کوچ کیا اور اس کے علاقے میں داخل ہو کر دست درازی شروع کی - بہت سا علاقہ لوٹ لیا - باقی ماندہ رعیت مہاراجہ کے خوف سے بھاگ گئی - چند گاؤں والے لوگ ، جو سدِ راہ مہاراجہ کے ہوئے اور

یہ جنگ پیش آئے ، اُن کو سخت سزا دی گئی - جب لشکر نرائن گڑھ کے پاس پہنچا ، رئیس نرائن گڑھ کا اپنی جمعیت کے ساتھ قلعے سے نکل کر مہاراجہ کے مقابل ہوا اور دونوں فریق میں لڑائی ہونے لگی - تمام دن لڑائی رہی - دشمن کی فوج میں صرف دو توپیں تھیں مگر گولہ انداز اس کے اپنے فن میں ایسے کامل تھے کہ گولہ ان کا نشانے سے خطا نہیں جاتا تھا - ان توپوں نے بہت سا نقصان مہاراجہ کی فوج کا کیا - آخر یہ تجویز ہوئی کہ دلیرانِ فوج جمع ہو کر دشمن پر جا پڑیں اور اس سے توپیں چھین لیں - سردار فتح سنگھ کالیاں والہ اس فوج کا افسر تھا - جب یہ فوج دشمن کی توپوں پر بڑی چستی سے حملہ آور ہوئی تو دو فیر توپوں کے کھا کر دشمن سے توپیں چھین لیں - قریب بیس آدمی کے اس حملے میں کام آئے - جب یہ فوج توپیں کھینچ کر وہاں سے چلی تو دشمن کی فوج نے چاہا کہ اپنی توپیں ان سے چھین لیں - توپیں تو ان کے ہاتھ میں نہیں آئیں مگر سردار فتح سنگھ کالیاں والہ کو انھوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا - اُس وقت سردار کی ہمراہی میں دس بارہ سپاہی تھے - جب تک وہ زندہ رہے ، سردار تک کوئی دشمن پہنچنے نہ پایا - جب وہ سب مارے گئے تو سردار خود ان سے لڑنے لگا اور آخر مارا گیا - اس وقت مہاراجہ نے اگرچہ فوج کو آواز دی کہ سب مل کر جائیں اور سردار کو دشمن سے چھڑائیں ،مگر شور و غل میں کسی نے نہ سنی - ایسے ذی عزت سردار نمک حلال و وفادار کے مارے جانے سے مہاراجہ بہت غمگین ہوا اور اس کی نعش کو میدان سے منگوا کر داغ دیا -

اُس روز دونوں فریق میں شام تک لڑائی رہی - دونوں طرف سے تین سو پیادہ اور ایک سو سوار کام آئے - شام کے بعد دشمن پھر قلعہ میں گھس گئے اور دروازے بند کر لیے - چونکہ توپیں دشمن کی چھن چکی تھیں اس سے اس کا حوصلہ کمال پست ہوگیا اور دل میں یقین کر لیا کہ اب دوسری لڑائی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ ضرور فتح یاب ہو کر قلعہ مجھ سے لے لے گا ، اس واسطے وہ رات رات جس قدر اپنا نقد و جنس اٹھا سکا ، قلعے سے لے کر دوسرے دروازے کی طرف سے بھاگ گیا - باقی ماندہ اسباب ، جو از قسم پارچات و فرش وغیرہ تھا ، اس کو جمع کر کے آگ لگا دی جس سے وہ صبح تک جل کر خاکستر ہو گیا -

جب صبح ہوئی مہاراجہ نے پھر فوج کو حکم دیا کہ لڑنے پر کمر باندھیں اور توپ خانہ قلعے کے دروازے پر بھیج کر دروازہ توڑ ڈالیں - چنانچہ توپ خانہ دروازے پر جاپا گیا اور گولہ چلنا شروع ہوا - چند گولوں کی ضرب سے دروازہ ٹوٹ گیا اور فوج قلعے کے اندر گئی تو کوئی آدمی قلعے میں موجود نہ پایا - صرف

چند گھوڑے اور استر طویلے میں بندھے ہوئے پائے ، اور ایک ذخیرہ بندوقوں اور تلواروں کا ملا ۔ موجودہ مال جس قدر دشمن چھوڑ گیا تھا ، اس پر مہاراجہ قابض ہوا اور ایک فوج قلعے میں مامور کی ۔ اپنے کاردار تمام علاقے میں ، جو نرائن گڑھ کے متعلق تھا ، بھیج دیے اور قبضہ کامل کر کے وہاں سے دریائے ستلج کی طرف کو مراجعت کی ، اور کشتی کے ذریعے سے اُتر کر دوآبہ بست جالندھر میں داخل ہوا ۔ سردار فتح سنگھ آہلووالیہ نے وہاں آ کر قدم بوسی حاصل کی ۔ اس کے اتفاق سے مہاراجہ چند روز سیر و شکار میں مصروف رہا اور محکم چند کھتری کو ، جو ایک لئیق اہل کار و جواں مرد آدمی تھا ، دیوانی کا خطاب دے کر تمام علاقہ واقع دوآبہ بست جالندھر و دامنِ کوہ اس کے سپرد کیا اور خلعتِ فاخرہ دے کر وہاں کا حاکم مقرر کیا اور چاہا کہ چند روز علاقہ دامن کوہ میں رہ کر سیر و شکار میں مصروف رہے ۔

وہاں سے جب مہاراجہ پٹھان کوٹ کے قریب پہنچا تو قلعہ دار راجہ سنسار چند کا جو قلعے میں مامور تھا ڈر گیا اور مہاراجہ کے حملے کے خوف سے دروازے قلعے کے بند کر کے قلعہ مستحکم کر لیا ، بلکہ سلام کے واسطے بھی مہاراجہ کی خدمت میں نہ آیا ۔ یہ حرکت قلعہ دار کی مہاراجہ کو پسند نہ آئی اور فوج کو حکم دیا کہ فی الفور توپیں لگا کر قلعے کو اُڑا دیں اور اسباب جس قدر قلعے میں ہے ضبط کر لیا جائے ۔ اس حکم کے اجرا پاتے ہی جواں مردانِ فوج نے قلعے کو گھیر لیا اور توپ چلنے لگی ۔ قلعہ دار نے جانا کہ اب جان پر آ بنی ہے ۔ قلعہ فتح کر کے مہاراجہ مجھ کو ضرور قتل کر دے گا ۔ بہتر یہی ہے کہ قلعہ مہاراجہ کے حوالے کر دیا جائے ۔ چنانچہ وہ خدمت میں حاضر ہوا اور امان پا کر قلعہ مہاراجہ کو دے دیا ۔ مہاراجہ نے قلعہ لے کر اپنا قلعہ دار اور لشکر اس میں مامور کردیا اور قلعے کے متعلق علاقے پر اپنا تصرف کر لیا ۔

اگرچہ مہاراجہ سنسار چند نے بعد فتح اس قلعے کے چند عرائض در باب واپسی قلعہ پٹھان کوٹ کے مہاراجہ کی خدمت میں بھیجیں اور چاہا کہ کسی طرح مہاراجہ پھر یہ علاقہ مجھ کو واپس کر دے مگر اس کی کوئی درخواست منظور نہ ہوئی ، ناچار وہ خاموش ہو رہا ۔

پٹھان کوٹ سے روانہ ہو کر مہاراجہ جسروٹہ کے علاقے میں پہنچا ۔ مہاراجہ کے آنے کی خبر جب راجہ جسروٹہ کو پہنچی ، اپنے شہر سے نکل کر خدمت میں حاضر ہوا اور تحائف معمولی نذرانہ پکڑ کر عرض کی کہ اس تھوڑے سے ملک میں ، جو دامانِ کوہ میں واقع ہے ، قدیم سے میرے بزرگ مالک و قابض چلے

آتے ہیں اور قوم راجپوت اس میں منقسم ہے - ان سب کے اتفاق سے سرگروہی مجھ کو ملی ہوئی ہے - ہمارے بزرگ کبھی اس علاقے سے باہر نہیں گئے - پنجاب کے مالک و حاکم سے ہمارا علاقہ رہتا ہے - جو کوئی پنجاب کا فرماں فرما ہوتا ہے اس کو ہم بھی معمولی خراج سالانہ ادا کیا کرتے ہیں - اب جو خدا نے پنجاب کا علاقہ مہاراجہ کی حکومت میں دیا ہے اور تمام رؤسائے پنجاب مطیع و فرماں بردار ہو چکے ہیں ، بندہ بھی جان و دل سے اطاعت میں حاضر ہے - حکم سے ہرگز عدول نہ ہوگا - کمال مہربانی مہاراجہ کی یہ ہے کہ یہ ٹکڑا روٹی کا ، جو میرے پاس ہے ، بہ دستور قائم رکھے -

مہاراجہ اس کی تقریر اور شیریں کلامی سے بہت خوش ہوا اور کمال مہربانی اس پر کی اور فرمایا کہ تیرے از خود حاضر ہو جانے سے ہم بہت خوش ہیں - تم بہ دستور اپنے علاقے میں فرماں فرما رہو - ہم تمھارے علاقے کی طمع نہیں رکھتے بشرطیکہ اب نذرانہ دو اور آئندہ مطیع و تابعدار رہ کر سالانہ خراج دیتے رہو ، کسی ہمارے دشمن کے ساتھ آمیزش نہ کرو - چنانچہ اس نے مہاراجہ کا فرمان بہ دل و جان منظور کیا اور مہاراجہ کو اپنے ہمراہ شہر جسروٹہ میں لے گیا اور اپنے مقدور سے زیادہ روپیہ خرچ کر کے مہاراجہ کی ضیافت کی اور نذرانہ جس قدر مہاراجہ نے طلب کیا دے دیا - آئندہ کے لیے اقرار نامہ در باب ادائے خراجِ سالانہ تحریر کر کے مہاراجہ کی تسلی کردی -

والیِ جسروٹہ بہت دن تک مہاراجہ کو اپنے علاقے میں شکار کھلاتا رہا اور اپنی خدمات سے کمال خوش کیا - چونکہ مہاراجہ نے راجہ جسروٹہ سے ہر ایک ریاست و اہلِ ریاستِ کوہستانی کا حال بخوبی دریافت کر لیا تھا اور اس نے ریاست چمبہ کی دولت مندی کی بہت تعریف کی تھی اس واسطے مہاراجہ نے چمبہ[1] پر یورش کرنے کا مضبوط ارادہ کر لیا تھا - چنانچہ شکار سے فارغ ہو کر فوج کو چمبہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم ملا - بعد روانگی فوج کے مہاراجہ خود بھی اُس سمت کو روانہ ہوا - جب آدھا راستہ طے ہوگیا ، راجہ چمبہ نے خبر پائی

---

[1] ...بہ موجودہ نام ہے - (دیکھیے جامع ، اللغات ج ۲ ، ص ۴۷۲ اور نقشہ مشمولہ جدید جغرافیہ" پنجاب ، دہلی و شمال مغربی سرحدی صوبہ ، مؤلفہ سوہن لال ، طبع ۸ ، ۱۹۲۱ع - ناشر رائے صاحب گلاب سنگھ لاہور) - "چمپہ" کتابت کی غلطی ہوگی اس لیے کہ کہن لفظ چمبہ بھی آیا ہے - مؤلف کی غلطی نہیں اس لیے لفظ چمپہ کو چمبہ بنا دیا ہے -

اور اپنے مشیروں کو جمع کرکے اس باب میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ ان میں سے اکثر آدمیوں کی رائے اس بات پر قرار پائی کہ زبردست کو جو وہ مانگے دے کر اپنے علاقے سے رخصت کر دینا چاہیے کہ رعایا اس کے خوف سے اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ گئی ہے۔ اور جنگ کرنے میں اگر فتح بھی ہو جائے تو تو بھی ہزاروں نقصان ہیں۔ راجہ کو بھی یہ تجویز پسند آئی اور ایک وکیل اظہارِ اطاعت کے لیے مہاراجہ کی خدمت میں روانہ کیا جو عین راہ میں خدمت میں شرف یاب ہوا۔ اور عرض کی کہ راجہ چمبہ کو اطاعت مہاراجہ کی دل و جان سے منظور ہے، کسی طرح کا انکار نہیں۔ چونکہ مہاراجہ کے حملے سے تمام رعایا خوف ناک ہو رہی ہے اور بعض نادان اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں، اب مہاراجہ کے آگے جانے سے بڑا زلزلہ پہاڑ میں پیدا ہو جائے گا اور رعیت خوف ناک[1] ہو کر بھاگ جائے گی۔ لہٰذا نذرانہ حتی المقدور راجہ پیش کر سکتا ہے۔ مہاراجہ اُتنا بار اس کے سر پر رکھے جتنا وہ اٹھا سکے۔

چنانچہ رقم نذرانے کی قرار پا کر وکیل دوبارہ چمبہ میں گیا اور روپیہ لے آیا۔ علاوہ اس کے مہاراجہ کی ضیافت کا روپیہ نقد الگ داخل کیا اور آیندہ کے لیے اطاعت نامہ پیش کر کے خلعتِ رخصتانہ حاصل کیا۔ مہاراجہ نے سوائے خلعت وکیل کے ایک خلعت گراں بہا مہاراجہ چمبہ کے لیے عطا کیا اور فوج کو حکم دیا کہ پہاڑ سے اُتر کر ڈیرہ کریں۔ چنانچہ سب فوج پہاڑ سے اُتر آئی اور میدان میں آ کر خیمہ زن ہوئی۔

وہاں آ کر مہاراجہ نے تمام روسائے گرد و نواح کو بلایا اور چاہا کہ ایک جشن کریں اور آزمائیں کہ اب روسائے پنجاب میں، جو اس نواح میں ہیں، کون شخص اخلاصِ باطن سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور کون برخلاف ہے۔ چنانچہ سب کے نام خطوط جاری ہوئے۔ بڑے سردار اس طرف کے سردار جیون سنگھ مالکِ سیالکوٹ اور صاحب سنگھ والیِ گجرات تھے۔ ان کو بھی اس جشن میں بلایا گیا۔ اور چھوٹے چھوٹے سردار تو اکثر آ گئے مگر یہ دونوں نہ آئے کہ ان کو خوف تھا کہ رنجیت سنگھ ہم کو گھر بلا کر قید کر لے گا تو پھر رہائی مشکل ہوگی، جان و مال دونوں پر آفت آئے گی۔

جب مہاراجہ نے دیکھا کہ ان دونوں کے دل میں عداوت ہے تو سرکوبی ان کی واجب تصور کرکے پہلے سیالکوٹ کو کوچ کیا۔ نزدیک پہنچ کر

۱۔ ''خوف زدہ'' کی جگہ ''خوف ناک'' استعمال کیا ہے۔

پہلے ایک وکیل سردار جیون سنگھ مالک سیالکوٹ کے پاس بھیجا اور ہدایت کی کہ اگر سلامتی جان و مال کی مطلوب ہے تو نذرانہ دو ، آئندہ کے لیے اطاعت نامہ لکھ دو اور امان پاؤ ورنہ جنگ کرو۔ بعد جنگ کے پھر کوئی عذر سماعت نہ ہوگا۔ چونکہ قلعہ سیالکوٹ کا مستحکم تھا اور سامان جنگ کا سردار جیون سنگھ موجود رکھتا تھا ، قلعے کے استحکام پر مغرور ہو کر وکیل کو جواب صاف دیا اور کہا کہ میرے پاس روپیہ موجود نہیں ہے اور نہ میں لڑنا چاہتا ہوں۔ رنجیت سنگھ اگر میرے ساتھ لڑے گا تو بہ حالت ناچاری لڑنا پڑے گا۔

یہ جواب سن کر مہاراجہ نے بہت افروختہ[1] ہو کر شہر کو کوچ کیا۔ شہر کے باہر کا علاقہ سب لوٹ لیا ، پھر شہر کا محاصرہ کیا۔ سردار جیون سنگھ نے بھی قلعے کی سخت مضبوطی کی۔ ایک ہزار آدمی فوج کا ، جو اس کے پاس لوکر تھے ، قلعے کی دیواروں پر متعین کر دیا۔ چار توپیں جو اس کے پاس تھیں چاروں دیواروں پر ایک ایک نصب کر دی اور نہایت انتظام کے ساتھ لڑائی شروع کی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پہلے شہر پر حملہ کیا اور فوج قلعے سے نکل کر مقابل ہوئی اور بہت سا کشت و خون ہو کر جیون سنگھ کی فوج تو قلعے میں گھس گئی اور شہر میں دخل مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہوگیا۔ سکھوں نے شہر کی خوب خبر لی اور ایسا لوٹا کہ رعایا کو نان شبینہ سے محتاج کر دیا۔ پھر قلعے کا محاصرہ عمل میں آیا اور مورچال باندھی گئی۔ فریقین کی طرف سے گولہ چلنے لگا ، تین دن لڑائی ہوتی رہی۔ اندر کے گولے نے مہاراجہ کی فوج کے گھوڑے بہت تلف و زخمی کیے ، آدمی بھی بہت مارے گئے۔ چوتھے روز یہ تجویز ٹھہری کہ دو توپیں قلعے کے دروازے پر لگا دی جائیں کہ دروازہ ٹوٹ جائے۔ ہرچند یہ تجویز کی گئی کہ توپیں مناسب گولے کے فاصلے پر لے جا کر نصب کریں ، دشمن توپیں وہاں پہنچانے نہیں دیتے تھے اور پے در پے گولہ قلعے سے برستا تھا۔ آخر دلیران سنگھ[2] خود توپوں کو کھینچ کر لے گئے اور ہرچند وہاں گولہ دشمن کا پڑتا تھا اور باوجود مارے جانے چند آدمیوں کے خیال نہ کیا اور گولہ باری شروع کی۔ سوائے اس کے چاروں طرف قلعے کے لڑائی ڈال دی۔ آخر پے درپے گولوں کے لگنے سے قلعے کا دروازہ ٹوٹ گیا اور فوج مہاراجہ کی داخل قلعہ ہوگئی۔ جاتے ہی انتظام قلعے کا کر لیا۔ دشمن کی فوج کے ہتھیار لے کر قلعے سے نکال دیا۔

۱- محاورہ 'برافروختہ' ہے۔ اصل متن میں 'افروختہ' ہی ہے۔
۲- اصل متن میں 'سنگھ' ہے ، 'سکھ' صحیح ہے۔

اگرچہ خاص خاص لوگ سردار جیون سنگھ کے عین محاصرے ہی سے بھاگ گئے تھے مگر فوج کے لوگ جنگ پر مستعد تھے ۔ بعد فتح قلعہ کے مہاراجہ نے سردار جیون سنگھ کو قید کر لیا اور اس کا ملک و املاک و مال و خزانہ و ذخیرہ ہر جنس کا اپنی ضبطی میں لیا اور شہر میں منادی کر دی کہ اب شہر کے لوگ بے اندیشہ اپنے اپنے گھروں میں آ کر آباد ہوں ۔

اس کام سے فارغ ہو کر گجرات کی سمت کو فوج روانہ ہوئی اور حکم ملا کہ بہت جلد مسافت طے کر کے گجرات پہنچ جائیں ۔ فوج کی روانگی کے بعد خود بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ اس طرف کو روانہ ہوا ۔ یہ خبر پا کر صاحب سنگھ والیِ گجرات بہت ڈرا اور یقین کر لیا کہ سیالکوٹ کی طرح میرا ملک بھی لٹ جائے گا ، بالفعل اطاعت میں بہتری ہے ۔ چناں چہ وکیل بھیج کر اطاعت ظاہر کی اور نذرانہ معقول اپنے ذمے قبول کیا اور نیز بڑی توپ احمد شاہ درانی کی جو اس کے پاس تھی نذرانے کے علاوہ نذر پکڑی اور دوبارہ اطاعت نامہ لکھ دیا ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسی پر اکتفا کر کے وہاں سے کوچ کیا اور چاہا کہ قلعہ ڈسکہ کو بھی فتح کر لیں ۔ اس ارادے پر ڈسکہ کی طرف قدم بڑھایا ۔ وہاں ایک رئیس سردار ندھان سنگھ نام حاکم و قابض تھا ۔ تھوڑے سے ملک کی حکومت اس کے متعلق تھی ، روپیہ بھی چنداں اس کے پاس نہ تھا ۔ دو سو آدمی کی فوج تھی ۔ وہ بے چارہ آفت کا مارا مہاراجہ کے خوف سے پہلے تو بھاگنے پر مستعد ہوا ، پھر بہ صوابدید اپنے مشیروں کے بہ کمال عجز و انکساری مہاراجہ کی خدمت میں آیا اور ایک گھوڑا نذر پکڑا اور اطاعت ظاہر کی ، نذرانہ بھی حتی المقدور دینا منظور کیا ۔ مہاراجہ کو اس کی انکساری کمال پسند آئی اور تھوڑا سا نذرانہ لے کر اس کو اپنی مزاحمت سے امان بخشی ۔

اس مہم سے فارغ ہو کر مہاراجہ قصبۂ اکھنور کو گیا اور چاہا کہ یہ قلعہ بھی اپنے زیر تسلط کر لیوے ۔ جب شہر سے بہ فاصلۂ دس میل کے پہنچا ، عالم خاں اکھنور کا رئیس استقبال کے لیے سرراہ آ کھڑا ہوا اور قدم بوس ہو کر اطاعت ظاہر کی ۔ مہاراجہ نے اس پر بہت مہربانی کی اور نذرانہ لے کر آئندہ کے لیے اطاعت نامہ لکھوا لیا ۔ عالم خاں نے ہر ایک حکم کی تعمیل کی اور مہاراجہ کو قصبے میں لے جا کر تین روز مہمان رکھا اور ایسی ضیافت کی کہ مہاراجہ خوش ہو گیا ۔

بعد انصرام اس کام کے مہاراجہ نے وہاں سے لاہور کو کوچ کیا اور شہر میں پہنچ کر مالی دفتر کا انتظام کیا اور پنڈت گنگا رام کو ، جو انھی ایام میں

دہلی سے لاہور میں آیا تھا ، یہ خدمت سپرد کی کہ کاغذات دفتر تیار کرے ۔ جب مالی دفتر تیار ہو جائے تو فوج کا دفتر لکھے ۔ چنانچہ اس لئیق اہل کار نے دفتر کے بنانے میں بہت کوشش کی اور دیوانی کا خطاب حاصل کیا ۔

غرض کہ مہاراجہ انتظام امورات مالی اور ملکی میں مصروف تھا کہ ایک گروہ زمینداران نواح شیخوپورہ کا قلعے کے دروازہ پر آ کر دادخواہ ہوا ۔ مہاراجہ نے ان کو روبرو بلایا اور دریافت حال کیا ۔ اُنھوں نے ظاہر کیا کہ سردار اربیل سنگھ و امیر سنگھ نے ، جو قلعہ شیخوپورہ پر قابض ہیں ، رعیت کو لوٹ لیا ہے ۔ ان کی فوج کے سکھ دور دور تک ڈاکے مارتے ہیں ۔ جس قدر علاقہ ان کے زیر حکومت ہے ، کسی زمیندار کے گھر اُنھوں نے پیالہ پانی پینے کا نہیں چھوڑا ۔ تمام فاقوں کے مارے مر رہے ہیں ، اس واسطے ہم مہاراجہ کے حضور میں دادخواہ ہیں کہ ہمارا علاقہ بھی مہاراجہ اپنی حکومت میں لے لے اور ان ظالموں کے پنجے سے ہم کو چھڑائے ۔

مہاراجہ نے ان کا حال سن کر اُن کی فریاد رسی کی اور شہزادہ کھڑک سنگھ کو حکم دیا کہ ایک توپ خانہ اور چار ہزار فوج ہمراہ لے کر شیخوپورہ کو کوچ کرے ۔ چونکہ قلعہ مضبوط و محکم تھا ، مہاراجہ نے توپیں اپنے توپ خانوں سے عمدہ عمدہ قلعہ شکن انتخاب کر کے اس مہم میں مامور کیں ، اور بہ سبب خرد سالی شہزادے کے ، سردار حکما سنگھ کو افسر اس فوج کا بنایا ۔ جب یہ لشکر لاہور سے چل کر شیخوپورہ کے نزدیک پہنچا اربیل سنگھ و امیر سنگھ کے نام طلبی کا حکم جاری ہوا ، مگر ان دونوں میں سے ایک بھی حاضر نہ ہوا اور مستعد بہ جنگ ہو کر قلعہ مضبوط کر لیا ۔

شہزادے نے وہاں جا کر اپنی فوج محاصرے پر مامور کر دی اور مورچال باندھ کر لڑائی شروع کی ۔ بہ سبب استحکام قلعے کے توپ کا گولہ دیوار پر کام نہیں کرتا تھا بلکہ بہت نقصان کرتا تھا ۔ بندوقوں کی گولیاں بھی بادل کی طرح برستی تھیں ۔ چند روز بہ کمال جاں فشانی مہاراجہ کی فوج قلعے کے ساتھ لڑتی رہی مگر قلعے کی کوئی دیوار مسمار نہ ہوئی ۔ جب مہم نے طول کھینچا تو ضرورت ہوئی کہ لشکر زیادہ کیا جائے اور توپیں بڑھائی جائیں ۔

اس تجویز پر شہزادے نے مہاراجہ کے نام عریضہ لکھا اور مدد طلب کی ۔ خط کے پڑھتے ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ جوش میں آیا اور حکم دیا کہ بڑی توپ احمد شاہی ، جو صاحب سنگھ بھنگی گجراتیہ سے لی گئی ہے ، فوراً شیخوپورہ

کو روانہ ہو اور خود بھی مہاراجہ نے ایک برجستہ فوج و توپ خانے کے ساتھ شیخوپورہ کا عزم کیا ۔

جب مہاراجہ اور مہاراجہ کی جدید فوج پہلی فوج کے شامل ہوئی اور مجمع کثیر ہو گیا تو بڑے استحکام کے ساتھ لڑائی دوبارہ شروع ہوئی ۔ دو روز ہنگامۂ کارزار گرم رہا ، تیسرے روز مہاراجہ نے احمد شاہی توپ قلعے کے دروازے پر لگا دی اور ایک سو گولے سے قلعے کا دروازہ پاش پاش کر دیا ۔ جوان مردانِ فوج سب حملہ کر کے قلعے میں گھس گئے اور نقارہ فتح کا بجنے لگا ۔ قلعے میں جا کر مہاراجہ نے اربیل سنگھ و امیر سنگھ دونوں کو پکڑ لیا اور مال و خزانہ و سامان جنگ کا سب ضبط کر لیا ۔ اُن کی فوج جب قلعے سے نکلی ، سب نے مل کر مہاراجہ سے نوکری کی درخواست کی اور مہاراجہ نے بہ راہ پرورش ان سب کو اپنا نوکر رکھ لیا اور بڑا مال لے کر لاہور کو معاودت کی ۔

چونکہ شیخوپورہ کا ملک شہزادہ کھڑک سنگھ کے نام پر فتح ہوا تھا ، مہاراجہ نے اس کو تمام علاقہ جاگیر میں دے دیا اور سرپرستی و حکومت اس علاقے کی شہزادہ کھڑک سنگھ کی والدہ ۔ ۔ ۔ رانی نکائن کے حوالے کی ۔ چنانچہ وہ تا دم عمر قلعۂ شیخوپورہ میں قیام پذیر رہی ۔ کبھی کسی ضرورت کے کام کے لیے لاہور میں جاتی تھی ۔

آنا مٹکف صاحب سفیر انگریزی کا لاہور میں اور مقرر ہونا دریائے ستلج کا حد درمیانی ، درمیان علاقہ سرکار انگریزی و سرکار لاہور اور دوستی قائم ہونا اور فتح کرنا بعض علاقوں کا ملک سس ستلج میں اور نذرانہ لینا ہر ایک رئیس سے اور قابض ہونا قلعۂ کانگڑہ پر بعد اخراج لشکر گورکھیہ

جب پے در پے فتوحات مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر کو پنجاب کے ملک میں بہ عنایت ایزدی حاصل ہوتی گئیں اور ایک زبردست ریاست لاہور میں قائم ہو گئی ، قابضانِ ملک و رئیسانِ علاقہ جس قدر تھے نیست و نابود ہوتے گئے ، کوئی ہم پلہ و ہمسر باقی نہ رہا ، تو صاحبان انگریز کو اس طرف خیال ہوا اور صاحب بہادر ایجنٹ دہلی اس بات پر مستعد ہوئے کہ اس فتح یاب سردار اور زبردست مہاراجہ کے ساتھ دوستی قائم ہو کر اس کے علاقے اور انگریزی علاقے میں حدود مقرر ہو جائیں تو بہتر ہے تاکہ آئندہ خدشہ باقی نہ رہے ۔ علاوہ

اس کے انگریزوں کو اس وقت یہ بھی دریافت ہوا تھا کہ نپولین بوناپارٹ شہنشاہ فرانس نے فرنگستان میں بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں[1] ہیں اور اب اس کا ارادہ ہندوستان کے فتح کرنے کا ہے۔ اس سبب سے انگریزوں نے واجب تصوّر کیا کہ ہندوستان کے رئیسوں اور زبردست ہمسایوں کی نگرانِ حال رہیں، چنانچہ چند جاسوس فرانس کے ملک کو بھیجے گئے اور چند آدمی بہ تغیر لباس سلطنت چین کی طرف روانہ ہوئے اور مسٹر سرچارلس مٹکف صاحب بہ طریق سفارت و دریافت حال لاہور کو مامور ہوا۔ یہ ایلچی بہ مقام امرتسر مہاراجہ کی خدمت میں آیا اور نامہ اپنے مطلب اور مقصود کا نواب گورنر بہادر ہند کی طرف سے پیش کیا۔

مہاراجہ نے وکیل کی بہت خاطر کی اور فقیر عزیزالدین کو مامور کیا کہ سفیر انگریزی کی ضیافت و دعوت کا سامان اس کو روزمرہ پہنچا دیا کرے جس سے اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ اس ہوشیار اور دانا ایلچی نے اپنے اخلاقِ حمیدہ اور خوش زبانی سے مہاراجہ کو بہت خوش کیا۔ اکثر اوقات مہاراجہ اس کو روبرو بلاتا اور باتیں کیا کرتا مگر اصل مقصود کے جواب میں جس کے انجام کے لیے وہ آیا تھا کچھ نہ کہتا۔ جب کبھی وہ یاد دلاتا تو کہتا کہ بعد مشورہ و تامل و غور کے اس باب میں جواب دیا جائے گا، اور دل میں آرزو و ارادہ مہاراجہ کا یہ تھا کہ جواب لکھنے اور حدود قائم ہونے سے اول (پہلے) جس قدر ملک میں فتح کر لوں گا وہ میرے تسلط میں آ جائے گا۔ جب حدود قائم ہوگئی[2] تو پھر موقع آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا ہندوستان کی طرف نہ رہے گا۔ جن دنوں میں کہ ایلچی انگریزی امرتسر میں قیام پذیر تھا اور مہاراجہ بھی امرتسر میں تشریف رکھتا تھا، ایک ایسا فساد فیمابین اکالی سکھوں اور فوج ہمراہی سفیر کے برپا ہوا کہ اس سے بڑا اندیشہ مہاراجہ کو ہوا، مگر مہاراجہ نے کمال دانائی اور لیاقت سے وہ فتنہ آسان طور سے فرو کر لیا۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ سفیر انگریزی کی ہمراہی میں مسلمانی فوج ہندوستانی قریب سات آٹھ سو سپاہی کے دہلی سے آئی تھی، جو امرتسر کے باہر اُتری ہوئی تھی اور اسی فوج میں سفیر کا خیمہ تھا۔ بہ تقریب ماہ محرم کے اُنھوں نے اپنی فوج میں ایک تعزیہ بنایا اور دسویں تاریخ، جس روز تعزیہ اہلِ اسلام اُٹھا

۱۔ قدیم طرز تحریر ہے، موجودہ ''کی ہیں'' ۔

۲۔ ''ہو گئیں'' درست ہوتا ۔

کر گردش کرتے ہیں، انھوں نے بھی بڑے کرّ و فر کے ساتھ تعزیہ اُٹھایا۔ جس قدر فوج کا باجہ تھا وہ سب ہمراہ لیا۔ بڑے اقارے اور شتربان اونٹوں پر لاد کر ہمراہ لیں اور شہر میں گردش کے لیے داخل ہوئے اور ماتم و گریہ زاری کا شور برپا کیا۔ جب گردش کر کے شہر سے باہر نکلے تو گزر ان کا اس راستے سے ہوا جہاں اکالی سکھوں کا ڈیرہ تھا۔ سکھوں نے جب مسلمانوں کو ایسی شان و شوکت سے آتے ہوئے دیکھا تو تعصب مذہبی نے ان کے دل میں جوش مارا اور چاہا کہ یورش کر کے مسلمانوں کا تعزیہ توڑ ڈالیں۔ اُن کے علم جن کے ساتھ بڑے بڑے قیمتی کپڑے باندھے ہوئے ہیں لوٹ لیں۔ اس بات پر مستعد ہو کر تمام سکھوں نے کمریں باندھ لیں اور تلواریں کھینچ کر اکال اکال کرتے ہوئے مسلمانوں پر جا پڑے۔

پہلے تمام مسلمان یہ حالت دیکھ کر نہایت گھبرا گئے اور نہ چاہا کہ یگانہ ملک اور غیر عمل داری میں جنگ کریں مگر جب اکالیوں نے تمام علَم ان کے آدمیوں سے چھین لیے، تعزیہ توڑ ڈالا، شتربان پھاڑ ڈالیں تو یہ ظلم وہ آنکھ سے نہ دیکھ سکے اور اُنھوں نے بندوقیں بھر کر اکالیوں کی طرف سر کیں اور فوج قواعد داں نے باقاعدہ لڑائی شروع کی جس سے بہت اکالی مارے گئے اور باقی ماندہ علموں کو وہاں ہی پھینک کر بھاگ گئے، کوئی میدان میں نظر نہ آیا۔
مہاراجہ رنجیت سنگھ کو جب یہ خبر پہنچی، فی الفور سوار ہو کر موقع پر پہنچا اور ہندوستانی سواروں کو، جن پر سکھوں نے زیادتی کی تھی، خوشامد و شیریں زبانی کے ساتھ تسلی دی اور کئی سو روپیہ نقد اُن کو بطور عطایات بخشا۔ مگر انھوں نے بے اجازت اپنے افسر کے لینے میں عذر کیا اور راضی ہو گئے۔ پھر مہاراجہ سفیر کے خیمے میں گیا اور سفیر کو کہ اس وقت کمال غضب و غصہ کی حالت میں تھا، سرد کیا اور کہا کہ یہ ایک اتفاقیہ زیادتی اکالیوں سے ہو گئی ہے، آپ اُن کا قصور معاف کریں اور اس باب میں کوئی تحریر نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں نہ لکھیں۔

سفیر نے حسب موقع وقت رضامندی ظاہر کی اور اجازت دی کہ جو روپیہ مہاراجہ رنجیت سنگھ فوج کو دیتے ہیں فوج لے لے کہ یہ روپیہ اُن کے ہرج و نقصان کا معاوضہ ہے، جو ان کو اس فتنہ و فساد میں واقع ہوا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سفیر کے روبرو یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اکالیانِ مفسد کو جنھوں نے فساد و زیادتی کی تھی قرار واقعی سزا دے گا، مگر جب ہندوستانی فوج رضامند ہو گئی اور سفیر نے بھی رضامندی ظاہر کی تو پھر اس فوج کو

کچھ سزا نہ ہوئی - صرف برائے نام چند آدمیوں کو بہ خاطر داری سفیر کے چند روز کے واسطے نوکری سے برخاست کر دیا تھا - کیونکہ مہاراجہ کو اس فوج کی خاطر بہت منظور تھی - کیونکہ وہ فرقہ اپنے آپ کو بہ اختصاص تمام گورو گوبند سنگھ کے ساتھ منسوب کرتا تھا اور وہ لوگ لباس سیاہ تمام بدن پر رکھتے تھے - ہر وقت ہتھیار باندھے رہتے تھے - غرض گورو گوبند سنگھ کے احکام کی تعمیل پوری وہ کرتے تھے - مسلمانوں کے ساتھ بھی ان کی کمال دشمنی تھی - بہ روز روشن جس کو چاہتے تھے لوٹ لیتے تھے - جب مہاراجہ کسی پر یورش کرتے تھے تو تمام فوج کے آگے ان کا لشکر ہوتا تھا - اس بات پر ان کو کسی جرم کی سزا نہیں ہوتی تھی اور مہاراجہ ان کے ہر ایک جرم سے چشم پوشی کرتا تھا -

جب یہ فتنہ فرو ہو گیا تو مہاراجہ نے وکیل کو امرتسر ہی میں چھوڑا اور خود سوار ہوا اور چاہا کہ دریا کے پار کا ملک تمام و کمال اپنے قبضہ و تصرف میں کر لے - رئیسوں کو جو اس ملک میں حکومت کرتے ہیں ، سب کو زیر کر کے قبل از حدود بندی کے ان کو اپنا خراج گزار بنا لے کہ پھر کسی طرح کسی کو اس کے تسلط لانے میں عذر نہ رہے - اس خیال سے پہلے امرتسر سے روانہ ہو کر قصور میں پہنچا - چونکہ ابھی وہ شہر بعد ویرانی و بربادی و تاراج سکھوں کے بہ خوبی آباد نہیں ہوا تھا ، ایک ہفتے تک وہاں قیام رکھا اور رعایا کو کمال تسلی و اطمینان دے کر شہر میں آباد کیا -

وہاں سے دریائے ستلج سے عبور کر کے فیروز پور میں قیام کیا اور حکم دیا کہ فقیر عزیزالدین ، امرتسر میں جا کر سفیر انگریزی کو یہاں لے آئے - ایسا نہ ہو کہ پھر کسی طرح سے فیمابین سکھوں اور ہندوستانی فوج کے آپس میں تکرار ہو جائے اور فتنہ تازہ ظاہر ہو - چنانچہ فقیر عزیزالدین ادھر کو روانہ ہوا اور سفیر کو ہمراہ لے آیا - فیروز پور سے مہاراجہ نے ایک برجستہ فوج بہ افسری سردار کرم سنگھ چاہل کے فرید کوٹ کو مامور کی اور حکم دیا کہ فوج فرید کوٹ پر جا کر قبضہ کر لے - اور اگر فرید کوٹ کا رئیس بہ جنگ پیش آئے تو اس کو سزا دے کر ملک و مال چھین لے - چناں چہ اس لشکر نے فوراً فرید کوٹ پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا - رئیس فرید کوٹ نے کرم سنگھ چاہل کو قلعہ حوالہ کر دیا اور ملک و مال سے دست بردار ہوا - اس کو اُمید تھی کہ ہماری اطاعت و فرماں برداری پر لحاظ کر کے مہاراجہ رنجیت سنگھ دوبارہ ہم کو ریاست سپرد کر دیں گے اور خراج معمولی سالانہ لے لیا کریں گے -

اس فتح کی خبر سن کر خود بھی مہاراجہ فرید کوٹ پہنچا اور کل املاک و غزالہ ریاست کا اپنے قبضے میں لے کر دیوان ، دیوان چند کو وہاں کی حکومت سپرد کی اور مالکان ریاست منہ دیکھتے رہ گئے ، اور اطاعت کر کے بہت پشیمان ہوئے ۔ بعض امرائے دربار نے بھی اگرچہ اس وقت سعی کی کہ راجہ فرید کوٹ کو دوبارہ ریاست سپرد ہو جائے مگر مہاراجہ نے کسی کا کہنا نہ مانا ۔ بعد اس انتظام کے فوج سکھی مالیر کوٹلہ کو روانہ ہوئی اور مہاراجہ کو اس ریاست پر بھی کامل قبضہ کر لینا منظور ہوا ۔ مالیر کوٹلہ کے نزدیک پہنچ کر نواب کے پاس وکیل بھیجا اور پیام دیا کہ فی الفور پچاس ہزار روپیہ نواب نذرانے کا داخل کرے ورنہ ریاست سے بے دخل ہوگا ۔

چونکہ ایک سال اول بھی یہ رئیس پچاس ہزار روپیہ نذرانہ دے چکا تھا اور بہ سبب غارت سکھاں اور لٹ جانے علاقہ کے اور زیرباری رعیت کے دو فصلہ زر مالیہ اس کا ریاست سے وصول نہیں ہوا تھا اور ریاست قرض دار و زیر بار تھی ، اس بات سے رئیس بہت گھبرایا اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ اپنا اخلاص ظاہر کیا ۔ مگر مہاراجہ نے اس کی تقریر پر اعتماد نہ کیا اور مستعد ہو کر جنگ کے لیے شہر کا محاصرہ کر لیا ۔ اس وقت دوبارہ رئیس نے التجا کی کہ چھ ماہ کی مہلت اگر مہاراجہ مجھ کو اس روپے کے ادا کرنے میں عنایت کرے تو یہ روپیہ ادا کر دوں گا ۔ وہ درخواست بھی منظور نہ ہوئی ۔ اس واسطے نواب نے راجہ پٹیالہ کے پاس اپنا وکیل بھیجا اور روپیہ قرض مانگا ۔ اس نے بدیں شرط روپیہ دینا منظور کیا کہ جب تک روپیہ ادا نہ ہو علاقہ متعلقہ ریاست پر قبضہ اس کا رہے اور قلعے میں تھانے کا قیام رہے ۔ جب روپیہ ادا ہو ریاست رئیس کو واپس کر دی جائے گی ۔

چونکہ اس وقت رئیس کی حالت نہایت نازک و ابتر تھی اور وہ یقین کر چکا تھا کہ اب مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کی ریاست تمام و کمال چھین لے گا ، یہ بات اس نے فوراً منظور کر لی اور نہایت منت و خوشامد مہاراجہ کی کر کے من جملہ پچاس ہزار روپیہ زر نذرانہ کے تیس ہزار روپیہ معاف کرایا اور ستائیس ہزار روپے کے بدلے اپنی ریاست کا علاقہ راجہ پٹیالہ کے پاس رہن رکھ دیا ۔ اس نے اپنے کاردار علاقے میں بھیج دیے اور مرتہن بن کر قبضہ شئے مرہونہ پر کر لیا اور ستائیس ہزار روپیہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دے دیا ۔

روپیہ وصول کر کے مہاراجہ نے مالیر کوٹلہ سے کوچ کیا اور قلعہ بٹھنڈو کا محاصرہ کر کے ایک روز میں فتح کیا اور قصبہ سنام کو غارت کر کے خاک میں

ملا دیا ۔ چونکہ یہ دونوں شہر مہاراجہ پٹیالہ کی ریاست کے متعلق تھے ، مہاراجہ پٹیالہ نے اپنا وکیل مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ مہاراجہ کے حملوں اور تاراج سے رعیت برباد ہوتی ہے ۔ نذرانہ جس قدر لینا منظور ہو اس سے اطلاع بخشی جائے کہ حاضر کر دوں ۔ چنانچہ پچاس ہزار روپیہ نذرانہ ٹھہرا ۔ وہ مہاراجہ پٹیالہ نے فی الفور خدمت میں بھیج دیا اور اپنے ملک کو غارت و تاراج سے بچا لیا ۔ نذرانہ وصول کر کے مہاراجہ نے قلعہ بٹھنڈو اور سنام سے اپنا تھانہ اُٹھا لیا ۔ اسی طرح راجہ جیند سے بھی معقول نذرانہ لیا ۔

ابھی مہاراجہ کی فوج جیند کے علاقے میں تھی کہ رئیس انبالہ کے مرنے کی خبر آئی اور معلوم ہوا کہ اس کا وارث کوئی باقی نہیں رہا ۔ مہاراجہ اگر اس وقت وہاں فوج لے جائے تو فوراً تمام علاقے پر قابض ہو جائے گا ۔ یہ خبر پاتے ہی مہاراجہ نے دیوان محکم چند کو دو ہزار فوج کے ساتھ حکم دیا کہ فوراً انبالہ میں پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لے اور رئیس متوفی کا خزانہ نقد و جنس جس قدر ہو ضبط کرکے مالِ سرکار تصور کرے ۔ چناں چہ حسب الحکم مہاراجہ کے دیوان محکم چند انبالہ کو روانہ ہوا ۔ جب وہاں پہنچا ، رعیت نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور دخل دیوان محکم چند کا شہر و قلعہ پر ہوکر بہت سا خزانہ و اسباب دستیاب ہوا ۔

فتحِ انبالہ کی خبر سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی جیند کے علاقے سے باہر نکلا اور سفیر انگریزی کو قلعہ گھمرالہ میں چھوڑ کر خود انبالہ کی طرف کوچ کیا ۔ وہاں پہنچ کر حکومت شہر و علاقہ انبالہ کی مسمیٰ گنڈا سنگھ صافی کو عنایت کی ۔ یہ شخص مہاراجہ کے خدمت گاروں میں نوکر تھا ۔ اس پر اس قدر مہربانی ہوئی کہ انبالہ کے علاقے کا اختیار اس کو دے کر مستقل حاکم بنا دیا ۔

بعد فراغت اس کام کے مہاراجہ نے چاہا کہ بہ تقریب تہوار دیوالی کے جمنا جی پر جا کر غسل کرے ۔ چنانچہ روارو دریائے جمنا پر جا کر غسل کیا ، بہت سا مال فقیروں محتاجوں کو دیا ۔ معاودت کے وقت قصبۂ جگادھری کا محاصرہ کرکے چاہا کہ اس پر قبضہ کر لیں ، مگر اس رئیس نے معقول نذرانہ دے کر اپنے علاقے کو مہاراجہ کی دست اندازی سے بچایا ۔

وہاں سے چل کر جتنی ریاستیں چھوٹی چھوٹی سر راہ آئیں سب سے نذرانے لیے اور واپس آ کر تمام فوج ہمراہ لیے ہوئے دریائے ستلج سے اُترا اور فقیر عزیزالدین کو حکم دیا کہ سفیرِ انگریزی کو قلعہ گھمرالہ سے لے کر لاہور آ جائے ۔

جب مہاراجہ لاہور پہنچا ، بنظر استحکام شہر لاہور کے سردار حکما سنگھ کے نام حکم جاری گیا کہ شہر لاہور کی فصیل جو بہت مقامات سے گر گئی ہے ، فی الفور درست کرا دیوے اور نیز چاروں طرف شہر کے نہایت عمیق خندق کھود کر دونوں طرف پختہ، چونہ گچ دیوار تعمیر ہو ۔ عرض خندق کا پندرہ گز اور اسی قدر گہرائی رکھی جائے ۔ ہر ایک دروازۂ شہر کے آگے خندق کے اوپر پل پختہ تعمیر ہو کر دوسرا دروازہ پختہ باہر بنایا جائے تاکہ دوہرے دروازوں سے شہر کا استحکام ہو ۔

اس حکم کے جاری ہوتے ہی عمارت جاری ہوئی اور ایک ایک دروازہ شہر کا ایک ایک امیر کے سپرد ہو گیا کہ وہ اپنی اپنی نگرانی میں بہت جلد خندق و دروازے بنوا دیں ۔ جب بہت اچھی طرح سے کام جاری ہو گیا تو مہاراجہ امرتسر گیا اور وہاں جا کر قلعہ گوبند گڑھ کی تعمیر کی بنیاد رکھی ۔ وہ کام بھی نہایت سرگرمی کے ساتھ جاری ہوا ۔

اتنے میں ایک تحریر کسی معتبر کی علاقۂ سس ستلج سے اس مضمون سے گزارش ہوئی کہ تمام رؤسائے علاقۂ آں روے ستلج ، جن کو مہاراجہ نے بہ زور شمشیر اپنا تابعدار بنایا اور ہر ایک سے نذرانے وصول کیے تھے ، وہ سب کے سب مہاراجہ کی اطاعت سے پھر گئے اور سب نے مل کر ایک عرض داشت صاحب ایجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں بدیں مضمون بھیجی کہ ہم بار بار کی دست درازی و جور و تعدی مہاراجہ رنجیت سنگھ والیِ لاہور سے نہایت تنگ آ گئے ہیں ۔ ہر ایک سال وہ اس طرف کے دورے کو آتا ہے ۔ اس کی فوج تو علاقے کو لوٹ لیتی ہیں ، [ہے] اور وہ ریاست کو لوٹ کر لے جاتا ہے ۔ مطیع و نافرمان دونوں اس کی نظر میں یکساں ہیں ۔ اس کو غرض روپے سے ہے ، چاہے کسی طرح سے ملے ، اس واسطے سب رئیس علاقۂ سس ستلج کے حمایت سرکارِ انگریزی میں آنا چاہتے ہیں ۔ سرکار ہم کو اپنی حمایت میں لے ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پنجے سے چھڑائے ۔ خراج معمولی ہم سب حسبِ تجویز سرکار سالانہ ادا کریں گے اور جو رئیس ہم میں سے لاوارث مر جائے گا اس کا ملک و علاقہ و جائداد سرکار کا حق ہو گا ۔

ان شرائط پر صاحب ایجنٹ بہادر دہلی نے ان کی درخواست قبول کر لی اور نواب گورنر جنرل بہادر کی اجازت سے مہاراجہ پٹیالہ و راجہ نابھہ و جیند و کیتھل و فرید کوٹ و نارائن گڑھ و نواب مالیر کوٹلہ وغیرہ کے نام اسباب میں احکام جاری ہو گئے اور رئیسوں کی طرف سے اقرار نامے داخل ہو گئے ۔ اب ایک جرار

لشکر سوار و پیادہ مع توپ خانہ جات جرنیل اوکٹرلونی صاحب بہادر کے ماتحت دہلی سے روانہ ہو کر لودھانہ [لودھیانہ] میں آ کر قیام پذیر ہوگیا ہے - راجہ جیند نے شہر لودھانہ [لودھیانہ] مع قلعہ سرکار انگریز بہادر کو دے دیا ہے جس میں سامان جنگ جمع ہوتا ہے -

یہ خبر سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ سخت متحیر ہوا اور رئیسوں کی بے وفائی پر کمال افسوس کیا - اگرچہ مہاراجہ کی فوج اس وقت چنداں آراستہ و باقاعدہ نہ تھی مگر چستی و چالاکی و جاں بازی میں طاق و مشہور آفاق تھی - اسی وقت تمام افسران فوج کے نام پروانے جاری ہوئے کہ اپنی اپنی فوج لے کر لاہور آ جائیں اور دیوان محکم چند کے نام حکم لکھا گیا کہ اپنی فوج لے کر دوآبہ بست جالندھر سے لاہور میں آ کر قیام کرے اور راجہ مہندر پال راجہ بسولی و راجہ جسروٹہ و راجہ نور پور کے نام بھی خطوط جاری ہوئے کہ اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ حضور میں حاضر ہوں - اگرچہ ارادہ لڑائی کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دل میں نہ تھا ، مگر بہرحال انتظام منظور تھا - فوج کے ہر ایک سپاہی کو پورے پورے ہتھیار دے ، سب سامان کی درستی کا حکم دیا - اس خبر کے ملنے سے دو روز بعد مسٹر مٹکف صاحب بہادر سفیر انگریزی مہاراجہ کے پاس آیا اور نواب گورنر جنرل بہادر کا مراسلہ پیش کیا -

اس میں تحریر تھا کہ روسائے علاقہ ستلج جس قدر موجود ہیں سب اپنی تمنائے دلی سے سرکار انگریزی بہادر کے زیر حمایت آ گئے ہیں اور سرکار نے ان کو اپنے سایہ عاطفت میں پناہ دی ہے - ان کی حفاظت و حمایت کے لیے انگریزی فوج نے بہ مقام لودھانہ (لدھیانہ) چھاؤنی قائم کر لی ہے ، آئندہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر والی لاہور کی ذات پر اُمید ہے کہ وہ سرکار بہادر انگریز کے ساتھ رابطہ محبت کا قائم رکھ کر ان تمام رئیسوں کو ، جو دریائے ستلج کے شرق کو واقع ہیں ، اپنی دست اندازی و حکومت سے بری تصوّر کرے گا اور کبھی ایسا عمل ظہور میں نہ لائے گا جو سرکار انگریز بہادر کے ساتھ دشمنی پر مبنی ہوگا - آئندہ فیمابین ریاست پنجاب و علاقہ متعلقہ سرکار انگریز بہادر دریائے ستلج حد فاصل قائم رہے گی - مہاراجہ کو اختیار نہ ہوگا کہ بے اجازت سرکار انگریز کے دریائے ستلج سے اُترے یا لشکر بھیجے - اور اب جس قدر علاقہ انبالہ و نارائن گڑھ و فرید کوٹ مہاراجہ نے ان کے مالکوں کو بے دخل کرکے اپنے قبضے میں کر لیا ہے وہ سب مالکوں کو واپس کر دینا ہوگا - رئیس مالیر کوٹلہ پر جو نذرانہ لیا جانا قرار پایا ہے ، اس کے لینے کا مہاراجہ مستحق نہ سمجھا جائے گا - پس اگر

مہاراجہ رنجیت سنگھ کو سرکار انگریز کے ساتھ دوستی کرنا منظور ہو تو آپس میں عہدنامہ محبت و اتحاد کا ترتیب پا کر دوستی قائم ہو جائے اور مہاراجہ اپنی فوج ، جو ستلج پار کے علاقے میں ہے بلائے ، قلعے اور مکانات مالکوں کے چھوڑ کر آئندہ ان سے مزاحمت نہ رکھے ۔ ستلج دریا کا محدود ہونا منظور کرے تو سرکار انگریزی ، مہاراجہ کی دوست ہوگی ، ورنہ دشمنی کا اظہار عمل میں آئے گا ۔

اس خط کے مضمون پر جب مہاراجہ نے اطلاع پائی ، سفیر کو جواب دیا کہ اس باب میں بعد مشورہ و تدبیر جواب با صواب دیا جائے گا ۔ چنانچہ تمام امرائے دربار و خادمان جاں نثار کو جمع کرکے بہ اتفاق باہمی مشورت کی کہ انگریزوں کے باب میں کیا کرنا چاہیے ۔ چنانچہ بعض ناعاقبت اندیش نادان کم فہموں نے یہ صلاح دی کہ مہاراجہ کو فتح کیا ہوا ملک واپس نہ دینا چاہیے کہ اس میں کمال سبکی ہوگی ، فوج جاں نثار کو ہم راہ لے کر لڑنا چاہیے ۔ بعض کی رائے اس کے برخلاف تھی ۔ وہ کہتے تھے کہ انگریز بڑے شہنشاہ ہیں جنھوں نے لنڈن (لندن) سے چل کر ہندوستان فتح کیا ہے ۔ ان سے لڑائی اور دشمنی بہتر نہیں ہے ، دوستی کا برتاؤ رہے تو بہتر ہے ، ایسے ایسے ملک مہاراجہ بہتیرے فتح کرلے گا ۔ چھوڑ دینے میں کیا مضائقہ ہے ۔ انگریز تو اپنے دوست بن جائیں گے ۔ ہندوستان کی طرف سے کوئی خلش باقی نہ رہے گا ۔

مہاراجہ نے دونوں فریق کی تقریریں سنی (سنیں) اور نہ چاہا کہ انگریز جیسے شہنشاہ کے ساتھ بگاڑ کرکے جنگ کرے کہ اس میں سراپا زوال مملکت و دولت کا متصوّر تھا اور فتح کرنے کے لیے اور بھی بہت سے علاقے پنجاب کے اس کو باقی تھے ۔ یہ سوچ کر انگریزوں کا کہنا مان لیا اور تمام علاقہ مع ستلج کا ، جو بہ زور شمشیر فتح کیا ہوا تھا ، انگریزوں کو دے دیا ۔ اپنے کاردار طلب کر لیے ، تمام فوج اپنی اس ملک سے اُٹھا لی ، دریائے ستلج دونوں سلطنتوں میں حد فاصل مقرر کردیا ۔ ریاستوں کی حکومت سے دست بردار ہوا اور عہدنامہ محبت و اتحاد کا لکھ کر سفیر انگریزی کے حوالے کردیا ۔ اور سفیر انگریزی نے نواب گورنر جنرل کے (کا) مُہری و دستخطی اتحاد نامہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دیا ۔ اس روز سے دونوں سرکاروں کے درمیان دوستی قائم ہوگئی ۔ بعد اس تمام و کمال انتظام کے مہاراجہ نے سفیر کو بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا اور خلعت گراں بہا مع نقد و جنس و اسپ و زین وغیرہ سامان رخصتانے میں دیا ۔

چونکہ ان دنوں میں جرنیل امر سنگھ تھاپہ نے دوبارہ لشکر گورکھہ کا لے کر

کانگڑہ پر یورش کی تھی اور راجہ سنسار چند قلعے میں محصور تھا ، بحالتِ ناچاری و محاصرۂ پے در پے راجہ سنسار چند نے اپنا وکیل مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ اگر مہاراجہ میری امداد کرے اور گورکھیوں کے لشکر کو ستلج پار اُتار دے تو قلعہ کانگڑہ کا نذرانے میں دوں گا ، مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بہ سبب در پیش ہونے جواب و سوال انگریزوں کے اس طرف توجہ نہیں کی تھی ۔ جب انگریزوں کے معاملے میں فیصلہ ہو چکا تو درخواست وکیل کی منظور ہوئی اور مہاراجہ کانگڑہ کی طرف جانے کے لیے مستعد ہوا اور سامان جنگ کا ہمراہ لے کر کانگڑہ کو کوچ کیا ۔ جب بہ کوچ متواتر کانگڑہ پہنچا ، وکیل کی معرفت راجہ سنسار چند کو یہ پیام دیا کہ اگر راجہ جنگ کرنے سے پہلے ہمارا دخل قلعے پر کرا دیوے ، تو ہم گورکھیوں کے ساتھ جنگ کرکے ان کو اس ملک سے نکال دیں گے اور اگر راجہ کو دخل دینے میں عذر ہو تو ہم کو کیا غرض ہے کہ گورکھیوں کے ساتھ لڑیں اور اپنی فوج برباد کریں ۔ یہ پیام جب راجہ سنسار چند کے پاس پہنچا ، کمال حیران ہوا ، کیونکہ اس کا مہاراجہ کے ساتھ یہ اقرار تھا کہ جب مہاراجہ کی سعی و کوشش سے گورکھا فوج اس کے علاقے سے نکل جائے تو وہ قلعہ کانگڑہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دے دیوے ۔

اب جو مہاراجہ اس بات پر مستعد ہوا کہ جنگ سے پہلے ہی اس کا دخل قلعے پر ہو جائے تو اس میں راجہ سنسار چند سخت حیرانگی میں تھا کہ کیا کرے ۔ اگر مہاراجہ کے حکم کے برخلاف قلعے کے دخل دینے میں عذر کرتا تو مہاراجہ بھی اس کا دشمن ہو جاتا ۔ اس تردد و تفکر میں اس نے دوبارہ فتح چند اپنے بھائی کو مہاراجہ کی خدمت میں بھیجا اور پیام دیا کہ پہلے بھی جب سنسار چند نے اپنی امداد پر مہاراجہ کو لاہور سے بلایا تھا اور بعد نکل جانے گورکھیوں کے حسبِ وعدہ نذرانہ ادا کر دیا تھا ، کوئی وعدہ خلافی عمل میں نہیں آئی تھی تو اب نہیں معلوم کہ مہاراجہ کو راجہ کے اقرار کا اعتبار کیوں جاتا رہا ۔ مہاراجہ اس باب میں بالکل تسلی و اطمینان رکھے ۔ جب گورکھے اس پہاڑ سے نکل کر ستلج پار چلے جائیں گے ، فی الفور دخل مہاراجہ کا قلعے پر کرا دیا جائے گا ۔ اس اقرار کے استحکام کے لیے اگر مہاراجہ کی مرضی ہو تو اقرار نامہ مہری اپنا راجہ سنسار چند خدمت میں بھیج دیوے ۔ یہ تقریر وکیل کی سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ غضب میں آیا اور کہا کہ جس حالت میں راجہ سنسار چند کو یہ یقین ہے کہ ہم گورکھیوں کو پہاڑ سے نکال دیں گے ، تو پھر کیا باعث

ہے کہ قلعے پر دخل نہیں دیتا ۔ شاید اس کے دل میں یہ ہوگا کہ کام اپنا نکال کر پھر جواب صاف دے دے ۔ سو یہ بات ہم کو منظور نہیں ہے ۔ اگر اس کو یہ منظور ہے کہ ہم راجہ سنسار چند کی امداد کریں اور اس کے دشمن کو اس کے ملک سے نکال دیں تو وہ اول قبضہ قلعہ کانگڑہ کا ہم کو دے دے ۔

راجہ سنسار چند نے جب یہ ارشاد مہاراجہ رنجیت سنگھ کا سنا ناچار ہو کر قلعے سے نکل آیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج نے قلعے میں جا کر اپنا دخل کر لیا ۔ اس روز تاریخ نویں ماہ ستمبر ۱۸۰۹ع کی تھی جس روز دخل مہاراجہ کا قلعہ کانگڑہ میں ہوا ۔ راجہ سنسار چند نے کھڑکی کے راستے سے سردار فتح سنگھ اہلوو الیہ کو اول مع کسی قدر فوج کے قلعے میں بلا لیا ۔ پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی قلعے میں داخل ہوا اور ایسا مستحکم قلعہ جس کے ساتھ کا تمام روئے زمین پر دیدۂ فلک نے نہ دیکھا ہوگا ، مہاراجہ نے بہ روز اقبال لے لیا ۔

دوسرے روز مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے پہلے کوہستانی فوج نے گورکھیوں پر حملہ کیا ۔ پھر سکھاں فوج مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے بڑی تیزی و تندی کے ساتھ ان کے مقابل ہوئی اور ان میں سخت لڑائی ہوئی ، جس میں دو سو آدمی گورکھیوں کے مارے گئے اور سکھوں نے غالب آ کر گورکھیوں کو شہر سے نکال دیا ۔ شہر پر جب قبضہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہو گیا تو گورکھا فوج بھون میں جا اُتری ۔ کانگڑے کی آبادی اور بھون کی آبادی میں ایک پہاڑ اور مال گڑہ کا قلعہ درمیان میں واقع ہے ۔ دوسرا معرکہ سکھوں کا جب گورکھیوں کے ساتھ عمل میں آیا تو اس میں گورکھا فوج نے بڑی جاں فشانی کی اور اپنے مقام پر قائم رہے ۔ تیسرے حملے میں سکھوں نے گورکھیوں کو بھون کے مقام سے بھی نکال دیا ۔ تمام آبادیاں سکھوں کے تحت و تصرف میں آ گئیں اور گورکھا فوج چار باغ کے میدان میں ، جو آبادی سے برف کے پہاڑ کی طرف ہے ، جا اُتری ۔ اس وقت امر سنگھ افسر فوج گورکھا نے دیکھا کہ اب چاروں طرف سے اُمید کے دروازے بند ہیں تو چلنے کی تیاری کی اور طالب صلح کا ہوا ۔ اور کہلا بھیجا کہ اس ملک بیگانہ میں ہم کو سامان بار برداری کا ملنا دشوار ہے ۔ اگر مہاراجہ یہ سامان کرایے پر ہم کو دلا دیں تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں ۔ چنانچہ مہاراجہ نے سامان دلایا ۔ جب وہ فوج چارباغ سے اُٹھ کر موضع پتھیار کے قریب کانگڑہ سے بہ فاصلہ دس میل پہنچی تو راجگان کوہی نے مل کر اس کا اسباب لوٹ لیا ۔

اس واقع [واقعے] سے امر سنگھ بہت غضب ناک ہوا اور شکایت اس کی

مہاراجہ کو لکھی ۔ مہاراجہ نے سب کو ممانعت کر دی کہ کوئی مزاحم حال اس سنگھ کا نہ ہو اور جو اسباب لیا ہے سب واپس کر دیں ۔ چنانچہ بہ تعمیل حکم سب اسباب گورکھیوں کا واپس کر دیا گیا ۔ بہ وقت روانگی کے فیمابین مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سردار اس سنگھ تھاپہ کے یہ تجویز قرار پائی تھی کہ دریائے ستلج کے اُس طرف گورکھا عمل داری رہے ، اور اس طرف مہاراجہ رنجیت سنگھ یا راجہ سنسار چند یا دونوں فریق آپس میں آئندہ دوست رہیں ، کوئی ایک دوسرے کا مزاحم نہ ہو ۔ مگر جب گورکھہ فوج ستلج پار اُتری اس طرف کے تمام راجوں اور رئیسوں نے سس ستلج کے رئیسوں کی طرح حمایت انگریزوں کی منظور کی ۔ اور انگریزی لشکر گورکھیوں سے جنگ کے لیے آ موجود ہوا اور بہت سی لڑائیوں کے بعد تمام گورکھیوں کو اس پہاڑ سے بھی نکال دیا ۔ جب گورکھیوں کا لشکر کانگڑہ سے نکل گیا ، مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پہاڑ سنگھ مان کو قلعدار کانگڑہ کا مقرر کیا اور ایک فوج جرار وہاں مامور کی اور وہ علاقہ سنسار چند سے لے لیا اور علاقہ نادون اس کو جاگیر میں دیا ۔ چونکہ اس وقت اس کی کچھ پیش نہیں جاتی تھی ، ناچار خاموش ہوا ۔

وہاں سے مہاراجہ سری جوالا دیوی کے درشن کو گیا اور ناصیہ سائی کر کے سعادت حاصل کی ۔ بہت سا روپیہ وہاں فقیروں کو بانٹا اور لاہور کا ارادہ کیا ۔ اسی مقام پر خبر پہنچی کہ راجگانِ کوہی یعنی راجہ منڈی و سکیت و کلو وغیرہ کے وکلا اظہار اطاعت کے لیے خدمت میں حاضر ہونے والے ہیں ۔ اس واسطے چار روز اور وہاں مقام کیا ، اور سب سے ملاقات کر کے نذرانے وصول کیے ، اور خلعتیں دے کر اطاعت نامے ہر ایک سے لکھوائے ، اور خراج سالانہ ہر ایک کے ذمے مقرر کیا ۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے دوآبہ بست جالندھر میں قیام کیا ۔

چونکہ الٰہی دنوں میں بگھیل سنگھ رئیس قصبہ ہریانہ کی عورت جو قصبے پر حاکمہ تھی مر گئی ، مہاراجہ فی الفور وہاں جا پہنچا اور تمام علاقے پر اپنا قبضہ کر لیا ۔

ہریانہ سے روانہ ہو کر مہاراجہ امرتسر میں آیا ۔ وہاں خبر پہنچی کہ نواب بہاول خاں رئیس بہاولپور مر گیا ہے اور صادق خاں اس کا بیٹا اس کی جگہ جانشین ہوا ہے ۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ نے ماتم پُرسی کا خط صادق خان کے نام لکھوا کر ایک معتبر کے ہاتھ روانہ کیا ۔ اسی مقام پر دیوان محکم چند تمام علاقہ کوہستان کا ناظم مقرر ہوا ۔ اور اسی جگہ پر چند پوربیے سپاہی انگریزی

فوج کے ، جو اپنی فوج سے موقوف ہو کر آئے تھے ، مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انگریزی قواعد دکھلائے ۔ مہاراجہ نے بہت خوش ہو کر ان کو نوکر رکھ لیا اور حکم دیا کہ یہ سپاہی ہر ایک کمپوں میں مامور ہو کر فوج کو انگریزی قواعد سکھلائیں اور ان کی رائے کے بہ موجب ہر ایک پلٹن کی آراستگی انگریزی طور پر عمل میں آئے ۔ کس واسطے کہ جب چارلس مٹکف صاحب بہادر وکیل انگریزی لاہور میں آیا تھا اور مہاراجہ نے اس کی فوج کی قواعد دیکھی تھی تو بہت خوش ہوا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح ہماری فوج انگریزی قواعد سیکھے ۔ اب جو خود بہ خود سپاہیانِ پوربیہ قواعد آموختہ مہاراجہ کو دست یاب ہوگئے تو گویا مقصود حاصل ہو گیا اور تردد دل سے جاتا رہا اور اس کام میں اس قدر توجہ ہوئی کہ آٹھویں روز خود مہاراجہ فوج میں جا کر ان کی قواعد ملاحظہ کرتا تھا اور سیکھے ہوئے سپاہیوں کو انعام دیتا تھا ۔ اس شوق میں تمام فوج نے انگریزی قواعد سیکھ لی اور مہاراجہ کو فوج کی طرف سے اطمینان کلی ہو گیا ۔

فتح پانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کوہ جموں و وزیرآباد و گجرات و اسلام گڑھ و جلال پور و خوشاب و بھمبر و قلعۂ گنگ و پلول و جلندھر پر اور ملاقات کرنا شاہ شجاع و شاہ زمان بادشاہانِ معزول علاقۂ کابل سے

جب انگریزی فوج کی چھاؤنی لودھیانہ[1] میں قائم ہوگئی تو بہ نظر استحکامِ حدود کے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یہ تجویز کی کہ ایک قلعہ دریائے ستلج کے کنارے بنایا جائے جس میں توپیں اور فوج ہمیشہ رہا کرے ۔ چنانچہ اس تجویز کے لیے دیوان محکم چند کے نام پروانہ جاری ہوا جس کے متعلق دوآبۂ بست جالندھر اور علاقۂ کوہستان کی حکومت تھی ۔ اس نے موقعہ قلعے کا دیکھ کر یہ تجویز کی کہ جو سرائے شیر شاہ بادشاہ کی بہ مقام پھلور ، دریائے ستلج کے کنارے پر ، نہایت مستحکم و مضبوط بنی ہوئی موجود ہے ، اس کو قلعے کے طور پر بنا کر اور کچھ عمارت ایزاد کرکے اس میں توپ خانہ اور فوج رکھی جائے ۔ مہاراجہ نے بھی یہ تجویز منظور کی کہ قلعے کے بنانے میں بہت روپیہ صرف ہوتا تھا ۔ چونکہ قصبۂ پھلور اور سرائے پر دھرم سنگھ قابض تھا ،

۱- اصل متن میں املا ''لودھانہ'' ہے ۔

اس کے باب میں دیوان محکم چند کے نام فرمان جاری ہوا کہ دھرم سنگھ کو پھلور سے بے دخل کرکے اس کا علاقہ اپنے قبضے میں کر لے اور سرائے کو قلعہ بنا کر فوج اور توپ خانہ وہاں مامور کر دے ۔ چنانچہ دیوان محکم چند نے فی الفور فوج لے جا کر دھرم سنگھ کو پھلور سے بے دخل کر دیا ۔ اُس نے اپنے ملک سے بے دخل ہو کر مہاراجہ کی خدمت میں بہت واویلا کیا اور چاہا کہ اس کو گزارے کے لیے کوئی علاقہ عطا ہو ، مگر مہاراجہ نے اس کی التماس پر کچھ خیال نہ کیا اور مدت تک لاہور میں خراب و خستہ پھرتا رہا ۔

چونکہ جموں کے علاقے میں ان دنوں میں ایک پہاڑی ڈوگرا ڈیڈو نام قابض تھا ، مہاراجہ نے چاہا کہ اس کو وہاں سے بے دخل کرکے اپنا قبضہ وہاں کر لینا چاہیے ۔ چنانچہ دیوان بھوانی داس کو ایک برجستہ فوج کے ساتھ اس طرف مامور کیا اور اس بہادر سردار نے اس طرف یورش کرکے ایک ماہ کے عرصے میں وہ علاقہ فتح کر لیا ۔ قلعہ سید گڑھ میں بھی تھانہ مہاراجہ کا قائم ہو گیا ۔

اور راولپنڈی سے یہ خبر پہنچی کہ شاہ زمان بادشاہِ کابل اپنے وزیروں کے ظلم و تعدی سے اندھا کر دیا گیا ہے ۔ چونکہ باوجود اندھا کر دینے کے بھی دشمن اس کی جان کے خواہاں تھے ، اس واسطے وہ کابل سے بھاگ کر پنجاب میں آ گیا ہے اور بہ مقام راول پنڈی فروکش ہے ۔ مہاراجہ نے خبر پا کر شاہ زمان کے وکیل کو کہ اس وقت حاضر تھا ، روبرو بلا کر بہت افسوس ظاہر کیا اور راولپنڈی کے خزانے پر تنخواہ کر دی کہ خرچ ضروری پنجاہ روپیہ یومیہ شاہ زمان بادشاہ کی خدمت میں کاردار پہنچا دیا کرے ۔

اس کے چند روز بعد اور خبر آئی کہ شاہ شجاع الملک جو بعد شاہ زمان کے کابل کے تخت پر بیٹھا تھا اس کو بھی وزرائے کابل نے تخت سے اُتار دیا ہے ۔ چنانچہ وہ بھی بھاگ کر اوم پنجاب میں آ کر راولپنڈی میں فروکش ہے ۔ اس کا ارادہ ہے کہ مہاراجہ سے امدادی فوج لے کر پھر کابل پر یورش کرے ۔ یہ خبر پا کر مہاراجہ نے حکم دیا کہ شاہ زمان اور شاہ شجاع دونوں کا راولپنڈی میں رہنا مناسب نہیں ہے ۔ شاہ شجاع اگر پنڈ دادن خاں میں رہے تو مناسب ہے ۔

چونکہ سردار جودھ سنگھ مالک و قابض شہر وزیر آباد انھی دنوں میں مر گیا تھا ، مہاراجہ کو منظور ہوا کہ اس کے وارثوں سے نذرانہ لیا جائے یا ریاست پر قبضہ کر لیا جائے ۔ چنانچہ لاہور سے فوج لے کر روانہ ہوا ۔ جب نزدیک وزیر آباد کے پہنچا ، جودھ سنگھ کے بیٹے نے اپنا معتبر مہاراجہ کے پاس بھیجا اور نہایت منت و زاری سے عرض کی کہ میرا باپ جودھ سنگھ پروردہ آپ

کے باپ کا تھا - سردار مہان سنگھ نے ہی قصبہ وزیر آباد فتح کرکے اس کو بخشا تھا - اب بھی مہاراجہ مجھ کو نہ بگاڑیں اور نذرانہ میری حیثیت کے بموجب لے لیں - آئندہ جو خراج مقرر ہو اس کے دینے کے لیے بھی میں حاضر ہوں - چونکہ وہ خاندان فی الحقیقت سردار مہان سنگھ کا قائم کیا ہوا تھا ، ریاست کو قائم رکھا اور نذرانہ لے کر اور اطاعت نامہ لکھا کر اس کو سرفرازی کا خلعت بخشا - اس رئیس پر کل پینتالیس ہزار روپیہ نذرانہ قرار پایا تھا مگر عندالوصول سب روپیہ رئیس سے نہ نکلا - دس ہزار روپے کی کمی رہی - اس کے ادا کے لیے کسی قدر علاقہ رئیس کا بطور رہن مہاراجہ نے اپنے قبضے میں کر لیا - اور درپے اس بات کا ہوا کہ اب ریاست صاحب سنگھ بھنگی والیِ گجرات کی ، سب کی سب اپنے قبضے میں کر لی جائے - اس کا دولت و خزانہ و املاک اس سے چھین کر خیرخواہانِ دولت پر تقسیم کیا جائے - اس ارادے پر مستحکم و قائم ہو کر گلاب سنگھ والیِ قلعہ مہاور کو خط لکھا کہ وہ قلعہ خالی کر دے - اور نیز صاحب سنگھ بھنگی کے نام [خط] تحریر کیا کہ قلعہ اسلام گڑھ کی ہم کو ضرورت ہے ، وہ ہم کو دے دو - چنانچہ گلاب سنگھ نے تو قلعہ مہاور فی‌الفور ڈر کر خالی کردیا اور صاحب سنگھ وہاں سے بھاگ کر جلال پور کو چلا گیا -

مہاراجہ نے اپنا دخل قلعے میں کرکے ایک پلٹن وہاں مامور کی اور جلال پور کی طرف کوچ کیا - جب وہاں پہنچا تو صاحب سنگھ کا وکیل خدمت میں حاضر ہوا کہ بعد تحریر اقرار نامہ اطاعت کے پھر کون سا قصور میرے سے سرزد ہوا ہے جس کی سزا مجھ کو ملتی ہے اور مہاراجہ میری تخریب کے درپے ہے - اب قلعہ اسلام گڑھ بھی مہاراجہ نے لے لیا ہے اور جو جی چاہے لے لے اور میری جان بخشی کرے - مہاراجہ نے جواب دیا کہ اگر سردار کو ارادہ لڑائی کا ہمارے ساتھ نہیں ہے تو جس قدر اس قلعے میں اس کے پاس توپیں ہیں ، ہمارے پاس بھیج دیوے ، ورنہ دو روز انتظار کرکے قلعے کا محاصرہ عمل میں آئے گا - صاحب سنگھ نے جب یہ بات سنی رات رات میں مہاراجہ کے خوف سے بھاگ گیا اور قلعہ منگلا میں جا کر قلعہ مستحکم کر لیا - یہ مقام قلعہ رہتاس اور قصبہ میرپور چومکھیہ کے درمیان واقع ہے - جلال پور سے مہاراجہ نے اس کا تعاقب نہ کیا اور بعد قبضہ قلعہ جلال پور کے فقیر عزیزالدین مشیرِ دربار کو حکم دیا کہ ایک برجستہ فوج و توپ خانہ کے ساتھ گجرات جا کر اپنا قبضہ کر لے - اور قبل اس کے کہ صاحب سنگھ قلعہ منگلا سے وہاں پہنچے ، عزیزالدین پہلے جا پہنچے - اگر شہر کے لوگ شہر پر قبضہ دے دیں تو امان دیوے اور اگر بہ جنگ پیش آئیں

تو ان پر رحم نہ کرے۔ مال و اسباب و خزانہ صاحب سنگھ کا جس قدر وہاں ہو قرق کرکے لے آئے۔

چنانچہ فقیر عزیزالدین فوج لے کر گجرات کو روانہ ہوا۔ جب قریب شہر کے پہنچا، شہر والوں نے صاحب سنگھ کے خوف سے دروازے بند کر لیے اور صاحب سنگھ کے عتاب سے نہایت ڈرے۔ فقیر عزیزالدین نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور دروازے کو توپیں لگا دیں۔ پھر تو شہر والوں نے جانا کہ اب مہاراجہ کی فوج شہر میں داخل ہو کر شہر کو لوٹ لے گی اور رعیت کو قتل کر ڈالے گی۔ ناچار ہو کر امان مانگی اور دروازہ کھول دیا۔ فقیر عزیزالدین نے، جوکہ آدمی بہت نیک اور صاحبِ خلقِ حمیدہ تھا، فوج کے سکھوں کو شہر کی غارت سے باز رکھا۔ اس واسطے سکھ اس پر کمال ناراض ہو گئے اور چاہا کہ فقیر کو تکلیف پہنچائیں۔ اس واسطے فقیر نے ان کو خوش کرنے کے لیے شہر پر چندہ لگا کر کچھ روپیہ سکھوں کو دلا دیا، جس سے شہر بھی آباد رہا اور سکھوں کو بھی کچھ یعنی بخرہ مل گیا۔ بعد اس انتظام کے فقیر عزیزالدین نے صاحب سنگھ کے کل مال و املاک و خزانہ وغیرہ پر اپنا قبضہ کیا اور عریضہ مبارک باد کا مہاراجہ کی خدمت میں بھیجا۔ بعد آنے جواب کے ایک پلٹن اور توپ خانہ گجرات میں چھوڑ کر اور کل اسباب صاحب سنگھ کی قرق کا ہمراہ لے کر جلال پور کو گیا اور مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مہاراجہ نے ایک خلعت گراں بہا اس فتح کی خوش نودی میں اس کو دیا اور کمال خورسند ہو کر تین روز تک ہنگامہ عیش و عشرت گرم رکھا، اور اپنے کاردار گجرات کے علاقے میں بھیج دیے۔

وہاں سے مہاراجہ کا ارادہ ہوا کہ قلعۂ منگلا کو فتح کرکے جو کچھ مال و اسباب صاحب سنگھ کے پاس باقی ہے، لے لے کہ کبھی وہ مقابلہ و مجادلہ کے لائق نہ رہے۔ اتنے میں ایک عرضی صاحب سنگھ کی زوجہ کی، جو پھوپھی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی تھی، گزارش ہوئی کہ آئندہ میرا شوہر کبھی سرکاری علاقے میں دست اندازی نہیں کرے گا۔ اس ضعیفی کی عمر میں اگر اس کو بے عزت نہ کرو تو بہتر ہے۔ علاقۂ منگلا اگر اس کے پاس بہ طور گزارہ بخش کر دو تو پرورش سلطانی سے بعید نہیں۔ اس عجز و نیاز پر مہاراجہ نے لحاظ کرکے ارادہ یورش اس طرف نہ کیا اور صاحب سنگھ ریاست سے بے دخل ہو کر اسی غم و غصہ میں کسی قدر مدت کے بعد مر گیا۔ باقی ماندہ ملک بھی مہاراجہ نے لے لیا۔

جلال پور سے مہاراجہ نے خوشاب کے علاقے کو کوچ کیا اور قلعہ کچھی

کا حاکم ، جس کا نام فتح خان تھا ، بر سر پرخاش معلوم ہوا ۔ مہاراجہ نے اس کو طلب کیا مگر وہ نہ آیا اور قلعہ بند کرکے قلعے کو مضبوط کر لیا ۔ مہاراجہ اس کی بے ادبی سے کمال غضب ناک ہوا اور چاروں طرف قلعے کے توپ خانہ رکھ کر حکم دیا کہ قلعہ کو اُڑا دو ۔ جب توپ خانہ رکھا گیا اور گولے چلنے لگے تو فتح خان خوابِ غفلت سے بیدار ہوا اور امان مانگی اور حاضر ہو کر جان بخشی چاہی ۔ مہاراجہ نے اس کو قید کر لیا اور اس کا تمام ملک و اسباب جس قدر تھا اپنے قبضے میں کرکے حکم دیا کہ فتح خان قلعۂ کانگڑہ میں قید رہے ۔

وہاں سے سردار عطر سنگھ دھاری کو ایک برجستہ فوج کے ساتھ مامور کرکے حکم دیا کہ قلعۂ ساہی وال و خوشاب پر حملہ کرکے ان کو اپنے قبضے میں لائے ۔ چنانچہ اس جواں مرد سردار نے بڑی جواں مردی کے ساتھ چند روز میں ہی وہ قلعے بھی فتح کر لیے اور تمام علاقہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تحت و تصرف میں آ گیا ۔

اس مقام پر شاہ زمان بادشاہ معزول کا وکیل ، جو راولپنڈی میں مقیم تھا ، خدمت میں حاضر ہوا اور بعد گزارش نذرانہ معمولی کے عرض کی کہ بادشاہ کا ارادہ ہے کہ آپ سے ملیں ۔ پس جس مقام پر ارشاد ہو وہاں بادشاہ تشریف لائیں ۔ مہاراجہ نے نہایت افسوس بادشاہ کی حالت پر ظاہر کرکے جواب دیا کہ ہم خود راولپنڈی کو آتے ہیں ، وہاں بادشاہ سے مل لیں گے ۔

جب وہاں سے چل کر لشکر حسن ابدال میں پہنچا ، راستے میں ملاقات شاہ شجاع کی ، جو کابل سے معزول ہو کر آیا تھا ، مہاراجہ کے ساتھ ہوئی ۔ دونوں فرماں فرما کمال اشتیاق سے باہم ملے ۔ شاہ نے اچھے اچھے تحفے جواہر و زیور و سامان پوشیدنی مہاراجہ کو دیے جس کو دیکھ کر مہاراجہ بہت خوش ہوا اور اس کے عوض میں دو چنداں مال و اسباب و زر نقد مہاراجہ نے بادشاہ کو پیشکش کیا ۔ اس روز شاہ شجاع کے قیام کے لیے موضع تلنبہ قرار پایا اور وجہ خرچ ماہانہ خزانے سے ملنا تجویز ہوا ۔

اسی مقام سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فقیر عزیزالدین کو ایک پلٹن اور توپ خانہ ہمراہ کرکے حکم دیا کہ قصبۂ بھمبر پر جا کر قبضہ کرے ۔ رئیس بھمبر کا اگر بہ جنگ پیش آئے تو اس کو قید کرکے لے آئے ۔ چنانچہ فقیر عزیزالدین مہاراجہ سے رخصت ہو کر بہ کوچ متواتر بھمبر کے نزدیک پہنچا ۔ سلطان خان ، بھمبر کے رئیس ، نے اطاعت قبول کی اور بہ متابعت پیش آیا ، مگر

فقیر عزیزالدین نے، جس کو بھمبر پر قبضہ کر لینے کا حکم تھا، باوجود اطاعت کے بھی سلطان خاں کو قید کر لیا اور اس کے خزانہ و ملک و املاک پر قابض ہو کر علاقے میں سرکاری کاردار بھیج دیے۔ اور قدرے وہاں فوج چھوڑ کر مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا، چونکہ فقیر عزیزالدین، سلطان خاں کے ساتھ وعدہ کر چکا تھا کہ بہ صورت اطاعت تیری عزت و آبرو میں فرق نہ آئے گا، اس کے صدق اور اخلاص کا حال مہاراجہ کے گوش گزار کیا۔ مہاراجہ نے بھی ایک رقم نذرانے کی اس سے لے کر اس کا ملک دوبارہ اسی کو دے دیا۔ اور جس قدر اس کا اسباب و سامان ضبطی میں آیا تھا تمام و کمال اس کو واپس کیا اور آئندہ کے لیے اطاعت نامہ لکھوا کر قید سے رہائی دی۔

بعد اس سہم کے مہاراجہ نے قلعہ گنگ پر یورش کی۔ یہ قلعہ بہت بلند پہاڑ پر تھا۔ قلعے والوں نے قلعے کی بلندی و استحکام پر مغرور ہو کر قلعہ بند کر لیا اور مستعد بہ مقابلہ ہوئے۔ چونکہ قلعے کے اندر کوئی چاہ نہیں تھا اور پانی ایک چشمے کا، جو شہر اور قلعے کے باہر جاری تھا، قلعے میں جاتا تھا اور اس سے وہ پانی پیتے تھے، مہاراجہ نے اس چشمے کو جس کا نام سیدن شاہ کا چوبا تھا، اپنے قبضے میں کر لیا۔ جب پانی کا جانا قلعے میں بند ہو گیا تو قلعے والے پیاس سے مرنے لگے اور عاجز ہو کر اطاعت مان لی۔ مہاراجہ نے فتح یاب ہو کر قلعے والوں سے جرمانہ لیا اور جاں بخشی کی۔

اس جگہ سے فقیر عزیزالدین کو حکم ہوا کہ ایک لشکر لے کر پلول کو جائے اور باگھہ سنگھ اس قصبے کے حاکم کو بے دخل کر کے قلعہ پلول میں اپنا تھانہ قائم کرے۔ جب اس پر قابض ہو جائے تو وہاں سے وزیرآباد جا کر جودھ سنگھ کے وارثوں کو قبضے سے بے دخل کر کے اپنا قبضہ کر لے۔ چنانچہ فقیر عزیزالدین پہلے پلول گیا اور خفیف سی لڑائی کے بعد قصبے پر دخیل ہو گیا۔ پھر وزیرآباد جا کر محاصرہ کر لیا۔ وارثان جودھ سنگھ نے بہت سے عذرات کیے اور کہا کہ ہم تھوڑا عرصہ ہوا کہ پینتالیس ہزار روپیہ نذرانہ دے چکے اور خلعت لے چکے ہیں، اب کیا قصور ہم سے سرزد ہوا کہ بار دیگر فوج ہم پر مامور ہوئی ہے۔ مگر فقیر عزیزالدین نے ایک نہ مانی اور شہر کا محاصرہ کر کے مالکوں کو سخت تنگ کیا۔ آخر رعایا نے تنگ آ کر دروازہ شہر کا کھول دیا اور فقیر عزیزالدین نے کل ملک و املاک وارثانِ سردار جودھ سنگھ سے چھین لیا۔

قلعہ گنگ کو فتح کر کے مہاراجہ راولپنڈی کو شاہ زمان کو دیکھنے کو روانہ ہوا۔ ادھر سے شاہ زمان استقبال کے لیے سوار ہوا اور آپس میں عین راہ

میں ملاقات ہوئی - مہاراجہ نے کمال مہربانی شاہ مظلوم و معزول پر کی اور اس کو آنکھوں سے نابینا دیکھ کر بہت افسوس کیا - وہاں سے کوچ کرکے مہاراجہ امرتسر میں آیا اور دربار امرتسر میں ناصیہ سائی کرکے سعادت حاصل کی -

امرتسر کے مقام پر دوآبہ بست جالندھر سے خبر آئی کہ سردار بدھ سنگھ رئیس جالندھر نے خراج سالانہ دینا چھوڑ دیا ہے اور کمال تکبّر و غرور سے نہیں چاہتا کہ ایک خرمہرہ خراج واجبی سے ادا کرے - یہ بات سن کر مہاراجہ سخت غضب ناک ہوا اور دیوان محکم چند کے نام حکم بھیجا کہ اپنی فوج جالندھر لے جا کر بدھ سنگھ کو قلعہ و شہر سے نکال دیوے اور اپنا قبضہ کر لیوے - اور اگر وہ خراج دے کر معافی چاہے تو خراج لے کر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے اور اگر وہ مقابلہ و مجادلہ پر مستعد ہو تو جنگ کرکے اس کا شہر و علاقہ تمام و کمال ضبط کرے - اور ایک خط اسی مضمون کا بہ نام سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کے جاری ہوا -

جب یہ خطوط جاری ہوئے ، دونوں افسر اپنی اپنی فوج لے کر جالندھر پہنچے ، مگر بدھ سنگھ بہ راہ راست نہ آیا - از دست قلعہ مضبوط کرکے لڑائی پر مستعد ہو گیا - دیوان محکم چند نے شہر و قلعہ کا محاصرہ کرکے گولہ رانی شروع کی - دونوں طرف سے چند روز ہنگامہ کارزار گرم رہا - چونکہ شہر جالندھر کھلا شہر تھا ، کوئی شہرپناہ یا فصیل اس کے گرد نہ تھی ، تھوڑی سی لڑائی میں دیوان محکم چند کی فوج نے شہر لے لیا اور غارت شروع کی - ایک روز کے عرصے میں تمام شہر لٹ گیا - رعیت خانہ بدوش ہو گئی اور نکل گئی ، گھروں کے گھر خالی ہو گئے - شہر کو ویران کرکے سکھان فوج قلعے کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت سے نردبان بنا کر چاہا کہ دیوار پر چڑھ جائیں اور قلعہ پر دخیل ہو کر دشمن کو پکڑ لیں - جب سامان قلعہ گیری کا تیار ہو گیا اور قرار پایا کہ دوسرے روز صبح کو نردبان رکھ کر قلعے پر یورش کی جائے تو بدھ سنگھ بہت ڈرا اور جانا کہ اب جان و مال دونوں کا بچنا محال ہے - رات رات قلعے سے نکل کر بھاگ گیا اور تمام سامان و اسباب و خزانہ اس کا قلعے میں رہا -

دوسرے روز جب دیوان محکم چند نے بدھ سنگھ کے بھاگ جانے کی اطلاع پائی تو ایک سو سوار جرار اس کے تعاقب پر مامور کیا اور حکم دیا کہ یہ سوار اس کے سراغ پر جائیں ، جہاں وہ ملے اُس کو پکڑ لائیں - وہ سوار دریائے ستلج تک گئے اور معلوم کیا کہ وہ دریا سے اُتر کر انگریزی علاقے میں چلا گیا ہے ، اس واسطے وہ واپس آئے - قلعہ فتح کرکے دیوان محکم چند نے اس کا

تمام اسباب و مال و دولت ضبط کرکے مہ راجہ کی خدمت میں بھجوا دیا اور شہر میں منادی کی کہ اب دشمن بھاگ گیا اور صورت امن کی نمودار ہوگئی ہے ۔ رعایا کو چاہیے کہ اپنے اپنے گھروں میں بہ اطمینان آ کر آباد ہوں ۔

اس مہم سے فارغ ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے فرزند کنور کھڑک سنگھ کی شادی کرنے میں مشغول ہوا ۔ اس شادی کے لیے بڑا سامان مہیا کیا اور مہمان دور دور سے بلائے ۔ تمام راجے و رئیس پنجاب کے جمع ہوئے ۔ سر اوکڑلونی صاحب ایجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر مقام لودھانہ [لودھیانہ] سے آ کر اس جشن میں شامل ہوا ۔ مہاراجہ نے ہر ایک مہمان کی بڑی خاطر کی ۔ ہر ایک کو زرنقد اور خلعت دیے ۔ فقرا و غربا و مسکین کو ہزارہا روپے تقسیم کیے ، بڑے کرّو فر اور جاہ و جلال کے ساتھ شادی کی ۔ یہ شادی شہزادہ کھڑک سنگھ کی مسمات چند کنور ، سردار جے مل سنگھ کنہیہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی اور برات بڑے تزک و احتشام کے ساتھ بہ مقام فتح گڑھ گئی ۔ چونکہ شادی کے بعد ایام ہولی بھی قریب تھے مہاراجہ نے تمام مہمانوں کو شامل جشن ہولی کے کیا اور سر اوکڑلونی صاحب کے ساتھ بے تکلف ہو کر ہولی کھیلے ۔ مگر صاحب بہادر اختتام ہولی تک لاہور میں نہ رہا اور بہ ضرورت کام مہم گور کھیوں کے ، جو کوہستان آن روے دریاے ستلج میں درپیش تھی ، مہاراجہ سے رخصت ہو کر چلا گیا ۔ اس کے بعد اور جس قدر مہمان تھے وہ بعد اختتام جشن ہولی کے رخصت ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں گئے ۔ اس جشن اور شادی میں روپیہ مہاراجہ کا بہت خرچ ہوا اور قریب تین لاکھ روپے کے تنبول وصول ہوا ۔ اگرچہ تنبول کی رقم مہاراجہ نے بہت کم لی تھی مگر تو بھی تین لاکھ تک نوبت پہنچ گئی ۔

تیسری بار یورش کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ملتان پر اور واپس آنا اور فتح کرنا علاقہ اوچ و منھہ و ٹوانہ و کوٹ کمالیہ کا بہ ماموری دل سنگھ اور ضبط ہونا ملک نکہ کا اور نذرانہ لینا راجگان کوہی سے اور یورش کرنا بھمبر پر دوسری بار اور مامور ہونا فوج کا کشمیر کو بہ امداد فتح خان وزیر کابل اور قبضے میں آنا قلعہ اٹک کا اور جنگ کرنا افغانی فوج سے اور فتح پانا اور چھین لینا جواہر کوہ نور شاہ شجاع الملک سے

جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کنور کھڑک سنگھ کی شادی سے فراغت

حاصل کی ، اوّل نواب مظفر خاں والیِ ملتان کے نام خط لکھا کہ ایک سال کا زرِ خراج فی الفور بھیج دیوے ۔ جب روپے کے آنے میں دیر ہوئی تو مہاراجہ خود ایک چیدہ فوج اور توپ خانہ لے کر ملتان کو گیا ۔ نواب کے وکیل ہر ایک مقام پر عرض کرتے تھے کہ مہاراجہ ملتان پر یورش کرنے کی تکلیف نہ کرے ، عنقریب روپیہ داخل خزانہ ہو جائے گا ، مگر مہاراجہ نے ایک نہ مانی اور کوچ بہ کوچ ملتان پہنچ گیا اور شہر کا محاصرہ کرکے توپیں لگا دیں ۔ اگرچہ نواب کا ہرگز ارادہ نہ تھا کہ مہاراجہ کے ساتھ لڑے ، مگر جب تلوار سر پر آ چمکی تو بہ حالتِ ناچاری اپنی فوج کو بھی لڑائی کا حکم دیا ۔ دونوں طرف سے گولہ باری ہونے لگی ۔ اس لڑائی میں سردار عطر سنگھ دھاری جو ایک معزز سردار مہاراجہ کے دربار کا تھا مارا گیا ۔ مہاراجہ نے اس کے مارے جانے کا بہت افسوس کیا اور کمال غضب میں آ کر فوج کو حکم دیا کہ کمر ہمت کی باندھ کر لڑیں ۔ اگرچہ فوج نے بہت کوشش کی اور چند روز متواتر لڑائی رکھی ، مگر نواب کی فوج بھی شہر و قلعہ کے اندر سے کمال جاں فشانی کرتی تھی ۔ دن اور رات برابر گولہ چلتا تھا ۔ چونکہ یہ تکرار صرف بہ سبب عدم ادائے زرِ خراج درمیان میں تھا ، بعض لوگوں نے درمیان میں آ کر یہ بات ٹھہرائی کہ مہاراجہ شہر سے محاصرہ اُٹھا لے اور ایک عزیز نواب کا بہ طور یرغمال اپنے پاس رکھے ۔ جب تک نواب روپیہ ادا نہ کرے گا ، وہ شخص مہاراجہ کے پاس مقید رہے گا ۔ چونکہ اس وقت مہاراجہ کی فوج کے آدمی بہت بیمار تھے اور مہاراجہ خود چاہتا تھا کہ محاصرہ اُٹھا کر ملتان سے چلا جائے ، جب وہ بات قرار پا گئی تو مسمّیٰ ابابکر خاں اپنے خسر پورہ کو نواب مظفر خاں نے بہ طور یرغمال مہاراجہ کے پاس بھیج دیا اور اقرار کیا کہ جب تک روپیہ ادا نہ ہوگا ابابکر خاں ، مہاراجہ کی خدمت میں بہ طور ضمانت و یرغمال کے رہے گا ۔

بعد اس انتظام کے مہاراجہ ملتان کا محاصرہ چھوڑ کر واپس آیا ۔ مگر باوجود گزر جانے عرصۂ چار ماہ کے ملتان سے روپیہ نہ پہنچا ۔ اس لیے سردار دل سنگھ کو حکم ہوا کہ وہ اپنے ماتحت کی چار پلٹنیں اور توپ خانہ لے کر علاقہ مٹھہ و ٹوانہ و اوچ کو جائے ۔ جب ان پر قابض ہو چکے تو ملتان میں پہنچ کر پنجاہ ہزار روپیہ خراج نواب ملتان سے وصول کرے ۔ چنانچہ حسب الحکم مہاراجہ کے سردار دل سنگھ اوّل علاقۂ مٹھہ و ٹوانہ میں پہنچا ۔ فوج سکھی کے خوف سے وہاں کی رعایا بھاگ گئی ؛ گاؤں کے گاؤں خالی ہو گئے ۔ بڑے قصبوں میں جو رعایا تھی وہ اطاعت میں آ گئی ۔

ان دونوں علاقوں میں جب قرار واقعی قبضہ ہوگیا تو دل سنگھ نے مقام اوچ کو کوچ کیا ۔ یہ اوچ وہ مقام اور قصبہ نہیں جس کا پہلے ذکر جھنگ کی یورش میں مذکور ہو چکا ہے ۔ بلکہ یہ اوچ اور ہے جو اب ریاست بھاول پور کے متعلق ہے ۔ اس قصبے میں سادات بخاری و گیلانی قیام پذیر تھے ، اور شاہانِ دہلی کی عمل داری میں ان سادات کی بڑی توقیر ہوتی تھی اور مدتِ مدید سے سادات ہی اس میں حکومت کرتے تھے ۔ ان کو منظور نہ تھا کہ کوئی شخص ہندو ان کے قصبے میں سکونت رکھے ۔ چونکہ وہ لوگ ہندو کی صورت سے بیزار ہوتے تھے ، ہندوؤں کی ان کے ساتھ جانی دشمنی تھی ۔ دل سنگھ نے وہاں پہنچ کر قصبے کا محاصرہ کر لیا اور گولہ باری شروع کی ۔ سادات اوچ بھی بہ مقابلہ پیش آئے اور چار روز تک لڑائی ہوتی رہی ۔ آخر گولوں کی ضرب سے دیواریں گر گئیں اور شہر میں دخل سکھوں کا ہوگیا ۔ سکھوں نے دل کھول کر شہر کو لوٹا ۔ ایسا کہ رعایا کو ٹکڑے کا محتاج کر دیا ۔

قصبہ اوچ کو غارت کرکے دل سنگھ ملتان میں آیا ۔ چونکہ ابابکر خاں برغال نواب کا بھی ساتھ تھا ، نواب کو پیغام بھیجا کہ پنجاہ ہزار روپیہ خراج و نذرانہ کا دے کر ابابکر خاں کو بلا لیوے ، ورنہ محاصرہ شہر کا عمل میں آئے گا ۔ نواب نے ایک ہفتے کی مہلت مانگی اس لیے کہ اس کے معتبر جواہرات فروخت کرنے کے لیے دہلی کو گئے ہوئے تھے ، ان کے آنے کا انتظار تھا ۔ چوتھے روز وہ آ گئے اور نواب نے پنجاہ ہزار روپیہ دل سنگھ کو دے کر ابابکر خاں برغال کو اپنے پاس بلا لیا ۔

ملتان سے چل کر دل سنگھ نے قصبہ کوٹ کمالیہ پر یورش کی ، اور فتح کرکے شامل علاقہ متعلقہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کر لیا ۔ اس شہر کو بھی سکھوں نے خوب لوٹا اور بڑی دولت حاصل کی ۔ بعد اس قدر فتوحات کے دل سنگھ نے لاہور کو معاودت کی اور بہت سا خزانہ پیش کیا ۔ مہاراجہ اس پر بہت خوش ہوا اور خلعتِ فاخرہ دے کر سرفرازی بخشی ۔

چونکہ سردارانِ نکئی کی آپس میں کمال نااتفاق رہتی تھی اور کشت و خون ہوتا رہتا تھا ، اس واسطے مہاراجہ نے ان کا کل علاقہ ضبط کرکے شامل خالصہ کرلیا اور وہ تمام علاقہ شہزادہ کھڑک سنگھ کی جاگیر میں دے دیا ۔ تمام علاقہ نکہ میں سے بھڑوال و ججہ سردار کانہا سنگھ نکئی کے پاس باقی رہا جو اس کے حین حیات صاحبان انگریز کے حکم سے بھی معاف و واگزار رہا ۔

چونکہ راجگان کوہستان منڈی و سکیت و کانو وغیرہ نے باوجود گزر

جانے عرصہ ڈیڑھ سال کے خراج و نذرانہ اپنی ریاست کا داخل نہیں گیا تھا اس کے باب میں عریضہ دیوان محکم چند کا بدیں مضمون گزارش ہوا کہ جب تک فوج مامور نہ ہوگی یہ لوگ روپیہ ذمگی اپنا ادا نہ کریں گے ۔ چنانچہ دیوان بھوانی داس و میاں موٹہ کو ، جو ایک ڈوگرا سردار تھا ، حکم ہوا کہ چار پلٹنیں اور توپ خانہ لے کر پہاڑ کو جائیں اور راجگانِ کوہی میں سے جو روپیہ نہ دیوے اس کی ریاست ضبط کر لیں ۔ وہ دونوں سردار حسب الحکم مہاراجہ کے پہاڑ کو روانہ ہوئے اور راجگانِ کوہی کو تنگ کرکے پنجاہ ہزار روپیہ راجہ منڈی اور ستر ہزار روپیہ راجہ کلّو اور سات ہزار روپیہ راجہ سکیت سے وصول کیا ۔ اور بہ وقتِ واپسی بہ تعمیل حکم مہاراجہ کے قلعۂ فیروز والہ و محی الدین پورہ ، جو سردار دیا سنگھ و گوربخش سنگھ کے قبضے میں تھا ، فتح کر لیا ۔ وہ دونوں قلعے مہاراجہ نے مسمار کرادیے اور علاقہ متعلقہ ان کا ضبط کر لیا ۔

۱۸۶۹ع بکرمی کے موسم بہار میں مہاراجہ کو خبر پہنچی کہ سلطان خاں مالکِ بھمبر نے بہت ترقی کی ہے ۔ بہت سا علاقہ اس نے ادھر اُدھر چھوٹے رئیسوں کا چھین کر اپنے علاقے کو ترقی دی ہے ۔ اسماعیل خاں اس کا بھائی کہ علیحدہ علاقے پر قابض تھا ، اس پر بھی وہ غالب آیا اور اس کو قتل کرکے تمام علاقہ و ملک و مال اس کا بھی اس نے لے لیا ۔ اسماعیل خاں کے وارث اب مہاراجہ کے پاس دادخواہی کے واسطے آئے ہیں ۔ ان کا انصاف ہونا چاہیے ۔ چنانچہ مہاراجہ نے ان کو روبرو بلایا اور تمام احوال ان کی زبانی سنا اور سلطان خاں کے نام حکم جاری کیا کہ اسماعیل خاں کا کل علاقہ و مال اس کے وارثوں کے سپرد کر دیوے ، نہیں تو فوج مامور ہوگی ۔ جب وہ حکم سلطان خاں کے پاس پہنچا ، مہاراجہ کی تحریر کو بھی خیال میں نہ لایا اور کئی مہینے لیت و لعل اور آج کل میں گزار دیے ۔

آخر مہاراجہ نے چار پلٹنیں اور پانسو سوار اور ایک توپ خانہ شہزادہ کھڑک سنگھ کے ہمراہ بھمبر کو روانہ کیا ۔ افسری فوج کی بہ طور اتالیق شہزادہ کے دیوان محکم چند کو دی ۔ چنانچہ یہ فوج لاہور سے روانہ ہوکر قریب بھمبر کے پہنچی تو سلطان خاں بھی نہایت کرّو فر کے ساتھ اپنی فوج کو ہمراہ لے کر بھمبر سے نکلا اور لڑائی شروع کر دی ۔ دیوان محکم چند اس کی دلیری سے کمال حیران تھا ۔ اس نے بھی سکھانِ فوج کو لڑنے کی اجازت دی ۔ اول دو روز تک توپ سے لڑائی ہوتی رہی اور فریقین سے بہت آدمی کام آئے ۔ تیسرے روز سلطان خاں سوار ہوکر سکھی فوج پر آ پڑا اور بنادیق سے جنگ شروع ہوئی ۔

اتفاقاً اس وقت سکھی فوج میدان میں اور سلطان خاں اُونچے مقام پر تھا ، اس واسطے اس نے بے شمار سکھ قتل کر ڈالے اور بڑھتا ہوا چلا آیا ۔ سکھ پسپا ہوتے چلے گئے ۔ جب نہایت دشمن کا زور ہو گیا تو سکھ شکست فاحش کھا کر بھاگے اور پانچ میل تک دم نہ لیا ۔ دیوان محکم چند نے سکھوں کو نہایت ملامت کی اور جمع کرکے پھر اسی مقام پر پہلے جہاں سے آیا تھا مقام کیا ، اور نیز گجرات وغیرہ سے اور فوج اپنی امداد کو طلب کی اور بہت سے مجمع و لشکر کے ساتھ آگے بڑھا ۔ سلطان خاں نے قلعہ مضبوط کر لیا اور شہر کی چاروں دیواروں پر فوج مامور کی ۔

آخر دیوان محکم چند نے سردھا رام ایک معتبر کو سلطان خاں کے پاس بھیجا اور پیام دیا کہ یہ بات تم پر بہ خوبی روشن ہے کہ تم مہاراجہ رنجیت سنگھ کی لڑائی میں برابری نہیں کر سکتے اور جانتے ہو کہ اگر آدھی فوج بھی مہاراجہ کی ادھر آ گئی تو تمھارے شہر کی اینٹ اینٹ [کذا] کر ڈالے گی ۔ اس وقت تم پشیمان ہوگے ۔ اس سے بہتر ہے کہ ابھی سے سمجھ جاؤ اور حاضر ہو جاؤ کہ پہلے بھی جس طرح تمھارا علاقہ فتح کرکے مہاراجہ نے تم کو واپس دے دیا تھا ، اب بھی دے دے اور تمھارا خاندان قائم رہے ۔ یہ پیغام جب سلطان خاں کے پاس پہنچا ، جواب دیا کہ : اگر دیوان محکم چند مجھ کو عہد دیوے کہ در صورت حاضر ہونے کے میری عزت و آبرو میں فرق نہ آئے گا اور میرا علاقہ مہاراجہ ضبط نہ کرے گا تو حاضر ہوتا ہوں ۔ دیوان محکم چند نے عہدنامہ لکھ بھیجا اور وہ دیوان کے عہد پر اعتبار کرکے حاضر ہو گیا ۔ دیوان اس کو اپنے ہمراہ مہاراجہ کی خدمت میں لے آیا اور اپنے عہد کرنے کا حال بھی عرض کیا ۔ مہاراجہ نے دیوان کے عہد کا کچھ خیال نہ کیا اور سلطان خاں کو قید شدید میں بھیج دیا اور حکم دیا کہ دیوان محکم چند فی الفور اس کا تمام علاقہ اور مال و ملک ضبط کر لے ۔ چنانچہ ضبط کر لیا گیا ۔ وارثانِ اسماعیل خاں کو بھی جن کی فریاد پر یہ فریاد رسی ہوئی تھی کچھ نہ ملا ، ہر چند اُنھوں نے واویلا کیا ۔ وہاں سے دیوان محکم چند حسب الحکم مہاراجہ کے رجوڑی پر حملہ آور ہوا اور نذرانہ کافی وصول کرکے واپس آیا ۔

بعد اس مہم کے مہاراجہ نے پہاڑ کی طرف ایک مہم کی اور سردار دیسا سنگھ کو ایک شائستہ فوج و توپ خانہ کے ساتھ پہاڑ کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ قلعۂ کوٹلہ پر یورش کرکے اس کو فتح کرے ۔ چونکہ قلعہ کوٹلہ کا نہایت مستحکم تھا ، غوث خاں افسرِ توپ خانہ کو حکم دیا کہ ہمراہ دیسا سنگھ

کے اپنی توپیں لے کر شامل ہو - جب یہ دونوں لشکر روانہ ہو چکے تو خود مہاراجہ بھی ادھر کو سوار ہوا - لشکر تو اورہور و پٹھان کوٹ کے راستے پہاڑوں میں جا پہنچا اور مہاراجہ لاہور سے امرتسر اور امرتسر سے بہ مقام دیناںگر جا کر خیمہ زن ہوا - اوّل سردار دل سنگھ نے قلعہ کوٹلہ کا محاصرہ کیا - قلعے والوں نے حاضر ہو کر امان مانگی اور قلعہ خالی کر دیا - زیادہ لشکر کے وہاں پہنچنے کی ضرورت نہیں رہی -

پھر مہاراجہ آدینا نگر سے روانہ ہو کر نور پور پہنچا اور راجہ نور پور سے نذرانہ طلب کیا - تقرر و تعداد نذرانہ کے لیے دو روز تک جواب و سوال ہوتے رہے - آخر چالیس ہزار روپیہ قرار پا کر وصول کیا - ہر ایک راجہ سے ضیافت کا روپیہ منگوایا گیا اور بہت سا خزانہ جمع کر کے معاودت کی -

جب مہاراجہ بہ مقام امرتسر پہنچا ، رانی سدا کنور ، مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ساس کہ بہ تقریب غسل امرتسر آئی ہوئی تھی ، شیر سنگھ و تارا سنگھ دونوں شہزادوں کو ہمراہ لے کر مہاراجہ کے پاس آئی - مہاراجہ دونوں فرزندوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور شیر سنگھ کو جواں مرد ہونہار دیکھ کر بہت پیار کیا اور جاگیر مقرر کردی -

امرتسر سے چل کر مہاراجہ لاہور میں آیا - اس وقت دیوان گودڑمل معتبر وزیر فتح خاں مدارالمہام بادشاہ کابل کا بہت سا تحائف لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ عطا محمد خاں صوبہ کشمیر کا جو شاہِ کابل کی طرف سے کشمیر میں حاکم تھا باغی ہوگیا ہے اور وزیر نے ایک لشکرِ جرار اس کی سرکوبی کے لیے تیار کیا ہے اور چاہتا ہے کہ آپ بھی اپنی امدادی فوج اس کو دیں کہ وہ آپ کی امداد سے پھر کشمیر پر قابض ہو جائے - اس امداد سے شاہ کابل اور وزیر دونوں مرہونِ منت رہیں گے - مہاراجہ نے یہ التماس اس کی منظور کی اور وکیل کو کہا کہ تجویز کر کے فوج بھیجی جائے گی -

دوسرا وکیل شاہ شجاع کا آیا اور ظاہر کیا کہ عطا محمد خاں حاکمِ کشمیر پر وزیر فتح خاں سہم کیا چاہتا ہے اور اس نے تفویضِ حکومتِ کشمیر کے لیے شاہ شجاع الملک کو ، جو بہ مقام تلنبہ اب مقیم ہے ، طلب کیا ہے ، اس واسطے شاہ کشمیر کو چلا گیا ہے اور شاہ بیگم ان کی زوجہ تلنبہ میں قیام پذیر ہے - مہاراجہ کو یہ اطلاع رہے -

چونکہ اس وقت وزیر فتح خاں فوج لے کر بہ ارادۂ کشمیر اٹک پر آ پہنچا تھا ، پنجاب میں طرح طرح کی خبریں اڑتی تھیں - اس واسطے مہاراجہ نے خود

فوج لے کر ادھر کو کوچ کیا ۔ جب قریب قلعۂ رہتاس کے پہنچا ، وزیر فتح خان ادھر سے آیا اور دونوں اکابروں کی ملاقات وہاں ہوئی ۔ مہاراجہ نے امداد کا دینا منظور کر لیا اور دیوان محکم چند کو حکم بھیجا کہ وہ دس ہزار فوج اور دو توپ خانے ہمراہ لے کر کشمیر کو روانہ ہو ۔ اور نیز سردار دل سنگھ مجیٹھیہ کے نام تحریر کیا کہ اپنی فوج لے کر دیوان محکم چند کے ہمراہ جائے ۔ اور نیز ایک حکم راجہ جسروٹہ و نور پور و ہری پور و راجہ بسوہلی کے نام جاری کیا کہ اپنی اپنی فوجیں لے کر وزیر فتح خان کی امداد کو کشمیر جائیں ۔ چونکہ اس وقت اغر خان حاکمِ رجوڑی و سلطان خان حاکمِ بھمبر مہاراجہ کی قید میں تھے اور بہ سبب واقفیتِ راہ و امداد رسد رسانی وغیرہ سامان کے ان کا ہونا وہاں ضرور تھا ، مہاراجہ نے ان کو بھی قید سے چھوڑ کر ان کے علاقے اُن کو واگزار کردیے اور تاکید کی کہ وہ بھی حتی‌الامکان وزیر کو مدد دیں ۔

بعد اس انتظام کے مہاراجہ لاہور میں آیا اور یہ دونوں فوجیں اوائلِ موسم خزاں میں پہاڑ میں داخل ہوئیں ۔ جب پیر پنجال کے مقام پر لشکر پہنچا ، سب راجے کوہستانی جو مہاراجہ کے حکم سے وزیر کی مدد کو آئے تھے ، بے اجازت وزیر فتح خان اور دیوان محکم چند کے اپنے اپنے گھروں کو کوچ کرکے چلے گئے ۔ مگر دیوان محکم چند نے ان کے چلے جانے سے کچھ اندیشہ نہ کیا اور قدم آگے کو رکھا اور بے روک ٹوک کوہ پیر پنجال پر اُتر گیا ۔ جب موضع ہیرپور کے قریب پہنچا تو دشمن کی فوج بھی سامنے[1] سے نمودار ہوئی اور اس فوج نے نزدیک آ کر لڑائی شروع کردی ۔ گھنٹہ بھر تک آپس میں خوب تلوار چلی ۔ جب سمندر خان برادر زادہ ناظم کا مارا گیا اور سکھوں نے بہت سے افغان قتل کر ڈالے تو فوج ناظم کی بھاگ نکلی ۔ اتفاقاً اس روز برف نہایت شدت سے برسی اور ایسی سردی ہوئی کہ تمام فوج سکھوں کی مارے سردی کے بے دست و پا ہوگئی ۔ اس وقت اگر غنیم کی تھوڑی سی فوج بھی سکھوں پر آ پڑتی تو سب کو مار لیتی کہ ان سے اس وقت ہاتھ بھی ہلایا نہیں جاتا تھا ، مگر خبر گزری کہ دشمن نے دوبارہ رخ اس طرف کو نہ کیا اور قلعۂ شیرگڑھ میں جا کر قلعہ بند ہوگیا ۔

بعد رفع ہونے سردی کے فوج فتح خان کی شہر میں داخل ہوئی ۔ سردارانِ فوج مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی سری نگر میں گئے ۔ عطا محمد خان اور شاہ شجاع

۱۔ اصل متن میں ''ساہمنے'' قدیم املا ہے ۔

اس وقت قلعۂ شیر گڑھ میں تھے ۔ دیوان محکم چند نے وزیر فتح خاں کے حکم کے بموجب شیر گڑھ کا محاصرہ کیا اور لڑائی شروع ہوئی ۔ دو روز کے محاصرے کے بعد عطا محمد خاں نے امان مانگی اور مع شاہ شجاع الملک کے قلعے سے نکل کر دیوان محکم چند کے پاس چلا آیا ۔ دیوان نے دونوں کو اپنے پاس پناہ دی ۔ یہ حالت جب وزیر فتح خاں نے دیکھی ، دیوان محکم چند کو کہلا بھیجا کہ عطا محمد خاں اور شاہ شجاع دونوں کو میرے پاس بھیج دو ۔ دیوان نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک مہاراجہ رنجیت سنگھ مجھ کو اجازت نہ دیں گے اُن دونوں کے بازو میں تمہارے حوالے نہیں کر سکتا ۔ باعث یہ تھا کہ اس وقت عطا محمد خاں کے قبضے میں قلعہ اٹک تھا اور اس نے دیوان محکم چند کو کہہ دیا تھا کہ اگر تم میرا بازو فتح خاں کے حوالے نہ کروگے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ میری پرورش کرے گا تو میں قلعۂ اٹک ، مہاراجہ کے حوالے کر دوں گا ۔ چنانچہ ایک عریضہ دیوان محکم چند کا مع درخواست عطا محمد خاں کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں روانہ ہوا ۔ اور نیز وزیر فتح خاں نے ایک تحریر علیحدہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نام روانہ کی اور لکھا کہ آپ نے نہایت مہربانی مجھ پر کی کہ اپنی فوج میرے ہمراہ کرکے کشمیر کا علاقہ مجھ کو دلوایا مگر بعد اس قدر مہربانی کے اب دیوان محکم چند نے میرے ساتھ یہ مخالفت کی ہے کہ عطا محمد خاں اور شاہ شجاع دونوں کو اپنے پاس پناہ دے رکھی ہے ۔ ان دونوں کو میرے پاس نہیں بھیجتا کہ لاکھوں روپے گزشتہ سالوں کے حساب کا یہ ذمے عطا محمد خاں کے ہے ۔ اور شاہ شجاع اگر میرے پاس آ جاتا تو میں اس کے حوالے علاقہ کشمیر کا کر دیتا کہ یہ مستحق بادشاہ اپنے حق کو پہنچ جاتا ۔

یہ دونوں تحریریں جب مہاراجہ کے پاس پہنچیں ، قلعۂ اٹک کے مل جانے کی اُمید پر بہت خوش ہوا ۔ اتنے میں شاہ بیگم زوجۂ شاہ شجاع کا وکیل خدمت میں آیا اور اس نے ظاہر کیا کہ سنا گیا ہے کہ شاہ شجاع الملک کشمیر کے قلعے سے نکل کر دیوان محکم چند اور مہاراجہ کی فوج کی پناہ میں ہے اور وزیر فتح خاں چاہتا ہے کہ مہاراجہ شاہ شجاع کو اس کے حوالے کر دیوے ۔ چونکہ وزیر فتح خاں قدیمی دشمن اس خاندان کا ہے اس واسطے شاہ بیگم التماس کرتی ہے کہ مہاراجہ ، شاہ شجاع اس کے خاوند کو فتح خاں کے حوالے نہ کرے ، اور صحیح و سلامت پنجاب میں منگوا لے ۔ اس کے عوض میں جب شاہ شجاع آئے گا تو شاہ بیگم اس کی خدمت میں عرض کرکے جواہر کوہ نور جو ایک بے بہا گوہر ہے ، مہاراجہ کو دلوا دے گی ۔

جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کو عطا محمد خاں سے قلعہ' اٹک اور شاہ شجاع سے جواہر کوہ نور کے ملنے کی اُمید ہوگئی ، بہت خوش ہوا اور دیوان محکم چند کے نام پروانہ لکھا کہ تحریر عطا محمد خاں کی درباب تفویض کر دینے قلعہ' اٹک کے بنام قلعدار لکھوا کر فی‌الفور بھجوا دے - اور شاہ شجاع اور عطا محمد خاں دونوں کو ہمراہ لے کر کشمیر سے لاہور کو کوچ کرے - اس وقت اگر وزیر فتح خاں سدِّ راہ ہو تو اس سے جنگ کرکے اس کو مزاحمت سے باز رکھے - قلعے کے تفویض کر دینے کے عوض میں ہم ایک لاکھ روپیہ نقد عطا محمد خاں کو دیں گے اور یہ روپیہ اس وقت ادا ہوگا ، جب عطا محمد خاں قلعے پر دخل دے دے گا -

جب یہ تحریر دیوان محکم چند کے پاس پہنچی ، خط عطا محمد خاں کا اسمی جہاں دار خاں قلعدار کے بہ مضمون تفویض کر دینے قلعہ' اٹک کے لکھا کر مہاراجہ کی خدمت میں بھیج دیا اور خود کشمیر سے روانہ ہوکر چلا آیا - وزیر فتح خاں نے اس وقت کچھ مزاحمت دیوان محکم چند کی نسبت نہ کی -

جب خط عطا محمد خاں کا اسمی جہاں دار خاں قلعدار اٹک مہاراجہ کے پاس پہنچا ، مہاراجہ نے فقیر عزیز الدین کو حکم دیا کہ دو پلٹنیں اور ایک توپ خانہ اور ایک لاکھ روپیہ نقد ہمراہ لے کر اٹک کو روانہ ہو جائے اور عطا محمد خاں کی تحریر جہاں دار خاں کو دے کر اور ایک لاکھ روپیہ نقد ادا کرکے قلعہ' اٹک پر دخل کر لے - چنانچہ فقیر عزیزالدین فی‌الفور ادھر کو روانہ ہوگیا - جاتے ہی اس نے قلعے پر دخل کر لیا - جب مہاراجہ کو قلعے کے دخل کی خبر آ گئی ، بہت خوش ہوا اور چند روز ہنگامہ' عیش و عشرت گرم رکھا -

اتنے میں دیوان محکم چند کشمیر کا لشکر لے کر حاضر آیا - مہاراجہ نے شہزادہ کھڑک سنگھ کو شاہ شجاع الملک کے استقبال کے لیے شاہدرہ تک بھیجا اور بڑی عزت کے ساتھ شہر میں لا کر مبارک حویلی میں اُتارا - جب شاہ شجاع لاہور میں آیا ، ایک خط جنرل اوکٹرلونی صاحب بہادر ایجنٹ گورنر جنرل بہادر کا مقامِ لودہانہ [لودھیانہ] سے بدیں مضمون مہاراجہ کے پاس پہنچا کہ شاہ شجاع والیِ کابل اتفاقِ زمانہ سے لاہور میں آیا ہے - مہاراجہ کو چاہیے کہ اس کی توقیر اور آبرو میں کمال توجہ عمل میں لاوے اور ایسا کوئی امر وقوع میں نہ آئے جس سے کسی طرح اس کی دل شکنی ہو - مہاراجہ نے اس کا جواب مضمون اتحاد و محبت کے ساتھ لکھوا کر بھیج دیا -

پیچھے تحریر ہو چکا ہے کہ بہ وقت سہم امداد کشمیر کے مہاراجہ نے تمام راجگان کوہی کو حکم دیا تھا کہ اپنی اپنی فوج لے کر کشمیر کو جائیں ۔ چنانچہ سب کے سب روانہ ہوئے مگر جب کوہ پیرپنجال کے پاس پہنچے ، سب راجے اتفاق کرکے وہاں سے واپس چلے آئے اور کچھ خیال نہ کیا کہ اس جرم میں مہاراجہ کا عتاب ہم پر ہوگا ۔ جب وہ مہم بہ تمام پہنچ گئی ، مہاراجہ کو یہ منظور ہوا کہ ان بے ادبوں کو سزا دی جاوے کہ پھر ایسی عدول حکمی کرنے نہ پائیں اور جس کام کے لیے حکم ملے پورا پورا بجا لائیں ۔

چنانچہ سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کو حکم ہوا کہ چار پلٹنیں اور دو توپ خانے لے کر کوہستان کو کوچ کرے اور ہر ایک راجہ سے جو مہم کشمیر سے واپس ہو کر چلا آیا بہ تفصیل ذیل جرمانہ وصول کرے ۔ راجہ نور پور پنجاہ ہزار ، راجہ چنبہ پنجاہ ہزار ، راجہ جسروٹہ پنجاہ ہزار ، راجہ بسوہلی دس ہزار ، راجہ ہری پور پندرہ ہزار ، راجہ منڈی تیس ہزار ، راجہ سکیت بیس ہزار ۔ اور ان راجاؤں میں سے جو شخص زر نذرانہ دینے میں عذر کرے فی الفور اس کا ملک و مال ضبط کرکے داخل سرکار کرے ۔ چنانچہ سردار دیسا سنگھ نے پہاڑ میں جا کر قیامت برپا کردی اور نہایت سختی و بے آبروئی و جور و تعدی کے ساتھ یہ جرمانہ وصول کیا گیا ۔ ان راجاؤں میں سے تین راجے یعنی راجہ چنبہ و راجہ منڈی و سکیت نے بہت سے عذرات کیے اور کہا کہ ہم کو نہ کشمیر جانے کا حکم ملا اور نہ ہم گئے اور نہ بے اجازت واپس آئے ۔ ہم سے کس بات کا جرمانہ وصول کیا جاتا ہے ۔ یہ عذر ان کا سردار دیسا سنگھ نے تحریر کرکے مہاراجہ کی خدمت میں بھیج دیا ۔ اس بات کا ان کو یہ جواب ملا کہ اگر یہ بھی جاتے تو بے شک اپنے بھائیوں کے ساتھ اتفاق کرکے واپس آتے ۔ ان سے جرمانہ آئندہ کے لیے احتیاطاً وصول کیا جائے کہ آئندہ غلطی کبھی ہونے نہ پائے ۔ ناچار طوعاً و کرہاً ان بے گناہوں نے بھی جرمانہ ادا کردیا ۔

چونکہ بوقت شروع ہونے مہم کشمیر کے شاہ بیگم زوجہ شاہ شجاع الملک نے مہاراجہ کے ساتھ وکیل کی معرفت وعدہ کیا تھا کہ اگر خاوند میرا کشمیر سے صحیح و سلامت لاہور میں آ پہنچے گا تو بیگم ، بادشاہ کو کہہ کر جواہر کوہ نور اس سے مہاراجہ کو دلا دے گی ، جب شاہ شجاع لاہور آیا تو مہاراجہ نے اس کو تلنبہ کے مقام پر جانے نہ دیا اور کہا کہ تم لاہور ہی میں ہمارے پاس قیام رکھو اور اپنے گھر کے لوگوں کو تلنبہ سے طلب کر لو ۔ اس سادہ لوح

بادشاہ نے بیگم کو بھی تلنبہ سے منگوا[1] لیا اور لاہور میں بہ مقام مبارک حویلی قیام پذیر ہوا۔ جب ایک ماہ کا عرصہ گزرا تو مہاراجہ نے ایک وکیل بطلب جواہر کوہ نور کے شاہ شجاع کے پاس بھیجا اور پیام دیا کہ شاہ حسب وعدہ اپنی حرم محترم کے جواہر کوہ نور ہم کو دے دیں کہ ہم نے جو وعدہ شاہ بیگم سے کیا تھا وہ پورا ہو چکا۔ اب آپ کی طرف سے وعدہ وفائی ہونی چاہیے۔ یہ بات سن کر شاہ بہت گھبرایا اور ہرگز منظور نہ کیا کہ وہ کروڑوں روپے کی مالیت کا جواہر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دے دیوے۔ اگرچہ جواہر کوہ نور اس وقت بھی اس کے پاس تھا مگر اس نے بہانہ کرکے بیان کیا کہ وہ الماس بہ عوض تین کروڑ روپے کے کابل میں رہن ہے۔ مہاراجہ اس بات سے بہت ناراض ہوا اور سخت پہرہ شاہ کی حویلی پر مامور کرکے مقیّد کردیا اور کہلا بھیجا کہ شاہ کو بہرحال یہ جواہر ہم کو دینا پڑے گا اور ہم اس کے عوض میں بالفعل پنجاہ ہزار روپے نقد اور تین لاکھ روپے کی جاگیر دے سکتے ہیں۔ شاہ نے پھر بھی یہی جواب دیا کہ یہاں ہمارے پاس جواہر کوہ نور نہیں ہے۔ دو ماہ کے عرصے میں کابل سے منگوا دوں گا۔

جب وہ میعاد بھی گزر گئی اور جواہر کوہ نور نہ ملا تو سخت تشدّد مہاراجہ کی طرف سے عمل میں آیا۔ یہاں تک کے تین روز شاہ کے باورچی خانے میں کھانا پکانے کی اجازت نہ ہوئی اور نہ کوئی سامان کھانے پینے کا شاہ کے پاس پہنچنے پایا، جس سے خود شاہ اور تمام نوکر چاکر اس کے بھوک کے عذاب سے نیم جاں ہوگئے۔ جب شاہ نے دیکھا کہ اب جان کا بچنا محال ہے تو کوہ نور دینے پر راضی ہوا مگر یہ کیا کہ جواہر کوہ نور جس زمرد کے خانے میں نصب کرکے بازوبند بنایا ہوا تھا اُس سے اُکھڑوا کر سونے کا خانہ بنایا اور کوہ نور اس میں نصب کردیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو کہلا بھیجا کہ خود آکر جواہر کوہ نور لے جائے۔ چنانچہ مہاراجہ خود بہ مقام مبارک حویلی گیا۔ شاہ نے وہ قیمتی جواہر نہایت افسوس اور حسرت کے ساتھ مہاراجہ کو دے دیا۔ مہاراجہ نے دریافت کیا کہ یہ جواہر کس قدر قیمت کا ہوگا؟ جواب دیا کہ اس کی قیمت لاٹھی ہے۔ میرے بزرگوں نے لوگوں کو لاٹھیاں مار کر ان سے چھینا تھا۔ تم نے مجھ کو لاٹھی مار کر چھینا ہے۔ کوئی اور زبردست ایسا آئے گا کہ وہ تم کو لاٹھی مار کر چھین لے جائے گا۔

۱- ''بلوا لیا'' ہونا چاہیے۔

جواہر کوہ نور لے کر مہاراجہ خوش خوش واپس آیا اور اس روز بڑی دھوم دھام سے جشن کیا اور شہر میں حکم دیا کہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں چراغاں کریں اور خوشی منائیں ۔ چنانچہ سب رعیت نے خوشی کی ۔ سوائے شاہ شجاع کے کہ اس کے گھر میں اس روز ہنگامہ غم و الم کا گرم تھا ۔

انھی دنوں میں خبر پہنچی کہ راجہ نورپور کا جس پر مہاراجہ نے بہ جرم واپس چلے آنے مہم کشمیر سے پنجاہ ہزار روپیہ جرمانہ کیا تھا اور اس نے اس کے ادا کرنے کے لیے چھ ماہ کا وعدہ کیا تھا ، اپنا مال و اسباب نقد و جنس لے کر ستلج پار علاقۂ انگریزی میں چلا گیا اور جرمانہ ادا نہ کر سکا ۔ مہاراجہ نے حکم دیا کہ اس کا علاقہ ضبط ہو کر شامل علاقۂ محروسہ کے کر لیا جائے ۔

فقیر عزیزالدین کو حکم ہوا کہ جو مابین قلعۂ لاہور و مسجد بادشاہی کے میدان ہے اس میں ایک باغ لگایا جائے اور حضوری باغ اس کا نام رکھا جائے ۔ اس وقت جمعدار خوشحال سنگھ ، مہاراجہ کی ڈیوڑھی کا جمعدار حاضر تھا ۔ اس نے عرض کی کہ باغ کے درمیان ایک بارہ دری بھی سنگِ مرمر کی بن جاوے تو بہت خوش نما معلوم ہوگی ۔ مہاراجہ نے فرمایا کہ پتھر منگوانا بہت مشکل ہے ۔ اس نے کہا کہ خاص لاہور کے متصل بہت مقبرے سنگِ مرمر کے بنے ہوئے موجود ہیں ، وہاں سے پتھر اُکھڑوا لیا جائے تو یہ بارہ دری بن جائے گی ۔ چنانچہ بارہ دری کے بنوانے کا بھی حکم صادر ہوا اور پتھر مقبرۂ زیب النساء بیگم و نورجہاں بیگم و مقبرۂ نواب آصف جاہ و مقبرۂ شاہ جہانگیر وغیرہ سے اُتروا کر اس بارہ دری کی تعمیر شروع ہوئی ۔ چنانچہ دو سال کے عرصے میں بہ کمال توجہ یہ عمارت عجیب و غریب کہ اب تک یادگار مہاراجہ رنجیت سنگھ کی باقی ہے ، بہ اختتام پہنچی ۔

چونکہ تذکرۂ اس مقام پر جمعدار خوشحال سنگھ کا ذکر لکھا گیا ہے ، اس واسطے تھوڑا سا ذکر اس کا بھی یہاں لکھا جاتا ہے کہ خالی لطف سے نہ ہوگا ۔

واضح رہے کہ خوشحال نام ایک برہمن گوت گوڑ موضع ایکڑی و کنکھل ضلع میرٹھ کا رہنے والا تھا ۔ وہاں یہ شخص نہایت مفلسی و ناداری کی حالت میں ماخوذ تھا ۔ جب سخت، تنگ ہوا تو وطن چھوڑ کر بہ ارادۂ نوکری پنجاب کو آیا اور دھونکل سنگھ کی پلٹنوں میں بہ زمرۂ سپاہیاں نوکر ہوا ۔ چونکہ اس کے نصیب میں امارت و عالی جاہی تھی ، ایک روز مہاراجہ رنجیت سنگھ ، دھونکل سنگھ کی پلٹنوں کی قواعد دیکھنے گیا ۔ چونکہ یہ آدمی وضع دار اور خوب صورت تھا اس کو پسند کرکے حکم دیا کہ یہ شخص ہمارے اردلی کے سپاہیوں میں

بھرتی ہو - اس روز سے یہ مہاراجہ کے اردلیوں میں رہنے لگا - رفتہ رفتہ اس رتبے کو پہنچا کہ مہاراجہ نے خدمت ڈیوڑھی کی جمعدار بستی رام سے لے کر اس کو دے دی - پھر تو یہ لاکھوں روپے کا مالک بن گیا - کشمیر کا حاکم بھی یہ بنا اور سلطنت کے اراکین و عمائد میں سے شمار ہوا - اس نے مہاراجہ کی اس قدر اطاعت کی کہ باوجود برہمن ہونے کے اس نے زنار توڑا اور چوٹی دور کی ، اور پاہل لے کر سکھ بن گیا اور خوشحال سنگھ نام رکھوایا - اس شخص نے لاہور اور امرتسر میں بڑی بڑی حویلیاں بنوائیں - لاہور میں اس کی حویلی قلعے کے شرق کی طرف اس قدر بڑی ہے کہ گویا قلعے کے روبرو دوسرا قلعہ بنا ہوا ہے -

لاہور میں جب شاہ شجاع رہنے لگا تو دن بہ دن اس پر تازہ آفتیں نازل ہوتی تھیں - ایک تو بڑی آفت یہ پڑی کہ جواہر کوہ نور جیسی قیمتی بلکہ بے بہا چیز اس کے ہاتھ سے چھن گئی - دوسرے چند روز دروازے پر پہرہ رہا - اور بادشاہ نے قید کی حالت میں رہ کر کمال غم و الم کا صدمہ اٹھایا - تیسرے تین روز تک آب و طعام نہ ملا - چوتھے روز یہ آفت برپا ہوئی کہ کاردار گوجرانوالہ نے ایک خط قاضی شیر محمد کا ایک ولایتی پٹھان کے ہاتھ سے پکڑ کر مہاراجہ کے پاس بھیج دیا - جب وہ پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ خط قاضی شیر محمد صاحب خاص شاہ شجاع کی طرف سے محمد عظیم خاں ناظم کشمیر کے نام تھا اور اس میں لکھا تھا کہ اگر تم فوج لے کر لاہور پر یورش کرو تو ہم رنجیت سنگھ کو قتل کر ڈالیں گے اور پنجاب کی سلطنت بنی بنائی تمھارے تصرف میں آ جائے گی - وہ خط سن کر مہاراجہ کمال غضب میں آیا اور شاہ شجاع سے حال دریافت کیا - شاہ نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ ہم کو اس تحریر سے واقفیت نہیں ہے اور نہ تحریر ہماری اجازت سے لکھی گئی ہے - پھر قاضی شیر محمد کو بلایا - اس نے اقبال کیا کہ ہاں یہ خط میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور میں نے ہی ناظم کشمیر کے نام بھجوایا تھا - مہاراجہ نے اس پر کمال تشدد کیا - مطلب اس تشدد سے یہ تھا کہ وہ یہ کہہ دیوے کہ شاہ شجاع کی اجازت سے میں نے خط لکھا ہے ، اور یہ جرم شاہ شجاع کے ذمے لگا کر باقی مالدہ بھی جو کچھ شاہ کے پاس ہے ، لے لیوے ، مگر باوجود تشدد اور سخت قید کے وہ اپنی زبان سے نہ بدلا اور یہ ہی کہتا رہا کہ شاہ کو اس بات کی خبر نہیں - ایک ماہ قاضی قید میں رہا ، آخر پچیس ہزار روپیہ جرمانہ اس کے عوض میں شاہ نے ادا کیا اور قاضی کو قید سے چھڑایا -

جب یہ معاملہ ہو چکا تو فقیر عزیزالدین مقام الک سے واپس آ کر خدمت

میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حسب الحکم مہاراجہ کے سرکاری فوج قلعۂ اٹک پر قابض ہو گئی ۔ جہاندار خان قلعدار اٹک نے مہاراجہ کی بہت خیر خواہی کی کہ سامان گولہ و بارود افغانوں کا جس قدر اس میں تھا ، سب کا سب ہمارے حوالے کردیا ۔ تین توپیں جو قلعے میں تھیں وہ بھی ہم کو دے دیں ۔ ایک لاکھ روپیہ جو اس کو دیا گیا اس میں اس کا کچھ حق نہ تھا ۔ وہ تمام و کمال عطا محمد خان نے لے لیا ۔ اس واسطے بہ نظر پرورش میں اس کو وزیر آباد تک اپنے ہمراہ لایا اور خزانۂ وزیرآباد پر تین روپے یومیہ اس کا گزارہ مقرر کر دیا ہے ۔ مہاراجہ فقیر عزیزالدین کی خدمت پر بہت خوش ہوا اور خلعتِ فاخرہ بخش کر سرفراز کیا ۔

اُنھی دنوں میں گودڑ مل وکیل وزیر فتح خاں کا دوبارہ مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مہاراجہ نے وزیر فتح خاں پر کمال احسان کیا ہے جس سے وہ مشکور ہے ۔ قلعہ اٹک اگر مہاراجہ فتح خاں سے طلب کرتا تو اس کو دینے میں کب دریغ تھا ۔ لاحق ایک لاکھ روپیہ مہاراجہ نے جہان دار خاں کو دیا ۔ اب اگر مہاراجہ بہ نظر اتحاد پھر قلعہ اٹک کا وزیر کے حوالہ کر دیں تو اس کے عوض میں وزیر قلعہ و شہر ملتان آپ کی نظر کرتا ہے ۔ کیونکہ نواب شجاع خاں کو شاہِ کابل نے ملتان سپرد کیا تھا ۔ اب اگر اس کے نام لکھا جائے گا تو وہ فی الفور وہاں سے دست بردار ہو جائے گا ۔ اگر وہ بغاوت کرے گا تو شاہی فوج وہاں جا کر اس کو بے دخل کر دے گی ۔ مہاراجہ یہ تقریر سن کر ہنسا اور کہا کہ ملتان کا نواب ہمارا خراج گزار ہے اور ہم دل سے یہ ہی چاہتے ہیں کہ اس پر کامل قبضہ ہمارا ہو جائے ۔ مگر جب ہم جاتے ہیں وہ لڑنے کے لیے مستعد ہو جاتا ہے ۔ پس اگر وہ وزیر کے لکھنے سے یا فوج کے لے جانے سے ملتان چھوڑ کر چلا جائے تو بہت بہتر ہے ۔ وزیر پہلے ملتان کا کام بہ انجام پہنچائیں ۔ جب دخل ہمارا ملتان پر ہو جائے گا تو ہم بھی قلعہ اٹک پر وزیر کا قبضہ کرا دیں گے ۔ یہ جواب صاف پا کر وکیل واپس چلا گیا ۔

وکیل کے واپس جانے سے دو مہینے کے بعد اٹک سے خبر آئی کہ فتح خاں بڑے لشکر اور توپ خانے کے ساتھ بہ مقام اٹک آ پہنچا ۔ آتے ہی اس نے قلعۂ اٹک کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ پے درپے توپ چلتی ہے ۔ مہاراجہ کی فوج جو قلعے میں اگرچہ بہ جان و دل دشمن پر آگ برسا رہی ہے ، مگر غلہ رسد قلعے میں موجود نہیں ہے ۔ جس قدر تھا چند روز میں خرچ ہو چکا ۔ اب فوج نہایت تنگی کی حالت میں ہے کیونکہ قلعے کے باہر وہ نکل نہیں سکتے ۔ اگر چند روز تک اور

مہاراجہ ان کی خبر نہ لے گا تو وہ تمام فوج فاقے کے صدمے سے مر جائے گی اور دشمن قلعے پر دخل پا لے گا۔ مہاراجہ یہ حال سن کر کمال اندیشہ ناک ہوا۔ فی الفور شہزادہ کھڑک سنگھ کی سہم پر ماموری اٹک کی عمل میں آئی اور دیوان محکم چند کو حکم ہوا کہ آٹھ پلٹنیں اور ایک رجمنٹ اور دو توپ خانے ہمراہ لے کر بارکاب شہزادہ کھڑک سنگھ کے اٹک کو روانہ ہو۔ چونکہ اس وقت دیوان محکم چند قلعۂ پھلور میں تھا وہاں سے بہ سبیل ڈاک بلا کر روانہ کیا گیا اور حکم ہوا کہ فوج بھی بہ سبیل ڈاک اٹک کو جائے۔ چنانچہ فی الفور تعمیل ہوئی۔ اس سہم میں مہاراجہ نے کامل اختیار دیوان محکم چند کو دیا تھا اور فرما دیا تھا کہ اگر تم دیکھو کہ بہ حالت جنگ قلعے کا محاصرہ نہیں اٹھتا تو صلح کر لینا اور قلعہ دے کر اپنی فوج کو زندہ نکال لینا کہ سرکاری فوج قلعے میں بھوک کے عذاب سے نہ مر جائے۔ قلعہ ہاتھ سے جاتا رہے تو غم نہیں مگر فوج کے مر جانے کا غم ہے۔

یہ اختیار پا کر دیوان محکم چند لاہور سے چل کر ہوا کی طرح اٹک جا پہنچا اور دیکھا کہ دشمن نے ہر طرف سے قلعہ گھیرا ہوا ہے۔ کوئی صورت قلعے میں جانے کی نہیں ہے۔ اور قلعے کے اندر واویلا مارے بھوک کے ہو رہا ہے۔ اس واسطے بہ حالت ناچاری دیوان محکم چند نے صلح کا خط وزیر فتح خاں کو لکھا اور پیام بھیجا کہ آپ اپنا محاصرہ قلعے سے اٹھا لیں یا راستہ دے دیں تو ہماری فوج قلعے سے باہر نکل آئے۔ جب فوج نکل چکے گی تو تم اپنا دخل قلعے میں کر لینا۔ اس پیام پر وزیر نے کچھ خیال نہ کیا اور کہلا بھیجا کہ تمھاری فوج دروازہ کھول دیوے۔ پہلے ہماری فوج داخل ہو جائے، پھر وہ نکل جائیں۔ اس میں دیوان کو اندیشہ ہوا کہ افغانی فوج اگر پہلے اندر گئی تو اس نیم مردہ فوج کو بے دبک قتل کر ڈالے گی، اس حالت میں فوج کا بھی نقصان ہوگا اور قلعہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

بعد اس جواب و سوال کے پچیسویں ماہ ہاڑ کو دیوان محکم چند نے سرائے برہان سے کوچ کیا۔ چونکہ موسم گرمی کا تھا اس ہوشیار سردار نے دریائے سندھ کے کنارے پہنچ کر کنارے کنارے دریا کے قلعۂ اٹک کی طرف قدم بڑھانا شروع کیا۔ جب چھ کوس کا فاصلہ طے کر لیا تو افغانی فوج مستعد و مسلح تیار نظر آئی۔ گویا وہ میدان میں منتظر و تیار کھڑے تھے کہ دشمن کب روبرو آتا ہے اور لڑائی شروع ہوتی ہے۔ سب سے آگے افغانوں کی ملکیہ فوج تھی جو بہ امید شہادت صرف مرنے ہی کی خاطر آئے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے

سردار دوست محمد خاں مسلح سواروں کا ایک پترا جمائے ہوئے کھڑا تھا ۔ دو توپ خانے دہنے بائیں فوج کے تھے ۔ دیوان محکم چند نے جب دشمن کو جنگ پر مستعد دیکھا ، وہاں کھڑا ہو گیا اور فوج سواری کے چار ٹکڑے کیے اور پیادہ فوج کو اسکوائر یعنی چار گوشہ فوج بنا کر حکم دیا کہ آگے بڑھیں ۔ جب افغانوں نے سکھوں کو آگے بڑھتے دیکھا تو وہ بھی بڑھے اور ملکیہ فوج نے پلٹن کے اُوپر حملہ کیا مگر ان قواعد دان اور جنگی سپاہیوں نے بہت چالاکی سے ان کو باڑ ماری ۔ چنانچہ ان میں سے بہت تو مارے گئے اور باقی ماندہ گولیاں کھا کر اور زخمی ہو کر گلے آ پڑے اور لڑ کر قتل ہوئے ۔

عین لڑائی کے وقت دیوان محکم چند نے غوث خاں افسر توپ خانہ کو توپ خانے اور فوج پیادہ کے ساتھ اس پلٹن کی امداد کو بھیجا جو ملکیہ کے ساتھ لڑ رہی تھی ۔ اس فوج کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھ کر اُس پر دوست محمد خاں نے حملہ کیا ۔ اس وقت غوثے خاں نے بڑی نامردی ظاہر کی کہ دوست محمد خاں سر پر چڑھ آیا اور اس نے توپ خانے کا ایک فیر نہ کیا ۔ اس بات سے دیوان محکم چند کمال غضب ناک ہوا ۔ فی الفور ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنا توپ خانہ آگے بڑھا کر گولہ باری شروع کی ۔ غرض سخت لڑائی آپس میں ہونے لگی ۔ صبح سے لڑتے لڑتے دوپہر کا وقت ہو گیا ۔ اس وقت گرمی کا نہایت زور شور ہوا اور سورج سر پر تھا اور گرم ہوا ایسی چلنے لگی کہ لوگوں کے منہ جلے[1] جاتے تھے ۔ گویا آسمان سے آگ برس رہی تھی ۔ علاوہ اس کے لڑائی کا موقع اور باروت کا دھواں اور گرد و غبار اس قدر تھا کہ دم بند ہوا جاتا تھا ۔ اس کمال گرمی سے افغانی فوج کہ سرد ملک کی پرورش یافتہ تھی ۔ کمال تنگ آئی اور بیدل و بے بس ہو کر بھاگ نکلی ۔ چونکہ اس وقت سکھی فوج بھی گرمی سے جاں بلب تھی ، دیوان نے دشمن کا پیچھا نہ کیا اور قلعے کی طرف رخ کر دیا ۔ اس کے جانے سے باقی ماندہ فوج افغانی ، جو قلعے کے گرد تھی ، اُٹھ کر چلی گئی اور دیوان بڑی خوشی و فرحت کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا اور غلے کے ہزاروں اُونٹ جو ہمراہ لے گئے تھے فوج میں تقسیم کر دیے اور فاقہ کش فوج کو ٹکڑا حاصل ہوا ۔ بعد ازاں دیوان نے بہت سا ذخیرہ غلہ و بارود و گولہ وغیرہ سامان خوراک اور جنگ کا قلعے میں جمع کر لیا اور ایک برجستہ فوج وہاں مامور کر کے لاہور چلا آیا ۔

۱- اصل متن میں 'جلے' ہے ، جھلسے محاورہ ہے ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ دیوان کی ایسی خدمت گزاری اور جاں فشانی سے کمال خوش ہوا اور بہ عوض خیرخواہی کے بڑا بھاری خلعت اس کو دیا اور جاگیر مضاعف کر دی۔

اس فتح کے حصول کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کمال اعزاز و رتبہ بڑھ گیا اور کسی سرکش کو طاقت گردن اُٹھانے کی نہ رہی۔

جب اٹک کی مہم سے مہاراجہ نے فراغت پائی تو اس بات پر مستعد ہو گیا کہ کشمیر پر فوج کشی کر کے محمد عظیم خاں، وزیر فتح خاں کے بھائی کو کشمیر سے نکال دیوے اور اس ملک پر اپنا تصرف کرے۔ اس ارادے پر مہم کی تیاری کی۔ توپ خانوں اور فوج پیادہ و سواری کو سامان سفر کا دیا اور حکم جاری کیا کہ دریائے راوی کے پار اُتر کر ڈیرہ کریں۔ اس وقت تک کسی کو مہاراجہ کے ارادے پر اطلاع نہ تھی۔ صرف اتنا سب جانتے تھے کہ مہاراجہ اب کسی طرف مہم کیا چاہتا ہے۔ سب سے اول شہزادہ کھڑک سنگھ کو حکم ہوا کہ اپنی فوج لے کر سیالکوٹ جا اُترے اور منتظر ہمارے آنے کا رہے۔ اور مہاراجہ کا یہ ارادہ تھا کہ اول قلعہ اٹک کے دخل کا شکرانہ و نذرانہ سری جوالا دیوی کے مندر پر جا کر ادا کرے اور ناصیہ فرسائی کی سعادت حاصل کر کے جدھر کا ارادہ ہو[1]، اس طرف کو جائے۔

چنانچہ ماہ بھادوں کے اخیر دنوں میں مہاراجہ لاہور سے روانہ ہو کر کانگڑہ میں پہنچا۔ وہاں سے سری جوالا دیوی کے مندر پر گیا اور بہت سا نقد و جنس پیش کش و نذر کیا۔ وہاں راجہ سنسار چند بھی نادون سے آ کر خدمت میں شرف یاب ہوا اور دونوں فرماں فرماؤں نے آپس میں مل کر دیوی کے درشن کیے۔ بعد حصولِ فراغ مہاراجہ دریائے راوی سے اُتر کر سیالکوٹ میں پہنچا اور احکام جاری کیے کہ تمام راجگانِ کوہستانی و جاگیردارانِ ملک اپنی اپنی فوج لے کر فی الفور حاضر ہوں۔ چنانچہ سب حاضر ہوئے اور مہاراجہ نے ہر ایک راجہ و رئیس کی فوج کی حاضری خود لی اور اطمینان کر لیا۔ وہاں سے مہاراجہ نے توپوں کو اونٹوں پر لدوا لیا اور سیالکوٹ سے تمام کمپو کے شمول کے لیے وزیرآباد پہنچا اور وزیرآباد سے رہتاس کی طرف کوچ کیا۔

اس وقت وزیر فتح خاں اٹک سے لیجے کی طرف ڈیرہ جات کے علاقے میں تھا۔ جب اس کو اس مہم کی خبر پہنچی، اس نے بھی ادھر کو کوچ کیا۔

۱- اصل متن میں "ہو جائے" تھا۔ 'جاہے' زائد تھا، حذف کیا گیا۔

مہاراجہ نے ایک فوج اس کے مقابلے پر مامور کی کہ جا کر اس کا راستہ روکے۔ جب رہتاس سے آگے کو فوج مامور ہوئی، خبر پہنچی کہ پیر پنجال کے پہاڑ پر برف پڑ گئی ہے اور راستہ مسدود ہے۔ اس سبب سے مہاراجہ اپنا کمپو لے کر واپس آ گیا اور جانا کہ سردی کے موسم میں اس ملک میں جانا اور دشمن سے لڑنا مشکل ہے۔

وہاں سے مہاراجہ کٹاس میں آیا اور غسل کر کے بہت سا روپیہ فقیروں کو بخشا۔ یہ ایک ہندوؤں کی عبادت گاہ ہے اور گہرا چشمہ اور تالاب ہے۔ ہندو وہاں جا کر غسل کرتے ہیں۔

راولپنڈی کے مقام پر ایک جرار فوج تحت حکم سردار دل سنگھ و دیوان محکم چند قلعہ مکھڈ کی طرف بھیجی گئی اور حکم ہوا کہ اگر وہ قلعہ بہ آسانی ہاتھ آ جائے تو بہتر ورنہ جنگ کر کے فتح کر لیں۔ جب یہ فوج قریب قلعہ مکھڈ کے پہنچی تو دادنی خاں حاکم و قابض قلعہ مذکور کا پہلے تو قلعہ بند ہو کر مستعد بہ جنگ ہوا مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور سکھوں نے قلعے میں داخل ہو کر تمام اسباب نقد و جنس اس کا لوٹ لیا۔ جب اس قلعے کے فتح کی خبر مہاراجہ نے سنی، سردار دل سنگھ کو قلعدار مقرر کیا۔ یہ مکھڈ کا قلعہ کالاباغ کے قریب واقع ہے اور علاقہ کوہی صعب گزار ہے۔

بعد دُرستی اس مہم کے دیوان محکم چند کو حکم ہوا کہ اپنی فوج لے کر بہ مقام راولپنڈی مقیم رہے اور شہزادہ کھڑک سنگھ کے نام لکھا گیا کہ اٹک کے متصل قیام رکھے اور خود مہاراجہ لاہور کو چلا آیا اور ہر ایک فوج کے افسر کے نام پروانے جاری کیے کہ کوئی متنفس چھاؤنی میں گھسنے نہ پائے سب کے سب لین میں حاضر رہیں۔

لاہور سے مہاراجہ بہ تقریب غسل ماگھی کے امرتسر کو گیا۔ وہاں وکلائے والیِ حیدر آباد سندھ تحائف لے کر قیامِ اتحاد کے لیے خدمت میں حاضر ہوئے اور خلعت دے کر رخصت کیے گئے۔

نیز بہ مقام امرتسر خبر پہنچی کہ سردار دیسا سنگھ نے قلعہ ہری پور، جو کانگڑہ کے علاقے میں ہے، بغیر لڑائی و فساد کے اپنے قبضے میں کر لیا ہے اور فوج راجہ سنسار چند کی جو اس پر قابض تھی نکال دی ہے۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ بہت ہنسا اور کہا کہ اب راجہ سنسار چند کے پاس صرف مختصر علاقہ نادون کا باقی رہ گیا ہے اور تمام پہاڑی ملک ہمارے قبضۂ اقتدار میں ہے۔ سنت سنگھ گرنتھی جو اس وقت حاضر تھا بولا کہ ابھی کیا ہے۔ گورو گوبند سنگھ فرما

کہتے ہیں کہ ہمارا خالصہ سرزمین کا راج کرے گا - اس پیشین گوئی کا ظہور اب ہوتا جاتا ہے کہ جس طرف خالصہ جی جاتا ہے فتح و نصرت استقبال کو آتی ہے - یہ سن کر مہاراجہ نے کہا کہ جو باتیں گورو فرما گئے ہیں ، سب راست اور ہونے والی ہیں -

اسی مقام پر خبر پہنچی کہ وزیر فتح خاں کشمیر کے راستے سے نکل کر کالا باغ اور ڈیرہ جات میں ہوتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا ہے - اب اس کا ارادہ اٹک کی طرف آنے کا نہیں ہے - اس واسطے شہزادہ کھڑک سنگھ کے نام حکم جاری ہوا کہ اٹک کے گرد و نواح سے اٹھ کر لاہور کو چلا آوے -

واضح ہو کہ اب کے سال میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کی طرف سفر کیا تھا تو چلتی مرتبہ بہ نظر دور اندیشی شاہ شجاع کو بھی ہمراہ لے گیا تھا - باعث یہ تھا کہ جب رعایا کشمیر کی یہ سنے گی کہ شاہ شجاع بھی مہاراجہ کی فوج میں ہیں تو وہ یہ سمجھے گی کہ مہاراجہ بعد فتح کے یہ ملک شاہ شجاع کو دے دے گا اور ہمارا قدیمی فرماں فرما بہ دستور ہم پر حکمران رہے گا - اس خبر سے کشمیر کی رعیت مہاراجہ کی مخالف نہ ہوگی -

جب مہاراجہ بہ سبب برسنے برف کے وہاں سے واپس آیا تو راستے سے شاہ شجاع کو لاہور بھیج دیا اور ایک پلٹن سکھوں کی اس کے ہمراہ کردی - راہ میں سکھوں نے کمال تشدد و سختی شاہ شجاع پر کی اور اس کا خیمہ لوٹ لیا اور مستعد اس کے قتل کے ہوئے - بڑی مشکل سے شاہ شجاع لاہور تک اپنی جان بچا کر آیا -

جب مہاراجہ داخلِ لاہور ہوا تو شاہ شجاع کے وکیل نے اس بات کی شکایت مہاراجہ کے روبرو پیش کی - اس فوج کے افسروں کو بلا کر دریافتِ حال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ شاہ کے پاس بہت سے جواہر قیمتی موجود ہیں[1] اور وہ چاہتا تھا کہ راہ میں سے وہ تمام جواہرات اپنے ایک معتبر کو دے کر انگریزوں کی عمل داری میں بھیج دیوے اور لاہور میں خالی ہاتھ جائے - ہم نے اس کو ممانعت کی اور کہا کہ تم لاہور میں چل کر اپنا مال جدھر چاہو روانہ کر دینا - مگر ہم یہاں سے تمہارا کوئی آدمی کہیں جانے نہیں دیں گے - اس بات پر شاہ کے آدمی فساد پر مستعد ہو گئے اور سکھوں کے ساتھ لڑ پڑے -

یہ تقریر سن کر مہاراجہ نے کچھ حکم نہ دیا بلکہ دوسرے روز ایک

۱- اصل متن میں 'ہیں' تھا - 'ہے' صحیح -

وکیل شاہ کے پاس بھیجا اور پیام دیا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمھارے پاس بہت سا جواہرات ہے اور تم بہ قیمتِ ارزاں صرافوں کے پاس ہم سے پوشیدہ فروخت کرتے ہو ۔ پس جس قیمت پر لوگوں کو دیتے ہو اسی قیمت پر ہم کو دو اور روپیہ لے لو ۔ شاہ نے جواہرات کے موجود ہونے سے صاف انکار کیا اور کہا کہ ایک جواہر کوہ نور بے بہا جو میرے پاس تھا میں مہاراجہ کو دے چکا ۔ اب کس واسطے مہاراجہ مجھ کو تنگ کرتا ہے ۔ اور یہ بات شاہانِ فرماں فرما کب جائز رکھتے ہیں کہ جو کوئی بادشاہ فلک زدہ اپنے ملک و حکومت سے بے دخل ہو کر بہ طور مہمان اپنے گھر آئے اس کو لوٹ لیں ۔

یہ جواب سن کر مہاراجہ سخت ناراض ہوا اور سکھوں کا پہرہ شاہ کے مکان پر دوبارہ قائم کر دیا اور حکم دیا کہ شاہ کو تنگ کر کے جواہرات لیں ۔ اس پر بھی شاہ نے کچھ نہ دیا ۔ آخر سکھنیاں عورتیں شاہ کے گھر میں بھیجی گئیں اور ان کو حکم ہوا کہ شاہ کی عورتوں کی تلاشی لے کر جس قدر زیور و جواہرات دستیاب ہو سب لے آئیں ۔ چنانچہ وہ عورتیں شاہ کے گھر میں گئیں اور نہایت بے آبروئی کے ساتھ شاہ کے زنانہ لوگوں کی تلاشی لی ، جس کے لکھنے سے قلم سیاہ آنسو بہاتی ہے ۔ بعدِ تلاشی کئی لاکھ روپے کا زیور و جواہر شاہ کے گھر سے دستیاب ہوا جو مہاراجہ کے روبرو لایا گیا ۔ جس کو خزانے میں داخل کر کے مہاراجہ نے کہا کہ اگر شاہ پہلے اس جواہرات کے موجود ہونے سے انکار نہ کرتا اور جھوٹ نہ بولتا تو ہم ضرور اس کی قیمت اس کو نقد دے دیتے ، مگر اب یہ قابل ضبطی کے ہے ۔

الغرض جب ایسی ایسی صریح زیادتی و جور و تعدی خلاف رابطۂ اتحاد و مہمان پرستی کے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے شاہ شجاع کی نسبت ظہور میں آئی اور وہ بادشاہ جس قدر زر و زیور و جواہرات ہمراہ لے کر کابل سے نکلا تھا سب کا سب لٹا چکا ، تو اس کو اپنی جان کی فکر پڑ گئی اور سمجھا کہ اگر اب پھر کوئی مخبر مہاراجہ کو کہہ دے گا کہ شاہ کے پاس اور جواہرات ہے اور جب تک شاہ مارا نہ جائے اس کا حاصل ہونا ممکن نہیں ہے تو مہاراجہ بے شک مجھ کو قتل کرا دے گا ۔ بہتر یہ ہے کہ اب جس طرح پر ہو سکے یہاں سے بھاگ کر صاحبان انگریز کے علاقے میں چلا جاؤں اور اس طماع حاکم کے پنجے سے نجات پاؤں ۔

یہ ارادہ دل میں قائم کر کے شاہ نے مہاراجہ کو کہلا بھیجا کہ اب تو آپ کل جواہر و زر و زیور میرا لے چکے ہیں ۔ اب میرے دروازے پر محافظ پہرہ

سکھوں کا کس واسطے مامور ہے ۔ یہی قید میرے واسطے بس ہے کہ میں آپ کے شہر میں ہوں ، بلا اجازت کہیں جا نہیں سکتا ۔ مہاراجہ نے یہ بات سن کر کچھ حکم نہ دیا ۔ آخر شاہ نے کمال تنگ آ کر پہرے والے سکھوں کو انعام دے کر راضی کر لیا اور وہ ایسے نرم ہوئے کہ آنا جانا لوگوں کا شاہ کے پاس جاری ہو گیا اور جس کو شاہ اپنے پاس بلانا چاہتے تھے وہ ممانعت نہیں کرتے تھے ۔ پہلے شاہ نے ایک شخص ہندو کشن چند کے ساتھ سازش کرکے اپنی عورتوں کو ہندنی عورتوں کا لباس پہنایا اور بہ تغیّر لباس بہلی میں سوار کرا کر لاہور سے لودہانہ [لودھیانہ] کو روانہ کر دیا ۔

کپتان برج صاحب اسسٹنٹ رزیڈنٹ بہادر لودہانہ [لودھیانہ] کو جب خبر پہنچی کہ شاہ شجاع کے قبائل لاہور سے آئے ہیں تو دریا تک استقبال کرکے اپنے ہمراہ لے گیا اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ علیحدہ کوٹھی میں اُتارا ۔

اس روانگی کے پندرھویں دن مہاراجہ کو خبر پہنچی کہ شاہ شجاع نے اپنے قبائل لاہور سے لودہانہ[1] بھیج دیے ہیں ، تو کمال غضب ناک ہوا اور اگلا پہرہ بدل کر توپ خانے کا پہرہ شاہ کی ڈیوڑھی پر مامور کیا اور حکم دیا کہ کوئی آدم زاد شاہ کے پاس آنے جانے نہ پائے ۔

اس وقت شاہ شجاع اپنے بھاگنے کی فکر میں تھا ۔ چنانچہ ایک رات کہ سخت اندھیری رات تھی ، فراش خانے کی دیوار ، جو کوچے کی طرف تھی ، توڑ کر دو خدمت گاروں کے ساتھ مبارک حویلی سے نکلا ۔ پہلے دروازہ موچی کی طرف آیا ، وہ بند تھا ۔ پھر شاہ عالمی دروازے پر پہنچا ، اس کو بھی مسدود پایا ۔ کوئی راستہ شاہ کو نہیں ملتا تھا کہ شہر سے باہر نکل کر منزل مقصود تک پہنچے ۔ آخر جب لوہاری دروازے تک گیا تو اس کو بھی مسدود دیکھ کر ناامید ہو گیا اور نہیں جانتا تھا کہ اب کہاں جائے اور کس مقام میں اپنے آپ کو چھپائے ۔ پھر بڑی بدر رو میں جو لوہاری دروازے کے پاس ہے ، گھسا اور بہ ہزار مشکل اس اندھیری رات میں ایسی کیچڑ میں سے ہو کر شہر کے باہر نکلا ۔ پھر داتا گنج بخش کے مزار پر پہنچا اور مسجد کے سقاوہ میں نہا کر اور اپنے ہاتھ سے کپڑے دھو کر حضرت کے مزار پر فاتحہ کہا اور دریائے راوی کے راستے کی طرف چلا کیونکہ اس کو یقین تھا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ میری تلاش دریائے

۱۔ لودہانہ یا لودھیانہ کو ہر جگہ لودہانہ لکھا گیا ہے جو مؤلف کے نزدیک صحیح املا تھا ۔

بیاس و ستلج کی طرف کرائے گا اور یہ خیال اس کو ہوگا کہ شاہ لودھیالہ کو گیا ہے۔

آدھی رات پر دو بجے شاہ شجاع تیر کر دریائے راوی سے پار گیا اور ایک زمیندار کو، جس کا چھکڑا گوجرانوالہ کو جاتا تھا، کرایہ دے کر کے شام کے بعد گوجرانوالہ پہنچا اور وہاں سے سیالکوٹ کی راہ لی اور سیالکوٹ سے جموں اور جموں سے کشتوار پہنچا۔ والیِ کشتوار نے اس آفت زدہ بادشاہ کی بڑی خاطر کی اور اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دی۔ وہاں جا کر پھر سب سامان آرام کا بادشاہ کو مل گیا، اور تجویز کی کہ حاکمِ کشتوار کی فوج اور ملکیہ لشکر لے کر کشمیر پر حملہ کرے۔ حاکمِ کشتوار نے اس ارادے کے پورا کرنے میں بہت کوشش کی۔ لشکر و روپے سے بہ خوبی مدد دی اور خود بھی شاہ کے ساتھ لشکر لے کر کشمیر پر حملہ آور ہوا مگر لڑائی میں شکست فاش کھائی اور بڑی خرابی کے ساتھ فوج و اسباب کو غارت کر کے کشتوار واپس گیا۔ وہاں بھی اس کو اس کی بدنصیبی اور بدقسمتی نے جوہر دکھائے کہ حاکمِ کشتوار کی نظر سے بھی یہ گر گیا اور اس نے مناسب نہ جانا کہ اب بے وقری و بے آبروئی کی حالت میں وہاں پڑا رہے۔ ناچار وہاں سے بھی یہ چار خدمت گار اور چار گھوڑوں کے ساتھ نکلا اور پہاڑ پہاڑ بڑی مصیبت اور سختی کے ساتھ راستہ طے کرتا ہوا کلّو کے پہاڑ پر گیا۔ وہاں سے سپالو پہنچا۔ وہاں کچھ سامان سواری و پوشاک وغیرہ درست کر کے لودھیالہ کے نزدیک جا پہنچا۔

صاحب ایجنٹ رزیڈنٹ بہادر کو جب شاہ کے آنے کی خبر ہوئی، تمام سامان شاہی کا شاہ کے پاس بھیج دیا اور شاہانہ استقبال کر کے اس کو لودھیالہ میں لے آئے۔ صرفِ شاہانہ روزمرہ خزانۂ سرکار انگریزی سے ملنا شروع ہوا۔ اس مہمان پرست شہنشاہ نے اپنی میزبانی و مہمان پرستی سے ایسی حمایت و رعایت اس شاہ کی کی کہ تمام زمانہ جانتا ہے۔ عیاں را چہ بیاں کہ جب تک شاہ انگریزوں کے پاس رہا ہزاروں روپیہ روزمرہ خرچ اس کو دیا جاتا تھا۔ پھر کروڑوں روپیہ صرف کر کے کابل پر اس کی حمایت میں فوج کشی کی اور کابل فتح کر کے دوبارہ اس کو تخت نشین کیا اور بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ شاہ شجاع کو ایک وہ دولت پھر نہ ملی جو وہ لاہور میں چھنوا گیا تھا۔ سوائے اس کے اور سب کچھ صاحبان انگریز بہادر نے اس کو دلادیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب شاہ کے نکل جانے کی خبر پائی تو پہرے والوں پر سخت عتاب کیا اور سوار دوڑائے کہ جہاں شاہ مل جائے پکڑ کر لے آئیں۔ تلاش بہت ہوئی مگر جس طرف شاہ گیا تھا تلاش نہ ہوئی۔

انھی دنوں میں نواب مظفر خاں والیِ ملتان کی تحریر بدیں مضمون گزارش ہوئی کہ وزیر فتح خاں کالا باغ تک آ گیا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ ملتان پر یورش کرے۔ چونکہ ریاست ملتان کی اب خراج گزار مہاراجہ کی ہے، مہاراجہ اس میں تجویز مناسب فرمائیں، مہاراجہ نے یہ خبر پا کر چار پلٹن اور ایک رجمنٹ اور دو توپ خانے ماتحت شہزادہ کھڑک سنگھ کے فی الفور ملتان کو روانہ کر دیے اور تاکید کی کہ نواب کی امداد پر فتح خاں کے ساتھ لڑیں۔ جب یہ فوج قریب ملتان کے پہنچی تو خبر آئی کہ وزیر فتح خاں کالا باغ سے واپس ہو کر پشاور کو چلا گیا، اس واسطے فوج وہاں سے واپس ہو کر لاہور آ گئی۔

یورش کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کشمیر پر اور بے حصولِ مراد واپس آنا اور فساد زمینداران سکھڈ کا اور سزا پانا

۱۸۷۱ بکرمی کی ابتدا میں راجہ عجب سنگھ مالک جسروٹہ کا مر گیا۔ اس کے مرنے کی خبر سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چاہا کہ اس کا ملک ضبط کر لے مگر لال دیو اس کا بیٹا بہت جلد خدمت میں حاضر ہو گیا اور ایک لاکھ روپیہ نذرانے کا داخل کیا۔ مہاراجہ اس پر بہت خوش ہوا اور دوبارہ خطاب راجگی کا دے کر خلعت بحالی کا بخشا۔

اسی سال کے ماہ بیساکھ میں مہاراجہ کا مصمم ارادہ ہو گیا کہ کشمیر فتح کرے اور محمد عظیم خاں ناظمِ شاہ کابل کو وہاں سے نکال دے۔ چنانچہ فوج کو تیاری کا حکم دیا اور سامان سب درست کیا۔ جب فوج تیار ہو گئی تو حکم ہوا کہ دریائے راوی سے اُتر کر جمع ہو۔ خود تو مہاراجہ لاہور سے دینا نگر کو گیا اور شہزادہ کھڑک سنگھ کو ارشاد کیا کہ فوج لے کر بمقام سیالکوٹ ٹھہرے۔ چنانچہ شہزادہ سیالکوٹ پہنچا اور تمام فوج نے وہاں جمع ہو کر لام لگا دیا۔ دینا نگر سے مہاراجہ سیالکوٹ گیا اور وہاں سے بڑے اجتماع کے ساتھ کشمیر کو روانہ ہوا، اور تمام فوج بے روک ٹوک راجوڑی میں پہنچی۔ راجہ اغر خاں والیِ راجوڑی نے خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت قبول کی۔ اور سامان رسد کا خدمت میں پہنچایا۔ رہنما اس راستے کا اغر خاں مقرر ہوا اور اس سفر میں ہمرکاب مہاراجہ کے رہا۔

جب سکھی فوج بہرام گلہ کے پاس پہنچی کچھ دشمن کی فوج جو اس قلعے میں مقیم تھی، بہ مقابلہ پیش آئی اور سکھوں نے تھوڑے سے حملے میں اس کو بھگا دیا۔ میدان سے بھاگ کر وہ قلعے میں گئی اور قلعہ بند ہو گئی۔ مہاراجہ

نے قلعے کا محاصرہ کیا اور گولہ باری شروع کی ۔ جب قلعے پر آگ برسنے لگی تو محصور بہت گھبرائے ۔ امان طلب کی اور دروازہ قلعے کا کھول دیا ۔ مہاراجہ نے اس میں دخل کرکے اپنی فوج مامور کردی ۔

پھر بہرام گلہ سے فوج آگے بڑھی تو پیر پنجال کا پہاڑ روبرو نظر آنے لگا ۔ وہاں سے فوج جب آگے بڑھی تو پونچھ کے مقام پر خیمہ زن ہوئی اور مقام منڈی اپنے قبضے میں کر لیا ۔ تمام فوج اور مہاراجہ چند روز وہاں ہی مقیم رہے ۔ مگر دیوان رام دیال ، دیوان محکم چند کا بیٹا کہ ایک نوجوان اور بہادر آدمی تھا ، مہاراجہ کی بے اجازت دوسرے راستے سے پہاڑ پر چڑھ گیا ، اور ایسا تیز گیا کہ موضع ہیر پور کے پاس جا پہنچا ۔ مگر اس کو یہ امید تھی کہ مہاراجہ کا ڈیرہ اور تمام فوج بھی میرے پیچھے ہی آتی ہوگی ، ورنہ مدد تو ضرور ہی مہاراجہ روانہ کرے گا ۔ جب اس کو مدد نہ پہنچی تو وہ بہ ذاتِ خود دشمن پر حملہ آور ہوا ، اور شکست کھا کر پھر میر پور[1] آ اُترا ۔ محمد عظیم خاں کی فوج نے چاروں طرف سے اس کی فوج کو گھیر لیا ۔ سوائے محاصرے کے کچھ مزاحمت نہ کی ، کیونکہ دوسری طرف ناظم خود مہاراجہ کے ساتھ لڑ رہا تھا ۔ اس کا مفصل حال یہ ہے کہ بعد محاصرے میں آ جانے دیوان رام دیال کے جب مہاراجہ کو خبر ہوئی تو امداد کے نہ بھیجنے سے بہت پچھتایا اور سردار جیون مل ، ملازمِ شہزادۂ کھڑک سنگھ کو حکم دیا کہ اپنی فوج لے کر آگے بڑھے اور تمام فوج میں حکم سواری و تیاری کا مل گیا ۔ سردار جیون مل جب پیر پنجال کے پہاڑ پر چڑھا ، دشمن کی فوج وہاں مستعد و تیار کھڑی تھی ۔ جاتے ہی لڑائی شروع ہو گئی ۔ سکھ نہایت جواں مردی و جرأت کے ساتھ لڑے ۔ افغانوں نے بھی اپنی بہادری و شجاعت کے جوہر دکھلائے ۔ آخر سردار جیون مل مارا گیا اور فوج بہت کام آئی ۔

دوسرے روز مہاراجہ تمام فوج کے ساتھ پہاڑ پر گیا ۔ افغان مہاراجہ کے ساتھ کمال چستی کے ساتھ لڑے ۔ توپوں کے گولوں اور بندوقوں کی باڑوں کی مار کھا کر سکھوں کے گلے آ آ پڑتے تھے اور تلوار سے قتلِ عام کر دیتے تھے ۔ نہایت سخت لڑائی وقوع میں آئی ۔ سینکڑوں آدمی فریقین کے میدان میں کھیت رہے ۔ اس پر غضب یہ ہوا کہ عین لڑائی کے وقت ابر نمودار ہوا اور بارش سخت ہونے لگی ، ہوا بھی نہایت سرد ہو گئی ۔ افغان اس وقت میں بھی جنگ کرتے ہوئے سکھوں کو دبائے ہوئے چلے آتے تھے اور سکھ باوجود ایسی بارش اور سخت سردی کے

۱- مطابقِ اصل متن ہے ۔ 'ہیر پور' ہونا چاہیے ۔

برابر میدان میں دشمن کا حملہ روکتے تھے ۔ ناگاہ اغر خاں راجوڑ ، مہاراجہ کے روبرو آیا اور کہا کہ جتنی فوج مہاراجہ کی میر پور کے مقام پر تھی سب کی سب دشمن کے ہاتھ سے قتل ہو گئی ۔ یہ بات سنتے ہی سکھان فوج خوف زدہ ہو گئے اور پیچھے کو ہٹنے لگے ۔ مہاراجہ نے اس وقت ہر چند چاہا کہ فوج آگے کو بڑھے اور دشمن سے لڑے ، مگر سکھوں کا حوصلہ نہ پڑا اور میدان سے پیچھے کو بھاگے ۔ ناچار مہاراجہ بھی پیچھے کو ہٹا اور پونچھ میں آ کر دم لیا ۔ تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ خبر جو اغرخاں نے پہنچائی تھی ، جھوٹ ہے ۔

وہاں سے مہاراجہ نے پھر ارادہ کیا کہ فوج جمع کرکے دوبارہ دشمن پر حملہ آور ہو ، مگر بعض دور اندیشوں نے منع کیا اور یہ تجویز ٹھہرائی کہ اگر محمد عظیم خاں فوج محصور پر دست درازی نہ کرے اور صحیح و سلامت مہاراجہ کے پاس پہنچا دیوے تو مہاراجہ اس کے ساتھ لڑنے کا ارادہ نہ کرے ۔ اور اگر اس کے برخلاف کرے تو دوبارہ لڑنا عین مصلحت ہے ۔ چنانچہ اس باب میں بذریعہ تحریر محمد عظیم خاں کو اطلاع پہنچائی گئی اور اس نے فوج محصور سے محاصرہ اُٹھا لیا ، اور وہ فوج وہاں سے رہائی پا کر شامل فوج مہاراجہ کے ہوئی ۔

وہاں سے بہ مقام بھمبر آ کر مہاراجہ نے تمام فوج جمع کی اور تمام راجوں اور جاگیرداروں کو اسی مقام سے رخصت کیا اور خود لاہور کو معاودت کی ۔

یہ مہم مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کمال بے تجویزی اور بے پروائی سے شروع کی تھی ۔ مہم کے شروع کرنے کے وقت دیوان محکم چند نے کہ بہ سبب بیماری کے مہاراجہ کے ساتھ نہیں جا سکا تھا ، منع کیا تھا کہ موسم برسات کا نزدیک ہے ، اس میں کشمیر کا سفر بہتر نہیں ہے ۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اوّل اس طرف کے رئیسوں اور درّوں کے جاگیرداروں اور زمینداروں کو اپنے ساتھ ملا لینا چاہیے ۔ جب وہ آمیزش کر لیں تو مہم کرنی مناسب ہے ، مگر مہاراجہ نے قبول نہ کیا اور اس مہم کو ایک آسان امر تصوّر کرکے اُدھر کو کوچ کیا ۔ یہ قول فی الحقیقت دیوان محکم چند کا سچ تھا کیونکہ اس جگہ زمیندار اور درّوں کے محافظ جب تک یورش کرنے والے کے مددگار و حامی نہ ہوں تو قیامت تک اس کا دخل اس علاقے پر نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ اس علاقے کی رعیت کمال مفسد و شریر ہے اور ہمیشہ اس خیال میں رہتی ہے کہ اس علاقے کا حاکم بدلتا رہے ۔ مہاراجہ بھی اگر ان سے سازش کرتا تو وہ سب کے سب بے شک اس کے مددگار و حامی بن جاتے ، کیونکہ کشمیر والوں کی یہ عادت ہے کہ غنیم کے ہمیشہ حامی و مددگار بن جاتے ہیں ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ جب کشمیر سے واپس آ کر لاہور میں داخل ہوا تو دیوان محکم چند جو ایک جواں مرد پہلوان ، صاحب تدبیر ، جنگ آور آدمی تھا مر گیا ۔ اس کے مرنے کا مہاراجہ نے کمال افسوس کیا ۔ کیونکہ مہاراجہ کے ہر ایک کام مالی و ملکی میں جاں فشانی تہ دل سے کرتا تھا اور بڑے بڑے علاقے اس کی کوشش و زور بازو سے فتح ہوئے تھے ۔ کشمیر میں بھی جب معاملہ برعکس تدبیر کے وقوع میں آیا تو مہاراجہ اسی کو یاد کرتا اور کہتا اس وقت دیوان محکم چند ہمارے ساتھ ہوتا تو کبھی ایسی خرابی وقوع میں نہ آتی ۔ اس کے مرنے کے بعد مہاراجہ نے اس کے بڑے بیٹے موتی رام کو اس کی جگہ دیوانی کا خلعت بخشا اور دوسرے بیٹے رام دیال کو علیحدہ جاگیر دے کر فوج کا افسر بنایا ۔

کشمیر کی شکست کا حال جب صاحبان انگریز نے سنا تو جنرل اوکٹر لونی صاحب بہادر نے مہاراجہ کے نام خط لکھا کہ اگر مہاراجہ اجازت دیں تو انگریزی فوج مہاراجہ کی امداد کے لیے بھیجی جائے ۔ مہاراجہ نے بہ جواب اس کے بہت سا شکریہ ادا کیا اور امداد کے باب میں انکار لکھا ۔ کیونکہ مہاراجہ کو انگریزوں سے مدد لینے میں عار معلوم ہوتا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ کسی کا احسان مند ہو ۔

چونکہ ایک سال کا خراج راجگان کوہی کی طرف چڑھ گیا تھا اور سب راجے پہلو تہی کرتے تھے ، کس واسطے کہ وہ ایک ایک [کذا] رقم کشیر بابت جرمانہ دے چکے تھے ۔ پہلے رقم خراج کے ادا کرنے کے باب میں بہت سی تحریریں راجیوں[1] [کذا] کے نام جاری ہوئیں اور وکیلوں کو فہمائشیں ہوئیں ۔ جب اُن سے بھی کام نہ نکلا تو سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کو حکم ملا کہ ایک فوج اور توپ خانہ لے کر پہاڑ کو جائے اور کوہستانی راجیوں [کذا] سے بہ زور و تعدی زر خراج وصول کرے ۔ چونکہ اس خراج کے وصول کرنے میں مہاراجہ سنسار چند بھی شامل تھا اور اس کے پاس روپیہ نہ تھا ، اس کی نسبت سردار دیسا سنگھ نے لکھا کہ راجہ سنسار چند کو لاہور کو بھیج دیوے ۔ چنانچہ راجہ سنسار چند فی الفور لاہور چلا آیا ۔ چونکہ مہاراجہ نے کل پہاڑ کا ملک راجہ سنسار چند سے چھین لیا تھا ، اس کی بہت خاطر کی اور چند روز مہمان رکھ کر رخصت کیا ۔ روپے کا مطالبہ اس سے کچھ نہ کیا اور مناسب نہ جانا کہ ایسی

۱- 'راجاؤں' ہونا چاہیے تھا ۔

مفلسی کے وقت میں اس سے روپیہ ضبط کیا جائے اور زخم پر نمک لگایا جائے۔

انھی دنوں میں علاقہ‌ٔ سس ستلج سے خبر آئی کہ انگریزوں کا تمام لشکر جو لودہانہ میں فروکش تھا کوہستانی علاقے میں، جو مابین دریائے ستلج و جمنا کے واقع ہے، فوج گورکھیا کے ساتھ جنگ کر رہا ہے اور جنرل اوکڑ لونی صاحب بہادر بہ دل و جان اس علاقے کے مفتوح کرنے میں مصروف ہے۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ نے فقیر عزیزالدین کو بطورِ سفیر، جنرل اوکڑ لونی صاحب بہادر کی خدمت میں بھیجا اور پیام دیا کہ اگر صاحب اجازت دیں تو ہماری فوج بھی اس امر اہم کی امداد کے لیے خدمت میں حاضر ہو۔

جب فقیر عزیزالدین صاحب بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا، صاحب نے اس کی بہت عزت کی اور شکرانہ[1] ادا کیا اور کہا کہ مہاراجہ کی محبت اور اخلاص پر ہم کو ایسی ہی امید ہے جیسے کہ وہ تحریر فرماتے ہیں مگر بالفعل اس مہم کے بہ انجام پہنچانے کے لیے انگریزی فوج کافی ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو مہاراجہ کو تکلیف دی جائے گی۔

انھی ایام میں اطلاع ہوئی کہ میاں جیت سنگھ فرماں فرمائے جموں نے پھر سر اُٹھایا ہے اور بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے۔ مہاراجہ نے دیوان شنکر داس اور سردار فتح سنگھ مان کے نام حکم جاری کیا کہ اپنی اپنی فوج لے کر جموں کو روانہ ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں سردار فوج لے کر فی‌الفور جموں جا پہنچے۔ میاں جیت سنگھ ڈر گیا اور اطاعت قبول کر کے حاضر ہوا۔ دونوں سردار اس کو ہمراہ لے کر لاہور آئے اور کچھ گزارہ اس کے لیے مقرر کرا دیا۔

اور ایک ضروری خبر قلعہ‌ٔ اٹک کے قلعدار کی معرفت آئی کہ قلعہ‌ٔ مکھڈ کی طرف افغانانِ یوسف زئی اور خٹک نے بڑا فساد برپا کیا ہے۔ بہت سا مجمع افغانوں کا ہو کر قلعہ‌ٔ مکھڈ پر آیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ غلے کی آمد و رفت قلعے سے بند کر دی۔ دل سنگھ قلعدار مکھڈ پندرہ روز تک افغانوں کے ساتھ لڑتا رہا۔ آخر تنگ آ گیا اور فوج معمورۂ قلعہ‌ٔ اٹک سے مدد طلب کی۔ ایک دستہ فوج کا اٹک سے افغانوں کی سرکوبی کے لیے گیا اور تھوڑے سے حملے میں ہجوم افغانوں کا متفرق کر دیا۔

بعد انجام اپنے کام کے جب وہ فوج پھر اٹک کو واپس گئی تو افغان پھر آ موجود ہوئے اور اسی طرح محاصرہ قلعے کا کر لیا۔ قلعدار نے دوبارہ قلعدار

۱۔ 'شکریہ' ہونا چاہیے تھا۔

اٹک کو اطلاع دی - چونکہ وہ ابھی راستے ہی میں تھا ، پھر مکھڈ کو لوٹ آیا - جب نزدیک پہنچا افغان کمال چالاکی کے ساتھ اس کے مقابل ہوئے - دو روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی ، سینکڑوں آدمی فریقین کے قتل ہوئے - تیسرے روز کی لڑائی میں سکھوں نے کمال چستی کے ساتھ اول افغانوں پر حملہ کیا ، توپوں اور بندوقوں کی مار سے سینکڑوں افغان قتل کر دیے ، یہاں تک کے افغانوں کے پاؤں میدان سے اٹھ گئے اور بے اختیار بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے - مگر افغانوں نے یہ کارسازی کی کہ نصف لشکر اپنا انھوں نے دوسرے راستے سے سکھوں کی پشت کی طرف بھیج دیا اور جو بھاگے جاتے تھے وہ بے اختیار[1] پیچھے کو لوٹ گئے اور دوبارہ سکھوں کے ساتھ کمال جوش و خروش سے لڑنے لگے - چونکہ اس تعاقب میں سکھ اپنی توپیں پہاڑ پر نہ لے جا سکتے تھے ، ہاتھوں ہاتھ بہ ضرب تلوار اور نیزوں کے لڑائی شروع ہوئی - ایک سخت معرکہ جنگ کا وقوع میں آیا اور سکھوں کو بہ حالتِ ناچاری وہاں سے پیچھے ہٹنا پڑا - جب پہاڑ سے اترے تو دوسرا مجمع افغانوں کا ان کے مقابل ہوا اور دونوں طرف سے لڑائی کرنی پڑی - پھر تو سکھوں کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور بے اختیار ہو کر بھاگے - افغانوں نے دل کھول کر سکھوں کو قتل کیا - بہتوں کو باندھ کر لے گئے اور بہتوں کو پہاڑ کے نیچے دھکیل دیا جو غاروں میں جا پڑے - غرض کمال نقصان سکھی فوج کا اس جنگ میں ہوا - سردار ساون سنگھ افسر فوج کا مارا گیا - باقی ماندہ فوج جو قتل سے بچی کرتی پڑتی قلعۂ اٹک کو واپس چلی گئی - افغانوں نے قلعۂ مکھڈ کو پھر گھیر لیا -

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب یہ حال سنا فی الفور لاہور سے کوچ کرکے جہانگیر بادشاہ کے مقبرے میں بہ مقام شاہدرہ جا اترا اور فوج کے نام حاضری کے احکام جاری کیے - سردار دل سنگھ اور دیوان موتی رام کو حکم ہوا کہ فی الفور بلا توقف اپنی اپنی فوج لے کر اٹک کو روانہ ہوں اور فوج محصور کو جو قلعۂ مکھڈ میں قلعہ بند ہے جا کر رہائی دیں اور افغانوں کو بہ سزائے اعمال ناشائستہ پہنچائیں - چنانچہ یہ دونوں سردار بہ کوچ یلغر لاہور سے قلعہ مکھڈ تک پہنچے - مہاراجہ ابھی لاہور میں منتظر تھا کہ وہاں سے کیا خبر آتی ہے - اگر اس فوجِ ماموره حال کو بھی شکست ہوئی تو مہاراجہ کا ارادہ تھا کہ خود اس طرف کو جائے - مگر اس فوج کے وہاں پہنچنے سے پٹھانوں کا مجمع ٹوٹ گیا

۱- 'بے اختیار' بے معنی لفظ ہے - 'ناگہاں' یا 'اچانک' ہونا چاہیے تھا -

اور قلعے کا محاصرہ چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ اس واسطے فوج ماموره واپس چلی آئی اور مہاراجہ کی اس طرف سے خاطر جمع ہو گئی ۔

اس واقعے سے چار ماہ کے بعد خبر آئی کہ زمینداران کوٹ کمالیہ خراج سرکاری نہیں دیتے اور جنگ پر مستعد ہیں ، اس واسطے فقیر عزیزالدین کے نام حکم جاری ہوا کہ چار پلٹن اور دو توپ خانہ لے کر کوٹ کمالیہ کی طرف کوچ کرے ۔ جب انتظام مالیہ کوٹ کمالیہ کا کر چکے ، ملتان کی طرف جائے اور والیِ ملتان سے بقایائے زر خراج وصول کرکے لے آئے ۔ چنانچہ حسب الحکم فقیر عزیزالدین کوٹ کمالیہ پہنچا اور قصبے والے مفسدوں کو ، جن کو اطاعت سے عار تھا ، قید کر لیا اور قصبے میں کاردار سرکاری مامور کرکے ملتان کے علاقے میں داخل ہوا ۔ وہاں جا کر فقیر عزیزالدین نے دیکھا کہ زمینداروں کی زراعت ابھی کچی کھڑی ہے ۔ اگر یہ فوج شہر تک جائے گی تو زمیندار خوف کے مارے اپنے اپنے گاؤں کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور کمال نقصان ان کا ہوگا ۔ اس واسطے اپنا وکیل نواب کے پاس بہ طلب زر مطلوبہ کے بھیجا اور معلوم گیا کہ مہاراجہ نے باقیات زر خراج کے واسطے چار ماہ کی مہلت منظور کر لی ہے اور خط مہاراجہ کا جو اس باب میں جاری ہوا تھا نواب نے فقیر عزیزالدین کے معائنے کے لیے بھیج دیا ۔ اس واسطے فقیر لاہور کو چلا آیا ۔

چونکہ انھی ایام میں سال ۱۸۷۲ بکرمی شروع ہو گیا تھا ، مصر رلیا رام کے نام حکم جاری ہوا کہ راجگان کوہی سے سالانہ خراج وصول کرکے داخل خزانہ کرے ۔ چنانچہ وہ اپنی[1] متعلقہ فوج کے ساتھ پہاڑ کو گیا اور بعد ایک ماہ کے اطلاع کی کہ راجگان کوہی نذرانہ دینے میں پہلوتہی کرتے ہیں ۔ زرباج دینے میں اس قدر لیت و لعل ہوتا ہے کہ ہر روز تازہ بہانہ کیا جاتا ہے ۔ یہ اطلاع پا کر مہاراجہ خود لاہور سے ایک شائستہ فوج کے ساتھ روانہ ہوا اور بہ کوچ متواتر دینا نگر پہنچا ۔ چونکہ راجہ بیر سنگھ ، راجہ نورپور کا ، اپنا علاقہ چھوڑ کر ستلج پار چلا گیا تھا ، سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کی معرفت حاضر ہوا اور دوبارہ نذرانہ دے کر اپنے علاقے پر مامور ہوا ۔ اسی کو مہاراجہ نے حکم دیا کہ راجگانِ کوہی سے نذرانہ وصول کرکے پیش کرے ۔ اس نے ہر ایک راجہ کو ڈرا دھمکا کر روپیہ وصول کیا اور چوّن ہزار روپیہ نقد لے کر واپس آیا ۔ بعد وصول زرِ خراج کے مہاراجہ نے تمام راجوں کو اپنے روبرو طلب

۱- اصل متن میں ''اپنے وہ'' درست نہیں ۔

گیا اور ہر ایک سے اقرار نامہ لکھوا لیا کہ آئندہ ہر ایک برس کے ماہ بیساکھ میں زرِ واجبی ادا کر دیں گے ۔ بعد اس انتظام کے مہاراجہ نے وزیر آباد کی طرف عزم کیا اور وہاں جا کر چند روز بہ سیر و شکار مصروف رہا ۔

اسی مقام سے سردار دھنا سنگھ ملوی اور دیوان موتی رام کے نام فرمان جاری ہوا کہ اپنی اپنی فوج لے کر فی‌الفور بہاول پور کو چلے جائیں اور وہاں پہنچ کر نواب بہاول پور سے زرِ نذرانہ ، جو چند سال سے اس نے ادا نہیں کیا ، وصول کریں اور آئندہ کے لیے اس کو فہمائش کریں کہ بہ موجب اطاعت نامہ محررۂ اول کے سالانہ خراج اپنے اُوپر مقرر کر کے اقرار نامہ لکھ دیوے اور بلا تامل سال بہ سال داخل خزانہ سرکار کر دیا کرے ۔ چنانچہ وہ دونوں سردار مع فوج جرار ادھر کو روانہ ہوئے اور بہاول پور کے علاقے میں داخل ہو کر اپنی ماموری کی اطلاع نواب کو دی اور کوچ بہ کوچ آگے بڑھتے چلے گئے ۔ جب نزدیک پہنچے تو نواب استقبال کے لیے کئی میل تک باہر آیا اور بڑی خاطر سے شہر کے پاس اُتارا اور زرِ نذرانہ سنینِ ماضیہ دے کر آئندہ کے لیے چالیس ہزار روپیہ سالانہ خراج اپنے ذمے قائم کیا اور سند لکھ کر دے دی ۔ بعد اس انتظام کے دونوں سردار واپس آئے ۔ اس خدمت پر مہاراجہ نے دونوں کی نسبت بڑی رضامندی ظاہر کی ۔

وزیر آباد سے مہاراجہ کا یہ ارادہ ہوا کہ بھمبر کا ملک ، جو سلطان خاں کے قبضے میں ہے ، فتح کر کے اپنے قبضے میں کر لینا چاہیے کہ ہر وقت مہمِ کشمیر کے پھر اس مقام پر کوئی روک باقی نہ رہے ۔ اور حدود ہماری کشمیر کی حدود سے مل جائیں ۔ اس ارادے پر قائم ہو کر اول مہاراجہ نے سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کو حکم دیا کہ بھمبر کو کوچ کرے اور سلطان خاں سے ملک چھین کر اپنا قبضہ کر لے ۔ چنانچہ وہ سردار فی‌الفور کوچ کر کے کوہستان بھمبر میں جا پہنچا اور کئی روز بہ سبب شدت بارش کے دامن کوہ میں اُترا رہا ۔ جب بارش بند نہ ہوئی تو واپس چلا آیا ۔

جب موسم برسات کا گزر گیا تو مہاراجہ نے کشمیر کی مہم کی تیاری کی اور مع فوج اور مجمع جاگیرداروں و سرداروں کے بہ مقام سیالکوٹ جا اُترا ۔ وہاں چند روز ٹھہر کر سارا مجمع اپنی فوج کا بنایا اور جاگیرداروں و سرداروں و راجوں کی فوج کی حاضری بہ ذات خود لی ، اور سیالکوٹ سے چل کر ظفروال کے گھاٹ کے راستے دریائے جہلم سے اُترا اور قلعہ مناور پر حملہ کیا ۔ قلعے والوں نے اطاعت مان لی اور قلعہ خالی کر دیا ۔ وہاں سے دیوان رام دیال کے نام

حکم جاری ہوا کہ آگے بڑھے۔ چنانچہ وہ نوجوان پہلوان دیوان محکم چند کا بیٹا اپنی فوج لے کر وہاں سے ایسا تیز چلا کہ نوشہرہ میں جا اُترا اور مہاراجہ خود بھمبر میں پہنچا اور درپے اس بات کے ہوا کہ کسی طرح رجوڑی میں اپنا تھانہ قائم کرے اور راجہ بھمبر سے اطمینان بہ عہد و پیمان کر لے۔ چنانچہ راجہ بھمبر سے فی الفور اطاعت نامہ لیا گیا اور بھمبر سے اکالی رجمنٹ کو جو ماتحت سردار سرودل[1] سنگھ کی تھی، حکم ہوا کہ فوراً کوچ کرکے دیوان رام دیال کے ساتھ شامل ہو جائے اور اس کے پیچھے مہاراجہ نے خود بھی کوچ کیا۔

جب اکالی رجمنٹ دیوان رام دیال کو جا ملی تو دیوان رام دیال وہاں سے آگے بڑھا اور تھوڑی سی لڑائی میں شہر رجوڑی پر قبضہ کر لیا اور راجہ اغر خاں میدان سے شکست کھا کر قلعۂ کوٹلی میں قلعہ بند ہو گیا۔ مہاراجہ نے رجوڑی میں داخل ہو کر چاہا کہ قلعۂ کوٹلی کو محاصرہ کر کے وہ قلعہ بھی اغر خاں سے لے لے اور اس کو قید کر دے۔

مہاراجہ بہ مقام رجوڑی اس تجویز میں مصروف تھا اور مستعد تھا کہ کشمیر فتح کر لے کہ ناگاہ اٹک سے سوار دوڑا آیا اور خبر پہنچائی کہ وزیر فتح خاں بے شمار فوج و توپ خانہ لے کر قلعہ اٹک کی طرف آیا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ بعد فتح قلعۂ اٹک کے مہاراجہ کے علاقے میں بھی دست اندازی کرے۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ نے تمام سرداروں کو جمع کرکے اس باب میں مشورہ کیا۔ سب کی رائے اس بات پر قرار پائی کہ اب کی سال کشمیر کی مہم معطل رہے کیونکہ اسوج مہینے کی آخر ہے اور کوہ پیرپنجال پر برف برس گئی ہے۔ علاوہ اس کے ایک زبردست دشمن قلعۂ اٹک کے فتح کرنے کے ارادے پر آ پہنچا ہے۔ اس کا مقابلہ سب سے مقدم ہے۔

یہ تجویز قائم ہو کر مہاراجہ نے فوج کی واپسی کا حکم دیا اور راجگان بھمبر و رجوڑی سے بے غرض ہو کر ان کو اسی حال پر چھوڑا اور پہاڑ سے اُتر آیا۔ اور فوج کو حکم دیا کہ قلعۂ سروچی کو، جو دامان کوہ میں واقع ہے، فتح کر لیں۔ جب وہ بھی لے لیا تو فوج رہتاس کو روانہ کی اور معلوم کیا کہ وزیر فتح خاں آگے نہیں بڑھا۔

۱۔ اصل متن میں ''سردار سرودل سنگھ'' ہے۔ یہ کتابت کی غلطی ہوگی۔ ''سردار دل سنگھ'' صحیح ہے۔ (دیکھیے عمدۃ التواریخ، دفتر دوم، صفحہ ۱۵۶۔ طبع اول ۱۸۸۸ع)۔

مہاراجہ نے لاہور کی سمت کو معاودت کی ۔ لاہور پہنچ کر ایک پروانہ سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کے نام جاری کیا کہ بقایائے زر نذرانہ جو بذمہ بیر سنگھ راجہ نور پور کے ہے اس کو اطلاع دے دے کہ خود وہ روپیہ لے کر حاضر ہو ۔ بعد اس اطلاع کے بہ سبب اس بات کے کہ راجہ کے پاس روپیہ موجود نہ تھا ، چند روز حکم کی تعمیل میں توقف ہو گیا تو دوسرا حکم نہایت تیز و تند اجرا پایا ۔ اس کی تعمیل میں راجہ روپیہ لے کر حاضر ہوا ۔ مہاراجہ بہ جرم عدول حکمی و توقف تعمیل اُس پر کمال غضب ناک ہوا اور وہ روپیہ جو اس نے پیش کیا وہ جرمانے میں لے لیا اور باقیات اور نذرانے کی رقم دوبارہ طلب کی ۔ وہ ادا نہ کر سکا ، اس واسطے قید ہوا ۔ تمام مال نقد و جنس اس کا ضبط ہو کر داخلِ خزانہ ہوا اور ایک فوج قلعہ نور پور کے قبض و دخل کے لیے مامور ہوئی جس نے جا کر بہت آسانی کے ساتھ قلعہ نور پور لے لیا ۔ چند ماہ بیر سنگھ قید رہا ، آخر رہا ہوا اور مہاراجہ نے تھوڑا ملک اس کے گزارے کے لیے چھوڑ دیا ۔ باقی سب لے لیا ۔

چونکہ علاقہ جسوان دون بھی نور پور کے علاقے کے ملحق تھا ، مہاراجہ کو منظور ہوا کہ وہ علاقہ بھی لے لیں ۔ اس ارادے پر راجہ اُمید سنگھ والیِ جسوان دون کے نام خط جاری کیا اور اشتیاقِ ملاقات ظاہر کر کے اس کو اپنے پاس بلایا ۔ اس سردار والیِ ملک نے جانا کہ اگر میں نے عدول حکمی کی اور نہ گیا ، غضب میں آ کر مہاراجہ مجھ پر فوج مامور کر دے گا اور میرا دولت و ملک و مال سب لٹ جائے گا ۔ بہتر یہ ہے کہ خود ہی خدمت میں حاضر ہو جاؤں ، چنانچہ وہ حاضر ہو گیا ۔ آتے ہی مہاراجہ نے اس کو قید میں بھجوا دیا اور ایک فوج مامور کی کہ اُمید سنگھ کے علاقے میں جا کر اس کا ملک و مال ضبط کرے ۔ چنانچہ تمام علاقہ و نقد و جنس راجہ اُمید سنگھ کا معرض ضبطی میں آیا ۔

بعد ازاں مہاراجہ لاہور سے سوار ہو کر امرتسر گیا اور تالاب امرتسر میں غسل کر کے ترنتارن کو روانہ ہوا ۔ جب وہاں کے غسل سے بھی فراغت حاصل کی تو نواب بہاول پور کے وکیل کو ، جو ہم رکاب تھا ، طلب کر کے حکم دیا کہ از روئے فرد آمد دفتر کے مبلغ تیس ہزار روپیہ بقایا زر سالانہ ، جو از روئے حساب بہ ذمہ نواب بہاول پور کے واجب الادا ہے ، داخل خزانہ کردو اور اب ہمارا کوچ بہاول پور کی طرف ہوگا ۔ جب تک روپیہ ادا نہ ہوگا ، دو ہزار روپیہ یومیہ جرمانہ ہوتا رہے گا ۔ وکیل نے بار بار عرض کی کہ میں نے نواب صاحب کے نام اس باب میں عرضی لکھ کر شتر سوار کے ہاتھ بھیج دی ہے ، روپیہ

فی الفور آ جائے گا ۔ آپ مہربانی کریں اور دو ہزار روپیہ بوجہ جرمانے سے نواب کو معاف کریں مگر مہاراجہ نے ایک نہ مانی اور بہ کوچ متواتر بہ مقام پاک پتن جا پہنچا ۔ اور شیخ محمد یار سجادہ نشین مزار فرید چشتی و مالک پاک پتن سے گیارہ ہزار روپیہ سالانہ مقرر کرکے وہ علاقہ اس کے نام واگزار رکھا ۔ بعد اس انتظام کے آگے کو روانہ ہوا ۔

جب لشکر مہاراجہ کا بہاول پور کے سامنے دریائے ستلج کے کنارے پہنچا ، معتبرانِ نواب بہاول پور نے تیس ہزار روپیہ اصل اور اسی ہزار روپیہ جرمانہ روزمرہ ادا کیا ۔ وہاں مہاراجہ نے سنا کہ ایک گھوڑا قیمتی و عمدہ نایاب وزیر فتح خاں کا نواب بہاول پور کے پاس ہے ۔ وہ بھی اس سے منگوا بھیجا ۔ نواب نے اس کے دینے میں بہت عذرات کیے مگر مہاراجہ نے ایک نہ مانی اور مجبور کرکے وہ گھوڑا منگوا لیا ۔ اور نواب کے انکار کرنے سے طبیعت ایسی برہم ہوئی کہ بجائے چالیس ہزار روپیہ سالانہ خراج کے نواب پر ستر ہزار روپیہ سالانہ خراج مقرر کردیا اور تنگ کرکے اقرار نامہ لکھوایا ۔

اس کام سے فراغت پا کر مہاراجہ نے ملتان کی طرف رجوع کیا ۔ نواب ملتان خدمت میں حاضر ہوا اور زرِ ضیافت و خراج جو اس کے ذمے تھا ادا کیا ۔

وہاں سے منکیرے جا کر مہاراجہ نے نواب منکیرہ سے مزاحمت شروع کی اور سکھوں نے اس کے علاقے میں داخل ہو کر لوٹ مچا دی ۔ نواب نے اپنے وکیل کی معرفت نذرانہ پیش کرکے اپنے ملک کو غارت سے بچایا ۔

وہاں خبر پہنچی کہ نواب احمد خاں مالکِ جھنگ نے پھر بہت سے لوگ قوم سیال سے جمع کرکے شہر پر قبضہ کر لیا ہے ۔ یہ سن کر مہاراجہ جھنگ کو روانہ ہوا ۔ احمد خاں نے اطاعت منظور کی اور خدمت میں حاضر ہوا مگر بلا توقف قید میں بھیجا گیا اور وہ تمام علاقہ دوبارہ مہاراجہ کے قبضے میں آیا ۔ وہاں سے بہ سبب موسمِ گرمی کے شہر لاہور کو معاودت کی اور دولت خانے میں قیام کیا ۔

بعد اس کے خبر پہنچی کہ راجہ بیر سنگھ نور پوریہ جس کے علاقے کی ضبطی عمل میں آئی تھی اور گزارہ پا کر قید سے رہا ہوا تھا ، پھر بر سرِ فساد ہے ۔ بہت سے آدمی اس کے قدیمی علاقے کے اس کے شامل ہوکر بر سرِ پرخاش ہوئے ہیں اور وہ اپنا مجمع لے کر علاقۂ نورپور پرحملہ آور ہوا ہے ۔ سرکاری فوج نے بڑی چستی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور اس کو شکست دے کر اس کا اسباب لوٹ لیا ۔ اب وہ مثل سابق پھر دریائے ستلج سے اُتر کر انگریزی علاقے میں چلا گیا ہے ۔

اُنھی دنوں میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی یہ مرضی ہوئی کہ شہزادہ کھڑک سنگھ کو اپنی جگہ مسند نشین کرکے ولی عہدی کا خلعت اس کو دے - چنانچہ ایک بڑے جشن کی تیاری ہوئی اور بہ مقام انارکلی خیمے نصب ہوئے - کل سرداروں و راجوں و جاگیرداروں کی طلبی عمل میں آئی اور وہ سب حاضر آئے - بڑا ہجوم ہر ایک علاقے کے سرداروں کا لاہور میں ہو گیا - اور پندرھویں ماگھ ۱۸۷۳ بکرمی کو اس جلوس کا مہورت قائم ہو کر یہ جلسہ منعقد ہوا اور مہاراجہ نے کنور کھڑک سنگھ کو اپنے روبرو اور اپنے ہاتھ سے مسند پر بٹھلایا اور تمام حاضرین سے نذریں دلوائیں - اور بعد انجام اس کام کے بڑا جشن کیا اور کئی روز ہنگامۂ عیش و عشرت گرم رکھا -

بعد فراغت بہ تقریب غسل امرتسر جا کر دربار صاحب کے مقام پر بہت سا روپیہ نذرانہ دیا اور حکم جاری کیا کہ ایک شاخ نہر شاہ جہانی سے جو مادھو پور سے لاہور کو جاتی ہے ، کاٹ کر امرتسر لائی جائے جس سے امرتسر کا تالاب پُر آب ہو جایا کرے -

بعد اجرا اس کام کے مہاراجہ نے پہاڑ کی طرف کوچ کیا - پہلے امرتسر سے چل کر دینا نگر میں مقیم ہوا اور چند روز سیر و شکار میں بسر ہوئے - اس مقام پر دیوان موتی رام کے نام حکم جاری ہوا کہ اپنی فوج لے کر سری جوالا جی کے مندر کے قریب جا اُترے اور منتظر حکم کا رہے - جب وہ روانہ ہو چکا تو مہاراجہ نے خود بھی اس طرف کو کوچ کیا اور جس قدر بھاری بھاری اسباب لشکر کا اور بڑی بڑی توپیں تھیں ، وہ سب دینا نگر میں چھوڑی گئیں اور خود مہاراجہ تھوڑے سے اسباب کے ساتھ نور پور کے راستے سے کانگڑہ پہنچا - اس مقام پر چالیس ہزار روپیہ چنبہ کا بھیجا ہوا خزانے میں داخل ہوا - پھر مہاراجہ سری جوالا دیوی کے مندر پر گیا اور شرائط عبادت کی بجا لایا - سینکڑوں روپے محتاجوں کو بخشے اور دو سو من گھی کا ہوم ، سری دیوی جی [کے] آستان پر کرایا - اسی مقام پر راجہ سنسار چند حاضر ہوا ، اس کے ہمراہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نادون کے دیکھنے کے واسطے روانہ ہوا اور دیوان بھوانی داس کو حکم ہوا کہ اپنی فوج لے کر کوہستان کلو و منڈی کو جائے اور دونوں علاقوں کے راجوں سے بقایا زر خراج وصول کرے - چنانچہ دیوان بھوانی داس پہلے منڈی میں گیا اور راجہ ایشرسین مالکِ منڈی سے بعد نہایت تشدد و سختی کے چون ہزار روپیہ وصول کیا اور وہاں سے کلّو کو آگے بڑھا -

چونکہ انھی دنوں میں کلّو کا راجہ مر گیا تھا اور اس کے بیٹوں میں

مسند نشینی کے باب میں تکرار تھا ، یہ خبر سن کر مہاراجہ کو خوب موقع ملا اور چاہا کہ مسند نشینی میں دخل دے کر نذرانہ معقول وصول کرے ۔ چنانچہ خود مہاراجہ فی الفور کلّو جا پہنچا اور ٹھاکر سنگھ راجہ متوفی کے بیٹے سے ایک لاکھ روپیہ نذرانہ وصول کرکے اس کو مسند نشین کردیا ۔ اس کی مسند نشینی کے بعد فریق ثانی نے جو بڑا بیٹا اور حقدار تھا بہت واویلا کیا مگر سنا نہ گیا ۔

اسی مقام پر سنا گیا کہ سردار جسا سنگھ رام گڑھیہ مر گیا ہے اور اس کی اولاد مسمیان دیوا سنگھ و شیر سنگھ و مہتاب سنگھ میں مسند نشینی کے باب میں کشت و خون ہو رہا ہے ۔ یہ بات سن کو فی الفور مہاراجہ نے اس طرف کوچ کیا ۔ تینوں بیٹے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں حاضر آئے اور درخواست کی کہ منصف ہو کر مہاراجہ ہمارے باپ کا ملک و مال ہم تینوں میں تقسیم کر دیوے ۔ چونکہ رام گڑھیوں کا خاندان قدیمی دشمن مہاراجہ کے خاندان کا تھا ، مہاراجہ نے آتے ہی تینوں کو قید میں ڈال دیا اور فی الفور قلعہ رام گڑھ پر قبضہ کرکے حکم دیا کہ جس قدر مال نقد و جنس رام گڑھیوں کا ہے ، سب کا سب ضبط ہو کر داخل خزانہ ہو اور کاردار رام گڑھوں کے علاقے سے نکال کر سرکاری کاردار مامور ہوں ۔ چنانچہ اسی وقت تعمیل ہوئی ۔ چونکہ ایک بڑا خزانہ اور سامان جنگ کا سردار جسا سنگھ نے قلعۂ میانی میں جو متصل قصبۂ ٹانڈہ کے ہے رکھا ہوا تھا ، ایک فوج اس طرف مامور ہوئی کہ اس پر قبضہ کرکے نقد و جنس اس قلعے کا بھی ضبط کر لائے ۔ چنانچہ اس فوج نے میانی میں پہنچ کر نہایت سہولت کے ساتھ قلعے پر قبضہ کر لیا ۔

بعد اس انتظام کے مہاراجہ لاہور میں آیا ۔ اور سردار حکما سنگھ گڑھ کپتان جس کے متعلق عمارات خندق و دروازوں کی تھیں ، مر گیا ۔ مہاراجہ نے بہ راہ پرورش اس کی جگہ دیوا سنگھ اس کے بیٹے کو وہی خدمت عنایت کی جو اس کے باپ کے سپرد تھی ۔

مہاراجہ نے لاہور پہنچ کر سامان ہولی کھیلنے کا بہت جمع کیا اور سرداروں اور جاگیرداروں کے نام احکام جاری کیے کہ سب آ کر مہاراجہ کے ساتھ ہولی کھیلیں ۔ بڑے بڑے طائفے رقاصوں کے ملتان و امرتسر و بٹالہ و کلانور وغیرہ سے طلب فرمائے ۔ یہ جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا اور مہاراجہ نے شہر لاہور کے بازاروں میں جا کر رعایا کے ساتھ بھی ہولی کھیلی ۔ اس وقت تمام رعیت گلال کے تھیلے اور رنگ کی مشکیں اُٹھا کر اپنے اپنے گھروں کے اوپر کھڑی تھی ۔ جدھر سے مہاراجہ کا گزر ہوتا تھا رنگ اور گلال کی بارش

بادل کی طرح ہوتی تھی - زمین ، در و دیوار سرخ رنگ نظر آتے تھے - اس جشن میں مہاراجہ نے رعایا کو بہت سا روپیہ عنایت کیا اور بازاروں میں اس قدر روپیہ بکھیرا کہ فقراء و غرباء مالا مال ہو گئے -

چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دلی مراد یہ تھی کہ علاقہ ملتان کا نواب مظفر خاں سے چھین لے ، مگر موقع نہیں ملتا تھا ، کیونکہ جب اس سے زرِ نذرانہ و خراج طلب کیا جاتا تھا وہ تنگ و ترش ہو کر ادا کر دیتا تھا - بعض اوقات ملتان کی رعیت آپس میں چندہ کرکے روپیہ نذرانے کا ادا کر دیتی تھی - جب ایسا حال نظر میں آیا تو ہر سال مہاراجہ نے نواب پر زر خراج بڑھانا شروع کیا - ہر سال دس پندرہ ہزار روپیہ زیادہ کرکے کمال جور و تعدی کے ساتھ وصول کیا جاتا - چنانچہ پہلے خراج کی رقم چالیس ہزار روپیہ سالانہ سے بڑھ کر ایک لاکھ تیس ہزار روپے سالانہ تک پہنچی - ماہ ماگھ ۱۸۷۳ بکرمی میں دیوان موتی رام کے نام حکم جاری ہوا کہ اپنی فوج لے کر ملتان کو روانہ ہو اور نواب سے بقایا سنینِ گزشتہ اور سالِ حال کا روپیہ وصول کرے - اگر وہ روپیہ دینے میں تامل کرے تو اس کا کوئی عذر نہ سنے ، فی الفور شہر و قلعے کا محاصرہ کرکے علاقہ اس سے چھین لے - جب دیوان موتی رام ملتان پہنچا ، نواب نے دیوان کے روبرو بہت منّت و زاری کی اور اپنا افلاس و ناداری ظاہر کرکے خواہاں ہوا کہ سہولت کے ساتھ روپیہ اس سے وصول کیا جائے - چنانچہ چالیس ہزار روپیہ اس نے پیش کیا اور دیوان لے کر ملتان سے چلا آیا - چونکہ مہاراجہ کو کل روپیہ وصول کرنا یا ملتان پر دخل پانا منظور تھا ، دیوان کی اس کارگزاری سے مہاراجہ خوش نہ ہوا اور نواب کے وکیل کو بلا کر حکم دیا کہ بقایا روپیہ خراج کا جلد تر منگوا کر داخلِ خزانہ کرو ورنہ بہتر نہ ہوگا -

انہی ایام میں خبر پہنچی کہ سردار دل سنگھ قلعدار مکھڈ نے اپنی فوج لے کر قلعۂ نور پور کا ، جو متصل مٹھہ ٹوانہ کے ہے ، محاصرہ کر لیا ہے اور ندھان سنگھ قابضِ قلعہ کے ساتھ لڑائی شروع کی ہے - یہ بات سن کر مہاراجہ سردار دل سنگھ پر بہت ناراض ہوا کہ اس نے بے اجازت ایسی جرأت کس واسطے کی اور قلعۂ مکھڈ کو خالی کیوں چھوڑا کہ اس ملک کا ملکیہ نہایت شورہ پشت اور گستاخ ہے - اگر وہ قلعے کو خالی دیکھ کر قلعے پر قبضہ کر لیں گے تو نہایت مشکل ہوگی اور دوبارہ فوج کشی کرنی پڑے گی - چنانچہ چار پلٹن اور دو توپ خانے کو اُس طرف کی روانگی کا حکم ملا اور

خود بھی مہاراجہ لاہور سے کوچ کر کے جہانگیر بادشاہ کے مقبرے جا اُترا۔ اُتنے میں سوار آیا اور اطلاع دی کہ قلعہ نور پور کا سردار دل سنگھ نے فتح کر لیا ہے اور اپنا تھانہ وہاں قائم کر کے قلعہ مکھڈ کو لوٹ گیا۔ یہ خبر پا کر مہاراجہ بہت خوش ہوا اور شاہدرہ سے اُٹھ کر لاہور آ گیا۔

چونکہ نواب والیِ منکیرہ سے ایک دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نذرانہ وصول کر چکا تھا۔ بعد ازاں نہ نواب نے کچھ اور دیا اور نہ مہاراجہ نے اس سے مانگا۔ اب یہ حکم جاری ہوا کہ نواب سے سنین ماضی و حال کا نذرانہ وصول کیا جائے اور سردار دل سنگھ قلعدار قلعہ مکھڈ کے نام حکم جاری ہوا کہ وہ اپنی فوج لے کر منکیرہ جائے اور نواب منکیرہ سے دو لاکھ روپیہ نقد بابت نذرانے کے وصول کرے۔ چنانچہ بہ تعمیلِ حکم وہ مکھڈ سے روانہ ہوا اور اپنے آنے کی نواب کو اطلاع دی۔ نواب نے مہاراجہ کی خدمت میں اپنا وکیل بھیجا اور پیام دیا کہ مجھ کو اطاعت سے انکار نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو حکومت عنایت کی ہے۔ پس جس کے سر پر خدا کا سایہ ہو اُس کی برابری کرنا نادانی ہے، مگر جس قدر روپیہ آپ مانگتے ہیں میرے پاس موجود نہیں۔ میرے سر پر اتنا بار رکھا جائے جو میں اُٹھا سکوں اور اسی قدر ہمیشہ دیتا رہوں۔ مہاراجہ نے پہلے یہ درخواست نامنظور کی۔ پھر بعد بہت سے جواب و سوال کے ایک لاکھ روپیہ معاف کیا اور ایک لاکھ روپیہ قابل وصول ٹھہرایا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بات اور لگا دی کہ بابت خرچہ فوج جس قدر کوچ ہوتے جائیں گے، دو ہزار روپیہ فی منزل و کوچ بڑھتا جائے گا۔ وکیل نے عرض کی کہ مکھڈ سے فوج نے جس قدر کوچ کیے ہیں اس کا خرچ نواب سے لیا جائے اور آئندہ فوج کے نام حکم جاری ہو کہ اپنے مقام پر قیام پذیر ہو۔ یہ تجویز ٹھہرا کر وکیل نواب کے پاس گیا اور ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ نقد لا کر داخلِ خزانہ کیا۔

چونکہ ان دنوں میں جمعدار خوشحال سنگھ مقرب بارگاہ مہاراجہ کا تھا اور سکھ بن کر اس نے یہ رتبہ حاصل کیا تھا، اس کے اکثر عزیز و اقارب بھی مہاراجہ کے دربار میں نوکر تھے۔ ایک ان میں سے رام لال برہمن حقیقی بھائی خوش حال سنگھ کا تھا جس کی ملیح و مقبول صورت تھی اور نوجوان تھا۔ مہاراجہ کی اس پر کمال مہربانی تھی اور چاہتا تھا کہ اس کو بھی سکھ بنا کر خور و نوش میں شامل کرے۔ آخر اس کو حکم ہوا کہ پاہل لے کر سکھ بن جائے۔ رام لال نے زنار کا توڑنا اور اپنے بزرگوں کے طریق سے منہ موڑنا منظور نہ رکھا اور مہاراجہ سے پوشیدہ بھاگ کر کھنکھل اپنے وطن کو چلا گیا۔

اس کے جانے سے مہاراجہ کمال ناراض ہوا اور اس کے بدلے جمعدار خوش حال سنگھ کو نظربند کر لیا ۔ اور اس کی کل جائداد کی ضبطی کا حکم دیا ۔ جب یہ خبر رام لال کو پہنچی فی الفور واپس چلا آیا اور مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قصور سے معافی مانگی اور مہاراجہ کے حکم سے امرتسر جا کر پاہل لی اور رام لال سے رام سنگھ بن گیا ۔ بھائی کی عزت برباد ہوتی دیکھ کر رام لال بے چارہ اپنے مذہب سے دست بردار ہوا ۔

چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ڈیرہ جات کے ملک میں اپنا تسلط بڑھانا منظور تھا ، سردار دل سنگھ کے نام حکم جاری ہوا کہ اُدھر کے رئیسوں کے ساتھ رابطہ پیدا کرکے مہاراجہ کا فرماں بردار بنائے ۔ چنانچہ اس نے اکثر رؤسا کے ساتھ ملاقات پیدا کی ۔ خصوصاً عبدالصمد خان حاکمِ دائرہ دین پناہ کو تو ایسا مشتاق کیا کہ وہ اپنی ریاست گاہ سے چل کر مہاراجہ کی ملاقات کو لاہور آیا ۔ مہاراجہ نے اس کی بڑی خاطر کی ۔

انھی دنوں میں جموں سے خبر آئی کہ میاں ڈیڈو مفسد نے پھر شور و فساد جموں کے علاقے میں برپا کر رکھا ہے اور بار بار جموں پر حملہ کرتا ہے ۔ مہاراجہ نے جمعدار خوشحال سنگھ کو چار پلٹن اور ایک توپ خانے کے ساتھ جموں کو روانہ کیا کہ وہاں جا کر سرکوبی مفسد کی کرے ۔ چنانچہ جمعدار خوشحال سنگھ جموں کو روانہ ہوا ۔ اس کے جانے سے ڈیڈو بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ گیا ۔

جب سردار دل سنگھ ، ہمراہ عبدالصمد خاں حاکمِ دائرہ دین پناہ کے ، لاہور میں آیا تو اس کے پیچھے مکھڈ کے مسلمانوں نے جمع ہو کر قلعۂ نور پور کو گھیر لیا اور چاہا کہ سکھوں کی فوج کو قلعے سے نکال دیں ۔ قلعے والے محصور ہو کر مفسدوں کے ساتھ لڑتے رہے ۔ جب یہ خبر مہاراجہ کو پہنچی ، فوراً سردار دل سنگھ کو رخصت کر دیا اور فرمایا کہ جب مفسدانِ مکھڈ کو سزا دے چکے تو منکیرہ کو جائے اور نواب سے اسّی ہزار روپیہ ، جو دو لاکھ مجوزۂ سابق سے باقی ہے ، وصول کرے کہ ہم کو معاف کرنا منظور نہیں ہے ۔ بیس ہزار روپیہ جو بابت خرچہ فوج کے لیا گیا تھا وہ رقم نواب کو ہم نے معاف کرکے اصل دو لاکھ روپے میں محسوب کر لی ہے ۔

یہ حکم پا کر سردار دل سنگھ رخصت ہوا اور جاتے ہی مفسدوں پر سخت حملہ کیا جس سے مجمع اُن کا منتشر ہو گیا ۔ پھر سردار دل سنگھ نے منکیرے کی طرف کوچ کیا اور مہاراجہ کے حکم سے نواب کو اطلاع دی ۔ نواب حیران

رہ گیا کہ معاف کی ہوئی رقم پھر مہاراجہ مانگتے ہیں جس کے واسطے فوج کشی ہوئی ہے۔ ناچار اس نے وہ رقم بھی ادا کی اور اپنے آپ کو ایک زبردست کے پنجے سے چھڑایا۔ ابھی سردار دل سنگھ منکیرہ میں تھا کہ دوسرا حکم مہاراجہ کا بدیں مضمون پہنچا کہ نواب سے ایک عہد نامہ اطاعت کا لکھایا جائے۔ اور اس میں نواب کے اقرار سے یہ بات بھی درج ہو کہ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ ملتان پر مہم کرے گا، نواب منکیرہ بھی اس وقت امداد کے لیے مع لشکر حاضر آئے گا۔ چونکہ اس وقت سردار دل سنگھ نے اس کو کمال تنگ کیا ہوا تھا، ناچار نواب نے یہ اقرار نامہ بھی لکھ دیا اور اپنا پیچھا چھڑایا۔

دو مرتبہ حملہ کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ملتان پر اور فتح پانا اور قتل ہونا نواب مظفر خان کا مع اپنے فرزندوں کے اور پکڑا آنا نواب سرفراز خان کا اور غارت ہونا ملتان کا مع دیگر حالات

اوائل سال ۱۸۷۵ بکرمی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ پر یہ بات واضح ہوئی کہ علاقہ ملتان کا جب شاہانِ کابل کی طرف سے کسی صوبے کو ملتا تھا تو خراج اس کا صوبہ، بادشاہ کو دو لاکھ دس ہزار روپیہ سالانہ دیا کرتا تھا اور کل فوج وغیرہ ڈیرہ جات کے ملک کی بھی اس صوبے کے ذمے پر ہوتی تھی۔ اب نواب ملتان بھی اگر ہم کو دو لاکھ دس ہزار سالانہ دیوے تو قائم رہے ورنہ وہ ملک ضبط کر لینا چاہیے کہ بلاشرکت غیر ہماری ہی عمل داری وہاں ہو۔ چنانچہ اس باب میں نواب کے وکیل کو حکم سنایا گیا اور تاکید ہوئی کہ نواب کے پاس جا کر اس کا جواب لے آوے۔

وکیل فی الفور ملتان پہنچا اور سب حال نواب کے گوش گزار کیا۔ چونکہ نواب کو اس قدر استطاعت نہ تھی کہ دو لاکھ دس ہزار روپیہ سالانہ مہاراجہ کو دیوے، کمال حیران ہوا۔ کیونکہ ابھی وہ پچھلے نذرانوں کے روپیوں کا سود بھر رہا تھا۔ یہ سن کر اس نے ایک عریضہ مہاراجہ کے نام طول و طویل لکھا۔ اس میں اپنا جمع و خرچ وغیرہ اخراجات ریاست کی تفصیل تحریر کی اور کمال عجز سے التماس کی کہ مہاراجہ مجھ ضعیف کی زندگی تک یہ علاقہ واگزار رکھیں۔ میرے مرنے کے بعد ضبطی کا اختیار ہے۔ دو لاکھ دس ہزار روپیہ سالانہ ادا کرنے میں بندہ معذور ہے۔ مہاراجہ یہ جواب سن کر کمال برافروختہ ہوا اور دیوان رام دیال کو حکم دیا کہ اپنی فوج لے کر ملتان کو روانہ ہو۔

وہ بہادر سردار فی‌الفور کوچ کر گیا - رخصت کے وقت مہاراجہ نے اس کو یہ حکم سنایا کہ نواب سے معاملہ یک سو کر لینا - یا تو دو لاکھ دس ہزار سال حال کی بابت اس سے وصول کر لینا یا جنگ کرکے شہر اس سے لے لینا -

جب یہ فوج ملتان کے قریب پہنچی ، نواب کو کمال فکر و اندیشہ دامن گیر ہوا - نہ تو اتنا روپیہ پاس تھا کہ مہاراجہ کو دے کر راضی کرتا اور نہ اتنا لشکر تھا کہ رنجیت سنگھ کی برجستہ فوج کے ساتھ جنگ کرتا - چونکہ پہلے بھی چند حملے ملتان پر ہو چکے تھے اور نواب روپیہ دے کر خالصہ جی کی فوج کو واپس کر دیتا تھا ، رعایائے شہر کو اب بھی اُمید تھی کہ نواب روپیہ دے کر لشکر سکھی کو واپس کر دے گا - اس خیال سے رعایا شہر سے نہ نکلی اور نہ کوئی گھر سے بھاگا - سکھوں نے جاتے ہی شہر کو گھیر لیا اور دیوان رام دیال نے مہاراجہ کے حکم سے نواب کو اطلاع دی - نواب نے اس وقت بہت سی کوشش کی کہ کسی طرح روپے کی تجویز ہو جائے تو روپیہ دے کر محاصرہ اُٹھا دیا جائے مگر روپیہ نہ ملا اور جنگ پر نیت قائم ہوئی -

دیوان رام دیال نے جب روپے سے صاف جواب پایا ، لڑائی شروع کردی اور دونوں طرف سے توپ چلنے لگی - چند روز یہ ہی حالت رہی - اور چونکہ سکھوں کی فوج تھوڑی تھی ، پورا پورا محاصرہ شہر کا عمل میں نہیں آیا تھا ، اس واسطے دیوان رام دیال نے شتر سوار لاہور کو روانہ کیا اور مہاراجہ سے اور فوج طلب کی - مہاراجہ نے دیوان بھوانی داس کو مع توپ خانہ و فوج کافی کے ملتان کو بھیجا - چونکہ یہ شخص معمر تھا ، دیوان رام دیال کو حکم بھیجا کہ ہر ایک کام بہ صواب دید دیوان بھوانی داس کے کرے - جب یہ فوج بھی ملتان پہنچی تو بڑی چستی و مضبوطی کے ساتھ محاصرہ کیا اور ایسے لڑے کہ سکھوں نے شہر لے لیا اور غارت شروع کی - سکھ گھر گھر اور گلی گلی جا نکلے اور جو ملا اُٹھا لائے - اگر کسی نے انکار کیا قتل کر ڈالا - ہزاروں لوگ اس تہلکے کے وقت میں گھروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور ان کا تمام مال و اسباب سکھوں کی نذر ہوا - بعضوں نے قتل ہو کر اپنا مال دیا - بعضوں نے اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر حوالے کیا اور جان بچائی -

جب شہر لے لیا گیا تو تمام فوج قلعے کے گرد ہوگئی - اس وقت نواب کی فوج نے بھی حق لڑائی کا ادا کیا کہ مینہ کی طرح گولیاں قلعے کے اندر سے برستی تھیں اور سکھ مورچال باندھے ہوئے لڑتے تھے - اس محاصرے میں سکھ بہت سے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے - آخر نواب کی فوج دن رات لڑتے ہوئے

تھک گئی - سکھوں کی فوج ان سے کئی درجے بہت تھی اور باری باری سے لڑتے تھے - اس سبب سے ان کو کچھ ماندگی نہ ہوتی اور سب نے مل کر قلعے پر حملہ کیا - مگر وہ حملہ بیکار رہا کہ نواب کی فوج نے بھی بڑے استحکام کے ساتھ سکھوں کے حملے کو روکا اور وہ آگ برسائی کہ دیوار کے نزدیک نہ آنے دیا - جب یہ خبر لاہور میں پہنچی تو مہاراجہ نے توپ احمد شاہی المشہور بھنگیاں والی توپ ملتان کو روانہ کر دی اور حکم دیا کہ اس توپ کے گولوں سے دیوار قلعے کی گرا دو - جب یہ توپ ملتان پہنچی اور گولے اس کے قلعے پر برسنے لگے ، دیواریں قلعے کی بہت مقام سے گر گئیں اور سوراخ پڑ گئے اور بہت سے راستے فوج کے داخل ہونے کے لیے ہو گئے - قریب تھا کہ ایک دفعہ حملے میں سکھ قلعہ لے لیں مگر ایک افسر کی سازش سے معاملہ بنا بنایا بگڑ گیا -

اس کی تشریح یہ ہے کہ جب نواب مظفر خاں نے دیکھا کہ اب قلعہ عنقریب سکھ لے لیں گے اور میری جان بھی مفت میں جائے گی تو اس نے اپنا وکیل پوشیدہ دیوان بھوانی داس کے پاس بھیجا اور پیام دیا کہ تم پر بہ خوبی روشن ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ باوجود اطاعت کے مجھ پر تعدی کرتا ہے اور عین اس کی مرضی ہے کہ میرے خاندان کو برباد کرے - میرا املاک و مال چھین لیوے - چونکہ تم بھی خاندانی ہو اور خاندانیوں کو خاندانوں کی بہبودی منظور ہوتی ہے ، اگر اب کی مرتبہ آپ کی دست گیری سے یہ محاصرہ اٹھ جائے اور فوج ملتان سے چلی جائے تو بطور شکرانہ اس کا دس ہزار روپیہ تم کو دے سکتا ہوں - آئندہ جب تک پھر مہاراجہ فوج کشی کرے گا ، میں لڑانے کے روپے کا بندوبست کر لوں گا -

یہ پیغام جب دیوان بھوانی داس کو پہنچا تو فی الفور روپیہ لے لیا اور فوج کو حکم دیا کہ قلعے سے محاصرہ اٹھا لے - چنانچہ اس کے کہنے کے بہ موجب سب نے قلعے کا محاصرہ چھوڑ دیا - دیوان رام دیال اگرچہ اس بات سے حیران تھا کہ یا وہ شورا شوری یا یہ بے نمکی ، مگر اس نے یہ سمجھا کہ دیوان بھوانی داس مہاراجہ کے حکم کے بغیر کب ایسا کام کر سکتا ہے - چنانچہ تمام فوج کا کوچ لاہور کو ہو گیا - جب بہت سا راستہ طے کر لیا ، مہاراجہ کا پروانہ لاہور سے بدیں مضمون اسمی دیوان بھوانی داس و دیوان رام دیال بہ تاکید تمام پہنچا کہ اب قلعہ ملتان کا بہت جگہ سے ٹوٹ گیا ہے ، اس کا فتح کرنا کچھ مشکل کام نہیں ہے - تم کو چاہیے کہ حملہ کر کے قلعہ لے لو - یہ حکم سن کر سب ایک دوسرے کا منہ تکتے ہوئے رہ گئے - اب کیا ہوتا تھا ، تمام فوج شرمسار و سر

در گریبان لاہور آ پہنچی ۔ چونکہ یہ سب خرابی دیوان بھوانی داس کی تھی ، مہاراجہ اس پر کمال غضب ناک ہوا اور سخت ملامت کے بعد قید میں بھیج دیا اورگھر بار ، مال و املاک و علاقہ و جاگیر اس کی سب کی سب ضبطی میں آئی ۔ چند ماہ تک وہ قید میں رہا ، پھر شہزادہ کھڑک سنگھ کی سفارش سے اس کی تقصیر معاف ہوئی ۔

اس معاملے کے طے ہونے کے بعد ہزارہ کے علاقے سے کہ شامل علاقہ اٹک کے مہاراجہ کے تحت و تصرف میں آ گیا تھا ، خبر آئی کہ ہزارہ کے زمیندار سکھی عمل داری سے ناراض ہیں ، اس واسطے انہوں نے بڑا مجمع کیا ہے اور سید محمد خاں ایک زمیندار اُن کا سرگروہ بنا ہے ، اور سرکاری کاردار انہوں نے اپنے علاقے سے نکال دیے ہیں ، اور اپنا انتظام کر لیا ہے ۔ جب یہ خبر حکما سنگھ قلعدار اٹک کو ہوئی ، قلعے سے فوج لے کر ان کے مقابلے کے لیے سوار ہوا اور ہزارہ کے علاقے میں پہنچا ۔ سید محمد خاں بڑی چستی کے ساتھ حکما سنگھ کے مقابل ہوا اور آپس میں سخت لڑائی ہوئی جس میں سید محمد خاں مارا گیا اور سید احمد خاں اس کا بھائی اس کی جگہ افسر بنا ۔ اس نے بہت سا مجمع ملکیہ کا جمع کیا ۔ چونکہ وہ مجمع ملکیہ کا حکما سنگھ کی فوج سے کئی حصے زیادہ تھا ، حکما سنگھ نے ان کے ساتھ جنگ کرنا مناسب نہ جانا اور قلعہ اٹک کو واپس چلا آیا ۔ مگر ملکیہ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور قلعہ اٹک کو آ کر محاصرہ کر لیا ۔ اب حکما سنگھ محاصرے میں ہے ۔

مہاراجہ نے جب یہ خبر سنی فی‌الفور پھولا سنگھ اکالیہ کے نام حکم جاری کیا کہ اپنی رجمنٹ سواروں کی لے کر اٹک کو کوچ کرے اور اس کے علاوہ سردار امر سنگھ مجیٹھیہ کو حکم ہوا کہ اپنی فوج کے ساتھ اٹک کو جائے ۔ یہ دونوں فوجیں اٹک کے نزدیک پہنچیں ۔ مہاراجہ کو اطلاع ہوئی کہ ملکیہ کا مجمع بہت بڑھ گیا ہے اور ایک لاکھ سے زیادہ تعداد ہو گئی ہے ۔ اگرچہ وہ بے سامان فوج ہے مگر بندوقیں اور تلواریں سب کے پاس ہیں ۔ اس خبر پر مہاراجہ نے شہزادہ شیرسنگھ اور تارا سنگھ کو بہت سی فوج اور توپ خانہ ہمراہ لے کر اٹک کو بھیجا ۔ جب اس قدر فوج دشمنوں کی سرکوبی کے لیے پہنچی ، ملکیہ قلعہ اٹک سے محاصرہ اُٹھا کر اپنے گھروں کو چلا گیا اور اس فوج نے حسب الحکم مہاراجہ کے ہزارہ میں جا کر انتظام کیا ۔ سرکشوں کو سزا دی اور دوبارہ عمل دخل مہاراجہ کا ہزارہ میں ہوگیا ۔

چونکہ ڈیلو مفسد علاقہ جموں کی طرف اکثر اوقات فساد برپا کرتا تھا

اور پنجاب کے سکھ جو پہاڑوں کے راستوں سے ناواقف ہوتے تھے ؛ اس کا تعاقب نہیں کر سکتے تھے اور وہ اکثر علاقوں کو لوٹ کر پہاڑوں میں گھس جاتے تھے ، اس واسطے مہاراجہ کو منظور ہوا کہ ایک ہزار سوار کوہستانی ملازم رکھا جائے اور پہاڑی رجمنٹ تیار کی جائے - چنانچہ اس باب میں حکم جاری ہوا اور بہت سے لوگ پہاڑ کے رہنے والے نوکری کے واسطے حاضر ہوئے - ان میں میاں کشور سنگھ جموال بھی آیا جس کے ہمراہ دھیان سنگھ و گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ تین بیٹے نوجوان جوان مرد بہادر تھے - میاں موٹہ نے جس کے اہتمام میں یہ رجمنٹ بھرتی ہوئی تھی ، ان کو بھی نوکر رکھ لیا - چونکہ کشور سنگھ آدمی خاندانی مہاراجگان جموں کی اولاد میں سے تھا ، اس کو جمعداری کا عہدہ ملا - جب میاں موٹہ[1] پانسو سوار بھرتی کر چکا ، مہاراجہ نے ان کی حاضری لی اور ایک ایک سوار کو بہ نظر غور ملاحظہ کیا - جب کشور سنگھ کو دیکھا تو اس کی پیشانی سے آثار جواں مردی و بہادری و شرافت و نجابت کے ظاہر ہوئے اور آدمی لئیق و ہوشیار نظر آیا - مہاراجہ نے اس کا حسب و نسب پوچھا تو اُس نے تمام حال بیان کیا اور اپنے تینوں بیٹوں دھیان سنگھ و گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ کو بھی پیش کیا - مہاراجہ ان تینوں کو بہ غور دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ان کو نوکر رکھ لیا -

چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ملتان تسخیر کرنے کا ہر دم خیال رہتا تھا اور اس کی یہ عین مراد تھی کہ ملتان کا علاقہ بے مداخلت کسی اور کے اپنے علاقہ و تصرف میں رکھے ، خصوصاً اُس روز سے کہ جب اس کی فوج بہ سبب غلطی دیوان بھوانی داس کے ملتان سے لوٹ کر آئی تھی ، رات دن مہاراجہ کو ملتان کے تسخیر کر لینے کا خیال رہتا تھا - اب مہاراجہ نے کمال توجہ کے ساتھ ملتان پر یورش کرنے کی تیاری کی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ جب تک ملتان فتح نہ ہو لے گا ، فوج کو واپس نہ کرے گا - چنانچہ چھ پلٹنیں اور دو توپخانے اور دو رجمنٹ کشتیوں پر سوار کرکے ملتان کو روانہ کیے اور مصر دیوان چند (کو) جو اس روز تک ایک توپخانے کا افسر تھا ، اس تمام فوج کا افسر مقرر کیا اور اس کو کل اختیارات کامل اس مہم کے عطا کیے اور حکم دیا کہ وہ بھی اپنا توپ خانہ اور لشکر لے کر ملتان کو کوچ کرے - اور شہزادہ کھڑک سنگھ

۱- 'میاں موٹا' کو مصنف نے ہر جگہ 'میاں موٹہ' لکھا ہے اس لیے متن میں تبدیلی نہیں کی گئی -

کل مدارالمہام اور سپہ سالار اس تمام لشکر کا مقرر ہو کر اس کی روانگی بھی ملتان کی طرف عمل میں آئی -

جب یہ تمام مجمع ملتان کو روانہ ہو چکا تو نواب مظفر خاں کو اطلاع ہوئی اور اس نے یقین کر لیا کہ اب دو اس سے ایک ہونے والا ہے - یا تو میں کل علاقہ و ملک و مال و ریاست سے دست بردار ہو جاؤں یا لڑ کر شہید ہو جاؤں - اور بہتر یہ ہے کہ اب اپنی جان سے دست بردار ہو کر سکھوں کی قید و بے آبروئی کا صدمہ نہ اٹھاؤں - آخر ایک روز مرنا ہے ، دنیا سے سفر کرنا ہے - یہ ارادہ جب نواب نے دل میں مستحکم کر لیا ، تمام علاقے میں اشتہار دیا کہ اب جنگ اہلِ اسلام کا سکھوں کے ساتھ ہونے والا ہے - جس شخص کو خدا کے واسطے لڑنا اور شہید ہونا منظور ہو ، نواب کے پاس آئے - آخرت کا صواب (ثواب) اٹھائے - یہ بات سن کر سینکڑوں مسلمان مرنے کی خاطر ملتان میں جمع ہوئے - نواب نے ہتھیار لڑنے کے لیے اپنے پاس سے دیے اور جنگ کی خاطر تیار رکھا -

مہاراجہ کی فوج جب ملتان پہنچی ، نواب نے شہر و قلعہ کو مضبوط کر لیا - فوج جا بہ جا مامور کر دی اور حکم دیا کہ جب سکھ نزدیک آئیں ، بہ زور شمشیر ہٹا دیں - سکھوں نے جاتے ہی ملتان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور دونوں فریقین میں لڑائی ہونے لگی - اکثر اوقات رات کے وقت نواب کی فوج قلعے سے نکل کر سکھوں پر حملہ کرتی جس سے بہت نقصان سکھوں کا ہوتا - ملکیہ جہادی دن کو بھی شہر سے نکل کر جنگ کرتے تھے اور سکھ توپوں کے گولوں سے ان کو بھون ڈالتے تھے - بعض اوقات ایسا موقع بھی ہوتا تھا کہ جس قدر جہادی شہر کے باہر نکلتے تھے ، ان میں سے کوئی بھی بچ کر نہیں جاتا تھا ، سب کے سب کھیت رہتے تھے -

جب مدت محاصرہ کی طول پکڑ گئی تو مصر دیوان چند نے مہاراجہ سے اجازت طلب کی کہ اگر حکم ہو تو قلعے پر حملہ کیا جائے - مہاراجہ نے جواب لکھا کہ حملے کے وقت فوج بہت برباد ہوگی ، نواب کو اور تنگ کیا جائے - شاید کہ تنگ آ کر قلعہ خالی کر دیوے اور فوج برباد نہ ہو - جب پندرہ روز اور بھی گزر گئے اور قلعے کی دیوار اکثر مقامات سے گولوں کی ضربوں سے ٹوٹ گئی تو تیاری حملے کی ہوئی - ابھی ارادہ حملے کا چند روز تک اور ملتوی تھا کہ ایک روز ، جس روز تاریخ ۱۱ ماہ جیٹھ ۱۸۷۵ بکرمی تھی ، سب سے پہلے ایک شخص سادھو سنگھ نام اکالیہ ، چند آدمیوں ہمراہیوں کے ساتھ بلا اجازت اپنے

افسروں کے قلعے کی اس دیوار پر چڑھ گیا جو ٹوٹی ہوئی تھی - اتفاقاً اس وقت نواب کی فوج دوسری طرف قلعے کے لڑ رہی تھی اور اس دیوار کے سوراخ کی حفاظت پر تھوڑے سے آدمی مامور تھے - جب سادھو سنگھ اپنی کمال دلاوری و جواں مردی سے دیوار پر چڑھ گیا تو مصر دیوان چند کو خبر ہوئی - فی الفور وہ بھی خود سوار ہوا اور خندق سے اُتر کر ڈھوڑ کوٹ میں داخل ہوا اور اسی راستے سے دیوار پر جا چڑھا - نواب کی تھوڑی فوج جو اس جگہ محافظ تھی، بہ مقابلہ پیش آئی - سکھوں نے ان سب کو قتل کر ڈالا اور آگے بڑھے - پھر تو مصر دیوان چند کی دیکھا دیکھی سب سکھ سردار اسی راستے کو دوڑ پڑے اور قلعے پر حملہ آور ہوئے اور سکھوں نے قلعے میں داخل ہو کر لوٹ مچا دی -

جب یہ خبر نواب مظفر خان کو پہنچی اپنی زندگی سے دست بردار ہوا اور سبز لباس بہ طور غازیوں کے پہن کر اپنی خاص فوج اور بھائیوں بیٹوں کے ساتھ محل سے باہر آ کر سکھوں کے مقابل ہوا - پہلے نواب کے قدیمی نمک خوار و غلام و نوکر خاص ننگی تلواریں لے کر سکھوں پر آ پڑے اور ایسے لڑے کہ ایک ایک آدمی نے دس دس آدمی قتل کیے، پھر آپ بھی مارے گئے - بعد ازاں نواب کے فرزند شہنواز خاں و شہباز خاں و حق نواز خاں باپ کی اجازت سے میدان میں آئے اور کمال داد مردانگی کی دی آخر شہید ہوئے -

پھر نواب کا برادر زادہ خیر اللہ خاں میدان میں آیا اور کمال جواں مردی و شجاعت دکھلائی اور قتل ہوا - سب کے پیچھے نواب مظفر خاں بہ ذاتِ خود خضری دروازے کے برج کے پاس سکھوں کے روبرو آیا - اس کو دیکھ کر ہزاروں سکھ اس پر حملہ آور ہوئے - اور اس نے بہت مرتبہ سکھوں کے حملوں کو روکا اور بہت سے سکھ اپنی تلوار سے مارے - آخر خود بھی شہید ہوا - نواب کے چار فرزندوں میں سے تین تو شہید ہوئے اور چوتھے نواب سرفراز خاں کو سکھوں نے زندہ پکڑ لیا - نواب ذوالفقار خاں کو بھی گرفتار کیا -

نواب کی شہادت کے بعد سکھ شہر میں داخل ہوئے اور غارت شروع ہوئی - تمام شہر الامان الامان پکار اُٹھا مگر کون سنتا تھا - ہندو، مسلمان کوئی انسان سکھوں کی غارت سے نہ چھوٹا - تمام رعیت برباد ہوگئی - کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جس نے اس غارت کا صدمہ نہ اُٹھایا ہو - بہت سی عورتیں اور بچے سکھوں نے وہاں سے پکڑ کر قید کر لیے - بڑے بڑے غنی اور دولت مند لوگ ٹکڑے کے محتاج ہوگئے - سکھ جس گھر میں جاتے تھے، گھر والوں کے بدن کے کپڑے بھی اُتروا لیتے تھے اور مکانوں کے دروازوں کے تختے، جو قیمتی لکڑی

کے نظر آتے تھے اُتار کر لے جاتے تھے ۔ مہاراجہ کی فوج کا ایک ایک سکھ اس غارت کے مال سے دولت مند ہوگیا ۔ ہزاروں پردہ نشین عورتوں کو سکھوں نے بے پردہ کر ڈالا اور سینکڑوں نے خود کشی کر کے جان دے دی ۔ بہت سے لوگ سکھوں کے ہاتھ سے ناحق لوٹ کے وقت مارے گئے ۔ اور سکھ جس گھر کا دروازہ بند دیکھتے تھے ، دروازہ توڑ کر اندر چلے جاتے تھے ۔ پہلے ان گھر والوں کو اس جرم میں کہ اُنھوں نے دروازہ کیوں بند کیا ، مار ڈالتے تھے ، بعد ازاں ان کا مال لوٹ لیتے تھے ۔

اگرچہ شہر کے دخل کے وقت مصر دیوان چند نے سکھوں کی پریڈ جما کر حکم دیا تھا کہ شہر نہ لوٹا جائے ، کیونکہ پہلے دو تین مرتبہ یہ شہر غارت کا صدمہ اُٹھا چکا ہے ، اب اگر خالصہ جی اس کو امان دیں تو مناسب ہے ، اور اس بات سے مہاراجہ بھی ہم پر خوش ہوگا ۔ یہ حکم سن کر تمام فوج ہنسی اور کہا کہ ہم ضرور اس شہر کو لوٹیں گے جو مدت تک ہمارے ساتھ لڑتا رہا ہے ۔ جب ایسا انکار سکھوں نے مصر دیوان چند کے حکم سے کیا تو وہ لئیق افسر خاموش ہو رہا ، کیونکہ اگر وہ زیادہ تر اس میں تقریر کرتا تو سکھ اس کے مار ڈالنے پر مستعد ہو جاتے ۔ غرض خالصہ جی نے شہر ملتان کو ایسا لوٹا کہ آج تک وہ لوٹ لوگوں کی زبان پر ضرب المثل بنی ہوئی ہے ۔ اگرچہ وہ زمانہ گزر گیا ، ظالم و مظلوم دونوں میں سے کوئی باقی نہ رہا مگر وہ تذکرہ قیامت تک لوگوں کی زبان پر جاری رہے گا ۔ بعد فتح ملتان کے شہزادہ کھڑک سنگھ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ سوار ہو کر قلعے میں پہنچا اور کل مال و املاک و خزانہ و اسباب نواب کا ضبط کر کے لاہور کو روانہ کیا ۔

بعد اس کے معلوم ہوا کہ کوٹ شجاع خاں کے قلعے میں ، جس کو عام لوگ سوجا آباد کہتے ہیں ، بڑا خزانہ نواب کا رکھا ہے اور سامان جنگ کا بھی وہاں ذخیرہ بہت ہے ۔ چنانچہ ایک فوج اور توپ خانہ اس طرف مامور کیا ۔ جب وہ فوج شجاع آباد میں پہنچی ، نواب کے نوکروں نے فی الفور قلعہ خالی کر دیا ۔ اس قلعے سے نقد روپیہ تو چنداں دستیاب نہ ہوا مگر چاندی ، سونے کے برتن وغیرہ ، قیمتی پارچات لاکھ روپے کی مالیت کے دستیاب ہوئے ۔ قیمتی تلواریں اور بندوقیں بھی بہت سی ملیں ۔ وہ تمام و کمال اسباب ضبطی میں آیا ۔

ملتان کی فتح کی خبر جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور میں سنی ، مارے خوشی کے اپنے کپڑوں میں پھولا نہ سمایا اور بڑے جشن کی تیاری کی اور حکم دیا کہ لاہور و امرتسر کی رعیت اپنے اپنے گھروں میں روشنی کرے ۔ دربار

صاحب امرتسر میں بہت سا روپیہ نذرانہ بھیجا اور لاہور کی تمام عبادت گاہوں اور مندروں و مسجدوں میں بھی روپیہ بانٹا ۔ آٹھ روز تک شب و روز ہنگامہ عیش و عشرت کا گرم رہا ۔

جب فوج مامورہ ملتان کی بعد فتحِ ملتان کے لاہور میں آئی اور نواب سرفراز خاں ، نواب مظفر خاں کا بیٹا ، مہاراجہ کے روبرو آیا تو مہاراجہ نے اس کی بڑی عزت کی اور تعظیم کے لیے کھڑا ہوگیا ۔ دو ہزار پانسو روپیہ نقد اس کی ضیافت کا دیا اور سب اسباب ضروری بھیجا ۔ موضع شرق پور بہ طور امداد معاش اس کی جاگیر میں عطا کیا ۔ نواب سرفراز خاں نے عندالملاقات ملتان کے لٹ جانے کا حال نہایت افسوس کے ساتھ مہاراجہ کی خدمت میں عرض کیا جس کو سن کر مہاراجہ بھی اندوہ گیں ہوا اور سصر دیوان چند کو بلا کر کیفیت دریافت کی ۔ اس نے بھی اس بات کی تصدیق کی اور بیان کیا کہ سکھانِ فوج نے یہ کام میرے حکم کے برخلاف کیا ہے ، کیونکہ اس وقت ایک ایک سکھ کا دماغ آسمان پر تھا ۔ اگر میں زیادہ اصرار کرتا تو میری جان پر بھی آفت آتی ۔

یہ تقریر سن کر مہاراجہ نے فوج کے افسروں کو بلایا اور حکم دیا کہ فوج مامورۂ ملتان سے لوٹ کا مال سب واپس کر لو اور حکم سنا دو کہ جو کوئی اس میں سے کچھ مال اپنے پاس رکھے گا ، موقوف کیا جائے گا ۔ چنانچہ وہ مال جمع ہونا شروع ہوا ۔ بعد فراہمی کے پانچ لاکھ کی قیمت کا مال جمع ہو کر پیش ہوا ۔ اگرچہ فوج نے مال غارت شدہ میں سے دسواں حصہ بھی واپس نہیں دیا تھا ۔ جواہرات ، اشرفی و زر نقد کچھ واپس نہیں ہوا تھا ۔ صرف ریشمیں و پشمیں کپڑے اور ہتھیار و ظروف و کتابیں و فروش وغیرہ پانچ لاکھ روپے کی مالیت کے واپس ہوئے ۔ بعد اس واپسی کے ہر ایک شخص کو کامل امید تھی کہ یہ سب اسباب مہاراجہ شہر والوں کو واپس کر دے گا مگر مہاراجہ نے وہ تمام اسباب سرکاری توشہ خانے میں داخل کر لیا اور کسی غریب کو اس میں سے ایک کوڑی بھی نہ دی ۔ بعد فتح کے ملتان کا کل علاقہ ایک شخص سکھدیال نام کھتری کے سپرد ہوا اور وہ کاردار اس علاقے کا مقرر ہوا ۔

ازاں بعد ایک روز مہاراجہ نے پہاڑی رجمنٹ کی حاضری لی اور ہر ایک سوار کے ہنر و فن کو ، جو وہ سپاہ گری میں جانتا تھا دیکھا ۔ میاں دھیان سنگھ کشور سنگھ کے بیٹے کے جو بخت یاور ہوئے اور اس نے وزیر اعظم اس سلطنت کا ہونا تھا اس کی بھی قواعد دیکھی ۔ چونکہ نوجوانِ رعنا [کذا] ہوشیار ، خوب صورت جوان تھا اور سپاہ گری کے فن بھی اس نے اچھے دکھلائے ، مہاراجہ

اس پر بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ آج سے یہ سوار ہماری اردلی اور روزمرہ حاضری میں رہا کرے ۔ پھر اس کے باپ میاں کشور سنگھ کو بلایا اور حکم دیا کہ تم بھی اپنے دو بیٹوں گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ کے ساتھ ہمارے حضور میں حاضر رہا کرو ۔ اس روز سے میاں کشور سنگھ مہاراجہ کے دربار میں حاضر رہنے لگا ۔ اور دھیان سنگھ پر وہ نظر عنایت کی ہوئی کہ روز بہ روز اس کے مدارج کی ترقی ہوتی گئی ۔ چند ماہ کے عرصے میں دس ہزار روپے کی جاگیر دھیان سنگھ کو عطا ہوئی اور حکم ہوا کہ دھیان سنگھ اپنے قبائل کو بھی یہاں منگوا لے ۔ چنانچہ فی الفور اپنے گھر کے لوگ جموں سے بلوا لیے اور امیری ڈھنگ سے رہنے لگا ۔

بعد ازاں جب جمعدار خوشحال سنگھ کی طرف سے ، بہ سبب انکار رام لال اس کے بھائی کے کہ اس نے سکھ ہونے کے باب میں کیا تھا ، مہاراجہ رنجیت سنگھ مکدر خاطر ہو گیا تو خدمت ڈیوڑھی کی اس سے لے کر میاں دھیان سنگھ کو ملی جس سے وہ امیرالامراؤ[1] بن گیا کہ ڈیوڑھی کی آمد لاکھوں روپے کی تھی ۔ مگر جب جمعدار خوشحال سنگھ نے اس باب میں بہت واویلا کیا تو اس کے بھائی رام لال کو ، جو رام سنگھ بنا تھا ، ہمت سنگھ والی پلٹنوں کا جرنیل مقرر کر دیا اور تیج مل ، جمعدار خوشحال سنگھ کے برادر زادے کو پاہل دلا کر اور سکھ بنا کر تمام فوج ماتحت شہزادۂ کھڑک سنگھ کا افسر بنا دیا ، اور سرداری کا خطاب بخش کر خلعتِ فاخرہ عنایت کیا ۔ اس عنایت سے جمعدار خوشحال سنگھ بھی راضی ہوا ۔

انھی دنوں میں مہاراجہ کو معتبر مخبر سے خبر پہنچی کہ سلطنت کابل میں ایک بڑا فتنہ برپا ہو گیا ہے ، جس سے تمام سلطنت تہ و بالا ہو رہی ہے اور آپس میں خوں ریزیاں ہوتی ہیں ۔ مفصل حال اس کا اس طرح پر ہے کہ وزیر فتح خاں جو بادشاہ کابل کا مدارالمہام و کل مختار جزو کل کا تھا اور بادشاہ برائے نام بادشاہی کرتا تھا ، بادشاہ پر اس قدر حاوی ہوا کہ فوج و خزانہ و ملک و سب کچھ اس نے اپنے قبضے میں کر لیا ۔ بادشاہ کی حکومت ایک خرمہرے پر نہ رہی ۔ یہ بات شہزادہ کامران اس کے بڑے بیٹے کو بری معلوم ہوئی اور اس نے ہرات سے اس باب میں باپ کے نام خط لکھا کہ زیادہ تر اختیار وزیر کا مناسب نہیں ہے ۔ آخر بادشاہ اپنے آپ کو بھی بادشاہ تصور کرے ۔ بادشاہ نے جواب لکھا کہ

۱- صحیح املا ''امیرالامراء'' ہے ۔ ''امیرالامراؤ'' املا غلط ہے ۔

میرا وزیر نمک حلال میرے کاموں میں جان فشانی کرتا ہے - کبھی رنجیت سنگھ سے لڑتا ہے ، کبھی خود سر صوبوں سے لڑتا ہے اور میں آرام سے بیٹھا ہوں - جو میرے کام ہیں سب وہ کرتا ہے - ایسا خیر خواہ اسی لائق ہے کہ اس کے اختیار میں تمام سلطنت کے کاروبار ہوں - یہ جواب شہزادہ کامران کو برا معلوم ہوا اور کابل سے آ کر بے خبر وزیر کو پکڑ کر اس کی آنکھیں نکلوا دیں - تس پر بھی مناسب نہ جانا کہ وہ زندہ رہے اور قتل کرا دیا -

وزیر کے قتل کے بعد پچاس حقیقی بھائی فتح خاں کے انتقام لینے پر مستعد ہو گئے ہیں - محمد عظیم خاں وزیر فتح خاں کا حقیقی بھائی جو کشمیر کا صوبہ تھا اسی کام کے انتظام کے واسطے جہان دار خاں اپنے چھوٹے بھائی کو کشمیر کی حکومت سپرد کرکے کابل کو چلا گیا ہے اور اس نے وہاں جا کر بڑا مجمع بارک زیوں[1] کا جمع کرکے کابل کے تمام علاقے اور شہر پر اپنا قبضہ کر لیا ہے - ہر ایک قلعے سے کامران کے قلعدار جو اس نے مامور کیے تھے نکال دیے ہیں -

یہ خبر سن کر مہاراجہ نے کہا کہ بے شک وزیر فتح خاں بڑا جواں مرد آدمی تھا - اب تک اس کے زور قوت سے کابل کی سلطنت قائم تھی اور اسی کام کا تھا جس نے ہم سے مدد لی اور کشمیر فتح کیا - وہ ہاتھ اور زبان دونوں سے کام نکالتا تھا اور جو وہ اندھا کیا گیا ہے یہ اس پر کوئی جبر نہیں ہوا ، عین انصاف ہوا ہے کہ اس نے شاہ زمان بادشاہ اپنے مالک کو پکڑ کر اندھا کر دیا تھا اور اس کا ملک و مال چھین کر اس کو جلا وطن کیا ، جو اب تک ہم سے وظیفہ پاتا ہے :

نیکی کا بدلہ نیک ہے یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے ، اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

آخر یہ خبر سن کر مہاراجہ کا یہ خیال ہوا کہ اس وقت پشاور فتح کر لیا جائے تو کچھ مشکل نہیں کہ والیان کابل اپنی مصیبت میں مبتلا ہیں - پشاور کے حاکم کی امداد اس وقت وہ کبھی نہیں کریں گے - یہ بات سوچ کر مشیرانِ مملکت کو بلا کر مشورہ کیا - سب نے یہ موقع بہت پسند فرمایا - چنانچہ مشورہ قائم ہو کر پشاور کی مہم کی تیاری ہوئی اور فوج کو تیاری کا حکم ملا - جب کل فوج دریا موج راوی سے اُتر گئی ، مہاراجہ نے خود بھی اُدھر کو کوچ کیا - یہ مہم مہاراجہ نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ شروع کی - تمام جاگیرداروں اور

۱- ''بارگ'' اصل متن میں غلط ہے -

سرداروں کو حکم دیا کہ اپنی فوج لے کر ہمراہ ہوں ، چنانچہ سب کمربستہ ہو گئے - پندرہ روز تک مقام مہاراجہ کا شاہدرہ میں رہا اور فوج جمع ہوتی رہی - چنانچہ سب جمع ہو گئے -

لشکر کشی کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا پشاور اور کشمیر پر اور فتح یاب ہونا ان دونوں مہموں میں مع دیگر حالاتِ متعلقہ

جب تمام فوج بہ مقام شاہدرہ جمع ہو چکی ، مہاراجہ سب کو ہمراہ لے کر وزیر آباد پہنچا اور ایک جاسوس تیز رفتار کو روانہ کیا کہ ہمارے اٹک تک پہنچنے سے اول پشاور سے خبر لائے کہ اس جگہ کیا حال ہے اور وہ لوگ کیا ارادہ رکھتے ہیں جو پشاور کے حاکم ہیں - چنانچہ وہ قاصد ہوا کی طرح روانہ ہوا اور اس کے پیچھے خود بھی مہاراجہ کوچ بہ کوچ اٹک تک پہنچا - جاسوس نے آ کر خبر دی کہ کسی قدر افغانی فوج دریائے سندھ کے اس طرف مہاراجہ کا راستہ روکنے کے لیے اُتری ہوئی ہے - سوائے اس کے اور کوئی شہر پشاور میں موجود نہیں ہے اور شہر خالی پڑا ہوا ہے - رعیت کے دل مذبذب ہیں - اہلِ ہنود جو مسلمانی عمل داری سے تنگ آئے ہوئے ہیں ، چاہتے ہیں کہ مہاراجہ کی عمل‌داری ہو جائے - اور مسلمانوں کو نہایت فکر و اندیشہ دامن گیر حال ہے اور مہاراجہ کی غارت سے ترساں و لرزاں ہیں -

یہ بات سن کر مہاراجہ بہت خوش ہوا اور ارادہ کیا کہ دریا سے پار اُترے مگر کشتی کوئی موجود نہ پائی ، اس واسطے پایاب اُترنے کی تجویز ہوئی - چنانچہ بہت تلاش کے بعد پایاب راستہ مل گیا - اگرچہ پانی اس جگہ بھی اکثر مقام پر بہت تھا مگر مہاراجہ نے خدا پر بھروسا کرکے لشکر کو دریا میں ڈال دیا اور توپیں اونٹوں پر لاد لیں اور دریا سے اُتر گیا اور شہزادہ کھڑک سنگھ اپنا لشکر گزر باڑہ سے پایاب اُترا - غرض تمام لشکر دریا کے اس طرف آ پہنچا - جب آگے کو روانہ ہوا ، فوج افغانی سد راہ ہوئی - سکھوں نے ان کو توپ خانے کے آگے دھر لیا - بہت سے اُن میں سے قتل ہوئے اور باقی ماندہ بھاگ گئے اور قلعہ خیرآباد پر مہاراجہ کا قبضہ ہوگیا - پھر مہاراجہ نے قلعۂ جہانگیر آباد کی طرف رجوع کیا - وہ بھی ایک دن کے محاصرے میں لے لیا اور فیروز خاں افغان جو حاکم افغانان قوم خٹک تھا ، اطاعت میں آیا - اس نے اور نذرانہ دے کر خلعت حاصل کیا -

وہاں سے چل کر مہاراجہ رنجیت سنگھ بے روک ٹوک پشاور میں داخل ہو گیا ۔ اُس روز ماہ نومبر کی بیسویں تاریخ اور ۱۸۱۸ع تھا کہ پشاور کا ملک مہاراجہ نے فتح کر لیا ۔ یار محمد خاں حاکم پشاور کا ، جو وزیر فتح خاں کے پچاس بھائیوں میں سے ایک بھائی تھا ، مہاراجہ کے خوف سے بھاگ کر افغانان یوسف‌زئی کے علاقے میں چلا گیا ۔ تین روز مہاراجہ پشاور میں مقیم رہا ۔ اگرچہ سکھان فوج نے شہر پر بہت سی دست اندازی کی اور چاہا کہ شہر کو لوٹ لیں ، مگر مہاراجہ نے حتی الامکان ان کو روکے رکھا اور نہ چاہا کہ شہر لٹ جائے اور رعیت ہم سے ناراض ہو کر مقابلے پر مستعد ہو ۔ چوتھے روز مہاراجہ نے جہاں دار خاں کو اپنی طرف سے پشاور کا حاکم مقرر کیا اور پیچھے کو معاودت کی ۔ یہ شخص وہی جہاں دار خاں قلعۂ اٹک کا قلعدار تھا جس نے حسب الحکم عطا محمد خاں ناظم سابق کشمیر کے اٹک کا قلعہ مہاراجہ کے حوالے کیا تھا اور اب تک مہاراجہ کا وظیفہ خوار تھا ۔

جب بعد تقرری جہاں دار خاں کے مہاراجہ نے دریائے اٹک سے عبور کیا تو وکلا سردار دوست محمد خاں و یار محمد خاں حاکم پشاور کے مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیغام پہنچایا کہ مہاراجہ علاقہ پشاور کا بہ دستور یار محمد خاں کے حوالے کر دے ۔ یار محمد خاں ایک لاکھ روپیہ سالانہ خراج اس علاقے کی بابت مہاراجہ کو دیا کرے گا اور ایک سال کا خراج بالفعل بہ طور نذرانہ پیش کرتا ہے ۔ بعد رد و بدل یہ التماس اُن کی مہاراجہ نے قبول کر لی اور حکم دیا کہ روپیہ داخل کریں ۔ اتنے میں خبر آئی کہ دوست محمد خاں اور یار محمد خاں نے پہاڑوں سے اُتر کر پشاور میں اپنا قبضہ کر لیا اور جہاں دار خاں تھوڑے سے مقابلے کے بعد مغلوب ہو کر پشاور چھوڑ کر بھاگ گیا ۔ یہ بات سن کر مہاراجہ کمال ناراض ہوا اور وکیلوں کو روبرو بلا کر سخت ملامت کی اور کہا کہ جب ہم نے تمھاری درخواست منظور کر لی تھی تو پھر ایسی جلدی کیا ضرور تھی ۔ چنانچہ شہزادہ کھڑک سنگھ کے نام حکم جاری ہوا کہ بارہ پلٹن اور چار توپ خالہ ہمراہ لے کر اُسی پایاب راستے سے جہاں سے پہلے اُترا تھا ، دریائے اٹک کو عبور کر کے پشاور جائے اور جہاں دار خاں کو بہ دستور قابض کر کے یار محمد خاں کو بہ سزائے اعمال اس کے پہنچائے ۔ شہزادہ کھڑک سنگھ فی الفور دریا سے اُتر گیا ۔ اتنے میں وکلائے یار محمد خاں و سردار دوست محمد خاں نے حاضر ہو کر لاکھ روپیہ نذرانے کا پیش کیا اور اپنے قصور سے معافی مانگی ۔ مہاراجہ نے روپیہ لے لیا اور سند لکھ کر پشاور دوبارہ اپنی طرف سے یار محمد خاں کو دے

دیا اور جہاں دار کو اپنے پاس بہ دستور رکھا اور لاہور کو کوچ کیا ۔

جب نصف راستہ طے کیا تو خبر پہنچی کہ شاہ شجاع الملک بھی لودہانہ (لودھیانہ) سے خرابیِ سلطنتِ کابل کا حال سن کر بہ اُمید حصول سلطنت پہاڑی راستے سے پشاور آ پہنچا ہے ۔ یار محمد خان حاکم پشاور نے بھی اس سے کچھ پہلو تہی نہ کیا ۔ سامان رسد وغیرہ اس کو دیا اور وہ ایک برجستہ فوج کے ساتھ داخل درۂ خیبر کے ہوا ۔ محافظان درۂ خیبر[1] نے اپنی جمعیت کے ساتھ بہ اشارہ محمد عظیم خان کے اس کے ساتھ جنگ کیا جس میں شاہ نے شکست کھائی اور واپس چلا آیا ۔ اب شاہ شجاع پشاور سے ڈیرہ غازی خان کو گیا ہے اور چاہتا ہے کہ اس میں سے کسی قدر علاقہ اپنے قبضے میں کر لے ۔ یہ سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار دل سنگھ کے نام حکم بھیجا کہ قلعۂ مکھڈ سے اپنی فوج لے جا کر شاہ شجاع کو ڈیرہ غازی خان سے نکال دے ۔ بہ تعمیل اس حکم کے جب سردار دل سنگھ قلعۂ مکھڈ سے روانہ ہوا ، تو شاہ شجاع وہاں سے نکل کر سندھ کو چلا گیا اور وہاں سے لودہانہ (لودھیانہ) پہنچا ۔

وزیر آباد کے مقام سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مصر دیوان چند کے نام حکم جاری کیا کہ اپنی فوج اور توپ خانہ لے کر منکیرہ کو جائے اور نواب سے نذرانہ و زرِ خراجِ سالانہ وصول کرے ۔ چنانچہ مصر دیوان چند فی الفور روانہ ہو کر داخل علاقہ منکیرہ کے ہوا اور اس علاقے میں قیامت برپا کر دی ۔ جب نواب والیِ منکیرہ نے اس کے آنے کی خبر سنی ، پچیس ہزار روپے نقد ، جو اس کے ذمے تھے بھیج دیے اور مصر دیوان چند روپے لے کر داخل لاہور ہوا ۔

چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ہر وقت و ہر آن فتحِ کشمیر کا خیال رہتا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح وہ علاقہ ہمارے قبضے میں آ جائے اور کوئی ایسی تدبیر ہو کہ جاگیرداران و رئیسان و قابضانِ درہ ہائے کشمیر میری اطاعت میں آ جائیں تو اس طرف یورش کیا جائے ، مگر کوئی موقع ظہور میں نہیں آتا تھا ۔ اب ایک ایسا موقعِ نیک ظہور میں آیا کہ مہاراجہ کا مقصودِ دلی مل گیا ۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ بیربر پنڈت ، جو جبار خاں ناظمِ کشمیر کا دیوان و مدارالمہام تھا ، کشمیر سے بھاگ کر مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ جبار خاں ناظمِ کشمیر کی رعیت نالاں

۱- اصل نسخے میں کاتب کی غلطی سے عبارت یوں تھی : "محافظان درۂ خیبر کے محافظان نے اپنی جمعیت کے ساتھ ۔"

ہے۔ وہ رعیت پر کمال سختی کرتا ہے۔ میرے حاسدوں کے کہنے سے وہ مجھ سے بھی برگشتہ ہو گیا۔ میری تمام جائداد ضبط کر لی اور قید میں ڈال دیا۔ اب میں اس کی قید سے بھاگ کر آیا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ مہاراجہ کشمیر پر لشکر کشی کرے اور کشمیر کا ملک جبار خاں سے لے لے۔ اُس کے دربار کے تمام امراؤ[1] اور رئیس اور جاگیردار، جو دروں میں مالک و قابض ہیں، سب کے سب میرے دوست و ہواخواہ ہیں۔ میرے کہنے سے وہ سب کے سب مہاراجہ کے دوست و رفیق ہو جائیں گے۔ مہاراجہ کی اطاعت سے کوئی انکار نہ کرے گا۔ مہاراجہ نے اس کی تقریر سن کر نہایت اس کی خاطر کی اور فرمایا کہ اگر تم ہر ایک رئیس و جاگیردار کشمیر کے نام اپنے خطوط لکھ کر ہماری اطاعت میں لے آؤ، اور وہ سب کے سب ہمارے دوست بن جائیں تو بعد حصولِ اطمینان کے ہم کشمیر پر یورش کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بیربر نے ہر ایک رئیس و سردار و جاگیردار کے نام اپنے خطوط لکھ کر ہر ایک کو مہاراجہ کی مہربانیوں اور عنایات کا امیدوار کیا اور سب لوگ کہ جبار خاں کے جبر و تعدی سے بجاں آئے ہوئے تھے، بلا تامل مہاراجہ کے ساتھ شامل ہو گئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی تحریریں مہاراجہ کے نام در بابِ اطاعت و فرماں برداری کے بھیج دیں جس سے مہاراجہ کو کمال اطمینان ہو گیا۔

اغر خان راجہ راجوڑی کا البتہ مہاراجہ کو بڑا خیال تھا کہ وہ کمال شورہ پشت و نافرماں بردار آدمی تھا۔ اس سے مہاراجہ نے از روے حلف و قسم کے تحریر طلب کی۔ اس نے بموجب رسم کوہستان کے کاغذ سفید پر زعفران کا پنجہ لگا کر تحریر بھیج دی کہ آئندہ میں کبھی نافرماں بردار مہاراجہ کا نہ ہوں گا، ہمیشہ تابع دار رہوں گا۔ راجہ بھمبر نے بھی کلمہ شریف لکھ کر عہد نامہ بھیجا کہ آئندہ کبھی میری طرف سے سرکشی و نافرمانی نہ ہو گی۔ جب ان دونوں رئیسوں کی طرف سے بہر نوع من الانواع تسلی ہو گئی اور آئندہ کسی کی طرف سے احتمال دغا و فریب کا نہ رہا تو فوج کے جمع ہونے کا بہ تاکیدِ تمام حکم جاری ہوا۔ راجگانِ کوہی کے نام بھی احکام جاری ہوئے کہ اپنی اپنی فوجوں کے سامان درست کر کے مع فوج حاضر ہوں اور تمام جاگیرداروں و سرداروں کی فوجیں بھی ہر ایک جگہ و مقام سے طلب ہوئیں۔

جب کل مجمع ہو چکا تو مہاراجہ نے ۲٦ فروری ۱۸۱۹ع کو لاہور سے

۱۔ صحیح امراء۔

کوچ کیا اور بہ مقام شاہدرہ فروکش ہو کر شہزادہ کھڑک سنگھ کو حکم دیا کہ اپنی تمام فوج سوار و پیادہ و توپ خانہ لے کر جموں کے راستے سے کشمیر کو جائے۔ اور مصر دیوان چند کو اول بہ راہِ بھمبر کشمیر کو بھیجا اور حکم دیا کہ بہ مقام راجوڑی پہنچ کر اطلاع دیوے۔ چنانچہ مصر دیوان چند بھی بہ کوچ متواتر راجوڑی تک پہنچا اور لکھا کہ یہاں تک فوج سواری آ پہنچی ہے۔ اس سے آگے بڑھنا فوج کا بغیر موجودگی فوج پیادہ کے ممکن نہیں ہے۔ اس عرضی میں اس نے راجہ اغر خاں رجوڑی والا[1] کی بہت تعریف لکھی اور درج کیا کہ آج تک سرکاری فوج کو راجہ اغر خاں کی طرف سے کمال امداد ملتی رہی ہے اور وہ مہاراجہ کی اطاعت پر ثابت قدم ہے۔

جب یہ خبریں آ چکیں کہ فوج اب کشمیر کی سرحد تک جا پہنچی ہے تو ۱۹ اپریل ۱۸۱۹ء کو مہاراجہ خود بھی مقام شاہدرہ سے روانہ ہوا۔ پہلے لاہور سے دینا نگر گیا اور راجگانِ کوہستانی کو کہ وہاں جمع تھے، اپنے ہمراہ لے کر وزیر آباد آیا اور وزیر آباد سے بہ مقام بھمبر جا کر قیام کیا اور چاہا کہ خود اسی مقام پر فروکش رہے، اس خیال پر کہ میرے پنجاب کی حد پر فروکش رہنے میں انتظام بنا رہے گا اور امداد فوج ماموره کی بہ ہر نوع ہوتی رہے گی۔ چنانچہ افسری کل فوج کی شہزادہ کھڑک سنگھ کو عنایت کی اور اس کو سپہ سالاری و مدارالمہامی کا خلعت بخشا اور افسرانِ فوج کو حکم ہوا کہ شہزادے کے ماتحت کام کریں۔ راجہ سلطان خاں بھمبر والا کو حکم دیا کہ فوج کے ساتھ ہو کر رہنمائی میں مشغول ہو اور مصر دیوان چند کے حکم میں رسد رسانی کا بھی کام کرے۔ راجہ اغر خاں رجوڑی والا جس کی اطاعت کی تعریف پہلے تحریر ہو چکی ہے، اس مقام پر مخالف ہو گیا کیونکہ سکھانِ پلٹن نے اس کے علاقے میں کچھ دست اندازی اپنے حسب العادت کی تھی۔ اس نے مصر دیوان چند کو اطلاع کی مگر مصر دیوان چند نے ایسے موقع پر فوج کو سزا دینا مناسب نہ جانا۔ اس واسطے راجہ اغر خاں شکستہ دل ہو گیا۔ مہاراجہ نے جب دیکھا کہ اغر خاں مخالف ہے تو فوج کو اس کی گرفتاری کا حکم بھیجا۔ وہ بھاگ گیا مگر اس کا بیٹا راجہ رحیم اللہ خاں کہ باپ کا مخالف تھا، خدمت میں حاضر آیا۔ مہاراجہ نے اس کے باپ کا ملک و مال سب اس کو دے کر اس کو اپنا دوست بنایا۔ راجگی کا خطاب بخش کر گراں بہا خلعت

۱- اصل میں 'والہ' ہے۔ صحیح 'والا' ہے۔

دیا جس سے وہ کمال خوش ہو کر خدمت میں حاضر رہا ۔

رجوڑی سے فوج ماتحت مصر دیوان چند کے بہرام گلہ میں داخل ہوئی اور پونچھ کا مالک اطاعت میں حاضر ہوا ۔ مگر قلعہ تاڑی کا مالک حاضر نہ ہوا اور اس نے دروازے قلعے کے بند کر لیے ۔ مصر دیوان چند نے زبردست خان مالکِ قلعہ کو ایلچی بھیج کر اپنے پاس بلایا مگر وہ نہ آیا ۔ اس واسطے سلطان خان والیِ بھمبر نے اپنی فوج لے جا کر وہ قلعہ فتح کر لیا ۔ وہاں سے جب سکھی فوج بہ مقام بسانہ پہنچی ، بسانہ کا حاکم بھی معرفت راجہ رحیم اللہ خان رجوڑی والا کے اطاعت میں حاضر ہوا اور خبر پہنچی کہ خود بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ بھمبر سے سوار ہو کر شامل فوج کے ہوا چاہتا ہے ۔ اب اس سے آگے سخت راستہ کشمیر کا شروع ہوا ۔ وہاں سے مصر دیوان چند نے تمام فوج کے تین حصے کیے ۔ آپ تو مع ایک حصہ فوج کے بہ راہِ ویرال جس راستے سے شہنشاہ اکبر شاہ کی فوج کشمیر کو گئی تھی ، کشمیر کی حد میں داخل ہوا اور ایک حصہ فوج کا پیر پنجال کی گھاٹی سے روانہ کیا اور ایک حصہ پیر پنجال کی گھاٹی سے پچھلی طرف کو بھیجا ۔

پس جو فوج کہ پیر پنجال کے سامنے[1] چلی تھی ، وہ بہت جلد پہاڑ پر چڑھ گئی ۔ افغانی فوج بھی وہاں موجود تھی ۔ جاتے ہی لڑائی شروع ہو گئی ۔ سات بجے صبح سے شام تک دونوں فریق کمال تیزی و تندی کے ساتھ لڑتے رہے ۔ بہت سے سپاہی فریقین کی طرف سے کام آئے ۔ شام کے قریب جب سکھوں نے افغانوں کو بندوقوں کے آگے ۔ دھر لیا تو ان کے پاؤں میدان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بے اختیار ہو کر بھاگے ۔ سکھوں نے ان کے (کذا) فرودگاہ جا کر سنبھال لیے اور دشمنوں کا ڈیرہ و سامان جو ابھی وہاں ہی تھا ، لے لیا ۔ ۱۶ جون ۱۸۱۹ء کو پھر وہ تینوں حصے فوج کے جو علیحدہ علیحدہ تھے ، آپس میں شامل ہو گئے ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی وہاں آ کر فوج کے شامل ہو گیا اور پہاڑوں سے اتر کر فوج کشمیر کے میدان میں پہنچی ۔

اس مقام پر بڑا مجمع افغانی فوج کا مستعد و تیار موجود تھا جس کے افسر مسمیان مہر دل خان و صمد خان تھے ۔ جب سکھوں کو یہ فوج دور سے مستعد و پرا باندھے ہوئے نظر آئی تو یہ بھی مستعد ہو گئے ۔ تمام فوج میں جنگی بگل بج گیا اور تیار ہو کر آگے بڑھے ۔ افغانی فوج نے بھی اپنے مقام سے

۱- اصل متن میں قدیم املا ''ساہمنے'' ہے ۔

حرکت کی اور ایک ٹکڑا ان میں سے علیحدہ ہو کر ننگی تلواریں لے کر سکھوں پر آ پڑا مگر بہت تھوڑے ان میں سے سکھوں نے اپنے تک پہنچنے دیے۔ دور سے ہی بندوقوں کی باڑوں سے سب قتل کر ڈالے۔ توپ خانے کے گولوں سے بھی افغان بے شمار مارے گئے۔ پھر افغان ایک مجموعے کی صورت بن کر ہر طرف سے سکھوں پر آ پڑے اور بندوق کی لڑائی موقوف ہو کر تلوار پر نوبت آ گئی اور کمال تندی و تیزی کے ساتھ جنگ ہوئی۔ اس میں مہر دل خاں و صمد خاں دونوں افسر افغانی فوج کے قتل ہوئے۔ ان کے مارے جانے کے بعد افغانوں کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور بے اختیار ہو کر میدان سے بھاگے اور قلعۂ شیر گڑھ میں جا کر دم لیا۔

جب دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا تو مہاراجہ کی فوج نقارہ فتح کا بجاتی ہوئی آگے بڑھی اور بے روک ٹوک داخل شہر سری نگر کے ہوئی، اور جو افغان خاص و عام قلعہ شیر گڑھ میں جا کر قلعہ بند ہوئے تھے وہ رات کو قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ دوسرے روز مہاراجہ نے قلعہ بھی لے لیا۔

۳۰ ماہ جون ۱۸۱۹ع کو دخل مہاراجہ کا کشمیر کی سلطنت پر ہوگیا۔ سکھان فوج نے اگرچہ بہ وقت دخل سری نگر کے غارت گری شروع کر دی تھی مگر مہاراجہ نے نہایت تاکید سے حکم ممانعت کا صادر کیا جس سے رعایا بچ گئی۔ چند روز مہاراجہ نے کشمیر میں رہ کر انتظام ضروری کیا، پھر مصر دیوان چند کو مع فوج کے، جو اس کے ماتحت تھی، کشمیر میں مامور کر کے خود مہاراجہ رجوڑی میں پہنچا، اور قلعۂ عظیم گڑھ کو جو جاتی دفعہ فتح نہیں ہوا تھا، محاصرے میں لے لیا اور تھوڑی سی لڑائی کے بعد فتح کیا۔ یہ قلعہ عظیم گڑھ قریب رجوڑی کے ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔

اس مقام سے مہاراجہ نے دیوان دیوی داس کو واسطے دریافت حال و تشخیص جمع کشمیر کے سری نگر کو روانہ کیا، اور خود لاہور کو کوچ کیا اور بہ سبیل ڈاک لاہور پہنچا۔ چند روز ہنگامۂ عیش و نشاط گرم رکھا اور بہت سا روپیہ فقیروں، مسکینوں، محتاجوں کو فتح کشمیر کے شکرانے میں بخشا۔ پھر دربار امرتسر میں جا کر بہت سا روپیہ نذرانے کا دیا۔ ابھی مہاراجہ امرتسر میں تھا کہ دیوان دیوی داس کشمیر سے آ کر خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سی ابتری انتظام کشمیر کی بیان کی۔ مہاراجہ نے لاہور میں پہنچ کر مصر دیوان چند کے نام پروانہ جاری کیا کہ جلد کشمیر سے لاہور آ جائے اور اس کی جگہ صوبہ دار کشمیر کا دیوان موتی رام کو مقرر کر کے ادھر کو روانہ کیا۔ چنانچہ

موتی رام کے جاتے ہی مصر دیوان چند نے تمام کاروبار صوبہ کشمیر کے اس کے حوالے کر دیے اور خود مع وکلائے سرداران کھکہ و بمبہ و دیگر راجگان نواح کشمیر کے لاہور آ کر خدمت میں شرف یاب ہوا۔ مہاراجہ نے ہر ایک وکیل سے عہد نامے اطاعت کے لکھوائے اور ان کو خلعت بخشے۔ دیوان موتی رام نے کشمیر جا کر وہاں کا انتظام بہ خوبی کر لیا اور جو بے انتظامیاں و خرابیاں اس ملک میں تھیں سب دور کر دیں۔

چونکہ اس انتظام جدید میں کسی واقف کار کا پاس ہونا ضرور تھا، اس نے بیربر پنڈت کو جس کی امداد و رہ نمائی سے مہاراجہ کشمیر تک پہنچا تھا، اپنے پاس بلا لیا اور انتظام کشمیر میں اپنی نیابت اس کو دی۔ جب اس نے خوب انتظام کرلیا اور اپنی قدیمی واقفیت کے سبب اس کام کو بہ خوبی بہ انجام پہنچایا تو دیوان موتی رام نے کل معاملے کا ٹھیکہ ہی اس کے نام پر کر دیا اور آپ روپیہ وصول کر لینے سے غرض رکھی۔

اس سبب سے کشمیر کا انتظام بخوبی اور بہت جلد ہوگیا۔ بعد فتح کشمیر کے دسہرے کا تہوار بھی قریب تھا۔ مہاراجہ نے اس جشن کی بڑی تیاری کی اور تمام دوست سردار، رئیس، جاگیردار، راجے اپنی مہمانی میں طلب کیے، اور بڑی دھوم دھام سے دسہرہ کیا۔ لاکھوں روپے کے انعام اور خلعت لوگوں کو تقسیم ہوئے اور لاکھوں روپیہ نذرانے کا جمع ہوا۔

دسہرہ کے بعد شام سنگھ پشاوریہ نے درخواست ٹھیکے پر مل جانے علاقہ ملتان کی گزرانی اور بہ عوض چھ لاکھ روپے سالانہ کے وہ علاقہ اس کو تفویض ہوگیا۔ اور خود بھی مہاراجہ کی طبیعت راغب ہوئی کہ ملتان کی طرف کا دورہ کرنا چاہیے اور سفر پر مستعد ہوکر پہلے لاہور سے امرتسر پہنچا۔ وہاں بہ تقریب تہوار ماگھی کے غسل کر کے دریا پر پہنچا اور کشتی پر بیٹھ کر ملتان کو روانہ ہوا۔ اس سفر میں مہاراجہ کو یہ بات بھی مرکوز خاطر تھی کہ والی بھاولپور سے کچھ نذرانہ اور لیا جائے۔ اور وقت کوچ کے مصر دیوان چند کے نام یہ حکم صادر ہوا کہ فی الفور مع اپنی فوج کے منکیرہ کو روانہ ہو اور نواب منکیرہ سے اس سال کی بابت زر نذرانہ وصول کرے۔ اگر نہ دیوے تو ریاست سے بے دخل کر دے، ملک و مال ضبط کر لے۔ چنانچہ وہ اس طرف کو روانہ ہوا اور مہاراجہ ملتان پہنچا۔

ملتان کے لوگ شام سنگھ ٹھیکے دار کے ظلم و تعدی سے نالاں و گریاں پائے۔ اس واسطے مہاراجہ نے اس پر کمال عتاب کیا اور قید میں بھجوا دیا۔

جو کہ ہولی کے دن بھی مہاراجہ کو ملتان میں ہی آ گئے تھے ، مہاراجہ نے یہ جشن اُسی مقام پر دھوم دھام سے کیا اور بڑا روپیہ محتاجوں و فقیروں پر بانٹا اور شہر میں سوار ہو کر رعیت پر روپیہ بکھیرا ، اور اپنی رعیت پروری سے رعیت کو خوش کیا ۔

بعد جشن ہولی کے بھاولپور کی طرف روانگی عمل میں آئی ۔ چونکہ بہ وقت روانگی امرتسر کے نواب بھاولپور کے وکیل کو یہ تاکید اکید کی تھی کہ تم زر نذرانہ بھاول پور سے منگا کر بہ مقام ملتان پیش کرو ، ورنہ ہم چار لاکھ روپیہ بابت خراج و نذرانہ و خرچہ فوج نواب سے لیں گے ، پھر کوئی عذر سماعت نہ ہوگا ۔ جب بہ مقام ملتان نواب بھاول پور کی طرف سے روپیہ نہ آیا تو گویا اب رقم چار لاکھ روپے کی نواب پر قائم ہو گئی ، اور مطالبہ چار لاکھ کا شروع ہو کر سردار ہرداس سنگھ اور سردار بدھ سنگھ کو حکم ہوا کہ اپنی فوج لے کر بھاول پور کو روانہ ہو ۔ چنانچہ وہ بہ کوچ متواتر داخل علاقۂ بھاول پور کے ہوئے اور قلعۂ شجاع آباد کو جا کر فتح کر لیا ۔ دوسری طرف سے شہزادہ کھڑک سنگھ بہ موجب حکم مہاراجہ کے بہت سی فوج کے ساتھ داخل علاقۂ بھاول پور کے ہوا ، اور ملک کو غارت کرنا شروع کیا ۔ جب یہ حالت وقوع میں آئی ، نواب بھاول پور کا کمال گھبرایا ، اور اپنے ملک کی آبادی اور چند پشت کی ریاست کے بچاؤ کے واسطے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ تو فی الفور بھیج دیا اور باقی ماندہ کے لیے قسطیں مقرر کر دیں اور یہ بھی درخواست کی کہ اگر ملک ڈیرہ غازی خاں اور کچھی کا ہم کو ٹھیکے پر مل جائے تو دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ باقی ماندہ جلد ادا ہو جائے ۔ یہ درخواست نواب کی منظور نہ ہوئی ۔

بعد اس انتظام کے مہاراجہ نے ملتان کو معاودت کی اور خبر پہنچی کہ نواب منکیرہ کے پاس ایک گھوڑا بہت اچھا ہے ۔ کئی ہزار روپیہ اس کی قیمت ہے ۔ سفید ایسا ہے کہ کوئی داغ کسی اور رنگ کا اس کے بدن پر نہیں ہے ۔ تیز رفتاری و چالاکی اس قدر ہے کہ ایک دن میں ساٹھ ستر کوس بہ آسانی طے کر سکتا ہے ۔ مہاراجہ یہ خبر سن کر اس گھوڑے کا مشتاق ہو گیا اور مصر دیوان چند کے نام حکم لکھا کہ نواب منکیرہ سے یہ گھوڑا طلب کرے ۔ اگر خوشی سے دے دیوے تو فبہا ورنہ مجبور کر کے لے لیوے ۔ یہ خبر پا کر مصر دیوان چند کہ بعد وصول زر نذرانہ منکیرہ سے کوچ کر آیا تھا ، دوبارہ منکیرہ کو لوٹ گیا اور نواب سے گھوڑا طلب کیا ۔ چونکہ نواب کو وہ گھوڑا نہایت عزیز تو

اس کے دینے میں اس نے بہت عذرات پیش کیے مگر ایک عذر بھی قبول نہ ہوا ۔ آخر مجبور و ناچار ہو کر گھوڑا دے دیا ۔ جب وہ گھوڑا مہاراجہ کے پاس پہنچا مہاراجہ بہت خوش ہوا اور اس کا نام سفید پری رکھا اور اس پر سوار ہو کر بہت خوش ہوا ۔

بعد انجام اس کام کے مہاراجہ ، ملتان سے لاہور کو روانہ ہوا ، اور تاریخ ۲۷ اپریل ۱۸۲۰ء کو داخلِ لاہور ہوا ۔

ولیم مور کرافٹ صاحب انگریز سیاح کہ لاہور میں آیا ہوا تھا ، مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ مہاراجہ نے اس کی بہت خاطر کی اور اپنی مہمان نوازی و مسافر پروری سے اس کو کمال خوش کیا ۔ وہ چند روز لاہور میں قیام پذیر رہا اور مہاراجہ کی طرف سے اس کو ضیافت ملتی رہی ۔ پھر حسبِ درخواست اس کے مہاراجہ نے اس کو کُلو و منڈی کے پہاڑوں کو روانہ کردیا اور راجگانِ کوہی کے نام احکام جاری کیے کہ جس علاقے میں یہ انگریز جائے ، وہاں کا حاکم اس کی تواضع و خاطرداری میں دریغ نہ کرے ۔ یہ انگریز اول گھوڑوں کا سلوتری تھا ۔ گھوڑوں کا معالجہ کرتے کرتے اس کو ملکوں کی سیاحی کا شوق دامن گیر ہوا اس واسطے اس نے گھر کی محبت چھوڑی اور اقربا سے منہ موڑ کر ملکوں کا پھرنا اور ہر ایک بات کا تجربہ کرنا اختیار کیا ۔ لاہور سے یہ صاحب کُلو و منڈی کے پہاڑوں کی سیر کو گیا اور وہاں سے پہاڑ پہاڑ لداخ تک گیا اور لداخ سے کشمیر آ پہنچا ۔

اس زمانے میں جرنیل مہیان[1] سنگھ مہاراجہ کی طرف سے حاکم و صوبہ کشمیر کا تھا ۔ جرنیل میہان[2] سنگھ نے بھی حسب التحریر مہاراجہ کے اس کی خاطر کی ۔ جرنیل مذکور سے اس نے ظاہر کیا کہ شہر سری نگر کی بنا گندھک کی کان کے اُوپر ہے ۔ ایک نہ ایک روز اس شہر میں تباہی و خرابی آ جائے گی ۔ اگر خیر سے گزر جائیں تو سینکڑوں برس گزر جائیں گے ۔ گندھک کی کان اس کے نیچے سے اپنا جوش ظاہر کرے گی تو ایک دن میں اس کا خاتمہ ہو جائے گا ۔ اس کے بیان کو سب اہلِ کشمیر سن کر ہنستے تھے اور کوئی یقین نہیں کرتا تھا ۔

کشمیر سے یہ سیاح شمالی پہاڑوں کی سیر کرتا ہوا بخارا کے میدانوں میں جا

۱، ۲- عمدۃالتواریخ کے اشاریے میں بھی املا اسی اختلاف کے ساتھ تحریر ہے ۔ اسے کمیدان کا خطاب بھی ملا تھا ۔

اُترا ۔ وہاں سے اس نے ایسا راستہ لیا کہ جس راستے میں اراضی بخارات کا صعود بہت ہوتا تھا ۔ اگرچہ یہ بات اس کو بہ خوبی معلوم تھی اور جانتا تھا کہ اس راستے سے جانے میں جان کا خوف ہے ، مگر اپنی ادویات اور معالجے کے بھروسے پر اس نے وہی راستہ اختیار کیا جس طرف کا جانا اس کو مضر تھا ۔ آخرکار اس راستے میں اس کو ایسا سخت بخار آیا کہ جاں بر نہ ہوا اور اسی سرزمین [میں] مر گیا ۔

فساد برپا کرنا زمینداران ہزارہ کا اور ماسور ہونا شہزادہ شیر سنگھ و سدا کنور کا اس طرف اور مارا جانا دیوان رام دیال کا جنگ میں اور اطاعت میں آنا زمینداران قوم چھپ اور باہو کا اور حاصل ہونا خطاب راجگی کا میاں دھیان سنگھ کو اور چھن جانا تمام علاقہ رانی سدا کنور سے اور فتح ہونا قلعۂ منکیرہ کا مع دیگر حالات کے

انھی ایام میں لاہور میں خبر پہنچی کہ زمینداران علاقۂ ہزارہ نے دوبارہ ہزارہ میں فساد برپا کر دیا ہے ۔ سرکاری کاردار و اہل کار انھوں نے سب کے سب اپنے ملک سے نکال دیے ہیں ۔ قدرے فوج سکھی جو انتظام کے لیے وہاں ماسور رہتی تھی ، سب وہاں سے بھاگ کر چلی آئی ہے کیونکہ ملکیہ کا مجمع بہت تھا ۔ ان کے ساتھ اگر فوج مقابلہ کرتی تو ضرور ماری جاتی ، ایک آدمی زندہ نہ رہتا ۔ اس شورش کی خبر سن کر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار فتح سنگھ آہلوالیہ کے نام حکم بھیجا کہ اپنی فوج کے ساتھ کپورتھلہ سے براہِ راست ہزارہ کو روانہ ہو جائے ۔ اور نیز رانی سدا کنور کے نام خط لکھا گیا کہ اپنی فوج اور توپ خانہ ہزارہ کو بھیج دیوے اور اگر خود رانی وہاں جائے تو بہت بہتر ہے کہ وہ ایک دانا و لائق و کار آزمودہ عورت ہے ، اس کی تدبیر سے انتظام اس علاقے کا بخوبی ہوگا ۔ جرنیل الٰہی بخش افسرِ توپ خانہ کو تاکید ہوئی کہ اپنا توپ خانہ لے کر فی‌الفور ہزارہ کو روانہ ہو ۔

جب یہ تمام فوج روانۂ ہزارہ ہو چکی تو دوسری خبر یہ آئی کہ ملکیہ کا اجتماع ہزارہ میں قریب پچاس ہزار آدمی کے ہے ، اور ہر ایک آدمی مسلّح و مستعد ہے ، اس واسطے شہزادہ شیر سنگھ کے نام لکھا گیا کہ قصبۂ وٹالہ سے روانہ ہو کر ہزارہ کو جائے اور مفسدانِ ہزارہ کی سرکوبی کرے ۔ اور نیز دیوان رام دیال کے نام بھی تاکیدی فرمان اسی مضمون کا اجرا پایا ۔ چنانچہ یہ دونوں جواں مرد افسر اپنی اپنی فوج لے کر ادھر کو روانہ ہوئے ۔ بڑا مفسدہ

ہزارہ کا علاقہ دربند اور تربیلہ کی طرف تھا اور اسی مقام پر مفسدوں کا ہجوم تھا ۔ شہزادہ شیر سنگھ جب ہزارہ میں پہنچا تو اس نے خفیف خفیف لڑائیوں میں مجمع مفسدوں کا منتشر کر دیا اور سرگروہ پکڑ لیے ۔ بعض کو تسلی و دلاسا دے کر ان کے گاؤں اور قصبوں میں آباد کیا ۔

اتنے میں رانی سدا کنور مکیریاں سے چل کر حسب التحریر مہاراجہ کے ہزارہ میں پہنچی ۔ اس کے جانے کے وقت افسری کل فوج کی رانی سدا کنور کے متعلق ہو گئی اور شہزادہ شیر سنگھ کہ رانی کا دوہتا[1] تھا ، اس کی اطاعت میں کام کرنے لگا ۔ اور رانی نے حالات ہزارہ کے سن کر یہ تجویز ٹھہرائی کہ بڑی سرکش و مفسد قوم علاقہ ہزارہ میں قوم رتیہ ہے ۔ انھی کے کہنے سے فساد برپا ہوتا ہے اور سب قومیں ہر ایک بات میں رتیہ کی تابع دار ہیں ۔ مناسب یہ ہے کہ اس تمام قوم کو قتل کر دیا جائے کہ آئندہ پھر احتمال مفسدے کا علاقہ ہزارہ میں نہ رہے ۔

جب یہ خبر پہاڑ میں مشہور ہوئی تو بہ حمایت قوم رتیہ کے تمام قومیں بگڑ گئیں اور جابجا لڑائی شروع ہو گئی ۔ اگرچہ مفسد زمیندار ہزارہ میں بے شمار تھے مگر چند قومیں مطیع بھی تھیں جن کو شور و فساد سے غرض نہ تھی اور اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر کھیتی کرتے تھے ۔ سکھی فوج جب مفسدوں کی تنبیہ و غارت و قتل میں مصروف ہوئی ، انھوں نے مفسد و مطیع کو ایک ہی نظر سے دیکھا اور ہر ایک گاؤں کو برابر لوٹنا اور جلانا شروع کیا ۔ جب عام غارت کا بازار ہزارہ میں گرم ہوگیا تو تمام قومیں یک دل و یک جان ہو کر سکھوں سے لڑنے لگیں اور کمال بد انتظامی وقوع میں آئی ۔ اس وقت تمام زمیندار صرف اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے لڑتے تھے ۔ جب بہت سا زور ملکیہ کا بڑھ گیا تو شہزادے شیر سنگھ نے جرنیل الٰہی بخش کو حکم دیا کہ اپنے توپ خانے لے جا کر مفسدوں کے ساتھ لڑے ۔ جب وہ مع توپ خانے کے اپنے مقام سے چلا اور مفسدوں کی حد میں پہنچا تو مفسدوں نے بڑا ہجوم کر کے اس کے توپ خانے اور فوج کو گھیر لیا ۔ بارود کی پیٹیاں جو توپ خانے کے پیچھے جاتی تھیں ، چھین کر لے گئے جس سے جرنیل الٰہی بخش دشمن کے ساتھ لڑنے کے لائق نہ رہا ۔ قریب تھا کہ دشمن غالب آ کر تمام توپیں بھی اس سے چھین لیں ۔ جب یہ خبر دیوان رام دیال کو پہنچی فی الفور جس قدر فوج تھوڑی بہت اس کے پاس موجود تھی اسی قدر ہمراہ لے کر جرنیل الٰہی بخش کی امداد کو

۱۔ اصل متن میں ''دھوتا'' چھپا ہے ۔

روانہ ہوا اور بڑے زور و شور سے آگ کا مینہ برساتا ہوا مفسدوں پر جا پڑا۔ مفسد بھی بڑی تیزی و تندی کے ساتھ مقابل ہوئے مگر آخر شکست کھا کر بھاگ گئے اور جرنیل الٰہی بخش مع توپ خانہ محاصرے سے نکلا۔ بعد حصول اس فتح کے دیوان رام دیال نے چاہا کہ اسی وقت لوٹ کر اپنے ڈیرے کو چلا آئے۔ چونکہ اس وقت سورج غروب ہونے کا وقت تھا جرنیل الٰہی بخش وغیرہ نے اس کو بہت منع کیا کہ دو گھڑی اور کو شام ہو جائے گی اور تمام علاقہ بگڑا ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کوئی مجمع مفسدوں کا سدِ راہ ہو اور نا وقت لڑنا پڑے۔ دیوان رام دیال نے کسی کا کہنا نہ مانا اور اپنی تمام فوج جرنیل الٰہی بخش کے پاس چھوڑ کر تھوڑی سی فوج کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوا۔

جب وہاں سے تین میل تک راستہ طے کیا تو ایک تنگ درے کے اندر سے اس کا گزر ہوا۔ اس درے کے غاروں میں ملکیہ مفسدوں کی فوج جو جنگ سے بھاگ تھی بہت چھپی ہوئی تھی۔ جب مفسدوں نے دیکھا کہ دیوان رام دیال تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ درے میں چلا جاتا ہے تو وہ مجمع (مجتمع) ہو کر دیوان پر آ پڑے۔ دیوان کے ہمراہیوں سکھوں نے جب دیکھا کہ ملکیہ فوج آ گئی ہے تو سب کے سب بھاگ گئے۔ تین چار خاص نوکر دیوان کے باقی رہ گئے۔ انھوں نے دیوان کو بہت سمجھایا اور کہا کہ اس وقت آپ کا بھاگ جانا ہی مناسب ہے، تنہائی میں ہزاروں آدمیوں کے مقابلے میں اپنی جان گنوانا بہادری میں داخل نہیں ہے بلکہ جہل و نادانی میں داخل ہے مگر دیوان نے کسی کا کہنا نہ مانا اور نہ چاہا کہ باوجود افسری اور بہادری و جواں مردی کے رعیت کے مقابلے سے بھاگ جائے۔ چنانچہ اکیلا تلوار کھینچ کر دشمنوں کے مجمع پر جا پڑا اور چند آدمیوں کو قتل کر کے خود بھی قتل ہوا۔

دیوان رام دیال بڑا بہادر اور شجاع آدمی تھا۔ چھوٹی سی عمر میں اس نے بڑی بہادریاں کیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی عنایت و مہربانی اس کے حال پر روز افزوں تھی۔ جب اس کے مارے جانے کی خبر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پہنچی بہت افسوس کیا اور بڑا رنج اٹھایا۔ مہاراجہ کو مرنا اس بہادر کا نہایت جاں گزا گزرا۔ دیوان رام دیال کے قتل کے بعد شہزادہ شیر سنگھ نے ہزارہ کی رعیت کو کمال تنگ کیا اور بہت سے گاؤں لوٹ لیے اور بہت سے جلا کر خاک کر ڈالے۔ ہزاروں آدمی ہزارہ کے تہِ تیغ کیے۔ جب رعیت نے جانا کہ اب سوائے اطاعت کے سکھوں سے پیچھا چھڑانا مشکل ہے تو اطاعت کا پیغام بھیجا اور حکومت سکھی منظور کی۔ شہزادہ شیر سنگھ نے زمینداروں کی درخواست

منظور فرما کر سب سے اطاعت کے اقرار نامے لکھوائے اور ایک برجستہ فوج آئندہ انتظام کے لیے وہاں مامور کی اور واپس لاہور کو آیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے شہزادہ شیر سنگھ کی اس خدمت و کارگزاری سے کمال خوشنودی ظاہر کی، اور چاہا کہ اس کی عزت و توقیر بڑھائی جائے اور آئندہ وہ شہزادوں کی طرح دربار میں آیا جایا کرے۔ چونکہ رانی سدا کنور کا وہ دوہتا تھا، تجویز یہ ٹھہری کہ جس قدر جاگیر اپنے علاقے سے رانی سدا کنور اس کو دیوے اسی قدر مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی اپنی سرکار سے عنایت کرے۔ چنانچہ اس باب میں ایک خط بنام رانی سدا کنور کے جاری ہوا۔

چونکہ سردار ہری سنگھ نلوہ کی شجاعت و بہادری و جواں مردی مہاراجہ کے دل پر منقوش تھی، مہاراجہ کو یہ منقوشِ خاطر ہوا کہ اس کو صوبہ کشمیر کا مقرر کیا جائے کہ وہ اپنی دلیری و جواں مردی سے وہاں کا انتظام بخوبی کرے گا۔ چنانچہ دیوان موتی رام کے نام پروانہ جاری ہوا کہ وہ ایالت و نظامت علاقۂ کشمیر کی سردار ہری سنگھ نلوہ کے سپرد کر کے خود لاہور میں چلا آئے۔ اور ہری سنگھ نلوہ کو با اختیار حاکم کر کے کشمیر کو روانہ کیا۔ جب یہ سردار لاہور سے روانہ ہو کر پونچھ کے قریب پہنچا، پونچھ کا حاکم جس نے بوقت مہم کشمیر کے راجہ رحیم اللہ خاں رجوڑی والا کی معرفت حاضر ہو کر اطاعت منظور کی تھی اور اس مہم میں ممد و معاون ہو کر بڑی بڑی خدمتیں کی تھیں، بہ سبب اس کے کہ مہاراجہ نے بعد فتح کشمیر کے اس کی کچھ قدردانی نہیں کی تھی، اپنے علاقہ کے زمینداروں کو جمع کر کے سدِّ راہ ہوا۔ ہری سنگھ کے ساتھ اس وقت کچھ فوج نہ تھی۔ وہاں ہی مقام کر کے بذریعہ تحریر کے مہاراجہ کو اطلاع دی اور مہاراجہ نے تاکیدی حکم بنام راجہ سلطان خاں والیِ بھمبر کے لکھا کہ اپنی فوج لے کر نافرمانی و بغاوت و سرکشی کی والیِ پونچھ کو سزا دیوے اور سردار ہری سنگھ نلوہ کے ہمراہ ہو کر کشمیر تک پہنچا دیوے۔ چنانچہ راجہ سلطان خاں نے بہ تعمیل حکم بہ مقام پونچھ پہنچ کر سردار ہری سنگھ کا راستہ کھلوا دیا اور راجہ سلطان خاں کی زبانی فہمائش پر والیِ پونچھ فتنہ و فساد کے ارادے سے باز آیا۔

کشمیر میں جا کر سردار ہری سنگھ نلوہ نے بہت سا ملک نواح کشمیر کا فتح کیا اور اپنے نام کا سکہ بھی جاری کیا جو اب تک ہری سنگھیہ روپیہ کشمیر میں رائج ہے۔ آٹھ آنے کا وہ روپیہ ہے۔ سکھی عمل داری میں رواج اس روپے کا تمام پنجاب میں تھا مگر اب صرف کشمیر میں رواج ہے۔

چونکہ زمینداران کوہستان ، دیو ، اوٹالہ مہاراجہ کی عمل داری میں آ کر غارت گری کرتے تھے ، ان کی سرکوبی کے لیے ماہ اسوج میں مہاراجہ سوار ہوا اور بہ راہ بٹالہ و دیناںگر و کلانور سیالکوٹ میں پہنچا ۔ اس نواح کے زمینداروں نے جو ان غارت گروں کے ہاتھ سے تنگ تھے ، مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت سا واویلا کیا ۔ ان کی فریاد رسی کے لیے فوج لے کر مہاراجہ ان دشوار گزار پہاڑوں میں گھس گیا ۔ مہاراجہ کی یورش کی خبر سن کر کوہستانیوں نے بھی بڑا مجمع کیا اور دونوں قومیں چھب اور باہو مل کر مہاراجہ کے مقابلے پر مستعد ہوئیں اور تین لڑائیاں پے در پے بڑے جوش و خروش کے ساتھ لڑیں اور سکھوں کے لشکر کو پس پا کر دیا ۔ مہاراجہ نے دوبارہ بڑے اجتماع اور کوشش کے ساتھ ان پر یورش کی اور بندوقوں کے آگے دھر لیا جس سے دو کوس تک دشمن بھاگے چلے گئے ۔ اتنے میں بہت سا اور ملکیہ ان کی مدد کو آ پہنچا اور اسی مقام پر قائم ہو کر لڑنے لگے ۔ چونکہ اس وقت دشمن بلندی پر اور مہاراجہ کی فوج پستی میں تھی ، سکھوں کی فوج کا بہت نقصان ہوا اور نامی آدمی بہت مارے گئے ۔ آخر فوج سواری مہاراجہ کی حملہ کرکے پہاڑ پر چڑھ گئی اور سخت مقابلہ دشمن کا کیا جس سے وہ دوبارہ بھاگے اور مہاراجہ نے فتح یاب ہو کر اُن کی نسبت قتل عام کا حکم دیا اور فوج کو اشارہ کیا کہ دشمنوں کے گاؤں اور بستیاں لوٹ لیں ۔ اس حکم کے جاری ہوتے ہی سکھوں کی فوج غارت پر ٹوٹ پڑی ۔ گاؤں کے گاؤں لوٹ کر جلا دیے ۔ غارت کے ہزاروں بیل اور گائے اور بھینسیں وغیرہ سکھ لے آئے ۔ ایک ایک سکھ کے پاس دو دو چار چار بیل اور گاؤمیش جمع ہو گئیں ۔

جب رعایا نے دیکھا کہ اب کوئی جگہ پناہ کی نہیں رہی تو ان کا سردار خدمت میں حاضر آیا اور اطاعت منظور کی اور ایک بھاری نذرانہ دے کر مویشی اپنے واپس لیے ۔ مگر گھوڑے جس قدر غارت میں آئے تھے وہ مہاراجہ نے واپس نہ کیے اور فوج سواری کو تقسیم کر دیے ۔ سوائے اس کے اور اسباب رعیت کا قسم ظروف و پارچہ وغیرہ بھی سکھوں کے پاس رہا ۔ بعد انتظام کامل اس ملک کے مہاراجہ نے پہاڑوں سے اُتر کر قلعۂ مہاور و خواص پور کی طرف دورہ کیا اور کچھ فوج دامانِ کوہ میں چھوڑ کر لاہور کو معاودت کی ۔

پہلے تحریر میں آ چکا ہے کہ واسطے انسداد فساد مسمی ڈیڈو مفسد کے جس نے کوہ جموں کی طرف فساد برپا کر رکھا تھا ، مہاراجہ نے ایک ہزار سوار کے نوکر رکھنے کی تجویز کی اور پانسو ان میں سے نوکر رکھا ۔ ان سواروں میں

ہے میاں کشور[1] سنگھ راجپوت پر کمال عنایت ہوئی اور اس کو اور اس کے بیٹوں میاں دھیان سنگھ و گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ کو مہاراجہ نے بہ راہ عنایتِ شاہانہ امیر کبیر بنا دیا اور دولت ان کی بہ عنایتِ ربانی اس قدر روز افزوں ہوئی کہ مہاراجہ نے میاں کشور سنگھ کو راجگی کا خطاب دیا اور جموں کے علاقے کی حکومت عنایت کی اور حکم دیا کہ اپنی لیاقت اور جواں مردی سے تمام پہاڑی علاقے کا جو ماتحت سرکار لاہور کے ہے ، انتظام کرے اور ڈیڈو مفسد کو ایسی سزا دے کہ پھر سر اُٹھانے کے لائق نہ رہے ۔

میاں کشور سنگھ جب راجہ کشور سنگھ ہو کر جموں کا حاکم قرار پایا تو اس نے بہ امداد و جاں فشانی اپنے لائق بیٹے میاں گلاب سنگھ کے خوب انتظام پہاڑی علاقوں کا کیا اور ایک تدبیر سے ڈیڈو مفسد کو بھی قتل کر دیا ۔ پھر تو پہاڑ میں گویا حکومت ہی میاں کشور سنگھ کی ہو گئی اور کوئی دغدغہ کسی طرح کا اس ملک میں نہ رہا ۔ علاقے کے علاقے اس کے قبضے میں آ گئے اور مہاراجہ کا ملک دن بہ دن میاں گلاب سنگھ کی شجاعت و جواں مردی سے بڑھتا گیا ۔ جب ایسی ایسی خدمتیں کیں تو اس کے تینوں بیٹوں دھیان سنگھ و گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ کو بھی راجگی کا خطاب ملا اور یہ عزت ہوئی کہ وزیر اعظم کل سلطنت کا راجہ دھیان سنگھ قرار پایا اور گلاب سنگھ مملکت جموں و کشمیر کا مہاراجہ بنا ۔

بہ مقام لاہور ، کشمیر کی طرف سے مہاراجہ کو یہ خبر پہنچی کہ سردار ہری سنگھ نلوہ ناظم کشمیر نے دو علاقوں کھکہ و بمبہ پر ، جو متصل و ملحق سرحد کشمیر کے ہیں ، یورش کر کے ان راجوں کو بہت تنگ کر رکھا ہے اور سرحد کے سب سردار ان کے ساتھ شامل ہو کر لڑنے پر مستعد ہو گئے ہیں ۔ صبح و شام میں بڑی لڑائی ہونے والی ہے ۔ چونکہ یہ مہم ناظم کشمیر نے بے اجازت و اطلاع مہاراجہ کے کی تھی ، مہاراجہ یہ بات سن کر کمال ناراض ہوا اور سردار ہری سنگھ کے نام پروانہ جاری کیا کہ اس تازہ عمل داری میں مناسب تھا کہ سرحد کے علاقوں اور کشمیر کے دروں کے مالکوں کے ساتھ تم یک جہتی و اتحاد پیدا کرتے نہ کہ لڑنے کو مستعد ہو کر سب کو اپنا دشمن بنا لیتے ۔ اب بھی ان کے ساتھ صلح کر لی جائے تو بہتر ہے ۔ ابھی یہ پروانہ

۱- اصل متن میں ''کسور سنگھ'' غلط ہے ۔ ''عمدۃ التواریخ'' میں ''کشور سنگھ'' صحیح ہے ۔

کشمیر پہنچنے نہیں پایا تھا کہ خبر آ گئی کہ سردار ہری سنگھ نلوہ نے دونوں علاقے کھکہ و بمبہ اپنے قبضے میں کر لیے ہیں - ہر چند دشمنوں نے بڑے مجمع کے ساتھ سکھوں کا مقابلہ کیا مگر آخر بھاگ گئے اور رئیسوں نے اطاعت منظور کر کے معقول نذرانہ پیش کیا - جس قدر متمرد و سرکش کشمیر کے تھے ، سردار نے سب کو بہ زور شمشیر اپنا تابعدار بنایا ہے اور ایسا رعب دکھلایا ہے کہ تمام سرزمین کشمیر کی اس کے خوف سے کانپتی ہے - یہ خبر سن کر مہاراجہ سردار ہری سنگھ کی خدمات سے کمال خوش ہوا اور اس قدر رضامندی ظاہر کی کہ حکم دے دیا کہ کشمیر کی ولایت میں سردار ہری سنگھ کے نام کا سکہ جاری ہو تا کہ ہمیشہ کے لیے یادگار اس کی کارگزاری و جاں فشانی (کی) قائم رہے -

اس مہم کے موقع میں مہاراجہ کو کمال فکر و اندیشہ کشمیر کا دامن گیر تھا کہ چاروں طرف کے مالک دروں کی آمیزش راجگان کھکہ و بمبہ کے ساتھ ہو گئی تھی - بلکہ جب تک فتح کی خبر نہ آئی مہاراجہ نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا اور کمال ملامت کے کلمات ہری سنگھ کی نسبت کہتا تھا - اس فتح کے شکرانے کے عوض میں پچیس ہزار روپیہ نقد فقیروں و محتاجوں و معابد و مساجد میں تقسیم کیا اور چار ہزار روپیہ نقد گرنتھ صاحب کی بھینٹ دربار صاحب امرتسر میں بھجوایا -

اسی سال یعنی بہ ماہ پھاگن ۱۸۷۷ بکرمی و ماہ مارچ ۱۸۲۱ عیسوی شہزادہ کھڑک سنگھ کے گھر ، رانی چند کنور کے پیٹ سے ، مہاراجہ کے گھر پوتا پیدا ہوا - اس فرزند کے پیدا ہونے کی تقریب سے مہاراجہ نے بڑی خوشی کی اور ہنگامۂ عیش و عشرت گرم رکھا اور جشن شاہانہ مرتب کر کے دور دور سے مہمان بلائے - تمام راجے و جاگیردار اور رئیس شامل جشن کے ہوئے - لاکھوں روپیہ جشن میں خرچ ہوا - تمام فوج کو انعام بخشا گیا اور بہ تجویز منجموں کے نونہال سنگھ اس کا نام رکھا گیا -

اس جشن کو بہم پہنچا کر مہاراجہ نے شہزادہ کھڑک سنگھ کو تو منکیرہ کی طرف مامور کیا اور خود سوار ہو کر دینا نگر کو کوچ کیا - وہاں پہنچ کر جمعدار خوشحال سنگھ کو ایک برجستہ فوج سوار و پیادہ و توپ خانۂ خرد کے ساتھ پہاڑ کو مامور کیا اور حکم دیا کہ راجگان کوہی سے زر خراج سالانہ وصول کرے اور جو ادا کر چکے ہیں ان سے آئندہ سال کا پیشگی روپیہ طلب کرے - چنانچہ جمعدار خوش حال سنگھ نے پہاڑ میں جا کر تمام راجاؤں اور رئیسوں کو کمال تنگ کیا اور وہ تشدد عمل میں لایا کہ تمام پہاڑ الامان پکار

اُٹھا ۔ مجبور ہو کر اسّی ہزار روپیہ راجہ منڈی نے ادا کیا اور پچیس ہزار روپیہ کلّو نے دیا ۔ اور قلعہ مانکوٹ جو ایک مضبوط قلعہ تھا ، سکھوں نے فی الفور فتح کر لیا ۔ اس میں مہاراجہ نے اپنا تھانہ قائم کر دیا ۔

چونکہ اس وقت تک راجہ چنبہ نے نذرانہ نہیں دیا تھا اور عذردار تھا کہ اس کی طرف کوئی زرِ خراج باقی نہیں اس واسطے مہاراجہ اس پر کمال غضب ناک ہوا اور خود دینانگر سے کوچ کرکے نورپور میں جا اُترا اور ایک فوج اور توپ خانہ وہاں سے مامور کرکے حکم دیا کہ وہ فوج پہلے قلعہ رہلو[1] کا فتح کر لے گا ۔ جب اس میں تھانہ سرکاری قائم ہو جائے تو تارا گڑھ کے راستے چنبہ کے علاقے میں داخل ہو کر غارت و تاراج شروع کرے اور تمام علاقے کو تاراج کرتے ہوئے یہ فوج چنبہ تک جائے ۔ اگر راجہ چنبہ بہ مقابلہ پیش آئے تو اس کو سزا دیوے کہ وہ تمام عمر یاد رکھے اس کا ملک و مال و علاقہ اس سے چھین لے ۔ چنانچہ اس فوج نے تارا گڑھ کے راستے داخل علاقہ چنبہ کے ہو کر غارت شروع کی ۔ ایک روز میں کئی گاؤں لوٹ لیے ، تمام رعیت اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگنے لگی ، اور تمام علاقے میں شور قیامت کا برپا ہو گیا ۔ راجہ چنبہ نے جب یہ حالت دیکھی ، عذرات اپنے ختم کر کے جس قدر روپیہ مہاراجہ نے بابت نذرانہ و جرمانہ و خرچ فوج طلب کیا ، ادا کردیا اور خود مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قصور سے معافی مانگی اور گناہ بخشوایا ، اپنے علاقے کو غارت و تاراج سے بچایا ۔

جب مہم چنبہ کی خاطرخواہ بہ انجام پہنچی اور راجگانِ کوہی سے بہت سا روپیہ وصول ہو گیا ، تو ۱۵ جولائی ۱۸۲۱ع کو وہاں سے معاودت کرکے مہاراجہ داخلِ لاہور ہوا ۔ دوسری مہم ، جو شہزادہ کھڑک سنگھ نے منکیرہ کی طرف کی تھی ، اس کا مفصل حال یہ ہے کہ جب شہزادہ اپنی فوج کے ساتھ نواب منکیرہ کے علاقے میں پہنچا اس کو اطلاع دی گئی کہ ایک لاکھ روپیہ زرِ خراج یہاں بھیج دیوے اور اگر توقف ہوا اور فوج خاص منکیرہ تک پہنچ گئی تو دو لاکھ روپیہ لیا جائے گا ۔ ہرچند نواب نے بار بار عریضہ لکھا کہ شہزادہ اپنے مقام پر فروکش رہے ، ایک ہفتے میں ایک لاکھ روپیہ خدمت میں پہنچ جائے گا ، مگر شہزادے نے نہ مانا اور بہ کوچ متواتر منکیرہ جا پہنچا ۔ اب مطالبہ دو

۱۔ اصل متن میں "قلعہ رہو" ہے لیکن عمدۃ التواریخ دفتر دوم ، ص ۲۸۸ میں قلعہ "رہلو" ہے اس لیے تصحیحِ متن کی گئی ۔

لاکھ روپے کا شروع ہوا ۔ نواب منکیرہ نے بہت سی کوشش کی کہ روپیہ دے کر سکھی فوج کو رخصت کیا جائے ۔ جب روپے کے بھیجنے میں ایک ہفتہ اور گزر گیا تو شہزادے نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور کمال تنگی نواب پر کی ۔ آخر بہ ہزار مشکل روپیہ بہم پہنچایا اور سکھی فوج کو دے کر رخصت کیا ۔ شہزادہ روپیہ لے کر مہاراجہ کی خدمت میں حاضر آیا ۔

انھی دنوں میں خبر آئی کہ سردار ہری سنگھ نلوہ ناظم کشمیر نے بہت سی فتوحات کشمیر کے علاقے میں کی ہیں ۔ چنانچہ تمام علاقے ڈھیرے و دربند و پکھلے (پکھلی) و دھمتور وغیرہ ، جن کی سرحدیں کشمیر کے ساتھ ملتی تھیں ، فتح کرکے اپنے علاقے میں شامل کر لیے ہیں ۔ اس خبر کے ملنے سے مہاراجہ نے نہایت درجہ خوشی کی اور بہت روز تک ہنگامہ عیش و عشرت گرم رکھا ۔ اور فرمایا کہ سردار ہری سنگھ نلوہ ایسا جوان مرد پہلوان ہے کہ اگر ہم اس کو اجازت دیں تو شاہِ چین کے ساتھ لڑنے میں انکار نہ کرے ۔ حقیقت میں وہ نہایت دلاور و بہادر آدمی ہے ۔

اس سال کا جشن دسہرہ کا مہاراجہ نے کمال زور شور سے بہ مقام امرتسر کیا ۔ تمام فوجیں و توپ خانے امرتسر میں جمع ہوئے اور تمام راجگانِ کوہ و میدان اور جاگیرداران و رئیسانِ پنجاب حسب الحکم مہاراجہ حاضر ہو کر اس جشن میں شامل ہوئے ۔ ہر ایک کو اس کے رتبے و حیثیت کے مطابق خلعتیں و انعام ملے ۔ لاکھوں روپیہ صرف ہوا ۔ جب دسہرہ ہو چکا مہاراجہ لاہور میں آیا ۔ راجہ دھیان سنگھ نے شہزادہ شیرسنگھ کی طرف سے عرض کی اور کہا کہ اب تک نہ تو رانی سدا کنور نے شہزادے کو کچھ جاگیر دی ہے اور نہ سرکار سے کچھ عطا ہوئی ہے ۔ اگرچہ پہلے شہزادہ شیر سنگھ کی طرف سے مہاراجہ کو غماز و سخن ساز لوگوں نے مکدر کر دیا ہوا تھا مگر جب اس نے ہزارہ وغیرہ کے مقامات میں جا کر جواں مردی کی اور خدماتِ شایستہ بجا لایا تو مہاراجہ شہزادے پر مہربان ہوا اور رانی سدا کنور کو لکھا کہ جس قدر وہ اپنے علاقے میں سے جاگیر شہزادہ شیر سنگھ اپنے دوہتے کو دیوے اسی قدر ہم بھی اس کو دیں گے ۔ اس بات کا جواب رانی نے باوجود آٹھ ماہ گزر جانے کے نہ دیا تو دوبارہ تحریر اس کے نام جاری ہوئی اور چند سوار مامور ہو کر حکم ہوا کہ جب تک رانی اس معاملے میں جواب لکھ کر نہ دیوے ، وہاں اُترے رہیں اور جواب لے کر آئیں ۔ رانی نے اس کا جواب یہ تحریر کیا کہ جس قدر میرا علاقہ ہے اسی قدر میرا خرچ ہے ۔ میرے پاس اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ کسی قدر جاگیر

اپنے ملک سے شیر سنگھ کو دوں ۔ شیر سنگھ اگرچہ میرا دوہتا ہے پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کا صلبی بیٹا ہے ۔ جس قدر جاگیر مہاراجہ اپنے بیٹے کو دیوے تھوڑی ہے کہ انسان مال و دولت اپنی اولاد کے واسطے بہم پہنچاتا ہے اور باپ کا مال بیٹے کا مال ہوتا ہے ۔ اور در صورت کہ بیٹے کا باپ بادشاہ ہو تو کیا ضرور ہے کہ ننہال کا مال اس کو ملے ۔ علاوہ بریں میرے علاقے کا مجھ کو اختیار ہے ، چاہے کسی کو دوں یا نہ دوں ۔ رنجیت سنگھ کو کیا اختیار ہے کہ وہ مجھ کو تنگ کر کے چاہتا ہے کہ میں ضرور ہی اپنا علاقہ شیر سنگھ اپنے دوہتے ، اس کے بیٹے ، کو دے دوں ۔ سو یہ بات مجھ کو ہرگز منظور نہیں ہے ۔

یہ جواب رانی سدا کنور کا جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سنا ، دوسری تحریر اس کے نام جاری کی اور لکھا کہ چونکہ سوائے شیر سنگھ کے اور کوئی بیٹا رانی سدا کنور کا نہیں ہے اور وہ ضعیفہ ہو چکی ہے ، اس کو چاہیے کہ اپنے دوہتے کو اپنے حینِ حیات اپنی جائداد پر قابض کر دیوے ، کیونکہ وہ اس کی حیات و ممات دونوں حالت میں وارث و مالک ہے ۔ اگر ایسا نہیں کرتی تو ایک علاقہ اپنے علاقوں میں سے اس کے واسطے علیحدہ کر دیوے ۔ در صورت خلاف ورزی کے بہ زبردستی تعمیل اس تجویز کی عمل میں آئے گی ۔ یہ تحریر مہاراجہ کی جب رانی سدا کنور کے پاس پہنچی ، اپنی بزرگی کے زعم و غرور میں آ کر کلماتِ ناشائستہ زبان پر لائی اور کہا کہ رنجیت سنگھ کون ہے اور اس کو کیا اختیار ہے کہ بہ زبردستی اپنے حکم کی تعمیل مجھ سے کرائے کیونکہ میں نے ہی اس کو مہاراجہ بنایا ہے ۔ لاہور پر دخل دلوایا ہے ، بڑے بڑے علاقے میری امداد و اعانت سے اس نے فتح کیے ہیں ۔ اس کو اپنی لڑکی دی اور داماد بنایا ۔ یہ عجب بے وفائی ہے جو وہ میرے ساتھ کرنے پر مستعد ہے ۔ جس قدر احسان میں نے اس کے ساتھ کیے ہیں پہلے ان کا عوض اُتار لے ، پھر مجھ پر وہ حکومت کرے ۔ اس کو تو یہ مناسب تھا کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے حکم کی تعمیل میں وہ دم نہ مارتا ، چہ جائیکہ وہ مجھ پر حکومت کرنا چاہتا ہے ۔ اپنے بیٹے کے بہانے رنجیت سنگھ چاہتا ہے کہ میرا ملک مجھ سے چھین لے ، سو یہ بات میں ہرگز نہ کروں گی ۔ میں رانڈ ضعیفہ عورت ہوں ۔ اگرچہ میرا وارث کوئی نہیں مگر میں اپنے اخیر دم تک مالک ہوں ۔ میں اپنا تمام مال خدا کے نام پر دے ڈالوں گی مگر رنجیت سنگھ کو نہ دوں گی ۔ اگر رنجیت سنگھ کے دل میں یہ بات ہو کہ میں صاحبِ لشکر اور فوج ہوں تو میں بھی وہ عورت ہوں کہ جنگ کے وقت مردوں کی طرح میدان میں معرکہ آرائی میرا کام ہے ۔

یہ صاف جواب سدا کنور کا مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سنا تو دل میں کمال پیچ و تاب کھایا مگر بہ سبب رشتہ نازک دامادی کے کچھ نہ بولا۔ دل میں شب و روز یہ ہی ارادہ تھا کہ اس بے ادب گستاخ بڑھیا کو سزا دینا چاہیے۔ کسی قدر مدت کے بعد مہاراجہ کو خبر پہنچی کہ رانی سدا کنور نے مہاراجہ سے سررشتہ اتحاد کا بالکل توڑ دیا ہے اور نہیں چاہتی کہ آئندہ کسی طرح کا سلوک اور تعلق اس کا مہاراجہ کے ساتھ رہے۔ بلکہ چاہتی ہے کہ دوآبہ بست جالندھر و علاقہ مکیریاں سے نکل کر مس ستلج کے علاقے میں چلی جائے اور جب تک زندہ رہے وہاں ہی قیام پذیر رہے۔ قصبہ بدینی جو اس کی حکومت میں ستلج پار کے علاقے میں تھا وہ اس نے انگریزوں کو دے دیا ہے اور خود روانگی کو تیار ہے۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ کمال غضب ناک ہوا اور ایک تحریر نہایت نرمی و اتحاد و محبت کے مضمون میں لکھ کر اس کے پاس بھجوائی اور بلوا بھیجا۔ وہ سادہ لوح رانی، سلطانی غضب سے بے خبر اس تحریر پر اعتماد کر کے فی الفور چلی آئی۔ جب روبرو پہنچی مہاراجہ نے اس کو زبانی کمال ملامت کی اور فرمایا کہ تو اب ضعیف و کم زور ہو گئی ہے، لائق حکومت و ریاست کے نہیں رہی ہے مگر باوجود اس ضعیفی و کبر سنی کے دنیا کے ساتھ تیری اس قدر محبت ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے دوہتے شیر سنگھ کو کچھ دینا نہیں چاہتی اور اپنا علاقہ انگریزوں کو دینے پر راضی ہو گئی ہے۔ یہ بات تجھ کو مناسب نہیں ہے بلکہ یہ مناسب ہے کہ آئندہ بغض و عداوت و خودی کو دل سے دور کر کے انتظام درونی و برونی (بیرونی) اپنی ریاست کا اپنے دوہتے کے سپرد کر دیوے اور خود اس کے سر پر مالک و سر پرست رہے۔ اور تمام زمانے میں بزرگوں کا یہ ہی طریقہ ہے کہ اپنی اولاد لائق کار کو گھر کا انتظام سپرد کر دیتے ہیں اور خود اس کے ہر ایک کام کی اصلاح کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ پس کیا سبب ہے کہ باوجود ایسے لائق کار دوہتے کے پھر تو بہ ذات خود ہر ایک کام کرتی ہے، اور اس ضعیفی میں اس قدر محنت و مشقت اپنے اوپر گوارا رکھتی ہے۔ آئندہ اگر تو میرا کہنا نہ مانے گی تو کوئی عذر تیرا سماعت نہ ہو گا۔ علاقہ تیرا تمام و کمال ضبطی میں آ جائے گا۔ اب بھی تو اگر سمجھ جائے تو بہتر ہے۔ یہ تقریر مہاراجہ کی سن کر رانی سدا کنور نے کچھ جواب نہ دیا اور ایک آہ سرد بھر کر بلبل تصویر کی طرح چپ کر رہی۔

اس روز سے مہاراجہ تو منتظر اس بات کا تھا کہ آیا سدا کنور اب کیا جواب دیتی ہے اور وہ دن رات اس فکر میں تھی کہ کسی طرح لاہور سے بھاگ

جاوے اور اپنی جان اس زبردست کے پنجے سے بچاوے - چند روز کے بعد ایک رات سدا کنور بھاگنے پر مستعد ہو کر بہ بہانہ درشن دربار گورو ارجن کے کہ جو قلعے کے شاہی دروازے کے آگے ہے ، شام کے بعد قلعے سے نکلی اور بہ سواری گوڑبہل کے جس کے گھوڑے ہوا رفتار تھے ، امرتسر کی طرف کا راستہ لیا - دو گھنٹے کے بعد مہاراجہ کو خبر ہو گئی کہ رانی سدا کنور بھاگ گئی - اسی وقت شہزادے کھڑک سنگھ کے نام حکم جاری ہوا کہ ایک رسالہ سواروں کا ، جن کے گھوڑے بہت تیز ہوں ، مامور کر کے سدا کنور کو پکڑ منگائے اور سواروں کو تاکید کر دی کہ جہاں اس کو پائیں قید کر کے لے آئیں -

چنانچہ اسی وقت حکم کی تعمیل ہوئی - وہ سوار اس کی گرفتاری کو دوڑ گئے اور عین راستے میں جا پکڑا اور بہ حالتِ قید لاہور میں لے آئے - مہاراجہ نے اس کے واسطے قید کا حکم دیا اور فوج برجستہ مامور کی کہ سدا کنور کا کل ملک و املاک و خزانہ ضبط کر لیں - چنانچہ چار پلٹنیں اور ایک توپ خانہ مکیریاں کو گیا اور پندرہ روز تک محاصرہ کر کے سدا کنور کی فوج کے ساتھ لڑتے رہے ، مگر مکیریاں کا قلعہ کہ نہایت مستحکم تھا فتح نہ ہوا - جب اس حال سے مہاراجہ کو اطلاع پہنچی تو مصر دیوان چند کے نام حکم جاری کیا کہ اپنا توپ خانہ اور پلٹنیں لے کر دوآبہ بست جالندھر میں جائے اور تمام علاقہ سدا کنور کا ضبط کر کے شامل علاقہ سرکار کر لے - نیز سدا کنور کو پابہ زنجیر اپنے ہمراہ لے جائے کہ وہ اپنے اہل کاروں کو نکل جانے کا حکم دیوے اور دخل سرکاری کارداروں کا ہر ایک علاقے پر کرا دیوے - چنانچہ مصر دیوان چند ، سدا کنور کو پا بہ زنجیر اپنی حراست میں لے کر مع دو توپ خانہ کلاں اور چار پلٹن کے لاہور سے روانہ ہوا - پہلے یورش اس کی قصبہ وٹالہ پر ہوئی - رانی سدا کنور کی فوج جو وہاں بے سر و سامان تھی ، تھوڑی سی لڑائی کے بعد قلعہ و شہر چھوڑ کر بھاگ گئی - مصر دیوان چند نے شہر پر اپنا قبضہ کر کے کاردار مامور کر دیا - پھر آگے بڑھا اور قلعہ جات گرد [و] نواح پٹھان کوٹ وغیرہ مقبوضہ رانی سدا کنور سب اپنے قبضے میں کیے اور زمینداروں سے اطاعت نامے لکھوائے - اس وقت رانی سدا کنور کی رعیت نہایت غم ناک تھی اور جس خیمے میں رانی مقید تھی ، ہزاروں مرد و زن آ کر بے اختیار روتے تھے -

پھر مصر دیوان چند دریائے بیاسا سے اتر کر داخل علاقہ بست جالندھر کے ہوا اور قلعہ مکیریاں کو جو اس وقت قلعہ اٹل گڑھ کہلاتا تھا اور دارالریاست رانی سدا کنور کا وہی مقام تھا ، جا کر محاصرہ کر لیا - فوج رانی کی

جو قلعے کے اندر تھی بہ مقابلہ پیش آئی اور فریقین کی طرف سے گولہ چلنا شروع ہوا۔ مصر دیوان چند کے توپ خانے کی توپیں اگرچہ بڑی بڑی تھیں اور شب و روز گولہ چلتا تھا مگر وہ قلعہ ایسا مستحکم تھا کہ قلعے والوں کو باوجود اس قدر فوج و توپ خانوں کے باہر سے کچھ اندیشہ نہ تھا۔ جب لڑائی طول پکڑ گئی اور مصر دیوان چند کو لڑائی سے اس قلعے کا فتح ہونا محال نظر آیا تو اپنا ایلچی قلعے والوں کی طرف بھیج کر قہرِ سلطانی سے ڈرایا، اور در حالت خالی کر دینے قلعے کے پرورش و نوکری ملنے کا اُمیدوار کیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ ہمارے ساتھ تمھارا لڑنا اور جنگ کرنا عبث ہے، کیونکہ جس کا یہ قلعہ ہے اس کے ہم نوکر ہیں اور جب تک وہ ہم کو اجازت نہ دیوے، جیتے جی ہم کبھی یہ قلعہ اس کے دشمن کے حوالے نہیں کریں گے۔ چونکہ اس قلعے کا مالک تمھاری قید میں ہے، اس سے اجازت نامہ درباب خالی کر دینے قلعے کے ہمارے نام لکھوا کر بھیج دو تو ہم کو قلعہ خالی کر دینے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔

مصر دیوان چند نے جب یہ جواب پایا ایک اپنا معتبر رانی سدا کنور کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ رانی ایک اجازت نامہ اپنی مہر سے قلعدار کے نام درباب خالی کر دینے قلعے کے لکھ دیوے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ موقع تمھاری جواں مردی و شجاعت و دلاوری کے امتحان کا ہے۔ تم مہاراجہ کی فوج کے افسر اتنا توپ خانہ اور لشکر لے کر اس چھوٹے سے قلعے پر آئے ہو اور اتنے روز سے لڑ رہے ہو، اب عاجز آ کر چاہتے ہو کہ باتوں میں قلعہ لے لیں۔ اگر کچھ دعویٰ جواں مردی کا ہے تو لڑ کر قلعہ لو۔

یہ جواب رانی سدا کنور کا جب مصر دیوان چند نے سنا، مارے غصے کے آگ ہوگیا اور حکم دیا کہ جب تک سدا کنور اجازت نامہ لکھ کر نہ دیوے کھانا پینا اس کا بند رہے۔ چنانچہ تین رات اور دو روز تک ایک دانہ اس کے کھانے کو اور ایک گھونٹ پانی کا اس کے پینے کو نہ ملا۔ دو روز تک تو اس ضعیفہ عورت نے اُف نہ کی اور اپنے حالِ زار پر زار زار روتی رہی۔ تیسری رات جب بھوک اور پیاس کے مارے اس کی جان نکلنے لگی تو منشی کو بلا کر اجازت نامہ خالی کر دینے قلعے کا اپنے قلعدار کے نام لکھوایا اور مہر اپنی ہاتھ سے کر دی۔ مشہور ہے کہ جب رانی سدا کنور نے چاہا کہ کاغذ کو لب سے تر کر کے مُہر کرے تو زبان مارے پیاس کے خشک تھی کہ کاغذ تر نہ ہو سکا، ناچار منشی کے حوالے وہ مُہر کر دی کہ وہ خود لگا لے۔ جب یہ

اجازت نامہ مصر دیوان چند نے قلعدار کے پاس بھجوایا اس نے فی الفور قلعے میں دخل دیوان چند کا کرا دیا اور تمام فوج نمک حلال رانی سدا کنور کی قلعے سے باہر نکل آئی ۔

جب قلعے پر دخل دیوان چند کا ہوگیا تو کھانا کھانے اور پانی پینے کی اجازت رانی سدا کنور کو ہوئی اور بے شمار خزانہ مال و دولت و جواہرات و سامان پشمینہ و ابریشمینہ و ذخیرہ بندوقوں و توپوں وغیرہ کا ضبطی میں آ کر لاہور کو روانہ ہوا ۔ شہر مکیریاں کے دخل کے وقت سکھی فوج نے اس شہر کو خوب لوٹا اور رعیت کو ٹکڑے کا محتاج کر دیا ۔ بعد حصول اس فتح خداداد کے مصر دیوان چند سدا کنور کو لے کر لاہور آیا ۔ مہاراجہ نے اس خدمت کے عوض میں اس پر کمال مہربانی کی اور خلعتِ فاخرہ بخشا اور رانی سدا کنور کے لیے بہ دستور قید رہنے کا حکم دیا ۔ چنانچہ وہ ضعیفہ قید کی حالت میں چند ماہ رہ کر بہ کمال غم و غصہ مر گئی اور ریاست خاندانِ کنہیا کی اس کے مرنے سے بہ اختتام پہنچی ۔ اور علاقہ ریاست رانی سدا کنور کا مہاراجہ نے جب تمام و کمال ضبط کر لیا تو وٹالہ کا علاقہ تو اس میں سے شہزادہ شیر سنگھ کو جاگیر میں دیا اور باقی ماندہ سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کی تحویل میں بہ شمولِ علاقہ کوہستان کے کر دیا گیا ۔ اور علاقہ بدھنی واقع سس ستلج کا جو رانی سدا کنور نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے پوشیدہ صاحبانِ انگریز کے حوالے کر دیا تھا ، وہ انگریزوں کے پاس رہا ۔ مہاراجہ نے اس باب میں چند مراسلے سرکلارک ڈویڈ صاحب بہادر ایجنٹ انگریزی کی طرف لکھے اور چاہا کہ بدھنی کا علاقہ سرکار انگریزی چھوڑ دے ، مگر سرکار نے نہ چھوڑا اور جواب صاف دیا کہ یہ علاقہ رانی سدا کنور نے اپنے حینِ حیات سرکار انگریزی کی نذر کر دیا ہے ، اب مہاراجہ مستحق اس کے ملنے کا نہیں ہے ۔ چونکہ عہد نامے میں کوئی دفعہ اس طرح کے معاملے کی درج نہ تھی ، ناچار مہاراجہ خاموش ہو رہا ، مگر بعد وفات مہاراجہ رنجیت سنگھ و کھڑک سنگھ و نونہال سنگھ کے جب مہاراجہ شیر سنگھ مسند نشین ہوا تو اس نے بہ دعویٰ وراثت رانی سدا کنور کے کہ اس کا دوہتا تھا ، انگریزوں کے یہاں دعویٰ پیش کیا اور انگریزوں نے مستحق جان کر وہ علاقہ اس کو دے دیا ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ہرگز یہ بات منظور نہ تھی کہ کوئی والی ملک و رئیس پنجاب کے علاقے میں باقی رہے ، بلکہ یہ منظور تھا کہ ہر ایک کا ملک ضبط ہوکر اس کی سلطنت و تسلط میں آ جائے ۔ چنانچہ خاندانِ ریاست کنہیا و رام گڑھ و خاندانِ ریاستِ بھنگیاں وغیرہ سب کے سب لوٹ کر برباد کر دیے ۔

اب اس بات پر مہاراجہ کا مصمم ارادہ ہوا کہ نواب منکیرہ کو بھی اس علاقے سے بالکل بے دخل کر دیا جائے ۔ مگر بدیں خیال کہ اس کے پاس فوج نہایت عمدہ تھی اور توپ خانہ بھی تھا یہ ارادہ توقف میں رہا اور ہر سال نواب کو تنگ کر کے پے در پے نذرانے و جرمانے وصول ہوتے رہے اور طاقت نواب کی کم ہوتی رہی ۔ اب مہاراجہ نے سنا کہ نواب کے خزانے میں روپیہ نہیں اور فوج بہ سبب نہ ملنے تنخواہ کے نوکری چھوڑ چھوڑ کر چلی جاتی ہے ، یہ موقع مہاراجہ کو خوب ملا اور چاہا کہ کسی جواں مرد پہلوان کو اس مہم پر مامور کیا جائے ۔ چنانچہ تمام سلطنت کے اہل کاروں سے سردار ہری سنگھ نلوہ اس کام کے واسطے منتخب کیا گیا اور پروانہ اس کے نام جاری ہوا کہ کشمیر سے کوچ کر کے حضور میں حاضر ہو ۔ اور دیوان موتی رام ، سردار ہری سنگھ کی جگہ صوبہ کشمیر کا قرار پایا اور مصر دیوان چند کو بھی حکم ہوا کہ دیوان موتی رام کے ساتھ کشمیر کو جائے اور بہ طور نیابت اس کی تجویز سے کام کرے ۔

جب یہ لشکر بھمبر تک پہنچ گیا تو مصر دیوان چند مع توپ خانہ و فوج واپس بلایا گیا ، اور اس کو حکم ملا کہ اپنی فوج لے کر منکیرہ کو آہستہ آہستہ روانہ ہو ، مگر جب تک کہ سردار ہری سنگھ نلوہ کشمیر سے آ کر شامل فوج خالصہ کے نہ ہو ، فوج منکیرہ کی سرحد کے اندر داخل نہ ہو ۔ جب یہ لشکر چنیوٹ تک پہنچ گیا ، مہاراجہ کو خبر آئی کہ نواب منکیرہ مہاراجہ کی فوج کشی کا حال سن کر مستعد بہ جنگ ہے ۔ اپنی فوج کی پچھلی تنخواہ اس نے ادا کر دی ہے اور تمام فوج کے آگے یہ ظاہر کیا ہے کہ اگر تمھاری جاں فشانی و جواں مردی سے یہ علاقہ بہ دستور قائم رہا تو تمھارا ٹکڑا بھی بہ دستور بنا رہے گا اور اگر تم نے عرق ریزی و جاں فشانی میں دریغ کیا تو سب کا روزگار یک قلم جاتا رہے گا ۔ چنانچہ اس بات سے اس کی فوج اب لڑنے پر مستعد ہے ۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ خود بھی اس طرف کو روانہ ہوا اور تمام سکھی فوج بڑے کر و فر کے ساتھ مہاراجہ کے ہم راہ لاہور سے منکیرہ کو گئی ۔ جب مہاراجہ لاہور سے بہ مقام مٹھہ جا کر فروکش ہوا ، سردار ہری سنگھ نلوہ کشمیر سے آ کر خدمت میں حاضر ہوا ۔

۲۵ ماہ نومبر ۱۸۲۱ع کو مہاراجہ نے مقام مٹھہ سے کوچ کیا اور بہ مقام بھکر جو داخل علاقہ نواب منکیرہ تھا جا کر فروکش ہوا ۔ شہر کے لوگ سکھوں کی غارت گری کے خوف سے بھاگ گئے اور باقی ماندہ کو مہاراجہ کی

فوج نے لوٹ کر خاک میں ملا دیا ۔ قلعہ بھکر پر مہاراجہ کا قبضہ ہوگیا اور قلعہ دار نے اطاعت مان کر قلعہ خالی کر دیا ۔ وہاں سے ایک جنگی فوج ماتحت سردار دل سنگھ کے ڈیرہ اسماعیل خاں کو ماسور ہوئی اور سردار دل سنگھ نے وہاں جا کر شہر کا محاصرہ کر لیا ۔ دیوان نانک چند نواب منکیرہ کا گماشتہ جو وہاں حاکم تھا اپنی فوج لے کر لڑائی پر آمادہ ہوا مگر ایک ہی حملے میں اس کی فوج بھاگ نکلی ، اور دیوان نانک چند بہ‌حالت ناچاری سردار دل سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا ، اور نواب کا خزانہ و اسباب جس قدر ڈیرہ اسماعیل خاں میں تھا ، اس نے سردار دل سنگھ کے حوالے کر دیا ۔

بعد انجام اس کام کے سردار دل سنگھ ، مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام فوج یک جا ہو کر منکیرہ کو روانہ ہوئی اور بہ مقام خان گڑھ پہنچ کر مہاراجہ نے نواب کے کارندے قلعے سے نکلوا دیے اور اپنا قبضہ کر لیا ۔ وہاں سے فوج آگے بڑھی ۔ یہ خبر پا کر نواب والیِ قلعہ منکیرہ نے بھی بڑی مضبوطی سے قلعے کا انتظام کیا ۔ قلعے کی چاروں دیواروں پر سپاہ اور توپ خانہ ماسور کیا اور دونوں طرفوں سے گولہ چلنا شروع ہوا ۔ اگرچہ مہاراجہ کے ساتھ بڑی بڑی توپیں تھیں اور شب و روز ان سے آگ برسائی جاتی تھی ، مگر بہ‌سبب استحکام قلعے کے صورت فتح کی نمودار نہ ہوئی ۔ اتنے عرصے میں سکھوں نے منکیرہ کا تمام علاقہ لوٹ لیا اور گاؤں کے گاؤں اجاڑ دیے ۔ جب نواب کو اس حال سے اطلاع ہوئی تو مہاراجہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اس میں درج کیا کہ مجرم مہاراجہ کا میں ہوں جس کو مہاراجہ نے محاصرہ کر رکھا ہے اور رعیت جس کو مہاراجہ کی فوج نے لوٹ کر برباد کر دیا ہے گنہگار نہیں ہے ۔ پھر وہ کیوں لوٹی جاتی ہے ۔ مہاراجہ نے یہ پیام سن کر فوج کو منع کر دیا کہ آئندہ دیہات علاقہ منکیرہ پر دست اندازی نہ ہو ، مگر خالصہ جی کی فوج شرارت سے باز نہ آئی اور دور دور تک علاقہ ایسا لوٹا کہ مدت مدید کے بعد پھر آباد ہوا ۔ سکھوں کی فوج کے باہر جانے کا یہ باعث تھا کہ منکیرہ کی سرزمین ریگی تھی اور چاہ کا کھودنا اس زمین میں نہایت مشکل تھا ۔ اس سبب سے ایک دستہ فوج کا بہت سے اونٹوں کے ساتھ دیہات میں جا کر پانی لایا کرتا تھا ۔ پانی لینے کے واسطے وہ کیا جاتے تھے کہ گاؤں کے گاؤں لوٹ کر لے آتے تھے جس پر وہ پلٹی اونٹوں اور گھوڑوں اور بیلوں اور آدمیوں کو کفایت نہیں کرتا تھا اور مویشی و آدمی بہت سے پیاسے رہتے تھے ۔ آخر مہاراجہ نے حکم دیا کہ فوج کمر ہمت باندھ کر کچے کنویں زمین میں کھود لے اور ان میں سے پانی نکال کر کام

چلائے۔ چنانچہ بہت سی فوج اس کام پر مامور ہوگئی اور چار روز میں جا بہ جا چاہ کھود لیے اور پانی عام ہوگیا۔ پچیس روز تک مہاراجہ نے قلعے کا محاصرہ رکھا اور دن رات جنگ ہوتی رہی۔ نواب جنگ کرنے میں نہایت مستعد تھا اور ممکن تھا کہ اگر مہاراجہ دو برس تک بھی قلعے کا محاصرہ رکھتا تو کبھی وہ مستحکم قلعہ فتح نہ ہوتا۔ مگر مہاراجہ کے اقبال ایسے یاور تھے کہ خود بہ خود سب کام درست ہوتے جاتے تھے۔

۲۲ روز کے محاصرے کے بعد ایک گروہ نواب کے مصاحبوں کا جو دل سے منافق تھا چوری چوری قلعے سے نکل کر مہاراجہ کو آ ملا اور درپے اس بات کے ہوئے کہ مہاراجہ کو فتحِ قلعہ میں امداد دیں۔ چنانچہ اُنھوں نے مہاراجہ کو ایسے ایسے مقام کے نشان دیے جہاں سے بہ ذریعۂ توپ قلعہ بہت جلد فتح ہو سکتا تھا۔ مہاراجہ نے ان کی بہت خاطر کی اور فوج کو حکم دیا کہ جہاں جہاں یہ نشان دیں، توپیں لگا کر قلعے پر آگ برسائیں۔ جب ایسا حال وقوع میں آیا تو نواب کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور اس نے اپنا ایلچی اظہار اطاعت کے لیے مہاراجہ کی خدمت میں بھیجا اور ظاہر کیا کہ اگر مہاراجہ میری عزت برباد نہ کرے اور آئندہ کے لیے گزارہ مقرر کرے تو میں حاضر ہوتا ہوں۔ مہاراجہ نے درخواست اس کی منظور کی اور از روئے حلف کے وکیل کی تسلی کر دی۔ بعد اطمینانِ کامل نواب خدمت میں حاضر ہوا۔ مہاراجہ نے زانوں تک اُٹھ کر اس کی تعظیم کی اور اپنی مسند پر بٹھلایا اور آئندہ کے لیے اطاعت نامہ لکھوا کر علاقہ ڈیرہ اسماعیل خاں کا بہ نام نواب حافظ احمد خاں والیِ منکیرہ کے واگزار رکھا۔ اور سب علاقے کی ضبطی کر لی اور حکم دیا کہ نواب قلعے میں دخل سرکاری کرا دیوے۔

چنانچہ بتاریخ ۲۵ دسمبر ۱۸۲۱ع مہاراجہ کا دخل قلعے میں ہوگیا۔ مہاراجہ نے تمام توپیں و بندوقیں و بارود و سامان نقد و جنس نواب کا جو قلعے میں تھا لے لیا۔ تھوڑا سا اس میں سے نواب کو دیا۔ بوقت رخصت کے نواب نے دو اس کی درخواست مہاراجہ کی خدمت میں کی۔ ایک تو یہ کہ بعد دخل مہاراجہ کے فوج شہر کو نہ لوٹے، رعایا امن میں رہے۔ دوسرے نواب کی فوج کو مہاراجہ نوکری دیں۔ چنانچہ دونوں التماس مہاراجہ نے منظور کیں اور فوج میں منادی کر دی کہ فوج کا کوئی آدمی شہر میں نہ جائے اور سنگین پہرہ دروازوں پر مقرر کر دیا اور نواب کی فوج میں سے اچھے اچھے جوان لائق انتخاب کر کے نوکر رکھ لیے۔ سوائے ان لوگوں کے جو پہلے نواب سے برگشتہ ہو کر

مہاراجہ کو آ ملے تھے - بعد فتحِ قلعہ کے مہاراجہ نے ان کو منہ نہ لگایا اور فرمایا یہ لوگ سخت بے وفا ہیں - نواب کا نمک انہوں نے سالہا سال کھایا ، آخر اس کے ساتھ بے وفائی کی اور اس کے دشمن بن کر اس کی بیخ کنی کے درپے ہوگئے تو اب ہماری خیر خواہی کیا کریں گے - مہاراجہ نے اگرچہ اپنی فوج کو شہر میں جانے کی ممانعت کر دی اور دو پلٹنیں دونوں دروازوں پر محافظ قائم کر دیں مگر وہی محافظ شہر میں لوٹنے کے لیے گھس گئے اور کچھ لحاظ مہاراجہ کی ممانعت کا نہ کیا - جب ایک طرف سے شہر لٹنے لگا تو دوسری طرف کی محافظ فوج بھی غارت کرنے لگی - مہاراجہ یہ خبر پا کر خود سوار ہوا اور شہر میں سے سکھانِ فوج کو نکال کر مسلمانی فوج شہر کی محافظ مقرر کی اور سردار امیر سنگھ سندھانوالیہ کو ناظم علاقۂ منضبطۂ نواب منکیرہ کا مقرر کیا -

علاقہ بھکر و لیتہ کا مسمٰی راجکور کھتری کو بطور ٹھیکہ دے کر مقام منکیرہ سے بہ سمت بہاول پور کوچ کیا اور نواب کے علاقے میں داخل ہو کر پانچ لاکھ روپے کی طلبی کا حکم بہ نام نواب بہاول پور کے جاری کیا - چونکہ یہ روپیہ کسی حساب و کتاب میں نہ تھا ، نواب نہایت حیران ہوا کہ آیا یہ طلبی کس رقم کی مجھ سے ہوتی ہے - اس واسطے اس نے بہ ذریعہ اپنے وکیل کے تفصیل اس پانچ لاکھ کی دریافت کی تو مہاراجہ کمال غضب ناک ہوا اور فرمایا کہ بیس لاکھ روپے کا ملک نواب بہاول پور کی حکومت میں ہے - اب ہم اس سے اڑھائی لاکھ روپیہ سال سے کم نذرانہ نہیں لیں گے - بہرحال پانچ لاکھ روپیہ اس کو ادا کرنا ہوگا ورنہ ریاست سے بے دخل کیا جائے گا - چونکہ نواب بہاول پور کا تمام حالت قصور و ملتان و منکیرہ وغیرہ کی اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا ، ناچار تنگ و ترش ہو کر بحالتِ مجبوری روپیہ ادا کر دیا اور دل میں تصور کر لیا کہ ایک روز یہ زبردست میری ریاست ضرور چھین لے گا - مگر پیش کیا جاتی تھی - جب روپیہ نذرانے کا مہاراجہ نے خاطر خواہ بہاول پور سے لے لیا تو بہ راہِ ملتان لاہور کو معاودت کی اور بتاریخ ۶ فروری ۱۸۲۲ع لاہور میں داخل ہوا اور آٹھ ماہ تک لاہور میں قیام رکھا -

اس سال کے اخیر میں اٹک کی طرف سے خبر آئی کہ بہت سا ملکیہ قوم افغان ہزارہ و علاقۂ اٹک وغیرہ نے جمع ہو کر ارادہ کیا ہے کہ اٹک کے علاقے سے سکھی فوج دور کر دی جائے - چنانچہ دس ہزار کا مجمع تو ہو چکا ہے ، ابھی وہ جمع ہوتے جاتے ہیں - ان کا ارادہ ہے کہ اٹک پر یورش کریں - یار محمد خاں حاکمِ پشاور سے بھی اُنہوں نے مدد مانگی ہے مگر اس نے انکار کیا - یہ خبر

سنتے ہی مہاراجہ نے مصر دیوان چند کے نام حکم صادر کیا کہ اپنا توپ خانہ اور چار پلٹن لے کر اٹک کو روانہ ہو - چنانچہ وہ بہ کوچ متواتر اٹک میں پہنچا - اس کے جانے تک دشمنوں کا مجمع بہت بڑھ گیا تھا اور مصر دیوان چند نے پے در پے جنگ ان کے ساتھ کی ، مگر ان کا مجمع نہ ٹوٹا اور سرکاری فوج بہت کام آئی - جب یہ خبر لاہور پہنچی ، مہاراجہ کی طبیعت کچھ علیل تھی - پہلے تجویز ہوئی کہ الٰہی بخش کا توپ خانہ اور دھونکل سنگھ کی پلٹنیں ادھر بھیجی جاویں - پھر مہاراجہ خود بھی ماہ جنوری ۱۸۲۳ء میں اٹک کو روانہ ہوا - بہت سی فوج پارکاب گئی - جب دریائے جہلم سے عبور کیا ، خبر پہنچی کہ مہاراجہ کی آمد آمد سن کر دشمن متفرق ہوگئے اور مصر دیوان چند نے بھاگتے ہوئے ملکیہ کا تعاقب کر کے بہت سے ان میں سے قتل کیے - یہ خبر سن کر مہاراجہ خوش ہوا اور فوج کو حکم دیا کہ ہمراہ شہزادہ کھڑک سنگھ کے لاہور کو معاودت کرے اور خود مہاراجہ وزیر آباد میں آ کر چند روز بہ سیر و شکار مصروف رہا -

اسی مقام پر خبر پہنچی کہ راجہ کشور[۱] سنگھ حاکم جموں بہ قضائے الٰہی مر گیا ہے اور میاں گلاب سنگھ اس کا بیٹا اپنے باپ کی جگہ سرکار کے کام میں مشغول ہے - مہاراجہ نے کشور[۲] سنگھ کے مرنے کا کمال افسوس کیا - کیونکہ اس نے کوہستانی علاقے کا خوب انتظام کر لیا تھا اور سعی و کوشش سے بھی اس نے اکثر علاقہ جات فتح کر کے مہاراجہ کی قلمرو کے شامل کیے تھے - اور بہت سے افسوس کے بعد میاں گلاب سنگھ کو جموں سے طلب کیا - جب وہ حاضر ہوا تو میاں دھیان سنگھ و گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ تینوں کشور سنگھ کے بیٹوں کو راجگی کا خطاب بخش کر گراں بہا خلعت عنایت کیے ، اور راجہ گلاب سنگھ کو پہاڑ کا حاکم بنایا - کل علاقہ کوہستانی نئے سرے سے اس کے حوالے کیا - راجہ دھیان سنگھ کو امیرالامرائی و مصاحبت خاص کا عہدہ دیا - راجہ سوچیت سنگھ کو فوج کا افسر بنایا اور تینوں کو علیحدہ علیحدہ جاگیریں دیں اور سرفراز کیا -

بعد فراغت اس کام کے مہاراجہ لاہور میں آیا - ایک ماہ کے بعد پھر بہ نظر گردش و دورۂ ملک کے تاریخ اسوج بدی ترو دشی ۱۸۷۹ بکرمی ، ماہ ستمبر ۱۸۲۳ء کے آغاز میں مہاراجہ نے لاہور سے ایک برجستہ فوج کے ساتھ کوچ

۱،۲- 'کسور سنگھ' غلط ہے -

گیا - چند روز گوجرانوالہ میں قیام فرمایا اور سردار مہان سنگھ کو اپنے باپ کی سمادھ کے بننے کا حکم دیا - پھر وزیرآباد میں ایک ہفتہ رہ کر مچھلی کا شکار کھیلا - پھر آگے روانہ ہو کر دریائے جہلم کے کنارے جا اُترا - اس مقام پر کشمیر کے علاقے سے خبر پہنچی کہ مسلمان زمیندار علاقۂ پکھلی و دھمتور کے بر سر شورش و فساد ہیں - ناظم کشمیر نے اگرچہ چند بار فوج قاہرہ ان کی سرکوبی کے لیے مامور کی ہے مگر بہ سبب کثرت ان کی کے انتظام نہیں ہوتا - اب یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ اُنھوں نے سرکاری کاردار وہاں سے نکال دیا ہے اور اپنے قدیمی مالک کو حاکم بنایا ہے - چونکہ وہ علاقہ سردار ہری سنگھ نلوہ کا فتح کیا ہوا تھا اور وہ تمام رعیت ہری سنگھ کے نام سے کانپتی تھی ، اس واسطے سردار ہری سنگھ کے نام حکم جاری ہوا کہ دو پلٹن اور ایک توپ خانہ خرد لے کر داخل درۂ کشمیر کے ہو اور زمینداران پکھلی و دھمتور کو ایسی سزا دیوے کہ بار دیگر ان کو شور و فساد کرنے کی طاقت نہ رہے -

چنانچہ سردار ہری سنگھ بڑے زور شور کے ساتھ مقام جہلم سے چل کر داخل علاقۂ کشمیر کے ہوا - جب پکھلی کے علاقے میں پہنچا ، نہایت غضب و غصے سے سکھان فوج کو حکم دیا کہ زمینداروں کے گاؤں اور بستیاں جو ملیں غارت کر لیں اور رعیت کو قتل کر ڈالیں - چنانچہ بہت سے گاؤں لوٹے اور جلا دیے گئے ، سینکڑوں لوگ قتل ہوئے ، جو روبہ رو آیا سلامت جانے نہ پایا - یہ جور و تعدی جب سکھوں نے شروع کی ، خاص پکھلی و دھمتور کے زمینداروں نے بڑا مجمع کیا اور اپنی عزت و آبرو بچانے کے لیے لڑائی پر مستعد ہوئے اور فریقین میں سخت لڑائی ہوئی - آخر زمیندار توپوں کے مقابل نہ ٹھہر سکے اور بے اختیار بھاگے - سردار ہری سنگھ نے وہ دونوں بستیاں بھی دل کھول کر لوٹیں اور رعیت کو قتل کیا - چنانچہ تین ہزار زمیندار تو مارے گئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے - فوج کا ایک ایک سپاہی لوٹ کے مال سے دولتمند ہو گیا - جب وہ علاقہ سردار ہری سنگھ نے بہ زور شمشیر سر کر لیا ، قدرے فوج وہاں مامور کی اور مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا -

بعد انفصال اس مہم کے مہاراجہ نے جہلم سے عبور کیا اور اٹک کے کنارے پہنچا - یار محمد خاں حاکم پشاور کا وہاں حاضر ہوا اور اس نے ایک لاکھ روپیہ زر خراج پیش کیا - مہاراجہ نے بہت خوش ہو کر اس کو خلعت بخشا اور کہا کہ جب زمینداران اٹک نے فساد برپا کیا اور تم سے مدد طلب کی مگر تم نے امداد نہ کی ، ہم اس بات سے بہت خوش ہوئے - اور وفاداری کے

معتی بنی بہی ہیں جو تم سے ظہور میں آئی ۔ اس نے عرض کی کہ زمینداران نواحِ اٹک بڑے مفسد ہیں ۔ یہاں کسی قدر فوج کا مامور رہنا مناسب ہے چنانچہ مصر دیوان چند کے نام حکم جاری ہوا کہ اپنی فوج و توپ خانے کے ساتھ متصل قلعہ اٹک کے فروکش رہے ۔

بعد اس انتظام کے مہاراجہ نے لاہور کو معاودت کی اور لاہور پہنچ کر ملک منکیرہ کا جو نواب حافظ احمد خاں سے چھینا گیا تھا بہ عوض دو لاکھ روپے سالانہ کے مسمیان راجکور و جمعیت رائے کو بطور اجارہ دیا اور مسمی ہزاری بدن سنگھ کو صوبہ ملتان کا کر کے مامور کیا ۔

جنگ کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا افغانوں کے ساتھ بہ مقام کوہ ٹھیری اور بعد شکست کے فتح یاب ہونا اور مر جانا راجہ سنسار چند کا اور تعمیر ہونا فصیلِ شہر امرتسر کا اور سزا دینا مفسدانِ یوسف زئی کو اور فتح ہونا قلعہ تارا گڑھ و کوٹلہر اور مر جانا نواب حافظ احمد خاں والیِ سابق منکیرہ کا اور فتح ہونا قلعۂ سری کوٹ کا اور مقرر ہونا پہلے گورمکھ سنگھ و چونی لال کا اور پھر دیوان کرپا رام کا صوبہ داریِ کشمیر پر اور مانگنا مہاراجہ کا لیلیٰ گھوڑی کا یار محمد خاں حاکمِ پشاور سے و ذکر واقعات سید احمد جہادی

سال ۱۸۷۹ (بکرمی) کے اخیر میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے خبر پائی کہ محمد عظیم خاں بارک[1] زئی جو بعد قتل وزیر فتح خاں کے اپنے خاندان کے دشمنوں پر غالب آ کر سلطنتِ کابل میں صاحبِ اختیار و مدار المہام ہوا ہے ، اس کا پختہ ارادہ ہو گیا ہے کہ پشاور کا علاقہ اور قلعۂ اٹک مہاراجہ کے تسلط سے چھڑا لے ۔ اس ارادے پر اس نے جدید فوج بے شمار نوکر رکھ لی ہے اور تمام علاقۂ کابل میں اشتہار جاری کر دیے ہیں کہ مسلمانوں کی لڑائی اب سکھوں کے ساتھ ہونے والی ہے جنھوں نے اسلام کی سلطنت کا بہت سا علاقہ اپنے تصرف میں کر لیا ہے ۔ پس جس شخص کو خدا کے واسطے اپنی جان کا دینا منظور ہو ، مجمعِ اہلِ اسلام میں حاضر ہو ۔ چنانچہ اس اشتہار کے مشتہر ہوتے ہی

۱- اصل میں 'بارگ زئی' غلط ہے ۔

ہزاروں افغان صرف مرنے کی خاطر وزیر کے پاس جمع ہو گئے ہیں۔ بالفعل ملکیہ کا مجمع بمقام کوہ ٹھیری میں، جو قلعہ اٹک سے اٹھارہ کوس غرب کی طرف واقع ہے، ہوتا ہے۔ محمد عظیم خاں ان کے شامل ابھی نہیں ہوا۔ بہ مقام پشاور فوج جمع کر رہا ہے۔ جوق در جوق فوج کابل سے اس کے پاس چلی آتی ہے اور کوہ سوات و بنیر و علاقہ آفریدی و خٹک وغیرہ سے ہزارہا لوگ نہایت آرزو کے ساتھ چلے آتے ہیں۔ مہاراجہ کو چاہیے کہ بہت جلد فوج دریا موج لے کر دریائے سندھ کو جائے اور قبل اس کے کہ ملکیہ کا ہجوم بے شمار ہو جائے اس کی سرکوبی کر لے۔ ایسا نہ ہو کہ لاکھوں تک نوبت پہنچ جائے اور مہاراجہ کو ان کی لڑائی میں تکلیف پہنچے۔

یہ خبر مہاراجہ نے جاسوس کی زبانی مفصل سنی تو سخت اندیشہ ناک ہوا اور فوج جمع کرنے کے لیے احکام جاری کیے۔ ہر ایک مقام سے پلٹنیں و رجمنٹیں و توپ خانے طلب ہو کر لاہور میں فوج کا لام قائم ہوا۔ چنانچہ ابتدائے ماہ ماگھ سے آخر پھاگن تک تمام بہ مقام شاہدرہ جمع ہو گئے اور حکم روانگی کا ملا۔ فوج سکھی بڑے کرّ و فر سے بہ کوچ متواتر اٹک کے کنارے پہنچی۔ وہاں سے مہاراجہ نے ایک جاسوس دریا کے اس طرف بھیجا کہ دشمنوں کے مجمع کی خبر لائے۔ تین روز کے بعد جاسوس واپس آیا اور خبر دی کہ بڑا ہجوم افغانوں کا بہ مقام کوہ ٹھیری ہو رہا ہے اور محمد عظیم خاں بہ مقام نوشہرہ فروکش ہے۔ جب وہ بھی شامل مجمع کے ہو جائے گا تو تمام فوج یک جا ہو کر دریا کے کنارے آئے گی۔ چونکہ بہ سبب آغاز موسم بہار کے اس وقت دریائے سندھ میں پانی بہت آگیا تھا اور کشتی بھی موجود نہ تھی، مہاراجہ کو یہ بات منظور ہوئی کہ کسی طرح دریا سے اُتر کر بہت جلد دشمنوں کے مجمع پر جا پڑے اور ان کو متفرق کر دیوے۔ اگر محمد عظیم خاں بہ ذاتِ خود فوج لے کر ان کے شامل ہو گیا تو پھر ان کا متفرق کرنا مشکل ہوگا۔ مگر بغیر موجودگی کشتیوں کے دریا سے اُترنا محال تھا۔ اول کشتیوں کی تلاش کی گئی۔ جب نہ ملیں تو پایاب راستہ تلاش کیا گیا اور مہاراجہ اول خود اس راستے سے اُتر گیا۔ مہاراجہ کے ساتھ فوج بھی بہت سی اُتر گئی مگر اور فوج کے اُترنے کے وقت یکایک دریا کا پانی چڑھ آیا اور پانسو آدمی کے قریب ڈوب کر مر گئے۔ فوج کے ڈوب جانے کا مہاراجہ نے بہت افسوس کیا۔

مشہور حال مہاراجہ کے دریائے سندھ سے اُترنے کا یہ ہے کہ جب

مہاراجہ رنجیت سنگھ دریائے اٹک کے کنارے پہنچا اور دیکھا کہ دریا میں پانی بہت ہے اور کشتی کوئی موجود نہیں تو خدا پر بھروسا کر کے اپنا گھوڑا اس دریائے زخار و مواج میں ڈال دیا اور عین دریا کے اندر جا کر گھوڑا کھڑا کردیا ، اور پانی دریا کا اس وقت مہاراجہ کی رکاب کے برابر تھا۔ جب تک مہاراجہ دریا میں کھڑا رہا اور فوج عبور کرتی رہی ، کسی طرح کا نقصان نہ ہونے پایا - جب مہاراجہ دریا کے اس پار پہنچا دریا پھر برابر ہو گیا اور پانسو آدمی سوار و پیادہ دریا میں غرق ہو کر تلف ہو گیا - غرض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ دریا کا پانی مہاراجہ کی اقبال مندی اور بزرگی کے سبب سے کم ہو گیا تھا اور یہ اس کی عین کرامت تھی کہ جب تک دریا میں کھڑا رہا اور فوج اُترتی رہی ، کسی طرح کا نقصان نہ ہوا - جب وہ دریا سے نکل گیا تو جس قدر آدمی اس وقت دریا کے اندر باقی تھے سب کے سب ڈوب گئے -

دریائے اٹک سے اُتر کر مہاراجہ نے قلعہ جہانگیر آباد کی طرف توجہ کی - جب نزدیک پہنچا دشمن کی فوج جو اس قلعے میں تھی ، بہ سبب بے سامانی اپنی کے ، بھاگ کر چلی گئی اور قلعے پر مہاراجہ کا دخل بے جنگ و جدل کے ہو گیا - ۲۵ مارچ ۱۸۲۳ع مطابق ۳ ماہ چیت ۱۸۸۰ بکرمی مہاراجہ کی فوج ٹھیری پہاڑ کے پاس پہنچی - واضح ہو کہ یہ پہاڑی اٹھارہ کوس قلعہ اٹک سے اور ایک کوس نوشہرہ سے جانب پشاور دریائے لنڈہ کے کنارے پر ہے - اٹک سے جب پشاور کو جاتے ہیں تو نوشہرہ اور ٹھیری داہنی طرف رہ جاتا ہے - قلعہ اٹک سے جب ٹھیری کو جانا منظور ہو تو اول دریائے سندھ کو اُترے ، پھر دریائے لنڈہ کو عبور کرے تو قلعہ جہانگیر آباد آتا ہے - وہاں سے انسان بہ مقام ٹھیری پہنچ جاتا ہے - جب فوج مہاراجہ کی اس نواح میں پہنچی تو خبر ملی کہ ہجوم ملکیہ لوگوں کا ٹھیری کے پہاڑ پر دم بہ دم زیادہ ہوتا جاتا ہے - اور یہ بھی خبر گرم ہے کہ محمد عظیم خاں خود بھی عنقریب مع اپنی فوج کے ملکیہ لشکر کے شامل ہونے والا ہے - اس وقت مہاراجہ نے اپنے امرائے دربار کے ساتھ جنگ کا مشورہ کیا - اگرچہ اور افسروں کی تجویز یہ تھی کہ ابھی جنگ شروع نہ ہو ، مگر جنرل ونتورہ صاحب نے جو ایک اعلیٰ افسر فوج کا تھا عرض کی کہ توقف اور دیر میں جمعیت دشمنوں کی زیادہ ہوتی جائے گی اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر محمد عظیم خاں خود لشکر لے کر ملکیہ کے شامل ہو جائے گا تو ان کو کمال تقویت حاصل ہو جائے گی - مہاراجہ کو تقریر جنرل ونتورہ صاحب کی پسند آئی اور حکم دیا کہ آج ہی دشمنوں کے ساتھ

لڑنا چاہیے - دوپہر پر ایک بجے کے وقت تیاری لڑائی کی ہو گئی - پہلے سواری کی فوج کو حکم ہوا کہ داہنی طرف پہاڑی کے نیچے جا کر غنیم کی پشت کی طرف کھڑے ہوں - اگر غنیم بھاگے تو اس پر حملہ کریں یا جس وقت لڑائی گرم ہو اور دیکھیں کہ دشمن غالب ہوتا جاتا ہے تو دوسری طرف سے لڑائی ڈال دیں تاکہ دونوں طرف سے فکر پڑ جائے - اور جنرل ونتورہ صاحب اور جنرل الارڈ صاحب کو حکم ہوا کہ بہ راہ راست نوشہرہ میں پہنچیں اور محمد عظیم خاں کو اس طرف کے آنے سے مانع ہوں اور اگر وہ جنگ کرے تو اس سے لڑ کر راستہ روکیں -

چنانچہ وہ دونوں جواں مرد آٹھ پلٹنیں اور دو توپ خانے لے کر اُسی وقت نوشہرہ کو روانہ ہو گئے - دو بجے کے وقت مہاراجہ نے گور سہائے سنگھ افسر فوج اکالیہ کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر پٹھانوں پر حملہ کرے - چنانچہ گور سہائے سنگھ سب سے اول کرنیل مہان سنگھ اکالیہ کے ساتھ پہاڑی پر چڑھا - اس کے پیچھے اس کی تمام فوج بہت جلدی پہاڑ پر چڑھنے لگی - چوتھا حصہ راستے کا جب فوج طے کر چکے تو مسلمانوں نے بڑی سختی کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور پے در پے گولیوں کا مینہ برسانے لگے - اگرچہ اکالی فوج بھی بڑی چستی کے ساتھ ان سے لڑتی تھی مگر بہ سبب اس کے کہ افغان بلندی پر تھے اور یہ پستی میں ، ہر ایک حملے میں افغان ہی غالب رہتے تھے - علاوہ گولیوں کے بڑے بڑے پتھر دشمن کی طرف سے اس قدر برستے تھے جس کا حد و حساب نہ تھا - سکھی فوج اس وقت بہت ماری گئی - پتھروں اور گولیوں سے بے شمار زخمی ہوئے - آخر ایک افغان چالاک نے سب سے آگے بڑھ کر ست گور سہائے کی طرف قرابین سر کی اور اس کی گولی ستگور سہائے سنگھ کے سر میں لگی جس سے مغز اس کا پاش پاش ہو گیا اور گھوڑے سے گر کر مر گیا - دوسرے افغان نے مہان سنگھ کی طرف پشت کی طرف سے آ کر خنجر مارا جس سے وہ سخت زخمی ہوا - جب دونوں افسروں کا یہ حال ہوا تو سکھوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بے اختیار ہو کر بھاگے - افغانوں نے سکھوں کا تعاقب کیا اور پیچھے سے مل کر بے حساب قتل کر ڈالے اور ان کے تعاقب میں افغانی فوج پہاڑی سے اُتر کر میدان تک آ گئی -

اس موقع پر سکھوں کی فوج بہ سرکردگی پھولا سنگھ اکالیہ کے کھڑی تھی - انھوں نے مستعد ہو کر افغانوں پر حملہ کیا اور افغان بڑے چست ہو کر ان پر گرے اور آدھ گھنٹہ تک فریقین میں خوب تلوار چلی - آخر پھولا سنگھ قتل ہوا

اور اس فوج کے بھی پاؤں پیچھے کو ہٹے ۔ افغانوں نے زیادہ زور ڈال دیا اور قریب دو سو آدمی کے قتل کر دیا ۔ پھر تو خالصہ جی میدان میں نہ ٹھہرے ۔ پشت دکھا کر بھاگے ۔ ایسا حال جب مہاراجہ نے دیکھا ، کمال تشویش میں پڑا اور خود سوار ہوکر چاہا کہ بھاگتے ہوئے سکھوں کو روکے مگر وہ کب رکتے تھے کہ پیچھے اُن کے افغان مار مار کرتے ہوئے چلے آتے تھے ۔ ناچار مہاراجہ نے نجیبوں کی چاروں پلٹنوں کو ایک طرف اور دوسری طرف بھرمار پلٹن کو مامور کیا کہ بھاگتوں کے راستے جا کر روک لیں اور اگر نہ رکیں تو گولوں سے اُڑا دیں ۔ چنانچہ وہ فوج دو طرف سے ان کے سدِّ راہ ہوئی اور بھاگنے والوں کو اپنے پاس پناہ دی ۔ افغانوں نے جب یہ دیکھا تو آگے نہ بڑھے ، وہیں کھڑے رہ گئے ۔ مہاراجہ نے اس وقت اپنی تمام فوج کو عام حکم دیا کہ یک دفعہ پلٹنیں اور توپ خانہ جمع ہوکر دشمنوں پر حملہ کریں ۔ چنانچہ فی‌الفور حکم کی تعمیل ہوئی اور فوج بصورتِ مجموعی دشمن پر آگ برسانے لگی ۔ ادھر تو یہ حال ہوا کہ گولوں کا گویا مینہ ان پر برسنے لگا اور دوسری طرف سے مہاراجہ کی فوج سواری جو دشمن کی پشت کی طرف سے پہاڑی کی دوسری سمت کو کھڑی تھی ، پہاڑی پر چڑھ کر افغانوں کے مقابل ہوئی ۔ اب افغان گویا سکھوں کے گھیرے میں آ گئے اور دونوں طرف ان کو لڑنا پڑا ۔ اس پر انھوں نے بڑی جواں مردیاں کیں اور تلواریں کھینچ کر توپوں پر آ پڑے اور بڑے بڑے حملوں کو روکا ۔ آخر تنگ آ گئے اور ایک سمت کو بھاگے ۔ سکھوں نے ان کا تعاقب کیا اور پہاڑ میں چھپے ہوئے پکڑ پکڑ کر قتل کیے ۔

لڑائی کے وقت ملکیہ فوج منتظر تھی کہ کب محمد عظیم خاں ہماری امداد کو آتا ہے مگر وہ ناچار ہوکر نہ آ سکا کہ جنرل ونتورہ صاحب اور جنرل الارڈ صاحب نے نوشہرہ پہنچ کر بڑے استحکام کے ساتھ اس کے آنے کا راستہ روک لیا تھا اور جو پانچ چھ ہزار فوج بٹھلا کر براہِ دریا محمد عظیم خاں نے ملکیہ کی امداد کے لیے روانہ کیں تھیں وہ جنرل ونتورہ صاحب نے گولے مار کر دریا میں غرق کرا دیں اور محمد عظیم خاں بالکل رک گیا ، پھر آگے نہ بڑھ سکا ۔ یہ بھی ایک علامت مہاراجہ کی اقبال مندی کی تھی کہ محمد عظیم خاں ایسے وقت میں کہ سکھی فوج بھاگی جاتی تھی ، نہ پہنچا ، اگر ایسے نازک وقت میں وہ آ جاتا تو کمال خرابی سکھوں کے لیے ظہور میں آتی اور مہاراجہ کو ایسے چیرہ دست

دشمنوں کے مقابلے میں بڑی دقتیں اٹھانی پڑتیں ۔ اس لڑائی میں تین ہزار افغان مسلمان اور دو ہزار پانسو سکھ مارے گئے ۔ محمد عظیم خاں کو جب یہ خبر پہنچی بہت غم کیا اور اپنی فرودگاہ سے پیچھے ہٹ گیا اور سکھی فوج اس روز ہشت نگر میں جا کر مقیم ہوئی ۔

دوسرے روز وہاں سے کوچ ہوا اور بتاریخ ۶ ماہ چیت مطابق ۵ ماہ مارچ ۱۸۲۴ع مہاراجہ پشاور میں داخل ہوا ۔ بڑا مفسد اس علاقے کا فیروز خاں خٹک بھی اس لڑائی میں قتل ہوا ۔ نوروز خاں خٹک بھی مارا گیا ۔ ان کے سوا اور بھی بڑے بڑے نامی افغان اس جنگ میں کام آئے ۔ اس سے پشت عظیم خاں کی ٹوٹ گئی اور فتح سے نا اُمید ہو کر کابل کو چلا گیا ۔ یار محمد خاں حاکم پشاور کا مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک گھوڑا گہربار نام ، جس کی تعریف مہاراجہ پہلے بھی سن چکا تھا اور چاہتا تھا کہ یار محمد خاں سے وہ گھوڑا لیا جائے ، بطور نذر گزرانا ۔ یہ گھوڑا کمیت رنگ ، میانہ قد ، خوش رفتار ، خوب صورت ولایتی نسل کا نہایت عمدہ تھا ۔ مہاراجہ اس گھوڑے کے ملنے سے کمال خوش ہوا ، اور سوار ہو کر دیکھا اور زبانِ گوہر افشاں سے گوہر بار کی تعریف کی اور بہت خوش ہو کر من جملہ ایک لاکھ پچیس ہزار روپے زرِ خراج کے ، جو یار محمد خاں کی طرف تھا ، پچیس ہزار روپیہ معاف کر دیا اور لاکھ روپیہ وصول کر کے خلعتِ فاخرہ اس کو بخشا ۔ اور تاریخ یکم ماہ بیساکھ کو مہاراجہ نے پشاور سے لاہور کو معاودت کی ۔

چونکہ مہاراجہ کو اس فتح کے حاصل ہونے کی کمال خوشی تھی ، چند روز کے بعد امرتسر گیا اور پچیس ہزار روپیہ دربار صاحب امرتسر میں جا کر گرنتھ صاحب پر چڑھایا ۔ لاہور و امرتسر دونوں شہروں میں روشنی کرائی اور ہاتھی پر سوار ہو کر شہر لاہور و امرتسر کے بازاروں میں روپیہ بکھیرا ۔ ہندو و مسلمانوں کی عبادت گاہوں میں جا کر بہت سا روپیہ نذر گزرانا ۔ چنانچہ چار ماہ تک مہاراجہ امرتسر میں قیام پذیر رہا ۔ بعد اس کے لاہور آیا اور تمام سردی کا موسم لاہور میں گزارا اور جشن ہولی کا بڑی دھوم دھام سے کیا ۔

شروع سال ۱۸۸۱ بکرمی میں اگرچہ مہاراجہ کا ارادہ تھا کہ ڈیرہ جات کی طرف دورہ کرے مگر پہاڑ سے خبر آئی کہ راجہ سنسار چند مر گیا ۔ دولت و مال و جواہرات پشتوں کا اندوختہ چھوڑ مرا ہے ۔ اس واسطے مہاراجہ نے اس طرف کا ارادہ فسخ کر کے دینانگر کی طرف کوچ کیا ۔ اور ۱۹ جیٹھ کو بہ مقام دینا نگر فروکش ہو کر فقیر عزیز الدین کو حکم دیا کہ نادون جا کر

راجہ انرودھ چند فرزند و جانشین راجہ سنسار چند سے دو لاکھ روپیہ طلب کرے ۔ اگر دینے میں عذر کرے تو اس کو گدی سے اُتار کر ملک و مال اس کا ضبط کر لے ۔ چنانچہ فقیر عزیز الدین ایک رجمنٹ سواروں کی ساتھ لے کر نادون پہنچا اور راجہ انرودھ چند کو حکم مہاراجہ کا سنایا ۔ اس کے ہوش و حواس اس حکم کے سنتے ہی اُڑ گئے کہ اس قدر روپیہ اس کے پاس موجود نہ تھا ۔ ہرچند اس نے زاری و عجز و نیاز کیا ، سنا نہ گیا ۔ آخر مہاراجہ نے ایک لاکھ روپیہ معاف کر کے حکم دیا کہ ایک لاکھ روپیہ فی‌الفور داخل ہو ، ورنہ بے دخلی عمل میں آئے گی ۔ چنانچہ ایک لاکھ روپیہ انرودھ چند نے ادا کر کے خلعت راجگی کا لیا اور مسند نشین باپ کا بنا ۔

وہاں سے فقیر عزیز الدین حسب الحکم مہاراجہ کے منڈی کی طرف گیا اور راجہ منڈی سے ساٹھ ہزار روپیہ طلب کیا ۔ چونکہ اس کے ذمے سالانہ چالیس ہزار روپیہ تھا ، وکیل کی معرفت عذر زیادہ طلبی کا مہاراجہ کے حضور میں کیا ۔ اس کو یہ جواب ملا کہ اس سال سے رقم نذرانے کی تمام راجاؤں کے نام ڈیوڑھی کر دی گئی ہے ۔ اگر کوئی عذر کرے گا تو ریاست سے بے دخل ہوگا ۔ راجہ منڈی حکم میں دم نہ مار سکا اور ساٹھ ہزار روپیہ دے دیا ۔ بعد ازاں فقیر عزیز الدین دس ہزار روپیہ راجہ سکیت اور چھ ہزار روپیہ راجہ کلو سے اور پنتالیس (کذا) ہزار روپیہ راجہ چمبہ سے وصول کر کے خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس سال میں راجہ نے تمام پہاڑی راجاؤں کے نام خراج ڈیوڑھا کر دیا ۔ مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ نہایت کمزور و کم طاقت رہیں ، دولت مند ہو کر باغی نہ بن جائیں ۔

اس کام سے فارغ ہو کر مہاراجہ امرتسر میں آیا اور تجویز کی کہ جس طرح شہر لاہور کے گرد فصیل پختہ بنی ہوئی ہے ، شہر امرتسر کے گرد بھی بنوائی جائے ۔ اس ارادے پر مستحکم ہو کر مہاراجہ نے تمام سرداروں اور مصاحبوں کے نام احکام جاری کیے کہ تمام اہل کار و مصاحب اس کام کے انجام پر مستعد ہو جائیں ۔ چنانچہ ایک ایک حصہٗ دیوار کی تعمیر ایک ایک سردار کو تفویض ہوئی اور سب نے مل کر بڑی تیزی و تندی کے ساتھ تعمیر کا کام جاری کیا ۔ سردار فتح سنگھ آہلووالیہ سے بھی اس کام کے اجرا کے لیے ایک ہزار معمار منگوایا گیا اور ایک ایک ہزار سردار دل سنگھ اور دیسا سنگھ سے ۔ غرض کوئی سردار جاگیردار وغیرہ باقی نہ رہا جس سے اس کام میں مدد نہ لی گئی ۔ بعد جشن دسہرہ کے مہاراجہ تقریباً لاہور سے وزیر آباد تک گیا اور چندے

سیر و شکار میں مصروف رہا۔

وہاں خبر پہنچی کہ پشاور کے علاقے میں افغانِ یوسف زئی نے فساد برپا کر رکھا ہے۔ قلعہ دربند میں جو سکھی فوج اور تھانہ رہتا ہے اس کا محاصرہ یوسف زئیوں نے کر کے دانہ پانی فوج کا بند کر دیا ہے اور چاہتے ہیں کہ سرکاری فوج کو نکال کر قلعے میں اپنا دخل کر لیں۔ اس خبر کے سنتے ہی مہاراجہ نے بہ ذاتِ خود پشاور کو کوچ کیا اور ۸ کاتک کو دربند جا پہنچا۔ مہاراجہ کے وہاں جانے سے افغانوں نے قلعے کا محاصرہ چھوڑ دیا اور دریائے اٹک کے دوسری طرف چلے گئے۔ جب مہاراجہ دریا کے کنارے پہنچا، دور سے افغانی فوج اور اس کی چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں نظر آئیں۔ دیکھتے ہی مہاراجہ دریا سے اُترا اور مرگِ ناگہانی کی طرح دشمنوں پر جا پڑا۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد افغانی فوج بھاگ نکلی۔ سواری کی فوج ان کے تعاقب پر مامور ہوئی اور بہت افغان پکڑ پکڑ کر قتل کیے۔ بہت سے گاؤں ان کے پھونک دیے۔ شام کو سب فوج واپس آ کر کمپو کے شامل ہوئی۔ دوسرے روز مہاراجہ جریدہ طور گڑھ لکوہ کی طرف گیا۔ وہاں سردار یار محمد خان حاکم پشاور حاضر ہوا اور ضامن بنا کہ آئندہ کبھی قوم یوسف زئی فساد نہ کرے گی۔ ہمیشہ اطاعت میں رہے گی۔

بعد اس انتظام کے وہاں سے ۱۸ مگھر کو مہاراجہ نے بہ مقام حسن ابدال آ کر قیام کیا۔ اس مقام پر دیوان موتی رام، کشمیر سے آ کر قدم بوس ہوا، اور بعد حصولِ ملازمت واپس چلا گیا۔ ۲۲ ماہ پوہ کو مہاراجہ لاہور میں داخل ہوا۔ پانچ ہزار روپیہ نواب حافظ احمد خان والیِ سابق منکیرہ نے بابت ڈیرہ اسماعیل خاں داخل کیا۔ وکلائے نواب بہاول پور نے بھی سالانہ نذرانہ بے عذر و بہانہ داخل خزانہ کر کے رسید حاصل کی۔

آغاز ۱۸۸۲ بکرمی میں بہت سی شکایتیں ناظمِ کشمیر کی مہاراجہ کے سننے میں آئیں۔ اور دیوان موتی رام ناظم کی نسبت اشتباہ قوی ہو گیا کہ اس نے مال سرکار کا غبن کیا ہے۔ اس واسطے وہ نظامت کے عہدے سے معزول ہوا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ مہاراجہ نے اس کی تمام جائداد کی قرق کر لی اور اس کی جگہ دو شخص مسمیان گور مکھ سنگھ و چونی لال کو ناظم کشمیر مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ دونوں شخص مل کر انتظام مالی و ملکی صوبہ کشمیر کا کریں۔

۱۶ ماہ بیساکھ کو مہاراجہ لاہور سے امرتسر کو گیا - چند روز وہاں قیام رکھا - وہاں سے بہ راہِ ہوشیار پور پہاڑی علاقے میں داخل ہوا - اول مقام انب؛ سے اونہ کو گیا اور بابا صاحب سنگھ بیدی سے ملاقات کی اور پانچ ہزار روپیہ نذرانہ اس کو دیا - وہاں سے سری جوالا دیوی کے استان[1] پر جا کر درشن کیے اور بہت سا روپیہ دیوی کی نذر گزرانا ، اور دو ہزار روپیہ غربا و فقرا پر تقسیم کیا - وہاں سے براہِ نور پور واپس آ کر دینا نگر میں قیام کیا - چونکہ قلعہ کوٹلہر و تارا گڑھ دو قلعے نہایت مستحکم پہاڑ کے علاقے میں تھے اور اندیشہ تھا کہ کوئی مخالف ان میں قلعہ بند ہو جائے تو مشکل سے قلعے فتح ہوں گے اس واسطے مناسب تصوّر کیا گیا کہ ان پر قبضہ سرکاری ہو جائے - چنانچہ ایک مستعد فوج ان دونوں قلعوں کے فتح کرنے کے لیے مامور کی - قلعہ تارا گڑھ نورپور سے جانبِ کوہ برفانی ، حدِ مملکتِ راجہ چنبہ پر ، واقع ہے - جب سرکاری فوج نے اس کا محاصرہ کیا تو راجہ چنبہ کا وکیل مہاراجہ کے پاس آیا اور پچیس ہزار روپیہ نذرانہ دے کر وہ قلعہ مہاراجہ کے تسلط سے بچا لیا - وہاں سے فوجِ ماموره قلعہ کوٹلہر کو گئی جو علاقہ جسوان دون میں قصبہ اونہ کے قریب واقع تھا - جب اس کا محاصرہ ہوا تو راجہ جسوان دون کا تھانہ دار ، جو اس میں رہتا تھا قلعہ بند ہوا - مہاراجہ نے دیوان کرپا رام کو اس کی فوج کے ساتھ ادھر کو مامور کیا اور راجگان بسوہلی و جسروٹہ و جمعدار خوشحال سنگھ کے نام بھی احکام جاری ہوئے کہ اپنی اپنی فوج لے کر قلعہ کوٹلہر کو جائیں - چنانچہ یہ تمام فوج قلعہ کوٹلہر پر مامور ہوئی - سب سے پیچھے سردار دھنا سنگھ ملوئی بھی اس طرف روانہ کیا گیا - چونکہ پانی کا چشمہ جس کا پانی قلعے کے اندر جاتا تھا ، باہر تھا - ان سرداروں نے اس کا پانی قلعے کے اندر جانے سے بند کر دیا ، جس سے قلعے والے نہایت بے قرار ہوئے اور امان مانگی اور قلعہ حوالے کر دیا - راجہ شمشیر سنگھ ، مالکِ قلعہ کا علاقہ تمام و کمال سرکار میں ضبط ہو کر صرف بارہ ہزار روپے کی جاگیر اس کے گزارے کے لیے واگزار ہوئی - یہ قلعہ نہایت مضبوط تھا - اگر اس میں پانی کی دقت نہ ہوتی تو فتح ہونا اس کا نہایت مشکل تھا -

انھی ایام میں نواب حافظ احمد خان سابق والیِ منکیرہ ، حال جاگیردار

۱- 'استھان' املا درست ہے -

ڈیرہ اسماعیل خان مر گیا اور نواب شاہنواز خان اس کا بیٹا اس کی جگہ جاگیردار بنا ۔

اسی سال کے موسم برسگال [کذا] میں مصر دیوان چند فالج کی بیماری سے مر گیا اور مصر سکھ دیال اس کا بھائی قائم مقام اس کا مقرر ہوا ۔ مصر دیوان چند بڑا ہوشیار ، کارگزار ، صاحب ِ عقل و تدبیر و بہادر تھا ۔ ملتان و منکیرہ و کشمیر وغیرہ بڑے بڑے علاقے اس جوان مرد کی جاں فشانی و بہادری سے فتح ہوئے تھے ۔ اس کے مر جانے کا مہاراجہ نے کمال غم کیا اور فی الحقیقت یہ شخص اس لائق تھا کہ مہاراجہ اس کے مرنے کا غم کرتا ۔

اس سال میں جب مہاراجہ جشن دسہرہ کا بہ مقام لاہور کر چکا تو لاہور سے کوچ کر کے بہ مقام گڑھی گلہ دریائے چناب کے کنارے پہنچا اور فوج کو بہ سرکردگی شہزادہ کھڑک سنگھ کے پنڈ دادن خان کی طرف مامور کیا ۔ جب فوج پنڈ دادن خان تک جا پہنچی ، حکم پہنچا کہ یہ فوج پہلے ڈیرہ اسماعیل خان کو جائے اور نواب شاہ نواز خان سے ، جو بعد مرنے اپنے باپ نواب حافظ احمد خان کے جاگیردار قرار پایا ہے ، پچیس ہزار روپیہ نذرانہ وصول کرے ۔ جب یہ کام ہو چکے تو علاقہ بنوں کی طرف جا کر خوانین ِ بنوں کو مطیع کرے ۔ یہ حکم جاری کر کے مہاراجہ تو لاہور کو چلا آیا اور شہزادہ کھڑک سنگھ پہلے ڈیرہ اسماعیل خان گیا اور پچیس ہزار روپیہ نواب شہنواز خان سے وصول کر کے آگے بڑھا ۔ جب بنوں کے قریب پہنچا خوانین بنوں کے بہ مقابلہ پیش آئے اور چار لڑائیاں پے در پے لڑیں ۔ بہت سے آدمی مارے گئے ۔ آخر اطاعت قبول کی اور مہاراجہ کا عمل و دخل اس ملک میں بھی ہو گیا ۔

آغاز سال ۱۸۸۳ بکرمی میں یہ خبر پہنچی کہ زمینداران ِ علاقہ گندہ گڑھ نے فساد برپا کر کے عباس خان خٹک کو ، جو مہاراجہ کی طرف سے وہاں قلعدار و کاردار تھا ، قید کر لیا ہے اور مہاراجہ کے ملازم اپنے علاقے سے نکال دیے ہیں ۔ یہ حکم[1] [کذا] سن کر مہاراجہ نے سردار ہری سنگھ نلوہ اور ونتورہ فرانسیسی کو ایک مستعد فوج و توپ خانہ کے ساتھ ادھر کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ زمینداران ِ مفسد کو سزا دے کر عباس خان کو قید سے چھڑائیں ۔ جب یہ سکھی فوج گندہ گڑھ پہنچی پہلے زمیندار بہ مقابلہ پیش آئے اور خوب لڑے ۔ بہت سے آدمی فریقین سے کام آئے ۔ جب زمینداروں نے دیکھا کہ اب اس فوج

۱- 'خبر' ہونا چاہیے ، 'حکم' کتابت کی غلطی ہوگی ۔

کے ہاتھ سے جان و مال سلامت رکھنا مشکل ہے تو سب نے اطاعت قبول کی اور عباس خاں کو قید سے چھوڑ دیا۔

چونکہ قلعہ سری کوٹ کا وہاں سے بہت نزدیک، ملک پکھلی و دھمتور کے متصل الحدود تھا اور اب تک مہاراجہ کا قبضہ اس پر نہیں ہوا تھا، سردار ہری سنگھ بعد فراغت کام گندہ گڑھ کے تمام فوج لے کر ادھر کو گیا۔ افغان لوگ جو قلعے کے اندر تھے، بہ مقابلہ پیش آنے اور میدان سے شکست کھا کر قلعے میں محصور ہو گئے۔ سردار ہری سنگھ نے نہایت سختی کے ساتھ قلعے کا محاصرہ کیا۔ افغان پندرہ روز تک قلعے کے اندر سے لڑتے رہے۔ چونکہ قلعہ بہت بلند تھا، توپ کا گولہ اس پر کارگر نہیں ہوتا تھا اور قلعے والوں کی گولیاں برابر سکھی فوج میں پڑتی تھیں مگر آخر قلعے والے طول محاصرہ سے تنگ آ گئے اور اطاعت منظور کی۔ وہاں سے فراغت پا کر سکھی فوج حسب الحکم پشاور کی طرف متوجہ ہوئی اور یار محمد خاں حاکم پشاور سے ایک لاکھ روپیہ خراجِ سالانہ وصول کیا اور لاہور کی طرف معاودت کی۔

چونکہ نواب بھاول پور کا بھی انھی دنوں میں مر گیا تھا اور رحیم یار خاں اس کا بیٹا اس کی جگہ مسند نشین ہوا تھا، اس کے وکیل کو بھی تاکید ہوئی کہ وہ بھی نذرانہ مسند نشینی کا داخل کرے۔ چنانچہ پچیس ہزار روپیہ داخل ہوا۔

پیچھے تحریر ہو چکا ہے کہ مسمیان گورمکھ سنگھ اور چونی لال دو کس ناظمانِ کشمیر مقرر ہوئے۔ مگر ان سے انتظام اس ملک کا نہ ہوا۔ مہاراجہ نے بہ سبب نالیاقتی و عدم ارسالِ زرِ مطلوبہ ان کو برخاست کیا اور دیوان کرپا رام کو صوبہ کشمیر کا مقرر کر کے بھیجا۔ اس نے وہاں پہنچ کر بہ خوبی انتظام کیا۔

انھی ایام میں راجہ ظالم سین فرمانروائے منڈی مر گیا اور اس کی جگہ بیرسین اس کا برادر زادہ، راجہ ایسری سین کا کنیزک زادہ، اپنی لیاقت و دانائی سے مالک ریاست کا بنا۔ اس نے پچاس ہزار روپیہ نذرانہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو بھی اپنی مسند نشینی کے عوض میں دیا۔ اور مہاراجہ نے راجہ سوچیت سنگھ کو پہاڑ کی طرف مامور کیا کہ راجہ بیرسین کو گدی نشین کر کے مہاراجہ کی طرف سے راجگی کا خلعت اس کو پہنائے۔ چنانچہ راجہ سوچیت سنگھ نے حسب الحکم منڈی میں جا کر راجہ بیرسین کو مسند نشین کیا اور واپس آیا۔

ماہ بھادوں میں مہاراجہ بیماری تپ سے نہایت بیمار ہو گیا۔ یہاں تک کہ

امید زیست کی نہ رہی مگر حکیم عنایت شاہ و عزیزالدین کے معالجے سے شفا ہوگئی اور غسلِ صحت کرکے مہاراجہ نے جشن دسہرہ کا بڑی دھوم دھام سے کیا ۔

اسی زمانے میں پشاور سے خبر پہنچی کہ سردار یار محمد خاں حاکمِ پشاور کے پاس ایک گھوڑا لیلی نام نہایت عمدہ ، چالاک ، تیز قدم ، غریب طبع ، خوب صورت موجود ہے ۔ بڑے بڑے حاکم و بادشاہ اس کے خواہش مند ہیں ۔ ہزاروں روپے اس کی قیمت کے دیتے ہیں ، مگر وہ گھوڑا یار محمد خاں کسی کو نہیں دیتا ۔ لیلی گھوڑے کی تعریف سن کر مہاراجہ مجنوں ہوگیا اور حکم دیا کہ ایک پروانہ یار محمد خاں کے نام درباب بھیج دینے اس گھوڑے کے جاری ہو ۔ مگر اس کے جواب میں یار محمد خاں نے بہت سے عذرات لکھے اور بیان کیا کہ وہ گھوڑا سخت بیمار ہے ۔ بالفعل اس کو میں نہیں بھیج سکتا ۔ اس جواب سے مہاراجہ بہت غضب ناک ہوا اور سردار بدھ سنگھ سندھانوالیہ کو حکم ہوا کہ چار پلٹنیں اور دو توپ خانوں کے ساتھ پشاور کو جائے اور دریائے اٹک کے اُس طرف اُتر کر یار محمد خاں سے گھوڑا طلب کرے ۔ اگر وہ دے دیوے تو فبہا ورنہ اٹک سے اُتر کر پشاور پر دخل کر لیوے ۔ یار محمد خاں کے ملک و مال کو ضبط کرکے داخل سرکار کرے ۔

جب یہ خبر روانگی فوج کی یار محمد خاں نے سنی ، فوراً مہاراجہ سے باغی ہوگیا اور سید احمد جہادی کو ، جو ہندوستان کے علاقے سے ایک برجستہ مجمع کے ساتھ علاقہ یوسف زئیوں میں فروکش تھا ، اپنی امداد کو بلایا ۔ اس کے بلانے سے وہ بھی مع اپنی فوج کے پشاور میں آ کر یار محمد خاں کے ساتھ شامل ہوا اور چاہا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نوکر جو قلعہ جات متعلقۂ پشاور میں ہیں نکال دیے جائیں ۔ چنانچہ دونوں نے مل کر قلعۂ حیدرو[1] پر جس کے اندر مہاراجہ کی فوج رہتی تھی حملہ کیا ۔ پندرہ روز تک محاصرہ رہا ۔ اگرچہ قلعے میں سرکاری فوج بہت کم تھی مگر قلعے والوں نے اس پر بھی بڑی جوان مردی و دلیری کے ساتھ قلعے کو بچائے رکھا اور دشمن کے ساتھ لڑتے رہے ۔ قصبۂ حیدرو[2] اس لڑائی کے سبب بالکل ویران ہو گیا ۔ اس وقت سردار بدھ سنگھ دریائے اٹک کے اس طرف اُترا ہوا تھا ۔ اگرچہ اس کو دریا سے اُترنے کی اجازت نہ تھی مگر جب اس نے سنا کہ قلعۂ حیدرو[3] کے اندر کی فوج محاصرے میں ہے اور آج کل میں دشمن قلعے کو فتح کر لیں گے تو اس سے رہا نہ گیا اور فوراً دریا سے اُتر کر

---

۱ ، ۲ ، ۳- قصبۂ حضرو ؟

مابین قلعہ[1] جہانگیر اور سیدو کے خیمہ زن ہوا۔ اس کے جانے کے بعد افغانوں نے محاصرہ قلعہ[1] حیدروا (کذا) کا چھوڑ دیا، اور بڑی جمعیت کے ساتھ فی الفور سردار بدھ سنگھ کی طرف متوجہ ہوئے اور سید احمد و یار محمد خان دونوں نے مل کر سردار بدھ سنگھ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور رسد بند کر دی۔ بہ وقوع اس حال کے سردار بدھ سنگھ نے مہاراجہ کو اطلاع اس امر کی کی۔ مہاراجہ یہ خبر سن کر کمال غضب ناک ہوا کہ وہ بے اجازت کس واسطے دریائے اٹک سے اُترا۔ پھر مہاراجہ نے راجہ سوچیت سنگھ اور راجہ گلاب سنگھ کے نام حکم جاری کیا کہ فی الفور آٹھ پلٹن اور دو توپ خانوں کے ساتھ پشاور کو کوچ کریں۔ اور نیز شہزادہ شیر سنگھ اور جرنیں ونتورہ صاحب اور جنرل الارڈ صاحب کو پشاور کی روانگی کا حکم ملا۔ جب یہ لشکر اٹک کی حدود تک پہنچا تو خبر آئی کہ سردار بدھ سنگھ میں اور مسلمانوں میں سخت لڑائی ہو کر سرکاری فوج نے فتح پائی۔

مفصل حال اس کا یہ ہے کہ سردار بدھ سنگھ نے اس محاصرے کی حالت میں کمال دقت اُٹھائی تو اس نے فوج کے افسر جمع کیے اور تقریر کی کہ اس محاصرے میں کہ دشمنوں نے ہمارا آب و دانہ بند کر دیا ہے، اگر ہم نے نامردی کی تو بھوک اور پیاس کے مارے مر جائیں گے اور اگر ہم نے کمر ہمت کی باندھ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا تو اس حالت میں یا تو مارے جائیں گے یا فتح پا کر اس عذاب سے نجات پائیں گے۔ پس مناسب یہ ہے کہ ہم دشمنوں سے لڑیں اور مردوں کے معرکے میں سرخ رو ہوں۔

سردار بدھ سنگھ کے کہنے سے تمام سکھان فوج جنگ پر مستعد ہو گئے، اور ایسے لڑے کہ سید احمد جہادی اور یار محمد خاں کی فوج معرکے سے بھاگ نکلی۔ سید احمد خاں[2] (کذا) تو یوسف زئیوں کے ملک کو بھاگ گیا اور یار محمد خاں پشاور کو لوٹ گیا۔ سردار بدھ سنگھ بھی اس کے پیچھے پشاور پہنچا۔ یار محمد خاں بہ اطاعت پیش آیا۔ سردار بدھ سنگھ نے یار محمد خاں سے کہا کہ پہلے وہ لیلی گھوڑا پیش کرے جس کے واسطے مہاراجہ مجنوں ہو رہا ہے۔ سوائے اس کے اور معمولی نذر کے گھوڑے پیش کرے، اور ایک اپنا بیٹا میرے ساتھ کر دیوے کہ وہ ہمیشہ مہاراجہ کی خدمت میں بطور اطمینان خاطر مہاراجہ کے حاضر رہے۔

۱- حضرو صحیح ہے۔

۲- مراد سید احمد شہید سے ہے۔

یار محمد خاں نے ظاہر کیا کہ لیلی گھوڑا مر گیا ہے - اور معمولی گھوڑے اچھے سے اچھے قیمتی پیش کرنے کو حاضر ہوں اور بیٹے کا بہ طور یرغمال مہاراجہ کی خدمت میں بھیجنا بھی مجھ کو منظور ہے - چنانچہ گھوڑے نذر کے اس سے لیے گئے اور یرغمال کا لینا مہاراجہ کے حکم پر منحصر رکھا گیا - بعد اس انتظام کے سردار بدھ سنگھ اپنی فوج لے کر لاہور چلا آیا - مہاراجہ اس کی خدمت گزاری سے بہت خوش ہوا اور خلعت فاخرہ بخشا -

اس سال میں جو مہاراجہ بیمار رہا تو اس کی بیماری میں انتظام ملکی بہت بگڑ گیا اور مفسدوں نے اکثر مقامات پر شورش برپا کر دیا (کذا) - چنانچہ مالک کوٹ کپورہ نے ، جس کا علاقہ مشرق کنارے دریائے ستلج کے تھا ، مہاراجہ کے اس علاقے میں دست اندازی کی جو سس ستلج میں تھا اور مہاراجہ کے اہل کار وہاں سے نکال دیے - چونکہ وہ ریاست انگریزی حمایت میں تھی ، مہاراجہ نے اس باب میں ایجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر کی طرف مراسلہ لکھا اور وہاں سے مالک کوٹ کپورہ کو اس میں ممانعت کی گئی کہ مہاراجہ کے علاقے میں دست انداز نہ ہو - اسی طرح افغانان یوسف زئی نے فساد برپا کیا اور بہاولپور کے علاقے میں قوم داؤد پوترہ ، جو نواب بہاول پور کی جدی قوم ہے ، برسر پرخاش ہوئی - چنانچہ ہر ایک مفسد کا انتظام قرار واقعی ہوگیا -

آغاز ۱۸۸۴ بکرمی میں خبر پہنچی کہ نواب گورنر جنرل بہادر کوہ شملہ پر رونق افروز ہیں - مہاراجہ نے بہ نظر اتحاد سرکارین عالین تحائف نفیسہ شاہانہ ہم‌دست دیوان موتی رام اور فقیر عزیز الدین کے ، صاحب گورنر جنرل بہادر کے لیے ارسال کیے - اور ایک ڈیرہ یعنی بڑا خیمہ پشمینے کا اور قنات کارچوبی پشمینے کی بہت عمدہ ساختِ کشمیر بدیں مراد نواب ممدوح کے پاس بھیجا کہ یہ تحفہ مہاراجہ کی طرف سے شاہ انگلستان کے حضور میں پیش کش کیا جاوے - یہ دونوں ایلچی مہاراجہ کے بھیجے ہوئے بہ ماہ اپریل ۱۸۲۷ء لاہور سے روانہ ہو کر شملہ میں پہنچے اور تحائف مرسلہ مہاراجہ صاحب کے نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں گزرانے - لارڈ گورنر جنرل بہادر وہ تحفے دیکھ کر بہت خوش و محظوظ ہوا اور دونوں ایلچیوں کی بڑی عزت کی - اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ تحائف دے کر رخصت کیا - اور فرمایا کہ یہ تحفہ مہاراجہ کا شاہ انگلینڈ و ہند کی خدمت میں بھیجا جائے گا اور یقین ہے کہ شکریہ اس کا شہنشاہ بھی مہاراجہ کی خدمت میں بھیجیں گے -

انھی ایام میں مہاراجہ کو پشاور سے یہ خبر پہنچی کہ شیر محمد خاں برادر

سلطان محمد خان کے پاس شیریں نام ایک گھوڑا نہایت عمدہ ہے اور وہ اس گھوڑے کو جان سے عزیز رکھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ وہ کبھی اس سے جدا ہو ۔ مہاراجہ اگر اس سے طلب کرے تو یقین ہے کہ بہ عوض قیمت یا بہ طور نذرانہ دے دے گا ۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ نے شہزادہ کھڑک سنگھ کو پشاور کی طرف مامور کیا اور حکم دیا کہ جس طرح ملے وہ گھوڑا شیر محمد خان سے لے کر حاضر کرے ۔ چنانچہ شہزادہ فی الفور پشاور کو روانہ ہوا ۔ جب پشاور کے متصل پہنچا ، یار محمد خان شہزادے کے خوف کے مارے خیبر کے درے کی طرف بھاگ گیا اور شہر پشاور خالی چھوڑ گیا ۔ شہزادے نے فی الفور شہر پشاور میں اپنا انتظام کر لیا ۔ آٹھ ماہ تک سکھوں کی خاص عمل داری پشاور میں رہی ۔ آخر کار سلطان محمد خان نے اپنی لیاقت و ہوشیاری سے مہاراجہ کو رضا مند کیا اور نذرانے کے گھوڑے اور زر نقد پیش کیا ۔ شیر محمد خان نے بہ عوض شیریں گھوڑے کے دس ہزار روپے کی جاگیر سالانہ طلب کی ۔ چنانچہ بلا تامل دی گئی اور شہزادہ وہ گھوڑا لے کر لاہور کو چلا آیا ۔ پشاور کا علاقہ تمام و کمال سردار سلطان محمد خان کے تصرف میں چھوڑا ۔ مگر یار محمد خان نے پھر سلطان محمد خان کے ساتھ اتفاق کر کے پھر پشاور اپنے قبضے میں کر لیا ۔

انھی ایام میں خبر پہنچی کہ راجہ سنسار چند متوفی کے گھر دو لڑکیاں نہایت خوب صورت غیرت مہر و ماہ کی ہیں ، اس واسطے مہاراجہ کو منظور ہوا کہ ایک لڑکی کا ناطہ ان میں سے راجہ دھیان سنگھ کے لیے لیا جائے ۔ اور اس باب میں ایک ایلچی پاس انرودھ چند جانشین راجہ سنسار چند کے بھیجا گیا اور درخواست کی گئی کہ انرودھ چند ایک اپنی بہن کا ناطہ راجہ دھیان سنگھ کو دیوے ۔ اگر حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو باقی ماندہ ریاست سے بھی بے دخل ہوگا ۔ چونکہ راجہ سنسار چند کے بزرگ خاندان کٹوچ کے راجہ بڑے عالی خاندان اور بڑی ذات کے لوگ تھے اور پانچ ہزار برس سے ان کی حکومت پہاڑ میں چلی آتی تھی ، اپنے عالی خاندان پر نازاں ہو کر انرودھ چند نے صاف انکار کیا ۔ مہاراجہ اس کے انکار کرنے سے کمال غضب ناک ہوا اور درپے تخریب انرودھ چند کے ہوا ۔

۱۸۸۵ بکرمی کے آغاز میں عرضی وکیل حاضر باش لودھیانہ کی مہاراجہ کے ملاحظے میں گزری کہ سپہ سالار ہند بہ مقام لودھیانہ تشریف فرما ہوا اور عندالحاضری مجھ سے اس نے خیر و عافیت مزاج مہاراجہ کی دریافت کی ۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ نے تحائف گراں بہا ہم دست فقیر عزیز الدین کے بہ نظر اتحاد

سرکارین عالین کے سپہ سالار کی خدمت میں بھیجے - سپہ سالار صاحب نے نہایت عزت اس سفیر کی کی اور بڑے شوق سے ملاقات فرمائی اور اپنی طرف سے تحائف عجیبہ دے کر رخصت کیا -

اسی موقع میں پشاور سے خبر آئی کہ سید احمد جہادی جو شکست کھا کر یوسف زئیوں کے علاقے میں بھاگ گیا تھا ، وہاں جا کر اس نے پھر سامان اپنا درست کیا اور غازیوں اور جہادیوں کا لشکر جمع کر کے پشاور کے میدان میں آیا اور علاقہ متعلقہ سردار پائندہ خاں پر قابض ہو کر قلعہ[1] قاذی خاں کا لے لیا - صبح و شام میں پشاور پر بھی قبضہ کر لے گا - یہ خبر سن کر مہاراجہ کمال متفکر ہوا اور جانا کہ اگر سید احمد نے پشاور میں جمعیت بہم پہنچا لی تو ہمارے علاقے میں بھی شورش برپا کرے گا - ابھی سے اس کا انتظام کر لینا چاہیے - چنانچہ شہزادہ شیر سنگھ و جرنیل الارڈ صاحب و جرلیل ولتور صاحب کے نام حکم جاری ہوا کہ اپنے توپ خانے اور پلٹنیں اور رجمنٹیں لے کر اٹک کی طرف کوچ کریں - وہاں جا کر اگر یہ خبر پہنچے کہ سید احمد خاں[2] نے پشاور لے لیا ہے تو دریا سے اتر کر اس سے لڑیں اور اس کو ایسی سزا دیں کہ پھر پشاور کا رخ نہ کرے اور اگر پشاور پر بدستور یار محمد خاں و سلطان محمد خاں قابض ہوں تو ان سے نذرانہ سالانہ وصول کریں -

جب یہ فوج اٹک کے کنارے پر پہنچی ، سنا کہ پشاور پر ابھی سید احمد قابض نہیں ہوا ، اس واسطے یہ تمام فوج دریا کے کنارے ٹھہری رہی اور سلطان محمد خاں سے روپیہ منگوا بھیجا - مگر دیوان دھنو ، ملازم سرکار شہزادہ کھڑک سنگھ کا ، جو اس فوج کے شامل تھا ، بے اجازت شہزاد شیر سنگھ و جرنیل ونتورہ صاحب و الارڈ صاحب کے دریا سے اتر گیا اور اس نے اپنی فوج [کے] ساتھ جا کر شہر پشاور پر قبضہ کر لیا - چونکہ سردار سلطان محمد خاں اس وقت زر نذرانہ کے جمع کرنے میں مصروف تھا اس دست اندازی سے اس کے کام میں کمال ہرج ہوا - اس نے شہزادہ شیر سنگھ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ جس ملک کی تفویضگی کا نذرانہ مجھ سے طلب ہوتا ہے وہ ملک تو سرکار نے اپنے قبضے میں کر لیا ہے - کس بات کا اب نذرانہ میں دوں - شہزادہ شیر سنگھ

۱- ''خاوی خاں'' صحیح نام ہے -

۲- مؤلف نے یہاں بھی سید احمد شہید کے نام کے ساتھ لفظ 'خاں' کا اضافہ کیا ہے جو غلط ہے -

اس حرکت سے جو دیوان دھنو سے وقوع میں آئی ، کمال ناراض ہوا اور دونوں افسر فرانسیسی بھی کمال متردد ہوئے ۔ فی الفور دیوان دھنو کے نام خط لکھا کہ شہر پشاور سردار سلطان محمد خاں کے حوالے کرکے واپس چلا آوے ، مگر دیوان دھنو نے بہ زعم اس بات کے کہ وہ شہزادہ کھڑک سنگھ کا نوکر تھا ، شہزادہ شیر سنگھ کی تحریر پر کچھ لحاظ نہ کیا بلکہ جواب سخت لکھا ۔ شہزادہ شیر سنگھ نے ناچار ہو کر چار پلٹنوں کو حکم دیا کہ دریا سے اُتر جائیں اور دیوان دھنو کو گرفتار کرکے لے آئیں ۔ چنانچہ وہ فوج پشاور میں گئی اور دیوان دھنو کو وہاں سے پکڑ لائی ۔ شہزادہ شیر سنگھ نے دھنو کو ایسا پٹوایا کہ وہ نیم جان ہو گیا ۔ اس کا ڈیرہ و خیمہ مال و اسباب لوٹ لیا ۔

پندرہ روز تک شہزادہ کو جب روپیہ نذرانے کا وصول نہ ہوا تو عریضہ مہاراجہ کی خدمت میں لکھا اور حسب الاجازت مہاراجہ کے جنرل ونتورہ صاحب نے اپنی فوج لے کر دریائے اٹک سے اُتر کر یار محمد خاں پر زرِ نذرانہ کے لیے سخت تقاضا کیا ۔ وہاں جنرل ونتورہ صاحب کو یہ خبر بھی ملی کہ لیلی گھوڑا یار محمد خاں کے پاس موجود ہے ۔ چنانچہ اس کے دینے کے لیے بھی یار محمد خاں کو مجبور کیا ۔ یار محمد خاں نے زرِ نذرانہ تو داخل کر دیا اور گھوڑے کے دینے کے لیے تین ماہ کا اقرار نامہ لکھ دیا ۔ بعد اس انتظام کے تمام فوجِ مامورہ لاہور کو روانہ ہوئی ۔ اس فوج کی واپسی کے بعد سید احمد خاں [کذا] نے پشاور پر یورش کی اور رعایا کو بہت تکلیف پہنچائی ۔ آغاز سمت ۱۸۸۵ بکرمی میں فوج مامورۂ پشاور لاہور پہنچ گئی ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب حال موجودگی لیلی گھوڑے کا سنا تو جنرل ونتورہ صاحب کو حکم دیا کہ دوبارہ اپنی فوج کو ہمراہ لے کر پشاور جائے اور جس طرح پر بن سکے ، لیلی گھوڑا یار محمد خاں سے لے لے ۔ بہ تعمیلِ حکم جنرل ونتورہ صاحب پھر پشاور کو روانہ ہوا ، اور بہ کوچ متواتر دریائے اٹک سے گزر کر دریائے لنڈہ پر خیمہ زن ہوا ۔ چونکہ اس وقت سردار یار محمد خاں کی سید احمد کے ساتھ سخت مخالفت تھی ، سرکاری فوج کے وہاں جانے سے وہ کمال خوش ہوا اور چاہا کہ قلعۂ اودہان جس پر سید احمد نے اپنا قبضہ کر لیا ہے ، جنرل ونتورہ سے مدد لے کر سید احمد کے قبضے سے چھڑا لے ۔ چنانچہ اس التماس کے لیے وہ جنرل ونتورہ کی خدمت میں آیا ۔ جنرل نے اس کو جواب دیا کہ پہلے تم سے لیلی گھوڑا میں لوں گا تو بے شک تمھاری امداد پر مستعد ہو جاؤں گا ۔ بعد اس تقریر کے یار محمد خاں نے پشاور واپس جانے کا عزم کیا اور

چاہا کہ گھوڑا جنرل ونتورہ کو دے کر اس کی فوج ہمراہ لے اور سید احمد مفسد کو اپنے علاقے سے نکال دیوے - اتفاقاً راستے میں اس کا مقابلہ سید احمد کے ساتھ ہو گیا اور فریقین میں خوب تلوار چلی - آخر بہ سبب اس کے کہ یار محمد خان کے ساتھ بہت تھوڑی فوج اس وقت تھی ، یار محمد خان کی فوج بھاگ گئی اور یار محمد خان قتل ہوا - سید احمد کو جب یہ فتح خدا داد حاصل ہوئی ، تو اس نے تمام اسباب و سامان یار محمد خان کا اپنے قبضے میں کر لیا اور مستعد ہو گیا کہ پشاور پر بھی قبضہ کر لے - مگر جب تک سرکاری فوج اس علاقے میں رہی اس کو جرأت نہ ہوئی کہ پشاور پر دست اندازی کرے -

بعد مارے جانے یار محمد خان کے جنرل ونتورہ صاحب نے علاقہ پشاور کا سردار سلطان محمد خان کے حوالے کر دیا اور لیلی گھوڑا لے کر لاہور کو چلا آیا - جب وہ گھوڑا مہاراجہ کے پاس پہنچا نہایت خوش ہوا اور بہ عوض اس خدمت کے جنرل ونتورہ صاحب کو خلعتِ فاخرہ مع مالائے مروارید بخشا اور جاگیر دوچنداں کردی -

یہ گھوڑا بڑے اوصاف سے موصوف تھا - اس کی تعریف سے تمام زمانہ رطب اللسان و عذب البیان تھا - جس زمانے میں یہ گھوڑا کابل میں تھا فتح علی شاہ قاچاری شاہِ ایران نے اپنا ایلچی اس گھوڑے کے لینے کے لیے کابل بھیجا تھا - اور قبول کیا تھا کہ مالک گھوڑے کا پچاس ہزار روپیہ تو نقد اس کی قیمت لے لے اور پچیس ہزار روپے کی جاگیر علاوہ نسلاً بعد نسلاً[۱] اس کو ملے - شاہ روم نے بھی جب اس گھوڑے کی تعریف سنی تو اس نے شاہِ ایران کو اس کے لینے کے لیے مراسلہ لکھا مگر یہ گھوڑا یار محمد خان نے اپنی زندگی میں کسی کو نہ دیا - آخر جب یار محمد خان مارا گیا تو سلطان محمد خان نے وہ گھوڑا جنرل ونتورہ صاحب کے حوالے کیا اور مہاراجہ اس پر سوار ہو کر کمال محظوظ ہوا -

جنرل ونتورہ کی واپسی کے بعد سید احمد نے پشاور پر یورش کی - سردار سلطان محمد خان نے بہ حالتِ لاچاری اس کی اطاعت قبول کی اور اس نے اپنا عمل و دخل پشاور میں کر کے سردار سلطان محمد خان کو اپنی نیابت پر مقرر کیا اور قاضی و مفتی وہابی مذہب کے شہر میں مامور کر دیے - یہ سید[۲] احمد سرگروہ فرقۂ وہابیہ کا تھا اور سب سے اول یہ ہندوستان سے بہ اتفاق مولوی محمد اسمٰعیل

۱- 'نسلاً بعد نسل' صحیح ہے -
۲- مؤلف کی یہ رائے سید احمد شہید کے بارے میں ناواقفیت پر مبنی ہے -

کے عرب کو گیا اور علاقۂ نجد میں رہ کر وہابیہ مذہب کی تعلیم پائی - پھر یہ ہندوستان میں آیا اور چاہا کہ بہ وسیلہ جہاد کے مجمع جمع کر کے کسی علاقے کی ریاست حاصل کرے - اس ارادے پر اس نے بہت روپیہ جمع کیا اور قریب چار ہزار جہادی لوگ مجتمع کر کے پہاڑ پہاڑ ہو کر پشاور کے علاقے میں آ نکلا - بہ ظاہر اس کا یہ اظہار تھا کہ میں کفار سے جنگ کر کے مسلمانی دین کو پھیلانا چاہتا ہوں - چنانچہ اس نے پشاور فتح کر کے بہت جمعیت اپنے ساتھ کر لی - علاقۂ یوسف زئی کے پٹھان بھی اس کے ساتھ بے شمار شامل ہو گئے اور اس کا ارادہ پنجاب پر یورش کرنے کا قائم ہو گیا -

پہلے تحریر ہو چکا ہے کہ راجہ انرودھ چند مہاراجہ سنسار چند کے جانشین سے مہاراجہ نے یہ درخواست کی تھی کہ وہ ایک بہن اپنی کا رشتہ راجہ دھیان سنگھ کے ساتھ کر دیوے ، مگر اس نے انکار کیا - اب مہاراجہ نے احکام شدید اس کے نام جاری کیے اور لکھا کہ اگر یہ رشتہ نہ ہوگا تو ریاست کی ضبطی عمل میں آئے گی - چونکہ انرودھ چند کو اس رشتے کا کرنا ہرگز منظور نہ تھا ، اس واسطے وہ اپنے ملک و مال و راج سے دست بردار ہو کر صاحبانِ انگریز کی عمل داری میں چلا گیا - اس کے جانے کے ارادے سے مطلع ہو کر میاں فتح چند راجہ سنسار چند کے بھائی نے مہاراجہ کے نام اطلاعی عرضی لکھی اور درج کیا کہ راجہ انرودھ چند اپنی ریاست چھوڑ کر انگریزوں کے علاقے میں جانا چاہتا ہے - اگر مہاراجہ بہ ذات خود بہت جلد ادھر کو تشریف لائے گا تو اس کو گرفتار کر لے گا ورنہ وہ شکار ہاتھ سے جاتا رہے گا -

یہ خبر سن کر مہاراجہ فی الفور سوار ہوا اور بہ کوچ متواتر نور پور کے راستے نادون پہنچا ، مگر راجہ انرودھ چند مہاراجہ کے پہنچنے سے اول ہی اپنا نقد و جنس لے کر ستلج کے پار اُتر گیا تھا - مہاراجہ نے اس کا تمام علاقہ ضبط کر کے شاملِ خالصہ کیا اور اس میں سے علاقۂ راجگر تیس ہزار روپے کی جمع کا میاں فتح چند راجہ سنسار چند کے بھائی کے نام واگزار رکھا - چونکہ مہاراجہ سنسار چند کی دوسری رانی کے پیٹ سے جس کو رانی گدن کہتے تھے ، دو اور لڑکیاں نہایت خوب صورت تھیں ، مہاراجہ نے اس رانی کو یہ پیام بھیجا کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کی شادی مہاراجہ کے ساتھ کر دے - اس نے جواب دیا کہ راجہ دھیان سنگھ کے ساتھ تو میں ہرگز شادی اپنی لڑکی کی نہیں کرتی - البتہ مہاراجہ کو اپنی لڑکی بدیں شرط دیتی ہوں کہ میرے خاوند راجہ سنسار چند کا علاقہ جو بہ نام راجہ انرودھ چند کے واگزار تھا ، اب

میرے بطنی بیٹے جودھ بیرچند کے نام واگزار ہو جائے اور مہاراجہ اس کو راجگی کا خطاب دے ۔ اور موافق رسم ہمارے خاندان کے مہاراجہ نوشاہ بنکر اور سہرا باندھ کر ہمارے گھر آئے اور شادی کرے ۔

مہاراجہ نے پہلے یہ درخواست نامنظور کی اور کہا کہ جب تک راجہ دھیان سنگھ کی شادی نہ ہو ، تب تک یہ ملک جودھ بیرچند کے نام واگزار نہ ہوگا ۔ مگر جب لوگوں کی زبان سے راجہ سنسار چند کی لڑکیوں کی خوبصورتی کا شہرہ سنا تو مائل ہو گیا ۔ علاقہ نادون کا جودھ بیرچند کے نام واگزار کرکے اس کو راجگی کا خطاب بخشا ۔ پھر تیاری شادی کی کی اور سہرہ باندھ کر راجہ سنسار چند کے گھر گیا ۔ اگرچہ تجویز یہ تھی کہ ایک لڑکی کے ساتھ شادی مہاراجہ کی ہو مگر جب مہاراجہ نے دونوں لڑکیوں کی صورت کہ غیرت ِ مہر و ماہ تھیں ، دیکھی تو دونوں پر مائل ہوگیا اور دونوں کو بیاہ کر لے آیا ۔ دونوں کے پھیرے اس وقت ایک دم مہاراجہ کے ساتھ ہوگئے اور مہاراجہ دونوں ڈولے لے کر خوش و خرم لاہور آیا ۔

سمت ۱۸۱۸ بکرمی کے آغاز میں خبر پہنچی کہ شاہ لندن کی طرف سے کپتان پرنس صاحب بہادر تحائف لے کر لاہور کو آتا ہے ۔ مہاراجہ نے دیوان اجودھیا پرشاد ، دیوان گنگا رام کے بیٹے کو صاحب کے استقبال کے لیے ملتان کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ کنار دریا تک ملتان جا کر صاحب کا استقبال کرے اور بڑی عزت کے ساتھ لاہور لے آوے ۔ اور ایک فوج جرلیل ونتورہ صاحب کے ساتھ ملتان کو روانہ کی گئی اور حکم ملا کہ وہ فوج داخل علاقہ نواب بہاولپور ہوکر ایک لاکھ پنجاہ ہزار روپیہ خراج کا جو اس کی طرف باقی ہے ، وصول کرے ۔ اگر وہ نہ دیوے تو علاقہ کچھی کا جو اس کے تحت میں ہے ، ضبط کر لے ۔ چنانچہ جنرل مذکور نے بہاولپور پہنچ کر روپیہ طلب کیا ۔ نواب نے ایک لاکھ روپیہ تو فی‌الفور دے دیا اور پچاس ہزار روپے کے لیے ایک ماہ کا اقرار کیا کہ ادا کر دے گا ۔

۱۸۸۸ بکرمی کی ابتدا میں کپتان جاکمن صاحب نام ایک انگریز سیّاح لاہور میں آیا ۔ مہاراجہ نے اس کی بڑی عزت کی اور مسافر پروری کا حق ادا کیا اور حکم دیا کہ ہماری قلم رو میں جس جگہ یہ صاحب جائے اس کی مہمان داری بہ خوبی ہو ۔ چنانچہ پہلے وہ ملتان کو گیا ۔ پھر لاہور میں آیا اور مہاراجہ کا پروانہ ناظم ِ کشمیر کے نام لے کر کشمیر کو گیا ۔

چونکہ سیّد احمد جہادی کا زور شور پشاور کی طرف دن بدن بڑھتا چلا

جاتا تھا ، اس کی سرکوبی کے لیے مہاراجہ نے فوج تیار کی ، مگر یہ منظور ہوا کہ اس کا تمام حال دریافت کیا جائے کہ کس قدر اس کی ہمراہی میں فوج ہے اور کس حالت میں ہے ۔ چنانچہ اس باب میں سردار سلطان محمد خاں ناظم پشاور کے نام حکم لکھا گیا کہ اس کا حال کل عرض کرے اور لکھے کہ کس قدر فوج اس کی سرکوبی کو کفایت کرے گی ۔ اس نے جواب میں لکھا کہ سیّد احمد کا گزارہ صرف مار دھاڑ پر ہے اور فوج قریب چار ہزار آدمی بے سر و سامان کے اس کے پاس موجود ہے ، جو صرف مرنے کی خاطر جمع ہے اور چاہتے ہیں کہ کہیں لڑیں اور مر جائیں ۔ اس فوج کی جاں فشانی سے وہ اکثر فتح یاب ہو جاتا ہے ۔ اور چنداں حوصلہ و شجاعت بھی اپنے آپ میں نہیں رکھتا کیونکہ پہلے یہ ایک ذلیل الاوقات سپاہی نواب محمد منیر[1] خاں والیِ ٹونک کا نوکر تھا ۔ چونکہ نوکری اس کو کم پڑتی تھی ، فراغت کی حالت میں یہ علم فارسی و عربی کا پڑھ گیا ۔ جب نواب نے دیکھا کہ اس کو شرعی علم پڑھنے کا شوق ہے تو اس نے اس کو مطلق العنان کر دیا اور تنخواہ دوچنداں کردی ۔ پھر تو بہ ہمہ تن علم پڑھنے میں مصروف ہوا اور اس درجے کو پہنچا کہ دہلی میں آ کر اور اپنی علمیّت کا امتحان دے کر دستار و سند فضیلت کی حاصل کی ۔ بعد چند سال کے وہ مدعی اس بات کا ہوا کہ میں نے محمد علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے اور پیغمبر صاحب نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ مسلمانوں کو جمع کر کے کفّار سے لڑو اور دینِ اسلام کو ترقی دو ۔ چونکہ لوگ اس کو بڑا عالم ، صاحبِ فضیلت جانتے تھے ، بہت سے آدمیوں کو اس کی تقریر پر یقین آ گیا اور اچھے اچھے مولوی جو اس کے ہم درس تھے ، مثل مولوی محمد اسماعیل وغیرہ ، اس ارادے میں اس کے ممد و معاون ہو گئے ۔

اس پہلے دہلی سے یہ شخص کلکتہ کو گیا اور وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر خانہ کعبہ کو گیا ۔ وہاں[2] نجد کے وہابی علما بہت آئے ہوئے تھے ۔ ان سے اس کی ملاقات ہوئی اور وہ یہاں تک اس پر غالب آئے کہ اپنے مذہب میں اس کو

۱۔ مؤلف نے نام 'محمد منیر خاں والیِ ٹونک' غلط لکھا ہے ۔ صحیح ''محمد امیر خاں'' نام ہے ۔

۲۔ مؤلف نے یہ بیان سلطان محمد خاں کی تحریر بنام راجہ رنجیت سنگھ پر مبنی قرار دے کر نقل کیا ہے جو بالکل غلط ہے ۔ مولانا غلام رسول مہر کی تالیف سید احمد شہید سے اس کی تردید ہوتی ہے ۔

ملا لیا اور اس نے اپنے تمام ہمراہیوں کو اسی مذہب کی پابندی میں داخل کر لیا ، وہاں سے پکا" وہابی ہو کر پھر ہندوستان میں آیا اور مشہور کیا کہ میں جہاد کرنے پر مستعد ہوں - ہر ایک مسلمان کو چاہیے کہ مال و جان سے میری امداد کرے - ہر ایک مسلمان رئیس کے پاس یہ خود گیا اور زر کثیر بہ بہانۂ امداد جہاد وصول کیا - بہت سے مسلمان جان دینے کے واسطے اس کے ہمراہ ہو لیے -

چونکہ اصل مطلب اس کا یہ تھا کہ کسی بے انتظام علاقے میں جا کر ریاست حاصل کرے اور والیِ ملک بن جائے ، اس واسطے اس گوشے کو اس نے اپنی خواہش کے مطابق پایا اور پہاڑ کے راستے پشاور کے علاقے میں آ پہنچا - یوسف زئی کے پٹھان اس کے معتقد ہوگئے اور عالمِ اجلّ جان کر خدمت کرنے لگے - اسی گوشے کو اس نے اپنا مسکن بنایا اور گھات میں رہا کہ کب پشاور پر قبضہ کرے - اب یہ رات دن پشاور کے لینے کے درپے ہے - اگر مہاراجہ کو اس ملک کا اپنے ماتحت رکھنا منظور ہے تو فوج بھیج کر اس بلا کو پشاور کے سر سے دفع کرے ، ورنہ اختیار ہے ، کہ میں اس کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا -

یہ جواب سردار سلطان محمد خاں کا جب مہاراجہ نے سنا ؛ آٹھ پلٹنیں اور دو توپ خانے شہزادہ کھڑک سنگھ کے ہمراہ بہ سرکردگی جنرل ونتورہ صاحب کے پشاور کو روانہ کیے - مگر جس وقت یہ فوج پشاور پہنچی ، سیّد احمد پہاڑوں پر چڑھ گیا - چھ ماہ تک یہ فوج پشاور میں رہی - سیّد احمد نے اس عرصے میں پشاور کی طرف رخ نہ کیا ، آخر شہزادہ فوج لے کر واپس آیا -

جب یہ فوج راولپنڈی کے راستے لاہور آنے لگی تو ایک روز ڈیرہ لشکر کا بہ مقام موضع برسانی ، جو ایک چھوٹا سا گاؤں راولپنڈی اور بکرالہ کے بیچ میں ہے ، ہوا - وہاں جنرل ونتورہ صاحب نے ایک گنبد رومی عمارت کی طرح پر بنا ہوا دیکھا - بڑے بڑے مسن و ضعیف آدمی اس علاقے کے بلا کر حال دریافت کیا کہ یہ گنبد کب بنا اور کیسا بنا ہوا ہے - ہر ایک نے یہ ہی بیان کیا کہ ہمارے بزرگ اس گنبد کو اسی طرح بنا ہوا دیکھتے آئے ہیں ، نہ معلوم یہ کب کا بنا ہوا ہے -

چونکہ جنرل ونتورہ صاحب علم تواریخ سے بخوبی واقف تھا اور سکندر کا سفرنامہ بھی اس کے پاس تھا اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ پنجاب میں دو مقام پر سکندر نے کچھ دفن کیا تھا اور اس پر گنبد بنوائے تھے ، اس لشان اور

طرزِ عمارت سے کہ رومی طور پر تھی ، جنرل ونتورہ کو یقین ہو گیا کہ اس گنبد کے اندر سکندری دفینہ ہے ۔ پس زمینداروں کو حکم دیا کہ اس کو گرادیں ۔ بہت روز تک وہ گرانے میں مصروف رہے اور ڈیرہ وہیں اُترا رہا ۔ بہ ہزار مشکل وہ مضبوط عمارت گرائی گئی تو اس کی تہہ سے پہلے ایک صندوقچہ چوبی نکلا ۔ جب اس کو ڈھولا تو ایک انگشتری طلائی ، جس میں نگینہ الماسی تھا ، نکلا ۔ اس الماس پر سکندر لکھا تھا ، اور ہتی طلائی جس پر سکندر کی شبیہہ مسکوک تھی ۔ سوائے ان دو اشیا کے ایک آہنی صندوق تھا ۔ جب وہ ڈھولا گیا تو اس میں سے ایک طلائی صندوقچہ نکلا ۔ طلائی صندوقچے میں تین کوزے پانی کے بھرے نکلے ۔ ایک پانی کا رنگ سفید ، دوسرے کا نیلا ، تیسرے کا خاکی تھا ۔ جنرل ونتورہ نے وہ سب چیزیں لے لیں اور لاہور آ کر مہاراجہ کی خدمت میں پیش کیں ۔ مہاراجہ نے وہ سب چیزیں اس کو دے دیں اور وہ تینوں پانی اُس نے ولایت کو بھیج دیے ۔

جنرل ونتورہ صاحب جب پشاور چھوڑ کر لاہور آیا تو سیّد احمد جہادی نے پھر پشاور کا میدان خالی پایا ۔ فی الفور یوسف زئیوں کے علاقے سے نکل کر پشاور پر یورش کی ۔ سلطان محمد خاں کے پاس اپنی ذاتی فوج بہت کم تھی ۔ اس نے اطاعت مان لی ۔ پھر تو سیّد احمد اپنی مراد کو پہنچ گیا ۔ تمام علاقے میں اپنے کاردار بھجوا دیے ۔ سردار سلطان محمد خاں کو نیابت عطا کی اور خوب انتظام عرصہٗ دو ماہ تک کر کے بہ ارادۂ فراہمی فوج پھر یوسف زئیوں کی طرف چلا گیا ۔ مگر وہاں جا کر اس کی تدبیر مخالف پڑی کہ اس نے بالکل بے باک ہو کر بخلافِ مذہبِ اہلِ سنت و جماعت تمام لوگوں کو اپنے وہابیہ مذہب میں داخل کرنا چاہا ۔ اور برملا منبر پر بیٹھ کر وعظ کیا کہ کوئی مسلمان کسی مقبرے پر نہ جائے ، اُن کو وسیلہ پکڑ کر دعا نہ مانگے اور اپنے بڑوں بزرگوں کی ارواح پر کچھ نہ دیوے کہ ان کو ہرگز نہیں پہنچتا ۔

یہ مسائل اپنے مذہب کے برخلاف لوگوں نے سنے تو حیران رہ گئے اور مُلاؤں سے حال دریافت کیا ۔ چونکہ مُلا لوگوں کا اس میں کمال نقصان تھا ، انھوں نے مل کر تمام علاقے کو سیّد احمد کا دشمن بنا دیا ۔ علاوہ اس کے مشائخ و بزرگ ، عابد و خدا پرست لوگ اس علاقے کے سیّد احمد کے ایسے جانی دشمن بنے کہ اس کے حق میں کفر کا فتویٰ دیا اور کہا کہ سیّد احمد وہابی اور اولیاء کی کرامت کا منکر ہے ۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ یوسف زئیوں

نے اس کو بہ زور شمشیر اپنے علاقے سے نکال دیا اور اس کی صورت سے بیزار ہو گئے۔

جب یہ حال پشاور میں مشہور ہوا تو شہر والوں نے ہجوم کر کے اس کے اہل کار شہر سے نکال دیے، باقی ماندہ خود بھاگ گئے۔ یوسف زئیوں کے علاقے سے نکل کر سید احمد مظفر آباد کے پہاڑوں میں گیا اور چند دیہات لوٹ کر چند روز گزارہ کیا۔ یہ خبر جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پہنچی کہ سید احمد اب ہزارہ کے پہاڑوں میں غارت گری کرتا ہے، تو چار پلٹن اور ایک رجمنٹ اور دو توپ خانے شہزادہ شیر سنگھ کے ہمراہ ہزارہ کو مامور کیے اور شیر سنگھ بہت جلد پے در پے کوچ کرتا ہوا ہزارہ میں پہنچا۔

اگرچہ سید احمد کا اول ارادہ تھا کہ مقابلے سے بھاگ کر اپنے آپ کو بچائے مگر ہمراہی اس کے لڑائی پر قائم ہو گئے۔ کیونکہ وہ لوگ اس کی ہمراہی میں صرف مرنے اور جان دینے کے لیے آئے تھے۔ ان کا منشا کسی ریاست کے حاصل کرنے کا نہ تھا۔ شہزادہ شیر سنگھ نے جاتے ہی جہادیوں کا محاصرہ کر لیا اور فریقین میں لڑائی شروع ہوئی۔ اگرچہ سید احمد کی فوج بڑی دلیری کے ساتھ سکھوں سے لڑی اور سکھوں کے پے در پے حملے روکے اور آگے بڑھنے نہ دیا، مگر آخر توپوں کے گولوں سے وہ تنگ آ گئے اور سب نے مل کر چاہا کہ ایک ہی دفعہ توپ خانے پر حملہ کر کے توپیں چھین لیں۔ جب اس ارادے پر دشمن آگے بڑھے تو سکھوں نے ایک ہی مرتبہ تمام توپ خانے کو آگ دے دی اور دوسری طرف سے پلٹن کے سکھوں نے ان پر بندوقوں کی باڑ ماری جس سے وہ سب کے سب مارے گئے۔

اب تمام فوج میں سے صرف دو سو آدمی سید احمد کے پاس باقی رہے، وہ بھاگنے پر مستعد ہو گئے۔ یہ حال دیکھ کہ سید احمد مع اپنے وزیر محمد اسماعیل کے آگے بڑھا اور دونوں ایسی تندی و تیزی کے ساتھ تلواریں کھینچ کر سکھوں پر آ پڑے کہ آتے ہی بہت سے آدمی تہ تیغ کر ڈالے۔ پھر سکھوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا اور وہ دونوں جواں مرد کمال سرخ رو ہو کر میدان میں مارے گئے۔ شہزادہ شیر سنگھ نے سید احمد و مولوی اسماعیل کے سر کٹوا کر لاہور کو روانہ کیے اور اسباب و سامان دشمنوں کا سب اپنے قبضے میں کر لیا۔

اسی زمانے میں گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے مہاراجہ کو اطلاع ہوئی کہ جو سفیر انگریزی لفٹنٹ الگزینڈر برنس صاحب ولایت سے تحائف لے کر

لاہور کی طرف آتا ہے ، امیران علاقہ سندھ اس کو اپنے علاقے سے گزرنے نہیں دیتے - اس بات کی تجویز مہاراجہ رنجیت سنگھ کرے - مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسی وقت جرنیل ونتورہ صاحب کو حکم دیا کہ اپنی پلٹنیں اور توپ خانہ لے کر سندھ کو روانہ ہو - اگر امیران سندھ شرارت سے باز آ کر سفیر کے مزاحم نہ ہوں تو ان کو کچھ نہ کہے ورنہ ان کے علاقے میں داخل ہو کر بزور شمشیر ان کو سیدھا کرے - چنانچہ وہ جواں مرد اپنی فوج لے کر سندھ کو روانہ ہوا -

بعد اس انتظام کے مہاراجہ نے دینانگر کی طرف کوچ کیا - اس مقام پر مسٹر ویڈ صاحب بہادر ایجنٹ انگریزی بہ رسم رسالت نواب گورنر جنرل بہادر کی طرف سے مہاراجہ کے پاس آیا اور دوبارہ تاکید کی کہ در باب کھلنے راستہ سندھ کے تجویز مناسب کرنی چاہیے - ایسا نہ ہو کہ امیران سندھ تحائف شہنشاہ انگلینڈ کے ، جو مہاراجہ کے لیے آئے ہیں ، لوٹ لیں اور سفیر صاحب کی جان پر بھی صدمہ پہنچے -

مہاراجہ ابھی اس تجویز میں تھا کہ عریضہ جرنیل ونتورہ صاحب کا بدیں مضمون پہنچا کہ جب میں داخل حدود سندھ کے ہوا ، امیران سندھ بہ متابعت پیش آئے اور سب نے اطاعت قبول کی اور سفیر صاحب کو اجازت دی کہ لاہور کو روانہ ہو - اب سفیر عنقریب ملتان میں داخل ہو گا - یہ خبر سن کر مہاراجہ بہت خوش ہوا اور ویڈ صاحب بہادر کو اس سے اطلاع دے کر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا -

وہاں سے مہاراجہ کوہستان کے علاقے میں داخل ہوا اور مقام ٹھیری و سبحان پور کی طرف جا کر چند روز سیر و شکار میں مصروف رہا - پھر شاہ پور کے گھاٹ سے دریائے راوی کو عبور کر کے بسوہلی میں گیا اور بسوہلی سے بہ مقام امرتسر آ کر قیام پذیر ہوا - وہاں دوسرا عریضہ جرنیل ونتورہ صاحب کا بدیں مضمون پہنچا کہ لفٹنٹ الیگزینڈر برنس صاحب سفیر انگریزی سندھ سے نکل کر بہ مقام اوچ قیام پذیر ہیں - اس مقام پر بہاولپور کی طرف سے سفیر صاحب کو ضیافت پہنچائی گئی اور نواب خود صاحب کی ملاقات کے واسطے آیا ہے اور قلعہ کوٹ مٹھن و امر کوٹ و نوشہرہ متعلق علاقہ سندھ میں سرکاری تھانے بیٹھ گئے ہیں - اور حکومت مہاراجہ کی سندھ کے علاقے میں بھی جاری ہو گئی ہے - مہاراجہ اس خبر کے سننے سے بہت خوش ہوا اور پروانہ تحسین و آفرین کا حسنا ، ونتورہ صاحب کے نام جاری کیا -

چونکہ نواب بھاولپور کا مہاراجہ کی تنگ طلبی و زیادہ طلبی سے نہایت تنگ آیا ہوا تھا ، جب برنس صاحب وکیل انگریزی اوچ میں پہنچا اور نواب بھاولپور کا اس کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو اس نے صاحب کے روبرو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی شکایت کی اور کہا کہ آیندہ صاحب ایسی تجویز کریں کہ ریاست بھاولپور کی اور علاقہ سندھ کا زیرِ حکومت انگریزی کے آ جائے ۔ صاحب یہ تقریر سن کر بہت خوش ہوا اور جواب دیا کہ اس باب میں "میں تجویز نہیں کر سکتا ۔ مگر عندالملاقات نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں عرض کروں گا ۔ اس مشورے کی اطلاع اگرچہ مہاراجہ کو بھی بہ ذریعۂ اخبار نویس کے پہنچ گئی تھی مگر مہاراجہ نے اس پر اعتبار نہ کیا ۔

جب لفٹنٹ الیگزینڈر برنس صاحب سفیر انگریزی لاہور میں آیا ، مہاراجہ نے راجہ دھیان سنگھ و جمعدار خوش حال سنگھ و شہزادہ کھڑک سنگھ کو اس کے استقبال کے لیے تین میل تک روانہ کیا اور وہ سب بڑی عزت و حرمت کے ساتھ اس کو لاہور لے آئے ۔ اور قرار واقعی سامان ضیافت کا سفیر کے ڈیرے میں پہنچایا گیا ۔ دو روز بعد ویڈ صاحب بہادر ایجنٹ انگریزی بھی بہ موجب حکم نواب گورنر جنرل بہادر کے لاہور آ پہنچا ۔ اور ساتویں مہینے ساون کے حضوری باغ کی بارہ دری میں ، جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خود ساخت عمارات میں سے تھی ، دربار آراستہ ہوا ۔ اول کپتان ویڈ صاحب بہادر مہاراجہ کے پاس آیا اور برنس صاحب سفیر کے آنے کی خبر پہنچائی ۔

بعد ازاں برنس صاحب بہادر بھی دربار میں رونق افروز ہوا ۔ مہاراجہ نے بہ راہِ مہماں نوازی لبِ فرش تک اس کا استقبال کیا اور پہلو بہ پہلو اپنی کرسی پر بٹھلایا اور شہنشاہ انگلستان کی مزاج پرسی کی ۔ ایلچی صاحب نے بھی بہ رسم رسالت شہنشاہ انگلستان کی طرف سے خیر و عافیت مزاج مہاراجہ کی دریافت کی ۔ بعد ازاں ایلچی موصوف نے گھوڑیاں چار راس اور ایک گھوڑا اور ایک لٹن بگھی نہایت عمدہ پیش کیا اور ظاہر کیا کہ یہ گھوڑیاں اور گھوڑا شاہ انگلستان کی طرف سے تحفہ ہے ، اور بگھی سر جان مالکم صاحب وزیرِ انگلستان کی طرف سے ۔ مہاراجہ نے یہ تحائف بہت تعظیم کے ساتھ قبول کیے ۔

اب مفصل حال روانگی ان تحائف کا انگلستان سے لکھا جاتا ہے کہ جب لارڈ امرسٹ صاحب گورنر جنرل بہادر ہند سے انگلستان کو تشریف لے گیا اور ڈیرہ پشمینہ اور قنات کارچوبی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے شاہ انگلستان کی خدمت میں پیش کیے ، اُس وقت مشیرانِ دربارِ شہنشاہی نے یہ تجویز کی کہ

کوئی عجوبہ تحفہ شہنشاہ کی طرف سے مہاراجہ کے پاس بھیجا جائے - آخر کار یہ تجویز قرار پائی کہ مہاراجہ کو گھوڑوں کا بہت شوق ہے ، گھوڑے ہی بھیجے جائیں - چنانچہ چار گھوڑیاں نہایت عمدہ اور ایک عجائب قیمتی گھوڑا گھوڑیوں کے آگے جوڑنے کے واسطے روانہ کیا گیا - یہ تحائف دریائے سندھ کے راستے بھیجنے قرار پائے - اصلی مطلب اس سے یہ تھا کہ دریائے سندھ کا حال بھی کھل جائے اور واضح ہو جائے کہ اس دریا کے ذریعے سے کیونکر تجارت پنجاب کے علاقے میں جاری ہو سکتی ہے - پہلے یہ گھوڑیاں اور گھوڑا سر جان مالکم صاحب بہادر گورنر احاطۂ بمبئی کے پاس ولایت سے آئے ، اور لکھا آیا کہ کوئی ہوشیار سفیر ان تحائف کے ہمراہ بہ راہ سندھ لاہور بھیج دیوے - چنانچہ سرجان مالکم صاحب بہادر نے اس سفارت کے لیے لفٹنٹ برنس صاحب بہادر کو ، جو کرنیل پوٹنجر صاحب کا نائب اور اس کام کے لائق تھا ، منتخب کیا اور ایک فٹن بگھی قیمتی اپنی طرف سے تحفہ ان گھوڑیوں اور گھوڑے کے ساتھ کر دیا - اول یہ تحائف کچھ میں بھیجے گئے اور کچھ سے کشتیوں میں سوار کر کے روانہ کیے گئے -

روانگی کے وقت سرجان مالکم صاحب کو یہ بھی خیال تھا کہ شاید امیران علاقۂ سندھ ان تحائف کو اپنے علاقے سے گزرنے نہ دیں گے - مگر پھر بدیں خیال کہ وہ لوگ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہمسایہ اور سرکار انگریزی کے دبیل ہیں ، ایسی جرأت نہ کریں گے اور بہ ہمیں خیال بلا کسی تدبیر کے یہ تحائف بمبئی سے روانہ ہو گئے تھے -

بعد انعقاد جشن و محفل دوستانہ بہ تاریخ دوم ماہ بھادوں مطابق ۱۵ ماہ اگست ۱۸۳۲ء لفٹنٹ برنس صاحب بہادر سفیر انگریزی کو مہاراجہ نے بہ کمال اعزاز و اکرام خلعت فاخرہ دے کر لاہور سے رخصت کیا اور وہ مع ویڈ صاحب بہادر ایجنٹ کے لاہور سے لودھیانہ کو روانہ ہوا - جب کپور تھلہ کی حدود میں پہنچا ، سردار فتح سنگھ آہلووالیہ نے بڑی دھوم دھام سے انگریزوں کی دعوت کی - وہاں سے رخصت ہو کر سفیر انگریزی شملہ میں نواب گورنر جنرل بہادر کے پاس پہنچا اور یہ مژدہ سنایا کہ نواب والی بہاولپور سرکار انگریزی کی اطاعت میں آنا چاہتا ہے - پس اگر وہ مطیع ہو گیا تو امیران سندھ بھی سب کے سب سرکار انگریزی کے تابع دار و باج گزار ہو جائیں گے -

ملاقات کرنا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا لارڈ بینٹنگ صاحب گورنر جنرل بہادر کے ساتھ بہ مقام روپڑا اور مقرر ہونا شہزادہ شیر سنگھ کا بہ نظامت کشمیر اور آنا ویڈ صاحب ایجنٹ بہادر کا واسطے گفتگو راست، کابل کے بہ مقام لاہور اور فتح کرنا شہزادہ کھڑک سنگھ کا علاقہ سکھر کو اور نکل جانا ریاست بہاولپور کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت سے اور داخل ہونا صاحبان انگریز کی حمایت میں مع دیگر حالات درمیانی اور ذکر شادی کنور نونہال سنگھ کا اور قتل ہونا سردار ہری سنگھ نلوہ کا پشاور کی جنگ میں

چونکہ ریاست لاہور کی دن بہ دن بہ باعث زیادتی لشکر و خزانہ کے زبردست ہوتی جاتی تھی ، فوج سواری و پیادہ اور توپ خانے اس سلطنت میں اس قدر ہو گئے کہ بڑی بڑی سلطنتوں میں نہ تھے ۔ اس واسطے صاحبانِ انگریز بہادر کو کمال خیال اس طرف تھا اور چاہتے تھے کہ کسی طرح رابطہ محبت و اتحاد کا ایسی مضبوطی کے ساتھ دونوں سلطنتوں میں مربوط ہو جائے کہ آیندہ اس کے ٹوٹنے کا اندیشہ نہ رہے ۔ اور خاص اس کام کے واسطے لارڈ بینٹنگ صاحب بہادر گورنر جنرل کشور ہند نے مستحکم ارادہ کیا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ ملاقات کریں مگر اس ملاقات میں اول درخواست مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے پیش ہو تا کہ سرکار انگریزی کا پایہ اس میں بھی اونچا رہے ۔ چنانچہ اس بات کی تجویز کے لیے سر کلارڈ ویڈ صاحب بہادر ایجنٹ رزیڈنٹ لودھیانہ سے لاہور آیا اور مہاراجہ کی خدمت میں نواب گورنر جنرل بہادر کا اشتیاق ظاہر کیا اور بیان کیا کہ جناب نواب گورنر جنرل بہادر دل سے آرزو رکھتا ہے کہ آپ سے ملے مگر بہ سبب اس کے کہ آپ کو اس میں کمال تکلیف ہوگی ، اظہار اس امر کا آپ کے روبرو نہیں کیا گیا ۔

مہاراجہ نے جواب دیا کہ ہم کو دلی محبت سرکار انگریزی کے ساتھ ہے ، اس میں اگر تکلیف بھی ہو تو گوارا ہے ۔ چنانچہ بعد قیل و قال کے یہ تجویز قائم ہو گئی کہ مہاراجہ اپنے وکلا نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں ملاقات کی آرزو کے اظہار کے لیے بھیجیں ۔ چنانچہ دیوان موتی رام اور فقیر عزیز الدین اور سردار ہری سنگھ ناوہ تین معزز سردار گراں بہا تحائف دے کر شملہ کی طرف روانہ کیے گئے ۔ جب یہ تینوں اکابر نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں پہنچے ،

تحائف پیش کر کے مہاراجہ کی طرف سے ملاقات کے اشتیاق کا اظہار ہوا ۔ نواب گورنر تو خود اس بات کا طلب گار تھا ۔ نہایت خورسندی کے ساتھ مہاراجہ سے ملنا منظور کیا اور وکلا کی کمال عزت کی اور گران بہا تحائف دے کر رخصت کیا ۔ اور یہ بات قرار پائی کہ مہاراجہ کی ملاقات نواب گورنر جنرل بہادر کے ساتھ دریائے ستلج کے شرقی کنارے روپڑ کے مقام پر ہو ۔ نواب گورنر جنرل بہادر شملہ سے بہ مقام روپڑ آئے اور مہاراجہ لاہور سے چل کر روپڑ جائے اور آپس میں دونوں والیانِ ملک ملیں ۔

جب یہ بات قرار پا چکی اور وکلا مہاراجہ کے واپس آ گئے تو مہاراجہ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا ۔ تمام فوج جن کو ہمراہ لے جانا منظور تھا ، بہ خوبی آراستہ کی گئی ۔ نئے ہتھیار اور نئی وردیاں پہنائی گئیں ۔ اراکین دربار کے نام بھی پروانہ جات جاری ہوئے کہ اپنی اپنی فوج کو سنواریں اور عمدہ عمدہ فاخرہ لباس تیار کریں اور روانگی کو مستعد ہوں ۔

ادھر جناب نواب گورنر جنرل بہادر نے حکم جاری کیا کہ دو دستے انگریزی نیزہ برداروں کے اور سولھواں رسالہ بادشاہی اور ایک پلٹن گوروں کی اور دو ہندوستانی پلٹنیں اور آٹھ اسپی توپیں اپنے اپنے مقامات سے چل کر بہ مقام روپڑ جمع ہوں اور خیمہ گورنری بہ مقام روپڑ برپا کیا جائے ۔ چنانچہ فی الفور تعمیل ہوئی ۔

جب یہ سب سامان آرائش کا روپڑ میں جمع ہو گیا تو ۱۹ اکتوبر[۱] کو لارڈ گورنر جنرل بہادر نے شملہ سے کوچ کیا اور ۲۲ اکتوبر بہ مقام روپڑ آ پہنچا ۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ ۲۲ ماہ بھادوں کو کوچ کر کے دو روز میں امرتسر پہنچا ۔ اس مقام پر سر کلارڈ ویڈ صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر اور پین صاحب بہادر بطور استقبال گورنر جنرل بہادر کی طرف سے آ پہنچے ۔ مہاراجہ نے ان کی کمال خاطر کی اور دن رات عیش و عشرت میں مستغرق رکھا ۔

چونکہ دسہرے کے دن قریب تھے ، مہاراجہ دسہرہ کے روز تک امرتسر ہی میں رہا اور جشن دسہرے کا بڑی دھوم دھام سے کیا ۔ اسوج کا تمام مہینہ امرتسر میں گزارا ۔ ہر روز تازہ مہمانی اور تازہ خاطر دونوں مہمانوں کی ہوتی رہی ۔ آخر ماہ کاتک کی تیسری تاریخ مہاراجہ نے امرتسر سے کوچ کیا اور بڑے کرّ و فر اور تزک و احتشام کے ساتھ بہ مقام کاٹھ گڑھ ، جو ایک گاؤں روپڑ کے

۱- اکتوبر ۱۸۳۲ع کی ۱۹ تاریخ ۔

مقابل غربی کنارے دریائے ستلج کے آباد ہے، جا کر فروکش ہوا۔ مہاراجہ کی ہمراہی میں اس وقت دس ہزار سوار اور چھ ہزار پیادے اور دو توپ خانے تھے۔

جب مہاراجہ وہاں پہنچ کر خیمے میں داخل ہوا، اسی وقت نواب گورنر جنرل بہادر کی طرف سے میجر جنرل رامزی صاحب بہادر سپہ سالار ہند اور ایک سکرٹر اعظم مہاراجہ کے پاس آئے اور معذرت رستے کی تکلیف اُٹھانے کی کی اور نواب گورنر جنرل کی طرف سے مزاج پرسی کر کے واپس چلے گئے۔ پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے شہزادہ کھڑک سنگھ کو واسطے استفسار خیریت مزاج نواب گورنر جنرل کے روانہ کیا۔ راجہ گلاب سنگھ و سردار ہری سنگھ نلوہ و راجہ سنگت سنگھ و سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ و سردار شام سنگھ آٹاری والہ چھ سردار ذوی الاقتدار شہزادے کے ساتھ بھیجے۔ چنانچہ شہزادہ جب نواب گورنر جنرل کے پاس پہنچا، نواب گورنر نے خیمے کے دروازے تک استقبال کیا اور بڑی عزت و حرمت کے ساتھ شہزادے کو اپنے پہلوئے راست پر بٹھلایا۔ شہزادے نے بہ زبانِ پنجابی خیر و عافیتِ مزاج پوچھی تو نواب گورنر شہزادے کے حسنِ کلام سے بہت خوش ہوا اور اُسے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ بعد ادا ہو جانے ان رسوماتِ ضروری کے ۲۶ اکتوبر[۱] کی تاریخ ملاقات دونوں والیانِ سلطنت کی قرار پائی۔

جب ایک روز ملاقات میں رہ گیا تو سخن چین و رخنہ انداز اہلِ فساد لوگوں نے مہاراجہ کے دل میں یہ شک ڈال دیا کہ انگریز ضرور مہاراجہ کے ساتھ بدعہدی کریں گے۔ اب جو مہاراجہ اپنی حد سے گزر کر ان کی حد میں ملنے جائے گا تو کچھ عجب نہیں کہ مہاراجہ کو نظر بند کر لیں، پھر نہ آنے دیں۔ مہاراجہ سے یہ کمال نادانی ہوئی کہ اپنی دارالسلطنت سے چل کر انگریزوں کے گھر ملنے آیا ہے۔ ملاقات کا ہونا بہ مقام امرتسر بہت مناسب تھا۔ اگر گورنر جنرل بہادر کو امرتسر چلنا منظور ہو تو مہاراجہ وہاں جا کر اس سے ملے ورنہ ملاقات موقوف رکھے۔ ان باتوں کے سننے سے مہاراجہ کے دل میں کمال وسواس پیدا ہو گیا اور طبیعت یک قلم ملاقات سے نفرت کر گئی۔

جب یہ خبر نواب گورنر جنرل بہادر کو ہوئی تو مسٹر الارڈ صاحب کو، جو مہاراجہ کی فوج میں جنرل تھا، اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تم یہ وسوسہ مہاراجہ کے دل سے دور کردو۔ چنانچہ اس نے مہاراجہ کی خدمت میں آ کر مہاراجہ کی کمال تسلی کی اور کہا کہ آپ ہرگز اندیشہ نہ کریں۔ انگریز کی قوم

۱- اصل میں ''اکتوبر'' ہے۔

بد عہدی کبھی نہیں کرتی - اس کے کہنے سے مہاراجہ کی خاطر جمع ہوئی - پھر منجموں کو بلایا اور نجوم کی رو سے اپنی تسلی چاہی - نجومیوں اور جوتشیوں نے اپنے علم کی رو سے مہاراجہ کی بہ خوبی تسلی کی اور کہا کہ انگریز آپ کے دلی دوست ہیں ، کبھی بے وفائی نہ کریں گے - مگر بہ موجب حساب ستاری کے اتنا حیلہ کرنا چاہیے کہ مہاراجہ بہ وقت ملاقات کے دو سیب اپنے ہاتھ میں رکھے - جب نواب گورنر جنرل سے ملاقات ہو ، ان میں سے ایک سیب اس کو دے دیوے اور ایک آپ کھا لے -

جب بہرحال تسلی مہاراجہ کی انگریزوں کی طرف سے ہو گئی ، تو ۲۶ اکتوبر کو علی الصباح آٹھ سو سوار جو حسب اجازت نواب گورنر کے دریا کے پار ہمراہ جانے والے تھے ، بہرنوع آراستہ کیے گئے - لباس و وردیاں زرق برق ان کو پہنائی گئیں - پھر تمام سردار و اراکین دربار طرح طرح کے فاخرہ لباس اور قسم قسم کے زیور پہن کر مہاراجہ کی ہمراہی کے لیے تیار ہو گئے - مہاراجہ نے بھی شاہانہ لباس زیب تن کیا - پہلے وہ آٹھ سو سوار دریا کے پار اُتارا گیا - پھر مہاراجہ صاحب مع اراکینِ سلطنت بڑے فخر و اعزاز کے ساتھ فیلانِ کوہ پیکر پر سوار ہو کر قیام گاہ سے چلے - جب تمام سواری دریا سے اُتر گئی ، حکم مل گیا کہ اب اور کوئی شخص مہاراجہ کی فوج سے دریا سے نہ اُترے - دریا سے اُتر کر مہاراجہ سپاہ کی دو رویہ صف کے اندر سے آہستہ آہستہ فوج کی سلامی لیتا ہوا متوجہ خیمۂ گورنری ہوا -

جب متصل پہنچا ، لارڈ گورنر جنرل بہادر بہ سواریِ فیل کوہ تمثال استقبال کو آیا - جب ہاتھی کے ساتھ ہاتھی کھڑا ہوا ، مہاراجہ نے ایک سیب دونوں سیبوں میں سے ، جو اُس وقت موجود تھے ، نواب گورنر جنرل بہادر کو دیا[1] اور اس نے تعظیم کے ساتھ لے لیا - پھر ہاتھ میں ہاتھ ملا کر مزاج پرسی عمل میں آئی اور مہاراجہ اپنے ہودج سے اُٹھ کر نواب گورنر جنرل کے ہودج میں چلا گیا - گویا مہر و ماہ ایک برج میں جمع ہو گئے - جب سواری خیمے کے دروازے پر پہنچی ، دونوں فرماں فرما ہاتھی سے اُتر کر ٹھہرے ہوئے تو مہاراجہ نے حکم دیا کہ اعیانِ مملکت و اراکینِ سلطنت جو ہمراہ آئے ہیں ، پہلے خیمے میں جا کر کرسیوں پر بیٹھ جائیں - چنانچہ سب مصاحبانِ دربار مہاراجہ سے اول خیمے میں داخل ہو گئے اور سب کے بعد مہاراجہ اور نواب گورنر جنرل بہادر ہاتھ میں ہاتھ لیے

۱- اصل میں 'دریا' غلط -

ہوئے خیمے میں رونق افروز ہوئے اور طلائی مرصع کرسیوں پر اجلاس کیا - ایک طرف سینکڑوں افسر معزز انگریزوں کی کرسیوں کی قطار تھی اور دوسری طرف مہاراجہ کے وزرا و امراؤ و اراکین دربار اپنے اپنے مراتب پر معزز و سرفراز ہو کر کرسی نشیں تھے -

نواب گورنر جنرل بہادر نے بہ کمال شیریں زبانی مہاراجہ کی تشریف آوری اور تکلیف اُٹھانے کا شکریہ ادا کیا - مہاراجہ نے بھی اس کے جواب میں نہایت عاقلانہ تقریر کی اور آپس میں دونوں سلاطین نام دار کی نہایت گرم جوشی و اشتیاقِ دلی کے ساتھ ملاقات ہوئی -

بعد ادائے رسومِ محبت و اتحاد کے نواب گورنر جنرل بہادر نے دو گھوڑے نہایت عمدہ بچھیرے بابو گڑھ کے گلے کے اور ایک ہاتھی برہما [کذا] کے ملک کا اور اکاون کشتیاں ملبوسات و جواہرات و زیورات کی بھری ہوئی مہاراجہ کی خدمت میں بہ طور پیش کش و تحائف دوستانہ پیش کیے جو مہاراجہ نے بہ کمالِ خوشنودی قبول کیے -

من بعد رخصت عمل میں آئی اور نواب گورنر جنرل بہادر باہر تک مہاراجہ کے ہمراہ رخصت کے لیے آیا اور مہاراجہ کی سواری کے کوتل گھوڑوں کو، جو اس وقت ہمراہ تھے، دیکھ کر کمال خوش ہوا - پھر رخصت ہو کر اپنے خیمہ گاہ کو معاودت کی اور مہاراجہ اپنی قیام گاہ کو آیا -

دوسرے روز یہ بات قرار پائی کہ نواب گورنر جنرل بہادر مہاراجہ کے خیمے میں آئے اور دوسری ملاقات دونوں والیانِ ملک کی اقلیم پنجاب کی حد میں ہو - چنانچہ اس روز شام کے بعد شہزادہ شیر سنگھ مع چار اراکین دربار کے نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں گیا اور مہاراجہ کی طرف سے آرزو تشریف آوری کی نواب گورنر کے گوش گزار کی اور نواب گورنر نے منظور فرمائی - دوسرے روز علی الصباح دربار آراستہ ہوا اور بڑا ڈیرہ پشمینے کا کارچوبی ساختِ کشمیر کھڑا کر کے کرسیاں طلائی اس میں بچھائی گئیں اور دریا کے کنارے سے خیمہ گاہ تک دو رویہ فوج استادہ ہوئی - توپ خانہ سلامی کے لیے ایستادہ ہوا -

جب سامان جلوس کا بہ ہر نوع تیار ہو چکا تو شہزادہ کھڑک سنگھ اور شیر سنگھ دونوں نواب گورنر جنرل کی پیشوائی کے لیے دریا کے پار گئے - اس وقت تک نواب گورنر جنرل بھی سوار ہو چکے تھے اور سواری تیار ہو چکی تھی - گورنر جنرل کے ساتھ اس وقت بادشاہی رجمنٹ [کذا] لین باندھے ہوئے ہم رکاب

تھی اور کمال سج دھج سے انگریزی باجہ بجتا ہوا سواری چلی آتی تھی۔ دونوں شہزادے بھی سواری کے ساتھ ہو لیے۔

جب سواری دریا تک آئی، مہاراجہ رنجیت سنگھ وہاں استقبال کی خاطر آ پہنچا اور نواب گورنر جنرل اپنے ہاتھی سے اُتر کر مہاراجہ کے ہاتھی پر سوار ہوا۔ اس وقت تمام سکھی فوج نے جو دوطرفہ دریا کے کنارے سے خیمہ گاہ تک کھڑی تھی سلامی اُتاری اور توپوں کی آواز بلند آوازہ ہوئی۔ چنانچہ آہستہ آہستہ نواب گورنر جنرل بہادر مہاراجہ کی فوج بہ نظرِ امعان دیکھتا ہوا داخلِ خیمہ ہوا۔ دربار کا مقام نہایت سجا ہوا تھا۔ جا بہ جا کارچوبی شامیانے استادہ تھے۔ زردوزی قناتیں لگی ہوئی تھیں اور سنہری روپہری[1] کلابتونی پشمینے کا فرش بچھا ہوا تھا اور ایک طرف جڑاؤ چھپر کھٹ جگمگا رہا تھا۔ اور ان دونوں میں دو طرفہ جڑاؤ کرسیاں سنہری روپہری[2] بچھی ہوئی تھیں۔

گورنر جنرل بہادر جب داخلِ خیمہ ہوا تو مہاراجہ نے اس کو تخت پر بٹھلایا اور خود کرسیِ زر پر اجلاس کیا۔ اور بہ تجویز و صواب دید مسٹر وِیڈ صاحب بہادر ایجنٹ انگریزی کے مہاراجہ نے اپنے اراکینِ دربار کو حکم دیا کہ نواب گورنر جنرل بہادر کے روبرو نذریں پیش کریں۔ چنانچہ ہر ایک نے نذر کی اشرفیاں دکھلائیں جو ہاتھ لگا کر معاف کی گئیں۔ بعد فراغت اس کام کے آپس میں دونوں والیانِ ملک کے کلمات محبت آمیز نہایت شیریں کلامی کے ساتھ ہوتے رہے۔

بعد ازاں مہاراجہ نے حکم دیا کہ رقاصہ لوگ، جو ایک خیمے میں جمع ہیں، اپنے ساز لے کر حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ سب کے سب طائفے سلام کے لیے حاضر ہوگئے۔ چونکہ ان طوائف نے بھی بڑے بڑے فاخرہ لباس پہنے ہوئے تھے ان کے حاضر ہونے سے گویا مقامِ دربار پرستان ہوگیا۔ نواب گورنر کے حکم سے وہ لوگ بھی ایک طرف فرش پر بیٹھ گئے۔ بعد گفتگو و تقریر و مکالمۂ دوستانہ کے ایک سو ایک کشتی یعنی خوانِ ملبوسات و جواہرات اور طرح طرح تحائف کے بھرے ہوئے نواب گورنر کی خدمت میں پیش ہوئے اور چار گھوڑے مع زین طلائی اور دو ہاتھی کوہ پیکر مع ہودج طلائی پیش کش ہوئے، جو نواب گورنر جنرل بہادر نے کمال خوش ہو کر منظور فرمائے۔ اس اجلاس میں مہاراجہ نے سامان پیش قیمت تحائف کا نواب گورنر جنرل بہادر سے تعداد اور قیمت میں دوچنداں دیا اور اظہار اپنی اولوالعزمی اور دولت مندی کا کیا۔

۱، ۲- موجودہ املا 'روپہلی'۔

تیسرے روز مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نواب گورنر جنرل کی ضیافت کی تیاری کی اور ہزاروں طرح کے کھانے لذیذ پکوائے اور طرح طرح کی انگوری شراب موجود کی اور سامان جشن کا اپنے اور اپنے مہمان کے رتبے کے موافق مہیا کیا۔ لاہور و امرتسر و ملتان کے رقاصہ و طوائف اور گانے والے لوگ مجلس میں حاضر کیے۔ تمام دن سامانِ جشن کے تیار ہونے میں گزر گیا۔ جب شام ہوئی تو راجہ گلاب سنگھ و جمعدار خوشحال سنگھ و سردار ہری سنگھ نلوہ کو[1] نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں جا کر اس کو ہمراہ لے آئے۔

جب نواب گورنر نزدیک پہنچا، مہاراجہ استقبال کر کے اس کو خیمہ گہ میں لے آیا اور تختِ مرصع پر بٹھلایا۔ جس قدر لیڈیاں اور صاحبانِ انگریز نواب گورنر کے ہمراہ تھے، سب کو با عزت و حرمت سنہری و روپہری[2] کرسیوں پر جگہ دی اور رقص و سرود شروع ہوا۔ دو گھنٹے تک اول راگ اور ناچ ہوتا رہا، پھر کھانا کھلایا گیا اور دور شراب کا شروع ہوا۔

مہاراجہ نے سب سے اول ایک شراب کا پیالہ نواب گورنر جنرل کو اپنے ہاتھ سے بھر کر دیا، جو اس نے نہایت تعظیم کے ساتھ پیا۔ پھر نواب گورنر جنرل نے مہاراجہ کو جام بھر کر دیا اور اُس نے نوش کیا۔ پھر تو عام دور شراب کا چلا اور سب اہلِ محفل بے تکلف ہوکر بے نوشی میں مصروف ہوئے۔ جب خوب سرور حاصل ہوا، نواب گورنر جنرل بہادر نے انگریزی باجہ بجنے کا حکم دیا۔ وہ باجہ، باجہ نوازوں نے اس لطف سے بجایا کہ تمام اہلِ محفل واہ واہ پکار اُٹھے۔ جب آدھی رات اس عیش و عشرت میں گزر گئی، نواب گورنر بہادر نے رخصت کی درخواست کی، اور مہاراجہ نے بہت سے تحائف قیمتی پیش کیے اور ایک خلعت گراں بہا مع فیل و ہودج زرنگار اپنی طرف سے نواب گورنر جنرل بہادر کو دیا اور رخصت کیا۔

چوتھے روز نواب گورنر جنرل بہادر نے مہاراجہ کی ضیافت کی تیاری کی اور تمام روز تیاری میں مصروف رہا۔ شام کے وقت سکرٹر صاحب بہادر، مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التماس کی کہ مہاراجہ اپنے اراکینِ دربار کے ساتھ رونق افزائے خیمۂ گورنری ہوں۔ چنانچہ مہاراجہ اپنے اراکینِ دربار کے ہمراہ بڑے کرّ و فر کے ساتھ ہاتھیوں پر سوار ہوکر دریا سے اُترا۔ عین راہ میں

۱- 'کو' زائد ہے۔

۲- ''روپہلی'' موجودہ املا ہے۔

نواب گورنر جنرل بہادر بھی استقبال کے لیے آ پہنچا اور دونوں حکم کمال عزت و احتشام کے ساتھ داخلِ خیمہ ہوئے۔

اس وقت شاہی خیمہ نہایت آراستہ و پیراستہ تھا۔ سینکڑوں لیڈیاں ماہ پیکر بزار عزت و احتشام کے ساتھ کرسیوں پر جلوہ افروز تھیں۔ مہاراجہ نے وہاں بھی جا کر ایک مرصّع کرسی پر اجلاس کیا۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے بعد گفتگو مزاج پرسی کی۔ باجہ نوازوں کو حکم دیا کہ باجہ بجائیں۔ چنانچہ نہایت لطف سے گوروں نے باجہ بجایا اور اہلِ محفل محظوظ ہوئے۔ پھر سب نے کھانا تناول کیا اور دورہ (کذا) شراب کا شروع ہوا۔ جب تمام اہلِ محفل نیم مست ہوگئے تو لیڈیانِ پری پیکر نے ناچ شروع کیا اور آدھی رات تک ہنگامۂ عیش و عشرت گرم رکھا۔ نصف شب تک یہ مجلس قائم رہی، پھر رخصت کی ٹھہری اور نواب گورنر جنرل بہادر نے بڑے قیمتی تحائف مہاراجہ کو دے کر رخصت کیا۔ اس مجلس میں جا کر مہاراجہ رنجیت سنگھ بہت خوش ہوا اور صاحبانِ انگریز کی بے تکلفی اور مہمان نوازی پر کمال رضامندی ظاہر کی۔

پانچویں روز مہاراجہ فوج انگریزی کی قواعد دیکھنے پر مستعد ہوا اور سردار ہری سنگھ نلوہ کو حکم دیا کہ نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں حاضر ہوکر اس امر کی اطلاع دیوے کہ مہاراجہ انگریزی فوج کی قواعد دیکھنے کو تشریف لاتا ہے۔ جب سردار مذکور، نواب گورنر کے پاس گیا اور اطلاع پہنچائی، فی‌الفور نواب گورنر سوار ہوکر فوج میں آیا اور فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ اتنے میں خبر پہنچی کہ مہاراجہ بھی اپنے خیمہ گاہ سے سوار ہوکر دریا تک آ پہنچا ہے۔ اسی وقت نواب گورنر پیشوائی کو گیا اور مہاراجہ کو ساتھ لے کر فوج میں آیا۔ پہلے توپ خانے کی جنگی قواعد شروع ہوئی اور توپوں کی آواز گنبدِ گردونِ گرداں تک پہنچی۔ پھر پلٹن کی قواعد ہوئی۔ پھر سواری کی فوج نے اپنے ہنر و فن دکھلائے۔ مہاراجہ وہ قواعد دیکھ کر کمال خوش ہوا۔ پھر صاحبان انگریز ہر ایک فوج کے افسر میدان میں آئے اور اچھے اچھے کرتب دکھلائے۔

پھر مہاراجہ کے اراکینِ دربار امتحان کے لیے میدان میں آئے۔ سب سے اول دھیان سنگھ نے اچھے اچھے گولے توپ کے نشانے پر لگائے۔ بعد ازاں راجہ سوچیت سنگھ و راجہ گلاب سنگھ و سردار ہری سنگھ نلوہ و جرنیل الٰہی بخش و جرنیل ونتورہ صاحب و جنرل الارڈ صاحب وغیرہ نے ایسے مردانہ کام میدان

میں کیے کہ صاحبان انگریز حیران رہ گئے ، کیونکہ ان کو امید تھی کہ مہاراجہ کے عمائدِ سلطنت جنگی کام سے بالکل بے بہرہ ہوں گے ۔

جب سب کے سب اپنے اپنے ہنر و فن دکھلا چکے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ خود میدان میں آیا اور ایک برنجی لوٹا[1] میدان میں رکھ کر گھوڑے کو جولان دیا اور تین مرتبہ تلوار کی نوک سے لوٹے کو خط کش کیا ۔ غرض اس روز مہاراجہ رنجیت سنگھ کی شجاعت اور اس کے مصاحبوں کی جواں مردی صاحبان انگریز کے دل پر کالنقش فی الحجر ہو گئی اور مہاراجہ نے نہایت خوش و خرم ہو کر اپنے خیمے کی طرف معاودت کی ۔

چھٹے روز یہ تجویز قرار پائی کہ نواب گورنر جنرل بہادر ، مہاراجہ کی فوج کی قواعد دیکھنے کے لیے تشریف لائے ۔ علی الصباح مہاراجہ نے تمام فوج کے نام احکام جاری کیے کہ آراستہ ہو کر قواعد پر مستعد ہوں ۔ جب فوج آراستہ ہو چکی تو شہزادہ کھڑک سنگھ و شہزادہ شیر سنگھ و راجہ گلاب سنگھ نواب گورنر جنرل کی پیشوائی کو مامور ہوئے ۔ جب نواب گورنر جنرل رونق افروز لبِ دریا ہوا تو مہاراجہ نے خود استقبال کیا اور نواب گورنر جنرل کو فوج میں قواعد دکھلائی ۔ اس وقت بھی فوج سواری و پیادہ اور توپ خانے کے گولہ اندازوں نے ایسے ایسے ہنر و کرتب دکھلائے کہ نواب گورنر جنرل بہادر کمال محظوظ ہوا اور سب کی نسبت کلماتِ تحسین و آفرین زبان پر لایا ۔

اسی روز شام کے وقت مجلس الوداع کی منعقد ہوئی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے تمام اراکینِ دربار کے ساتھ ایوانِ گورنری میں تشریف لے گیا ۔ بعد شوقیہ گفتگو کے از سرِ نو وثائق محبت و اتحاد کے دونوں سرکاروں کی طرف سے لکھے گئے اور مواہیر و دستخط دونوں والیانِ ملک کے اس پر ہوئے ۔ رخصت کے وقت نواب گورنر جنرل بہادر نے دو عمدہ توپیں ، جن کے گھوڑے بھی نہایت اچھے تھے ، مہاراجہ کو دیں ۔

برخاست کے وقت مہاراجہ نے سکرتر صاحب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ امیرانِ سندھ جیسا کہ چاہیے اطاعت نہیں کرتے ۔ ان سے معاملہ یک سو کرنا مناسب ہے ۔ اگر سرکار انگریزی کو یہ منظور ہو کہ اس ملک کو وہ فتح کریں تو ہم بھی امداد کے لیے حاضر ہیں اور اگر سرکار انگریزی کا خیال اس طرف نہیں ہے تو ہم کو اجازت ہو جائے کہ ہم اس تمام ولایت کو سر کر کے اپنے

۱۔ اصل متن میں املا 'لوٹہ' ہے ۔

علاقے کے شامل کر لیں ۔ چونکہ انگریزوں کو خود فتح کرنا اس ملک کا منظور تھا کچھ جواب نہ دیا ۔ دوسرے روز دونوں والیان اپنی اپنی فرودگاہ سے اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہوگئے ۔

ماہ مگھر کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کپور تھلہ کے راستے لاہور میں داخل ہوا ۔ تب مہاراجہ کو اس بات کی خبر پہنچی کہ نواب گورنر جنرل بہادر نے سندھ کے ملک کو فتح کرنے کے لیے کرنیل ٹونیچر صاحب بہادر کو ایک شائستہ فوج کے ساتھ روانہ کر دیا ہے ۔

آغاز ۱۸۸۹ بکرمی میں دیوان دینا ناتھ ملکی دیوان نے عریضہ گزرانا کہ صادق محمد خاں والیِ ڈیرہ غازی خاں نے دو سال سے زرِ خراج داخل نہیں کیا ۔ اس کی تجویز معقول ہونی چاہیے ۔ چنانچہ جنرل ونتورہ صاحب کو حکم ہوا کہ اپنی پلٹنیں اور توپ خانہ لے کر ڈیرہ غازی خاں کو جائے اور دو لاکھ روپیہ وصول کرے ۔ وہاں سے فراغت پا کر بھاولپور کو جائے اور چار لاکھ روپیہ نواب سے لے کر بھیج دیوے ۔ چنانچہ جنرل ونتورہ صاحب لاہور سے پہلے غازی خاں کے ڈیرے کو گیا ۔ صادق خاں سے روپیہ بہم نہ پہنچا ، اس واسطے جرنیل ونتورہ نے وہ ملک ضبط کرکے چھ لاکھ روپے کا مال نقد و جنس قرق کیا اور لاہور کو بھیج دیا ۔ پھر بھاولپور میں پہنچا ۔ چونکہ نواب بھاولپور کا صاحبانِ انگریز کی خدمت میں درخواست اطاعت و حمایت کی گزران چکا تھا ، بہ انتظار احکام انگریزی کے پندرہ روز تک لیت و لعل کرتا رہا ۔ جب جرنیل ونتورہ نے اس کو کمال تنگ کیا تو ایک لاکھ روپیہ ادا کیا اور باقی ماندہ کے لیے دو ماہ کا وعدہ کیا ۔ بعد فراغت اس کام کے جرلیل ونتورہ صاحب نے مہاراجہ کی خدمت میں لکھا کہ شہر شکارپور سندھ اس مقام سے بہت قریب ہے ۔ اگر اجازت ہو تو وہاں جا کر اپنا قبضہ کر لوں ۔ چونکہ انگریزی فوج اس وقت سندھ کی طرف مامور ہو چکی تھی ، مہاراجہ نے بہ لظر اتحاد سرکار عالیین کے اس بات کی اجازت نہ دی اور وہ بہادر اپنی فوج لے کر لاہور چلا آیا ۔

انھی ایام میں پے در پے شکایتیں ناظمِ کشمیر کی مہاراجہ کے گوش گزار ہوئیں ۔ اس واسطے شہ زادہ شیر سنگھ کشمیر کا ناظم مقرر ہو کر کشمیر کو روانہ ہوا اور شہزادہ کھڑک سنگھ چنیوٹ کی طرف بھیجا گیا کہ زمینداران اس نواح سے جو متمرد ہو رہے ہیں زرِ مالیہ وصول کرے ۔ اور سردار ہری سنگھ نلوہ کے نام حکم جاری ہوا کہ راولپنڈی اور اٹک کی طرف جا کر افغانانِ سرکش کا انتظام کرے ۔

پھر انھی ایام میں یہ خبر آئی کہ ایک انگریز سیاح سکندر برلس نام مع پنڈت موتی لال دہلوی کے بہ ارادۂ سیاحت ملک خراسان اور ایران کے نیروز پور میں آیا ہے ، مگر سکھانِ فوج اکالیہ نے جو گزر پر مامور ہیں اس کو دریا سے اُترنے نہیں دیا ۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ نے جمعدار خوش حال سنگھ کو اس طرف مامور کیا کہ بہ حفاظتِ تمام سیاح مذکور کو لاہور لے آوے ۔ چنانکہ جمعدار خوش حال سنگھ دریائے ستلج تک جا کر صاحب کو ساتھ لے آیا ۔ مہاراجہ نے اس کی بڑی خاطر کی اور وہ صاحب چند روز رہ کر خراسان کو روانہ ہوا ۔

پھر سر کلارڈ ویڈ صاحب بہادر واسطے گفتگو معاملۂ کابل اور انتظام راستہ دریائے سندھ کے لودھیانہ سے لاہور میں آیا اور اظہار کیا کہ اگر مہاراجہ اجازت دیں تو کشتیاں اسباب تجارت کی دریائے سندھ کے راستے پشاور و کابل کو جایا کریں ۔ چونکہ پہلے بھی بسبب اس بات کے کہ انگریزی فوج بہ سر کردگی مالئجر صاحب بہادر کے علاقۂ سندھ کی طرف بے اطلاع مہاراجہ کے مامور ہوئی تھی ، مہاراجہ انگریزوں کی طرف سے کشیدہ خاطر تھا ۔ اب ویڈ صاحب بہادر کی اس درخواست سے کہ مہاراجہ اسبابِ تجارت کے لے جانے کے لیے دریائے سندھ سے راستہ دے ، مہاراجہ زیادہ تر ناراض ہوگیا اور مراسلہ شکایتی نواب گورنر جنرل بہادر کو لکھا ۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے یہ تحریر کیا کہ اگر مہاراجہ ماموریِ فوج جالبِ سندھ سے ناراض ہے تو واپس طلب کر لے جائیں گے[1] [کذا] ۔ اور جو ویڈ صاحب درباب اجرائے راستہ دریائے سندھ کی درخواست کرتا ہے اُس کا اجرا بھی اگر موجبِ کدورتِ مزاج مہاراجہ ہو تو موقوف رہے ۔

انھی ایام میں مقام شکار پور سندھ سے ایک خط شاہ شجاع الملک کا بدیں مضمون اسمی مہاراجہ رنجیت سنگھ آیا کہ آج کل شاہ روس نے کمال قوت حاصل کر لی ہے اور بہت سی سلطنتیں اس کی ترقی و افزائش و فتوحات سے پامال ہو گئی ہیں ، اب اس کا ارادہ ہے کہ خراسان کے علاقے پر بھی یورش کرے ۔ پس اگر اس نے خراسان کا علاقہ لے لیا تو پھر مہاراجہ اور صاحبان عالیشان کو نہایت دقت ہوگی ۔ اب اگر مہاراجہ میرا مددگار ہو تو میں خراسان کا ملک تسخیر کر لوں ۔ بعد پہنچنے اس خط کے مہاراجہ نے اصلیت اس حال کی دریافت کی تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت بیان شاہ شجاع کا درست ہے ، تو عندالجواب

۱۔ صحیح ''کر لی جائے گی'' ۔

شاہ کو امداد کا اُمیدوار کیا ، اور اجازت دی کہ شاہ شجاع خراسان پر اپنا قبضہ کر لے ، اور مہاراجہ کو ایک عہد نامہ لکھ دے کہ در صورت قابض ہو جانے مملکت خراسان کے شاہ کو نسبت علاقہ کشمیر و ملتان و پشاور و ڈیرہ‌جات کے کچھ دعویٰ نہ ہوگا ۔ چنانچہ شاہ شجاع نے وہ عہد نامہ بھی اپنی مہر سے لکھ کر بھیج دیا ۔ اور ایک عہد نامہ مہاراجہ کی طرف سے درباب اتحاد و یک جہتی شاہ شجاع کے تحریر ہو کر شاہ شجاع کے نام بھیجا گیا ، اور اس میں درج ہوا کہ جب شاہ شجاع سلطنت کابل پر قابض ہو جائے گا ، تو علاقہ کشمیر و ملتان و پشاور و ڈیرہ‌جات کا ملک خالصہ جی کا متصور ہوگا ۔ شکار پور سندھ وغیرہ علاقجات سے مہاراجہ کو غرض نہ ہوگی ۔

جب فیمابین شاہ شجاع اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سر رشتہ محبت و اتحاد کا انعقاد پا گیا تو وہاں کے وکیل ایک دوسرے کے دربار میں رہنے لگے ، اور تھوڑے عرصے میں شاہ نے بہ امداد ایران سندھ کے تیس ہزار فوج جمع کر لی اور مستعد ہوا کہ کابل اور قندھار پر یورش کرے ۔

ایک روز عرضی وکیل مہاراجہ کی ، جو شاہ کے دربار میں رہتا تھا ، اس مضمون سے آئی کہ شاہ شجاع نے سر دربار یہ بات کہی کہ بادشاہوں کا عہد نامہ طاقت سے متعلق ہے ۔ جب اسلام کا بادشاہ سریر آرائے سلطنت ہوگا تو یہ عہد نامہ بالائے طاق رکھ دیا جائے گا ۔ بلکہ الماس کوہ نور بھی سکھ حاکم سے چھین کر زیب بازوئے شاہ اسلام ہوگا ۔ اس بات کے سننے سے مہاراجہ کمال ناخوش ہوا اور خفیہ مراسلات بنام دوست محمد خاں امیر کابل اور امیران سندھ کے جاری کیے کہ شاہ شجاع تمھارے ملک چھین لینے کے لیے مستعد ہے ، تم کو خبردار رہنا چاہیے ۔ بلکہ سردار دوست محمد خاں کے خط میں تو یہ بات بھی درج کی کہ اگر تم شاہ شجاع کے ساتھ جنگ کرکے اس کی جمعیت کو پراگندہ کر دو گے تو بہ عوض اس خدمت کے زر نذرانہ جو پشاور کے علاقے سے ہم لیتے ہیں وہ تم کو معاف کر دیں گے ۔ علاقہ کشمیر سے بھی کچھ تحفہ جات سالانہ تمھارے واسطے مقرر ہو جائیں گے ۔

الغرض شاہ شجاع اپنی فوج جمع کرکے سندھ کے راستے قندھار کو گیا ۔ پُر دل خاں قلعدار قندھار نے جب اس کے آنے کی خبر سنی ، دوست محمد خاں کو اس نے کابل سے طلب کیا ۔ اگرچہ پہلے افغانی فوج شاہ شجاع اپنے ولی نعمت سے لڑنا مکروہ جانتی تھی مگر جب دوست محمد خاں نے یہ ظاہر کیا کہ شاہ انگریزوں کی طرف سے اس واسطے اس طرف آیا ہے کہ یہ علاقہ فتح کرکے سب

کو عیسائی بنائے، اس صورت میں شاہ کے ساتھ لڑنا عین جہاد ہے اور یہ لڑائی دینِ اسلام کی حمایت میں داخل ہے ۔ ایسی ایسی تقریریں جب افغانوں نے سنی [سنیں] تو اُن کو یقین آ گیا اور لڑنے کو تیار ہو گئے اور فریقین میں سخت لڑائی ہوئی ۔ ہزاروں آدمی قتل ہوئے ۔ آخر کار شاہ شجاع بدنصیب نے اس لڑائی میں شکست کھائی اور کل سامان جنگ و خزانہ وغیرہ ، جو شاہ نے بڑی مشکل سے بہم پہنچایا تھا ، دوست محمد خاں کی فوج لوٹ کر لے گئی اور شاہ بہ حالِ تباہ اس مہلکے سے خلاص پا کر گرتا پڑتا لودھیانہ میں پہنچا ۔ مہاراجہ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا ۔

انھی ایام میں شہزادہ کھڑک سنگھ سنگھر[1] کی طرف مامور ہوا کہ اسد خان مالکِ علاقۂ سنگھر[2] کو سرکار کا باج گزار بنائے ۔ اگر وہ بہ مقابلہ پیش آئے تو علاقہ اس کا اس سے چھین کر شامل ملک محروسہ کے کر لے ۔ جب شہزادہ فوج لے کر سنگھر[3] میں پہنچا تو وہ اپنے علاقے کو چھوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا ۔ اس ارادے پر کہ وہاں جا کر افاغنۂ کوہِ سلیمان کو اپنے ساتھ ملا کر مہاراجہ کی فوج پر یورش کرے ۔ چونکہ اس کی حرکات سے احتمال برپا ہونے بڑے فساد کا تھا ، اس واسطے اور فوج شہزادہ کھڑک سنگھ کی امداد کو مامور ہوئی ۔ اور دیوان ساون مل ناظم ملتان کے نام حکم لکھا گیا کہ من جملہ کل فوج متعینۂ ملتان کے تھوڑے آدمی قلعے کی حفاظت کے لیے اپنے پاس رکھ لے ، باقی کل فوج شہزادہ کھڑک سنگھ کی امداد کو روانہ کر دے ۔ شہزادہ کھڑک سنگھ نے صادق خاں کے بھاگ جانے کے بعد اس کے علاقے میں اپنا عمل و دخل کر لیا اور وہ تمام علاقہ ایک لاکھ پچاس ہزار روپے کے عوض میں جرنیل ونتورہ صاحب کو دے دیا ۔ دو گھوڑے علاوہ اس کے سالانہ اس کے ذمے دینے قرار پائے ۔

ابتدائے سنہ ۱۸۹۰ بکرمی میں پادری الف صاحب سیاح لاہور میں آیا ۔ مہاراجہ نے اس کی بڑی عزت کی اور اس کی ضیافت کا سامان روزمرہ سرکار سے ملتا رہا ۔ اس کی باتیں اکثر اوقات مہاراجہ بڑی توجہ سے سنتا تھا ۔ ایک روز اس نے مہاراجہ کے روبرو یہ دعویٰ پیش کیا کہ ۱۸۶۳ عیسوی میں حضرت عیسیٰ مسیح بہ وجودِ عنصری ظاہر ہوں گے ۔ شاہانِ نامدار و تاج دارانِ ذوی الاقتدار اس کی اطاعت کریں گے ۔ تمام زمانے کی بیعت ان کے ہاتھ پر ہوگی ۔

---

۱ ، ۲ ، ۳ ۔ دیکھیے عمدۃ التواریخ ، دفتر سوم حصہ اول صفحات ۲۳ - ۲۴ وغیرہ ۔

مہاراجہ نے جواب دیا کہ تعین وقت اور زمانہ ایسے امور میں کہ نہ کوئی اہل کرامت کر سکتا ہے اور نہ اہل نجوم ، یہ تقریر پایۂ صدق سے خالی ہے -

ماہ جیٹھ میں مہاراجہ نے اپنے ملک کا دورہ شروع کیا - لاہور سے کوچ کر کے وزیر آباد میں آیا - وہاں سے مہاور و بھیر پور کی طرف ہوتا ہوا رہتاس میں پہنچا - اس مقام پر سر کلاڈ[1] [کذا] ویڈ صاحب ایجنٹ گورنر بہادر مہاراجہ کے پاس آیا اور شامل مہاراجہ کے پنڈ دادنخان اور ڈیرہ اسماعیل خاں کے سفر میں رہا - مہاراجہ نے اس سفر میں بہ اتفاق صاحب کے بہت سا شکار کھیلا اور ہنگامۂ عیش و عشرت گرم رکھا اور صاحب کے ساتھ ایسی محبت ہوئی کہ مہاراجہ نے اس کو فرزندِ دل بند کے خطاب سے مخاطب کیا -

ستائیسویں ماہ مگھر کو مہاراجہ لاہور میں داخل ہوا - سر کلاڈ [کذا] ویڈ صاحب کا آنا مہاراجہ کی خدمت میں صرف اس واسطے تھا کہ دریائے سندھ کے راستے سوداگرانِ انگریزی کی آمدورفت جاری ہو جائے - چنانچہ مہاراجہ نے یہ بات منظور کر لی اور ایک دستور العمل اس باب میں لکھا گیا - سترھویں ماہ پوس کو ویڈ صاحب لودھیانہ کو روانہ ہو گیا - اسی مہینے میں اسد خان سنگھر والا کہ اپنے علاقے سے بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا تھا ، معرفت جرنیل ونتورہ صاحب کے حاضر ہوا - مہاراجہ نے بہ موجب سفارش جرنیل ونتورہ کے تیرہ ہزار روپے کی جاگیر من جملہ اس کے علاقے کے اس کو عطا کی اور خلعت دے کر رخصت کیا -

اسی سال جرنیل الارڈ صاحب ملازم نے مہاراجہ سے ارادہ ولایت جانے کا کیا - مہاراجہ نے اس کو رخصت عنایت کی اور پانچ ہزار روپیہ نقد اور پچیس ہزار روپے کا پشمینہ اس کو توشہ خانے سے عطا کیا - علاوہ اس کے پانچ ہزار روپیہ راستے کا خرچ دے کر اس کو ممنون و مشکور کیا -

ماہ پھاگن میں عریضۂ اخبار نویس بھاول پور سے مہاراجہ کو خبر پہنچی کہ علاقہ نواب بہاولپور کا مہاراجہ کی حکومت سے نکل گیا - نواب والیِ بہاول پور نے اپنا عریضہ نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں گزران کر درخواست کی کہ آئندہ سرکار انگریزی مجھ کو اپنی زیر حفاظت و حمایت رکھے اور سرکار لاہور سے میرا تعلق بہ کلی چھڑا لے - خراج سالانہ جو قرار پائے ، مجھ سے سرکار انگریزی لے لیا کرے - چنانچہ یہ درخواست اس کی منظور ہوئی اور

۱- 'کلارڈ' صحیح -

سر کلارڈ ویڈ صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر حسب الحکم لارڈ گورنر کے بہاول پور میں آیا اور اقرار نامہ نواب سے در باب اطاعت سرکار انگریزی کے لکھایا - یہ خبر سن کر مہاراجہ متحیر ہوا کیونکہ اس کو صاحبان انگریز کی دوستی پر یہ توقع نہ تھی - اگرچہ وہ ریاست مثل ریاست فرید کوٹ و نابھہ و پٹیالہ وغیرہ کے مہاراجہ کی حدود کے باہر تھی مگر رئیس بہاول پور کا مدت مدید سے خراج گزار سرکار لاہور کا تھا -

دو روز کے بعد ایک خط ویڈ صاحب بہادر ایجنٹ انگریزی کا بدیں مضمون پہنچا کہ رئیس بہاول پور نے اپنی مرضی سے اطاعت سرکار انگریزی کی قبول کی ہے اور نواب گورنر جنرل بہادر نے اس کی درخواست منظور فرما کر اس کو سرکار انگریزی کی حمایت میں لیا ہے - آئندہ مہاراجہ رنجیت سنگھ والیِ لاہور بہ نظر اتحاد سرکار انگریز بہادر کے اس ریاست کو اپنی مزاحمت سے بری تصور فرمائے گا اور مطالبہ کسی طرح نذرانہ یا خراج کا رئیسِ مذکور سے غیر واجب سمجھے گا - یہ خط سن کر اگرچہ مہاراجہ نے دل میں بہت پیچ و تاب کھایا مگر مناسب نہ سمجھا کہ صاحبان انگریز کا مخالف ذرا سی بات میں ہو -

چونکہ شہزادہ شیر سنگھ سے بسبب عیش و عشرت کے انتظام خطۂ کشمیر نہ ہو سکا اور اس کے کارداروں سے وہ ملک ایسا خستہ حال ہوا ، کہ دیوان موتی رام اور کرپا رام کے عہد میں آٹھ ہزار دوکانیں شال باف لوگوں کی سری نگر میں جاری تھیں ، شہزادے کے عہد میں کل ایک ہزار پچاس دوکانیں باقی رہ گئیں اور سب کے دیوالے نکل گئے اور دوکانیں اُجڑ گئیں - مہاراجہ نے یہ حال سن کر شہزادہ شیر سنگھ کو عہدۂ نظامت سے معزول کرکے جمعدار خوش حال سنگھ کو اس خدمت پر مقرر کرکے بھیج دیا - مگر جمعدار خوش حال سنگھ نے کشمیر پہنچ کر وہ انتظام کیا کہ تمام خطہ کشمیر کا اُجڑ گیا - تمام کارخانہ داروں کو باندھ کر اس نے لوٹ لیا - شہر سری نگر کی رعایا ، جن کو گھر سے نکلنا اور مر جانا برابر تھا ، گھروں کو چھوڑ کر بھاگ نکلی - ہزاروں آدمی ننگے بھوکے کشمیری لاہور و امرت سر وغیرہ آبادیوں میں کشمیر سے نکل کر آ گئے ، اور گلی گلی اور کوچے کوچے بے تعداد دریوزہ گری کرتے پھرتے تھے - ہر بازار میں برائے خدا کی آواز سنائی دیتی تھی - سینکڑوں بھوکوں کے مارے گلیوں اور بازاروں میں مرے پڑے نظر آتے تھے اور اہلِ محلہ کو ان کے مردوں کو اُٹھانا اور دفنانا مشکل پڑ جاتا تھا - اب تک جو کشمیری لاہور و امرت سر و لودھیانہ و نور پور وغیرہ شہروں میں پائے جاتے ہیں اسی وقت کے آئے ہوئے ہیں -

جمعدار خوش حال سنگھ نے کشمیر کو جا کر ایسے غضب کی آگ بھڑکائی کہ اس نے گاؤں کے گاؤں اور قصبوں کے قصبے لوٹ لیے ، جس طرح کوئی کسی دشمن کے ملک کو لوٹ لیتا ہے ۔ خدا بخش کوتوال جو کشمیریوں کے روزمرہ مرنے کی رپورٹ مہاراجہ کی خدمت میں صرف شہر لاہور کے اندر کی کرتا تھا تو دو سو ڈھائی سو روز سے کم تعداد نہیں ہوتی تھی اور مہاراجہ یہ سن کر کمال حسرت میں آتا تھا ۔ غرض اس آفت میں مبتلا ہو کر کشمیریوں کی وہ حالت ہوئی کہ کبھی کسی تاریخ میں ایسا ذکر درج نہیں ہے کہ بادشاہ کے ناظم نے اپنے ملک کی رعیت کو لوٹ کر جلا وطن کر دیا ہو ۔ لاہور میں اس وقت جب مہاراجہ کی سواری باہر نکلتی تو سینکڑوں کشمیری سروپا برہنہ مہاراجہ کی سواری کے چاروں طرف برائے خدا برائے خدا کرتے ہوئے چلے جاتے تھے ۔ سینکڑوں من آٹا روزمرہ ان کو تقسیم کیا جاتا تھا ۔

جب کشمیر جنت نظیر کی رعیت ایسی دوزخ میں گرفتار ہوئی اور تمام علاقہ اُجڑ گیا تو مہاراجہ نے کمال غضب میں آ کر جمعدار خوش حال سنگھ کو کشمیر کی نظامت سے برخاست کیا اور جواب دہی کے واسطے حضور میں بلایا ۔ جرنیل مہیان سنگھ کو اس کی جگہ مامور کرکے جس قدر کشمیری جمع ہو سکے ، جمع کرکے اور راستے کا خرچ دے کر جرنیل مہیان سنگھ کے ساتھ بھیجے کہ اپنے وطن جا کر آباد ہوں ۔ یہ خبر پا کر ہزاروں کشمیری واپس چلے گئے اور ہزاروں جو بالکل برباد ہو کر آئے تھے ، جا بجا کلکتہ و بمبئی و امرت سر و لاہور وغیرہ میں رہ گئے ۔

جب جرنیل مہیان سنگھ کشمیر میں گیا ، اس نے اپنے حسن تدبیر سے دوبارہ رعیت کو آباد کیا اور عوض آباد ہونے کے ایک ایک سال کا خراج زمینداروں کو معاف کر دیا ، اور تاجروں و اہلِ حرفہ کو بھی محصول میں بہت تخفیف دی ، اور سب کارخانے پھر جاری کرا دیے اور علاقے میں صورت آبادی کی نمودار ہوئی ۔

جمعدار خوش حال سنگھ جب لاہور میں آیا ، مہاراجہ اس پر سخت ناراض ہوا اور ایک ماہ تک دربار میں حاضر ہونے کی ممانعت کی ۔ بعد ایک ماہ کے راجہ دھیان سنگھ اور راجہ گلاب سنگھ کی سفارش سے تقصیر معاف ہوئی اور حکم ہوا کہ جمعدار خوش حال سنگھ اور راجہ گلاب سنگھ دونوں ڈیرہ اسماعیل خان میں جائیں اور نواب شہنواز خاں سے وہ علاقہ لے لیں ، اور علاقہ بنوں و ٹانک اس کے عوض میں نواب مذکور کو دے کر اس کا عمل

دخل کرا دیں -

اس سال میں مہاراجہ بہت بیمار ہو گیا اور ہزارہا روپیہ خیرات میں غربا و فقرا کو بانٹا گیا - ابھی مہاراجہ کچھ بیمار ہی تھا کہ جشن دسہرے کا آ پہنچا - مہاراجہ نے اسی بیماری کی حالت میں اجلاس کیا اور نذریں لے کر خلعتیں بخشیں اور بڑا جشن کیا -

دسہرہ کے بعد پشاور سے خبر آئی کہ افغانان یوسف زئی نے کمال فساد برپا کیا ہے اور سرکاری رعیت کو بہت تنگ کر رکھا ہے - یہ خبر سن کر مہاراجہ نے سردار ہری سنگھ نلوہ کو ایک قاہرہ فوج کے ساتھ ادھر کو روانہ کیا اور تاکید کی کہ مفسدوں کی ایسی سرکوبی کرے کہ آئندہ سر اُٹھانے کے لائق نہ رہیں - چنانچہ وہ جوان مرد یوسف زئیوں میں گیا اور سخت سزا زمینداران مفسد کو دی -

چونکہ اب تک علاقہ پشاور کا انتظام جیسا کہ چاہیے عمل میں نہیں آیا تھا ، بلکہ اہالیانِ سلطنت کابل کے قبضے میں ہی وہ علاقہ رہا ، اور مہاراجہ اُن سے خراجِ سالانہ وصول کرتا رہا - ہر چند کہ مہاراجہ نے بارہا فوج کشی کی اور اٹک پار کا بہت سا ملک شامل خالصہ کے کر لیا ، مگر شہر پشاور مع علاقہ ملحقہ کے بہ عوض نذرانۂ سالانہ کے وزیر کابل کے خاندان کو مسلّم و برقرار رکھا - سردار سلطان محمد خاں حاکم حال نے ڈیڑھ برس تک ایک خرمہرہ خراج پشاور کا مہاراجہ کے خزانے میں داخل نہ کیا - اور پہلے بھی کبھی بغیر فوج کشی کے خراج پشاور سے وصول نہ ہوا تھا - اس واسطے مہاراجہ نے مناسب تصور کیا کہ پشاور کا علاقہ خاندانِ افغانی سے لے لیا جائے -

چنانچہ کنور لونہال سنگھ اپنے نوجوان پوتے کو پشاور کی حکومت پر مامور کیا اور ایک پروانہ سردار ہری سنگھ نلوہ کے نام جاری کیا کہ علاقہ یوسف زئیاں سے فوج لے کر پشاور آ جائے اور بہ نیابت کنور نونہال سنگھ کام کرے - سردار سلطان محمد خاں کو بے دخل کر کے پشاور پر اپنا قبضہ کر لے - لاہور سے بھی جنرل ونتورہ صاحب مع اس کی پلٹنوں اور توپ خانے کے پشاور کو بھیجا گیا - ماہ چیت ۱۸۹۱ بکرمی میں یہ تمام فوجیں پشاور میں جمع ہو گئیں - چونکہ کرنیل کرت صاحب فرنگی بھی مع اپنی فوج کے اس سفر میں کنور لونہال سنگھ کے ہمراہ تھا ، سب سے اول یہ دریائے اٹک سے اُترا اور جاتے ہی قلعۂ بالا حصار پر بہ آسانی قبضہ کر لیا - کنور نونہال سنگھ کے انتظام سے کوئی بے انتظامی ہونے نہ پائی ورنہ بہ وقت پہنچنے فوج کے گاؤں کے گاؤں

لٹ جاتے تھے اور رعیت قتل و غارت ہو جاتی تھی ۔

چونکہ مہاراجہ کو یقین کامل تھا کہ قابضانِ پشاور کبھی بے جنگ و جدل شہر اپنے قبضے سے نہ چھوڑیں گے اس واسطے پے در پے فوج لاہور سے پشاور کو روانہ ہوتی گئی ۔ کنور کشمیرا سنگھ کو ایک رجمنٹ اور دو پلٹنیں اور توپ خانہ دے کر اٹک کو روانہ کیا ۔ پھر سردار تیج سنگھ کو اس کی کمپو کے ساتھ پشاور کو مامور کیا اور یہ سب افسر بہ کوچ متواتر پشاور میں جمع ہو گئے ۔ پھر بھی اطمینان نہ ہوا اور مہاراجہ نے خود بھی پشاور جانے کا ارادہ مستحکم کیا اور لاہور سے چل کر بہ مقام رہتاس پہنچا اور راجہ گلاب سنگھ کو حکم دیا کہ سرکار سے اول بہ کوچ بلغر پشاور جا پہنچے ۔

ابھی مہاراجہ رہتاس ہی میں تھا کہ خبر آ گئی کہ کنور نونہال سنگھ نے اپنا قبضہ بے جنگ و جدل پشاور پر کر لیا اور سردار سلطان محمد خاں نے اطاعت منظور کر کے شہر شہزادے کے حوالے کر دیا ۔ مہاراجہ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور ایک ماہ تک بہ مقام رہتاس سیر و شکار میں مصروف رہا ۔ غرض اس قیام سے یہ تھی کہ ہرچند سردار سلطان محمد خاں نے شہر کی حکومت شہزادے کو دے دی ہے ، تاہم سردار دوست محمد خاں وغیرہ اس کے بھائی بندوں کو یہ امر ناگوار گزرے گا اور وہ ضرور فساد برپا کریں گے ۔

چناں چہ ایک خط سردار دوست محمد خاں کا اسمی کنور نونہال سنگھ بدیں مضمون آیا کہ شہر پشاور کابل کا درہ شمار کیا جاتا ہے اور ہمیشہ سے ماتحت سلطنتِ کابل کے رہا ہے ۔ اب بھی اگر مہاراجہ رنجیت سنگھ یہ شہر مجھ کو دے دیں تو ایک لاکھ روپیہ نذرانہ اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ خراج پشاور کے علاقے کا مہاراجہ کے خزانے میں داخل ہوتا رہے گا ، اور اگر یہ درخواست منظور نہ ہوگی تو میں بے شمار غازی جمع کر کے مہاراجہ سے جنگ کروں گا ۔

شہزادہ نونہال سنگھ نے وہ خط بجنسہٖ مہاراجہ کے پاس بھیج دیا ۔ اور سردار دوست محمد خاں کی طرف جواب لکھا کہ میں حسب الحکم مہاراجہ کے پشاور میں آ کر قابض ہوا ہوں ۔ آپ نے جو لکھنا ہو مہاراج کی خدمت میں لکھو ۔ بعد پہنچنے اس خط کے مہاراجہ کو یہ بھی خبر پہنچی کہ سردار دوست محمد خاں اپنی فوج لے کر کابل سے جلال آباد آ گیا ہے ۔ اب وہ بہ کوچِ متواتر پشاور کو آئے گا ۔

یہ خبر سنتے ہی مہاراجہ نے رہتاس سے پشاور کو کوچ کیا اور چھبیسویں ماہ بیساکھ ۱۸۹۲ بکرمی میں بہ مقام چمکنی جا اُترا ۔ افغانی فوج بھی درۂ خیبر

سے نکل کر میدان میں خیمہ زن ہوئی اور ایسی جلدی کی کہ اُسی روز اول پانچ چھ ہزار مسلمانی فوج کا دستہ مصر سکھوراج کی فوج کے روبرو جو دریائے باڑا کے کنارے اُترے ہوئے تھے ، آ کر مقابل ہوا ۔ دوپہر سے شام تک مقابلہ رہا ۔ اس میدان میں افغان غالب رہے اور سکھ مغلوب ۔ اس واسطے کہ سکھی فوج کو مہاراجہ کی طرف سے ابھی لڑائی کا حکم نہیں پہنچا تھا ۔ اس واسطے اس لڑائی میں اپنا بچاؤ کرتے رہے اور کھل کر نہ لڑے ۔ شام کو افغان اپنے ڈیرے کو واپس چلے گئے ۔

۷ ماہ بیساکھ کو مہاراجہ نے مقام چمکنی سے کوچ کر کے شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور کنور نونہال سنگھ بہ رسم استقبال خدمت میں حاضر ہوا ۔ مہاراجہ نے کمال شوق سے اس نونہالِ بوستانِ سلطنت کو اپنے زانو پر بٹھلایا ۔ اسی جگہ سردار سلطان محمد خاں بھی حاضر ہوا ۔ مہاراجہ اس پر کمال ناراض ہوا اور حاضری کا حکم نہ دیا ۔ کنور نونہال نے اس کی سفارش اور تعریف کی اور کہا کہ سردار سلطان محمد خاں نے برخلاف مرضی اپنے حقیقی بھائی سردار دوست محمد خاں کے شہر پشاور پر ہمارا قبضہ کرا دیا ہے ۔ اس بات پر اس کا بھائی اس کا جانی دشمن بن گیا ہے ۔ اب اگر مہاراجہ بھی اس کی پرورش نہ کریں گے تو یہ بے چارہ کہاں جائے گا ، اس کی پرورش بہرحال واجب ہے ۔

مہاراجہ کو یہ تقریر کنور نونہال سنگھ کی نہایت پسند آئی اور سردار سلطان محمد خاں کو روبرو آنے کی اجازت دی ۔ من بعد راجہ گلاب سنگھ کو حکم دیا کہ سردار دوست محمد خاں سے ڈیڑھ دو کوس پر خیمہ زن ہو ، اور دوسرے روز فقیر عزیز الدین کو دوست محمد خاں کے پاس اس واسطے بھیجا کہ وہ سردار دوست محمد خاں کو سمجھا کر لڑائی سے باز رکھے ۔ چنانچہ فقیر عزیز الدین سفیر بن کر سردار دوست محمد خاں کے پاس گیا ، اور اس کو سمجھایا کہ آج ملک و مال و دولت و لشکر وغیرہ بادشاہی سامان مہاراجہ رنجیت سنگھ کو خدا نے دیا ہوا ہے ، کوئی شخص پنجاب میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ نہیں معلوم آپ جیسے دانا و لئیق ایسے زبردست کے مقابل کس واسطے ہوتے ہیں جس پر فتح یاب ہونے کی اُمید نہیں ۔ اس وقت مہاراجہ بے شمار فوج اور توپ خانے کے ساتھ آپ کے مقابلے پر اُترا ہوا ہے ، اور فوج بھی مستعد لڑنے پر ہے مگر مہاراجہ نہیں چاہتا جو خون ریزی ہو اور بندگانِ خدا قتل ہوں ، اس واسطے مجھ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ کی خدمت میں ان تمام مراتب کا انکشاف کردوں ۔

یہ تقریر فقیر عزیز الدین کی سن کر سردار دوست محمد خاں کمال غضب میں آیا اور فقیر عزیز الدین کو نظر بند کر لیا، مگر دل میں ایسا ڈرا کہ اس وقت لڑنا اس نے مناسب نہ جانا، کیونکہ ملکیہ فوج اس وقت اس کی ہمراہی میں نہ تھی۔ شام کے بعد پھر سردار دوست محمد خاں نے فقیر کو روبرو بلایا اور کہا کہ تم اتنا کام کر سکتے ہو کہ مہاراجہ پشاور ہم کو دے دیوے اور زر خراج لے لیا کرے۔ فقیر نے جواب دیا کہ اگر آپ لڑائی و فساد کو رفع کر کے دوستانہ ملاقات مہاراجہ سے کر کے اپنی زبانی اُن کو کہیں تو مہاراجہ بے شک آپ کا کہنا مان لے گا۔ بعد اس تقریر کے سردار دوست محمد خاں نے فوج کو واپسی کا حکم دیا۔ چنانچہ سب فوج درے میں چلی گئی۔ جب سردار دوست محمد خاں سوار ہوا تو فقیر عزیز الدین کو چھوڑ دیا۔

جب[1] فقیر مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دوست محمد خاں کے بھاگ جانے کی خبر دی، یہ خبر سن کر مہاراجہ نے بہت افسوس کیا اور راجہ گلاب سنگھ کو حکم دیا کہ فی الفور اپنی فوج کے ساتھ دشمن کا تعاقب کرے۔ چنانچہ وہ پہلوان فوراً سوار ہو گیا اور آدھی رات تک اندھیری رات میں دشمن کو ڈھونڈ کر چلا آیا۔ کہیں سردار دوست محمد خاں کا سراغ نہ ملا۔

بعد اس انتظام کے مہاراجہ نے علاقہ کوہاٹ کا سردار سلطان محمد خاں کو جاگیر میں دیا جو تین لاکھ روپے کی مالیت و آمدنی کا علاقہ تھا۔ اور کنور لونہال سنگھ کو بہ سبب اس کی خرد سالی اور کم عمری کے پشاور میں رکھنا مناسب نہ جانا۔ اس کو لاہور کی روانگی کا حکم دیا اور پشاور کا یہ انتظام کیا کہ مالی معاملہ پشاور کا راجہ گلاب سنگھ کو سپرد کیا اور فوجی و جنگی انتظام تحت حکم صاحبان فرانسیسی کے رکھا۔ مگر جرنیل ونتورہ صاحب نے پشاور میں رہنے سے انکار کیا اور بے انتہا عذرات پیش کیے۔

چونکہ مہاراجہ کو یہ بات بدل منظور تھی کہ جرنیل ونتورہ صاحب ہی پشاور میں رہے، بہ بہانہ سیر و شکار کے پشاور سے سوار ہوا اور سب کو پشاور میں چھوڑ کر چمکنی کو چلا گیا۔ وہاں آ کر فوج ہمراہی بھی وہاں طلب کر لی اور لاہور کو روانہ ہوا۔ جب تین منزل پشاور سے مہاراجہ پہنچ گیا، راجہ گلاب سنگھ پشاور میں بہ عارضۂ فالج بیمار ہو گیا، اس واسطے راجہ گلاب سنگھ پشاور سے طلب کر لیا گیا اور جرنیل اویطویلہ صاحب فرانسیسی فوجِ ماموره

۱۔ 'جب' زائد ہے۔

کا افسر پشاور میں قرار پایا اور پہلی تاریخ ماہ اساڑھ کی مہاراجہ لاہور میں داخل ہوا ، اور کنور لونہال سنگھ کی ہوشیاری و کارگزاری سے خوش ہو کر ایک لاکھ روپے کی جاگیر اس کو مرحمت کی ۔

اسی سال کے ماہ بھادوں میں مہاراجہ خود بھی بہ مرض فالج بیمار ہو گیا اور زبان بند ہو گئی ۔ لاہور کے معالج بہ دل و جان معالجے میں مصروف ہوئے ۔ نواب گورنر جنرل بہادر کے حکم سے بھی ایک انگریز ڈاکٹر مہاراجہ کے معالجے کے لیے لاہور میں آیا ۔ اگرچہ مہاراجہ نے اس کو اپنے معالجے میں دخل نہ دیا مگر اس کی مہمان داری و خاطر داری حد سے زیادہ کی ۔ پندرہ روز تک زبان بند رہی ، پھر صحت کے آثار نمودار ہوئے ، زبان بھی کھل گئی ۔ اسی حالت میں جشن دسہرے کا آ پہنچا ۔ مہاراجہ نے خود اجلاس نہ کیا ۔ راجہ دھیان سنگھ وزیر نے چالدی کے بنگلے میں اجلاس کرکے نذریں لیں اور خلعتیں دیں ۔

ماہ اسوج سنہ مذکور رانی فیروز پور کی حاکمہ مر گئی اور انگریزوں نے اس کے ملک کو ضبط کرکے ایک چھاونی کی بنا ڈالی ۔ یہ چھاونی اس خیال سے قائم ہوئی کہ مہم کابل کے واسطے یہاں فوج جمع رہے ۔ اگرچہ یہ امر خلاف شرط عہد نامہ کے تھا اور مہاراجہ کے اراکین دربار نے اس باب میں بہت سی گفتگو بھی کی لیکن مہاراجہ بہ نظر محبت و اتحاد کے خاموش ہو رہا ۔ اور بہ دربار عام زبان گوہر افشاں سے فرمایا کہ معاملۂ اتحاد میں ایسی باتیں ہو جائیں تو مضائقہ نہیں مگر تمام پنجاب میں یہ شہرہ ہو گیا تھا کہ انگریزوں نے پنجاب کے فتح کرنے کے لیے فیروز پور میں فوج جمع کی ہے ۔

اسی سال میں مہاراجہ نے داغ دینے کی رسم جاری کی اور حکم دیا کہ سرکاری گھوڑوں اور اونٹوں کے لیے ایک ایک آہنی آلہ مقرر ہو جو ہر ایک پر لگایا جائے اور اراکین دربار اپنے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں اور بیلوں کے داغ الگ الگ مقرر کریں ۔ چنانچہ فی الفور تعمیل ہوئی اور ہر ایک رجمنٹ سرکاری کے گھوڑوں پر داغ لگائے گئے ۔

سال ۱۸۹۳ بکرمی کے ماہ چیت میں پہاڑ سے خبر آئی کہ وزیر زورآور سنگھ مصاحب راجہ گلاب سنگھ نے تبت اور لداخ کے ملک میں بہت سی فتوحات حاصل کی ہیں ۔ اس کی خدمت سے مہاراجہ بہت خوش ہوا اور اس کو خلعت دینے کے لیے روبرو طلب کیا ۔ جب حاضر ہوا تو بہت سے تحائف پوستینیں وغیرہ اس نے پیش کش کیے ۔ مہاراجہ نے اس کو ایک گراں بہا خلعت بخشا اور تحسین اور آفریں کی ۔ اس نے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو چین کی سلطنت پر

یورش کرکے مہاراجہ کی حکومت نواحِ چین تک قائم کر دوں - یہ بات سن کر مہاراجہ ہنسا اور کہا کہ ہم کو تم لوگوں کی ہمت و جواں مردی پر یہ ہی اُمید ہے - جب موقع اس بات کا آئے گا ، اُس طرف بھی قدم بڑھایا جائے گا - چنانچہ بعد حصولِ خلعت وہ لداخ کی طرف چلا گیا -

انھی ایام میں جرنیل اویطوبلہ صاحب نے بہ سبب کبر سنی اور ضعیفی کے نوکری سے استعفا دیا - یہ شخص بڑا مدبّر اور جابر سردار تھا اور افغانانِ پشاور اس سے خوف کرتے تھے -

سردار ہری سنگھ نلوہ نے اس سال میں سردار پائندہ خاں بارک زئی کے ساتھ بہت لڑائیاں لڑیں اور چند بار اُس کو شکست دی اور اس کی طاقت کو توڑ دیا اور علاقہ بنوں اور ٹانک کے افغان لوگ مستعد جہاد کے ہو کر قریب چار ہزار آدمی کے جمع ہو گئے - اس طرف کنور نونہال سنگھ کی ماموری عمل میں آئی - جب فوج وہاں گئی ، تھوڑی سی لڑائی میں زمیندار متفرق ہو گئے - اسی سال میں سردار فتح سنگھ آہلووالیہ بیمار ہو کر مر گیا - اس کا بیٹا سردار نہال سنگھ جا نشین ہوا - مہاراجہ نے اس سے نذرانہ جا نشینی کا طلب کیا - چنانچہ اس نے ادا کیا اور خلعت حاصل کی -

چونکہ جرنیل ونتورہ صاحب نے پشاور کے علاقے میں خدمات لائق انجام دی تھیں ، مہاراجہ اس پر بہت خوش ہوا اور خطاب "سطیع الحکم وفادار حق گزار جرنیل ونتورہ'' کا اس کو دے کر گراں بہا خلعت دیا -

اسی سال میں کنور نونہال سنگھ کی شادی ہوئی اور مہاراجہ کو منظور ہوا کہ یہ شادی ایسی دھوم دھام سے کی جائے کہ زمانے میں قیامت تک تذکرہ اُس کا باقی رہے - چنانچہ اس شادی کی بہت تیاری ہوئی اور سرہنری فین صاحب بہادر کمانڈر انچیف و سپہ سالار ہند جو اس وقت بہ مقام فیروز پور تھا ، اس شادی میں بلایا گیا - اور سر کلارڈ ویڈ صاحب بہادر ایجنٹ انگریزی لودھیانہ سے آیا - جب سپہ سالار بہادر کی آمد آمد ہوئی ، بڑے بڑے امرائے عظیم الشان اُس کی پیشوائی کو مامور ہوئے - اور جس روز سے کہ لارڈ صاحب نے سکھی سلطنت کے علاقے میں قدم رکھا ، اُس روز تک کہ پھر انگریزی علاقے میں بعد فراغ کارِ شادی کے گیا ، کل صرف ہاتھی و گھوڑوں و لشکر کا روزمرہ مہاراجہ کی سرکار سے اس کو ملتا رہا -

علاوہ اس کے تمام راجے و جاگیردار و سردار علاقہ پنجاب کے اس شادی میں بلائے گئے - راجگانِ نابھہ و پٹیالہ و جیند و فرید کوٹ و نواب مالیر کوٹلہ

و سردار نرائن گڑھ و کلسیا و کپور تھلہ و نواب منکیرہ و سنگھر وغیرہ بڑے بڑے رئیس اس شادی میں شامل ہوئے - پہاڑی راجہ منڈی و سکیت و چنبہ وغیرہ بھی بلائے گئے - قریب پانچ لاکھ آدمی کے مہمان اس شادی میں جمع ہو گئے اور ان سب لوگوں کو رسد روزمرہ مہاراجہ کی سرکار سے ملتی رہی - اس شادی کا تمام سامان امرت سر میں ہوا اور امرت سر سے بڑی دھوم دھام سے برات چڑھی - سب مہمان ہاتھیوں پر سوار ہوئے - مہاراجہ نے بڑے بڑے راجاؤں اور سرداروں خصوصاً افسرانِ انگریزی کے ہاتھیوں پر دو دو ہزار روپیہ نقد اور پانچ پانچ سو روپے کی ہتکیاں نقرئی رکھوا دیں اور اجازت دی کہ کھلے ہاتھوں سے نثار کریں اور یہ روپیہ غریب محتاج آدمیوں پر بکھیریں - چنانچہ اسی طرح لاکھہا روپیہ تصدق ہوتا ہوا ، برات لڑکی والے کے گھر قصبہ فتح گڑھ میں پہنچی -

دوسرے روز مہاراجہ نے خود سوار ہو کر انبوہ غربا و فقرا کو عین میدان میں روپیہ بکھیرا اور سواروں کو حکم دیا کہ انبوہ مساکین کو چاروں طرف سے ایسا محاصرہ کریں کہ کوئی جانے نہ پائے - چار دروازے اس مقامِ باڑہ کے مقرر ہوئے اور فی نفر دو روپے اور چار روپے اور پانچ روپے حسبِ حیثیت جس کو دیے جاتے تھے ، اس کو باڑے سے نکال دیتے تھے - اس انتظام سے کسی آدمی کا نقصان نہ ہوا ورنہ بہت آدمی سواریوں کے نیچے دب کر مر جاتے - اس روز بائیس لاکھ روپیہ محتاجوں کو تقسیم ہوا اور سامان و خرچ روشنی و آتش بازی وغیرہ کا بھی اسی طرح پر قیاس کر لینا چاہیے کہ کس قدر ہوگا -

اگرچہ اس شادی میں مہاراجہ کا بے شمار روپیہ صرف ہو گیا مگر آمدنی تنبول کی بھی خرچ سے کم نہ ہوئی تھی - سپہ سالار ہند نے پندرہ ہزار روپے ، راجہ دھیان سنگھ نے ایک لاکھ پچیس ہزار روپے ، راجہ گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ و مصر روپ لعل وغیرہ ایک سو ارکان نے اکیاون اکیاون ہزار روپے دیے - غرض تخمینہ تنبول کا قریب پچاس لاکھ روپے کے تھا کہ ہر ایک سردار و جاگیردار و رئیس خرد و کلاں نے اپنی اپنی حیثیت سے زیادہ اپنی بڑائی و عزت کے لیے تنبول دیا تھا - اور جو مہاراجہ نے تمام فوج سوار و پیادہ و توپ خانہ کی ایک ماہ کی تنخواہ تنبول میں وضع کر لی تھی ، وہ اس رقم کے علاوہ تھی -

اس شادی میں ہر ایک سپاہی و سوار کو شیرینی دی گئی اور ایک ایک مندیل زردوزی بھی عنایت ہوئی - افسروں کو بڑی بڑی خلعتیں بیش قیمت

بخشی گئیں اور سرداروں و مصاحبوں کو ان کی عزت کے مطابق خلعت دی گئی۔ مہمانوں کو بھی بعد انجام شادی کے عطایات بے غایات سے ایسا خوش کیا گیا کہ وہ خوش ہو کر اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہوئے۔

جب شادی ہو چکی تو مہاراجہ سپہ سالار بہادر کو ہمراہ لے کر لاہور آیا اور باغ شالامار میں سپہ سالار کی دعوت علیحدہ شادی کی دعوت سے کی، اور تمام باغ میں اس قدر روشنی کرائی کہ رات کا دن کر دیا۔ ہر ایک درخت کے ساتھ پچاس پچاس ہنڈیا جن میں چراغ جلتے تھے، لٹکائی۔ تمام دیواروں کو روشنی سے سرخ کردیا۔ تمام رات آتش بازی چھٹتی رہی۔ تین رات برابر یکساں جشن کا ہنگامہ گرم رہا۔ دور دور سے رقاصہ لوگوں کے طائفے بلائے اور سپہ سالار صاحب کو اپنی خدمات سے خوش کیا۔ اس جشن کے دیکھنے والے جو اب تک موجود بھی ہیں، کہتے ہیں کہ ایسا جشن پہلے کبھی ہم نے نہیں دیکھا تھا۔ زاں بعد بھی آج تک نہیں دیکھا، جیسا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سپہ سالار صاحب کی خاطر شالامار باغ میں کیا تھا۔

بعد اختتام جشن کے سپہ سالار صاحب کی لیڈی صاحب نے آرزو کی کہ ہم مہاراجہ کے دولت خانے میں جا کر مہارانیوں سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ مہاراجہ نے بہ خوشی اجازت دی اور زنانہ محفل کی قلعے کے اندر تیاریاں ہوئیں۔ لیڈی صاحبہ کو بھی رات کے موقع پر بلایا گیا اور تمام قلعے میں ایسی روشنی ہوئی کہ قلعہ نور علی نور ہو گیا۔ مشمن برج کے اندر سے مرد نکال دیے گئے اور مہارانی لکائین والدۂ شہزادہ کھڑک سنگھ نے مع اور رانیوں اور بے شمار کنیزکوں کے مشمن برج کے دروازہ تک استقبال کیا اور بڑی عزت سے مشمن برج میں لے جا کر بٹھلایا۔ اور آپس میں کمال التفات سے گفتگوئیں کیں اور لیڈی صاحبہ کو بہت سا زیور مرصع پیش کش کیا اور خلعت پہنا کر رخصت کیا۔

جب اس ملاقات سے بھی فراغت ہو گئی تو سپہ سالار صاحب نے رخصت طلب کی اور مہاراجہ نے بڑی عزت و احترام سے اس کو رخصت کیا۔ رخصت کے وقت سپہ سالار نے مہاراجہ کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم مہاراجہ کی تواضع اور احسان کے بہت ممنون ہیں۔ اور ہم کیا بلکہ عموم سیّاح و خصوص سیّاحان فرنگ مہاراجہ کی مسافر پروری و مہمان نوازی کے شکر گزار ہو کر دل و جان سے مہاراجہ کے احسانوں کو یاد کرتے ہیں۔ مہاراجہ نے جواب دیا کہ یہ آپ صاحبوں کی عین مہربانی ہے کہ آپ اپنا کام ہرج کرکے میری التجا کو قبول فرماتے ہیں اور میری شادی و غمی میں شامل ہو کر

بچہ کو عزت و افتخار بخشتے ہیں ۔ بعد ترخیص راجہ گلاب سنگھ کو سپہ سالار صاحب کے ہمراہ لبِ دریائے ستلج تک مامور کیا اور وہ اس کو دریا تک پہنچا کر واپس آیا ۔

جن دنوں میں کہ مہاراجہ باغ شالامار کے جلسے میں مصروف تھا ، سردار ہری سنگھ نلوہ کی عرضی بدیں مضمون پشاور سے آئی تھی کہ امیر دوست محمد خاں بہ ارادۂ جہاد ملکیہ کو جمع کر رہا ہے ۔ تمام افغانستان میں اس نے اشتہار دے دیا ہے کہ اب امیر مسلمان دینِ اسلام کی خاطر سکھوں سے لڑتا ہے ۔ جس کو اس ثواب میں شامل ہونا ہے ہو جائے ۔ چنانچہ صدہا آدمی اس کے پاس جمع بھی ہو گئے ہیں ۔ چونکہ مہاراجہ اس وقت سپہ سالار صاحب کی مہمان داری میں رکا ہوا تھا ، تجویز روانگی فوج کی پشاور کی طرف عمل میں نہ آئی ۔ کیونکہ مہاراجہ کا یہ بھی ارادہ تھا کہ خود بھی پشاور کو جائے گا ۔ سپہ سالار صاحب کی رخصت کے بعد دوسری تحریر پشاور کے اخبار نویس کی ملاحظے سے گزری کہ حاجی خاں کاکڑ ایک افسر فوج افغانی دس ہزار فوج ملکیہ وغیرہ کے ساتھ درۂ خیبر سے نکل کر جمرود کے قلعے کے پاس فروکش ہوا ۔ یہ خبر سن کر ہری سنگھ نلوہ سرکاری فوج کے ساتھ اس سے معرکہ آرا ہوا جس سے کمال نقصان افغانوں کا ہوا اور بہت سے مارے گئے ۔ دوسرے روز لڑائی سردار کی افغانوں سے ہوئی جس میں اُنھوں نے شکست فاش کھائی اور پسپا ہو گئے ۔ اس خبر کے سنتے ہی مہاراجہ نے فوج کو پشاور کی روانگی کا حکم دیا اور خود بھی بڑے بڑے سرداروں کے ساتھ پشاور کی طرف کوچ کیا ۔

جب بڑی تیزی و تندی کے ساتھ سواری گجرات میں پہنچی تو پشاور سے یہ خبر وحشت اثر گوش زد ہوئی کہ بعد شکست پانے حاجی خاں کاکڑ کے دوست محمد خاں کی بہت بڑی فوج زیرِ حکم حیدر خاں و اکبر خاں اس کے بیٹوں کے درۂ خیبر سے نکلی اور قلعۂ جمرود کو گھیر لیا ۔ قلعے میں مہان سنگھ نام سردار ہری سنگھ نلوہ کا متبنّیٰ بیٹا ایک تھوڑی سی فوج کے ساتھ قلعداری کا کام کرتا تھا ، مگر حتی الامکان وہ پٹھانوں کے ساتھ لڑتا رہا ۔ افغانوں نے بہت اچھی اچھی جگہ پر مورچے لگائے اور قلعے پر آگ برسائی جس سے خالصہ کی فوج تنگ آئی ۔ علاوہ اس کے قلعے میں پانی کی ایسی کمی ہوئی کہ لوگ پیاس سے مرنے لگے اور ایک طرف کی دیوار قلعے کی بھی گر گئی ۔ اس طرف قلعے کی ساری فوج حفاظت کرتی تھی کہ دشمن قلعے میں نہ آ جائیں مگر افغانوں کو ہرگز جرأت نہ پڑی کہ قلعے پر حملہ کرتے ۔ صرف ایک مرتبہ افغانوں کا حملہ

قلعے پر ہوا جس میں قلعے کی فوج نے بڑی جواں مردی سے حملہ ان کا روکا ، اور اپنی بندوقیں و توپیں ایک ہی دفعہ دشمن پر سرکیں جس میں پالسو پٹھان ایک ہی مرتبہ قتل ہوا اور پٹھان پیچھے کو ہٹ گئے ۔

اس واقعے سے جب سردار ہری سنگھ نلوہ کو پشاور میں خبر پہنچی ، بہ انتظار امداد لاہور کے ایک ہفتے تک قلعے والوں کی امداد کو نہ پہنچ سکا ۔ جب بالکل ناامید ہو گیا تو فوج موجودۂ پشاور کو جمع کر کے بڑی تیزی و تندی کے ساتھ افغانوں پر حملہ آور ہوا ۔ دو گھنٹے تک سخت لڑائی ہوئی ۔ بعد ازاں سکھ آگے بڑھنے لگے اور افغانوں کا پاؤں اکھڑنے لگا ۔ آخر افغان بھاگ نکلے اور سردار ہری سنگھ نے ان کا تعاقب کیا اور یہاں تک پیچھا کیا کہ علی مسجد کے پاس دشمنوں کو جا لیا ۔ اس وقت شام کا وقت تھا اور سورج غروب ہو چکا تھا ، تاریکی چھا گئی تھی ۔ سکھوں کو دیکھ کر افغان بے اختیار بھاگے اور تمام اسباب و سامان ڈیرے کا وہیں چھوڑا ۔ سکھ حسب العادت اس اسباب کی غارت پر پڑ گئے اور سردار ہری سنگھ دو چار خاص نوکروں کے ساتھ میدان میں کھڑا رہ گیا ۔

بھاگتے ہوئے افغانوں نے جب دیکھا کہ فوج اب غارت میں مصروف ہو گئی ہے تو وہ پیچھے کو لوٹے ۔ پہلے سردار ہری سنگھ پر حملہ کیا ۔ پہلی ہی مرتبہ سردار ہری سنگھ کی چھاتی میں گولی لگی اور سخت زخمی ہو کر گرا ۔ پھر دشمن سکھوں کی طرف مشغول ہوئے اور ان کو اپنے ڈیرے سے باہر نکال دیا ۔ جب سکھ اس مقام پر پہنچے ، جہاں سردار ہری سنگھ مجروح ہوا تھا تو سردار کو وہاں سے ہاتھی پر ڈال کر قلعۂ جمرود میں لے آئے ۔ قلعے میں آتے ہی سردار ہری سنگھ مر گیا اور قریب تھا کہ وہاں کا انتظام بگڑ جائے مگر مہان سنگھ قلعہ دار جمرود نے اپنی کمال عقل مندی سے یہ راز فاش نہ کیا اور خفیہ سردار کی نعش جلا دی اور لوگوں سے ظاہر کرتا رہا کہ سردار زخمی ہیں ۔ ایسے نازک وقت میں کہ قریب قریب کوئی مددگار نظر نہیں آتا تھا اس ہوشیار قلعدار نے ایسی تدبیریں کیں کہ دوبارہ افغان درۂ خیبر سے باہر نہ نکلے اور نہ آیندہ اُمید ان کے نکلنے کی ہے ۔

یہ خبر جب مہاراجہ نے سنی حیرت میں آیا ۔ اگرچہ پہلے بھی فوج بہ سمت پشاور روانہ ہو چکی تھی مگر اس وقت بہت گھبراہٹ کا وقت تھا ۔ ایک تو ایسا بڑا بہادر سردار مارا گیا ، دوسرے پشاور میں کوئی اور سردار ناظم الملک اولو العزم نہ تھا ۔ اور مہاراجہ کو یہ خیال تھا کہ ایسا نہ ہو اس وقت دشمن

خیبر سے نکل کر پشاور لے لیں اور محنت کی کمائی ضائع ہو جائے۔ اس واسطے فوج کو نہایت تیز حکم پشاور کے جانے کا دیا اور راجہ دھیان سنگھ و راجہ گلاب سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ کو فرمایا کہ ہمارے پہنچنے سے اول بہ کوچ یلغر پشاور جائیں۔

ایسے وقت میں کہ پشاور کا یہ حال تھا، فتح خان افغان مالک پنجھار نے بہ ارادۂ جہاد ملکیہ جمع کیا اور راجہ دھیان سنگھ کے سدِ راہ ہوا۔ راجہ دھیان سنگھ نے کمال سختی کے ساتھ اس پر حملہ کیا۔ تھوڑی سی لڑائی میں وہ ملکیہ راستے سے بھاگ گیا۔ راجہ دھیان سنگھ نے ان کا تعاقب کرکے قلعۂ گیلاس گڑھ کا محاصرہ کر لیا اور ان کو مطیع کرکے پشاور کو کوچ کیا۔ جب فوجِ متعینہ پشاور میں پہنچی پشاور والوں کو امان حاصل ہوئی اور قلعۂ جمرود کی فوج جو افغانوں کے خوف سے قلعے سے باہر نہیں نکلتی تھی، قلعے سے نکل کر آسودہ ہوئی۔ جنرل کرت صاحب درۂ خیبر کے اندر تک بڑھا ہوا چلا گیا۔ وہاں افغانوں کے ساتھ اس کا مقابلہ ہوا اور خوب لڑائی ہوئی۔ آخر افغان پہاڑوں میں گھس گئے۔ راجہ دھیان سنگھ نے بہ نظرِ انتظام و استحکام سرحد کے قلعۂ جمرود کے پاس ایک اور قلعے کی بنیاد رکھی اور نام اس کا فتح گڑھ رکھا۔

اس وقت مہاراجہ نے انتظام پشاور کا جنرل اویطویلہ صاحب کے حوالے کیا۔ پہلے یہ لئیق افسر پشاور کا حاکم رہا تھا، لیکن اس نے اس خدمت سے بدیں بیان استعفا دیا تھا کہ میں ایک سپاہی غریب الوطن پردیسی ہوں، مجھ کو ملکوں کی نظامت سے کیا سروکار ہے۔ مہاراجہ کی سرکار میں بڑے بڑے امیر جاگیردار و سردارانِ ذوی الاقتدار موجود ہیں، ان سے پشاور کا انتظام کرایا جائے۔ چنانچہ اس کا استعفا منظور ہوا۔ مگر اس کے جانے کے بعد انتظام پشاور کا ابتر ہو گیا۔ اس واسطے مہاراجہ نے پھر اب یہ خدمت اسی کے حوالے کی۔

پشاور سے راجہ گلاب سنگھ مفسدانِ قوم یوسف زئی کی سرکوبی کو مامور ہوا، کہ انھوں نے موقع وقت دیکھ کر بہت سی بے ادبیاں کیں تھیں اور نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ قلعہ شب قدر کا انھوں نے گھیر لیا تھا۔ راجہ گلاب سنگھ نے وہاں جا کر ان کی سرکوبی کی اور بہت سے گاؤں جلا دیے اور بہت سے آدمی قتل کر ڈالے۔

۱۷ ماہ ہاڑ کو مہاراجہ پشاور سے آ کر داخل لاہور ہوا اور خبر پہنچی کہ سردار نہال سنگھ آہلووالیہ آج کل سخت بلا میں گرفتار ہو گیا تھا کہ

امر سنگھ اس کے چھوٹے بھائی نے اس سے بگڑ کر چاہا تھا کہ سردار کو قتل کر ڈالے ، مگر سردار دیوان شیر علی کی کاردانی و لیاقت سے بچ رہا ۔ مہاراجہ نے یہ حال سن کر سردار نہال سنگھ کو بہ ذریعہ تحریر سمجھایا اور من جملہ علاقہ ریاست کے امر سنگھ کو جاگیر دلوادی ۔

انھی ایام میں کالو کاجی و جنرل کربیر سنگھ معتمدان مہاراجہ نیپال مع تحائف گراں قیمت بہ نظر استحکام رابطۂ محبت و اتحاد کے حاضر ہوئے ۔ مہاراجہ نے ان کی کمال خاطر کی اور چند روز اپنے پاس رکھ کر اپنی مہمان پروری و بندہ نوازی سے ان کو خوش کیا ۔ پھر تحائف عجیبہ دے کر رخصت کیا ۔

اسی سال کے ماہ بھادوں میں ملتان سے خبر آئی کہ ملتان کے نواح کے مسلمانوں نے بہ ارادۂ جہاد متصل موضع رجھان ایک مجمع کیا ہے ۔ سرگروہ ان کا مسمٰی بہرام خاں مزاری بنا ہے اور میر رستم خاں سندھی نے بھی کچھ زر نقد کی امداد ان کی کی ہے ۔ اب ان کا ارادہ ہے کہ ملتان پر یورش کریں ۔ یہ خبر پا کر مہاراجہ نے ایک پروانہ دیوان ساون مل ناظم ملتان کے نام جاری کیا کہ تم نے یہ مجمع اپنے علاقے میں جمع کیوں ہونے دیا ۔ اگر تم پہلے ہی سے اس کا بندوبست کرتے تو یہ لوگ اس قدر ہجوم نہ کر لیتے ۔ اب ہم تم کو اس میں ہرگز مدد نہ دیں گے ۔ تم خود جہادیوں کا انتظام کرو ۔ اس حکم کے پہنچتے ہی دیوان ساون مل توپ خانہ اور فوج لے کر جہادیوں پر حملہ آور ہوا اور تمام مجمع کو توپوں کے آگے دھر لیا ۔ بہت سے قتل کر ڈالے ، باقی ماندہ بھاگ گئے ۔ یہ خبر سن کر مہاراجہ بہت خوش ہوا اور پروانہ تحسین و آفرین کا دیوان ساون مل کے نام جاری کیا ۔

یہ دیوان ساون مل کھتری اکال گڑھ کا رہنے والا تھا ۔ مہاراجہ کے دربار میں اس نے بڑی آبرو پائی اور ناظم ملتان کا مقرر ہوا ۔ اس کی نظامت کے وقت رعایا ملتان کی کمال خوش تھی ، عدل و انصاف اس کا دور دور تک مشہور تھا بلکہ لوگوں نے اس کے انصاف کے گیت بنائے ہوئے تھے جو جا بہ جا گائے جاتے تھے ۔ مہاراجہ کا بھی کمال فرمان بردار ناظم تھا ۔ قسط معاملے کی وقت پر بھیج دیتا تھا ۔ اس کے وقت میں سوائے ایک شورش جہادیوں کے کبھی رعیت نے فساد نہیں کیا تھا ۔ چور و رہزن اس کے علاقے میں کم دست اندازی کرتے تھے کہ یہ چور کو سوائے موت کے اور کوئی سزا نہیں دیتا تھا ۔ مگر ایسے نیک نام ناظم کا بیٹا مول راج جو پہلے خود بھی اپنے باپ کی طرح نیک نام تھا ، ایسا بدنام مفسد بنا کہ اپنے مالک کا اس نے مقابلہ کیا اور کئی ماہ تک ملتان میں

لڑتا رہا ۔ آخر بہ سزائے اعمالِ ناشائستہ پہنچ کر مقید و جلا وطن ہوا اور جلا وطنی کی حالت میں مر گیا ۔

جانا مہاراجہ رنجیت سنگھ کا جموں کی طرف اور غسل کرنا پرمنڈل میں اور آنا میگھناٹن صاحب سفیر انگریزی کا واسطے اظہار گفتگو مہم کابل کے اور ملاقات کرنا مہاراجہ کا لارڈ آکلنڈ صاحب گورنر جنرل بہادر کے ساتھ بہ مقام فیروز پور و امرت سر و لاہور اور روانہ ہونا فوج خالصہ کا کابل کو اور بیمار ہونا مہاراجہ کا اور وفات پانا

سال سمت ۱۸۹۵ کے ماہ چیت میں مہاراجہ نے چاہا کہ اب کی سال کے روز بیساکھی میں بہ مقام پرمنڈل ، جو کوہ جموں کے علاقے میں ہے ، غسل کرے ۔ چنانچہ اراکینِ دربار کے ہم راہ پہلے لاہور سے وزیر آباد پہنچا اور ایک ہفتہ قیام کرکے داخل علاقہ جموں کے ہوا ۔ راجہ گلاب سنگھ اور دھیان سنگھ نے بہت خدمت مہاراجہ کی کی اور ضیافتیں پہنچائیں ۔ جب تک مہاراجہ جموں کے علاقے میں رہا ، ہر روز ضیافت راجگان جموں کے یہاں سے پہنچتی رہی ۔ یکم بیساکھ کو مہاراجہ نے پرمنڈل میں غسل کیا اور لاہور کو معاودت کی ۔

اس وقت خبر پہنچی کہ لارڈ آکلنڈ صاحب نیا گورنر جنرل ہند ہو کر بہ مقام شملہ رونق افروز ہوا ہے ۔ مہاراجہ نے مناسب جانا کہ گورنر جنرل جدید کی خدمت میں بھی تحائف بھیجے جائیں ۔ چناں چہ سردار اجیت سنگھ و کرم سنگھ بطورِ سفارت لارڈ گورنر بہادر کی خدمت میں بھیجے گئے اور بہت سے تحائف عجیبہ ان کے ہاتھ روانہ ہوئے ۔ جب سفیرانِ لاہور شملہ میں پہنچے تو سرکار انگریزی کی طرف سے ان کی بڑی خاطر ہوئی اور نواب گورنر جنرل بہادر نے ارشاد کیا کہ سرکارِ انگریز کی طرف سے بھی وکلائے معتمد مہاراجہ کی خدمت میں جائیں گے ۔ جب وہ واپس آئے تو جنرل معتبر سنگھ تھاپہ سپہ سالار فوج نیپال کا مہاراجہ نیپال سے رنجیدہ ہو کر پنجاب میں آیا ۔ مگر چوں کہ وہ بہت سی لڑائیاں صاحبانِ انگریز کے ساتھ لڑ چکا تھا اور آدمی بڑا دلیر و چالاک تھا ، بہ موجب ایما سرکار انگریزی کے مہاراجہ نے اس کو اپنے پاس رکھنا منظور نہ کیا ۔

ماہ جیٹھ میں مہاراجہ لاہور سے چل کر پہلے امرت سر میں پہنچا ، وہاں سے ڈیرہ بابا نانک کی طرف جا کر رسم پرستش کی ادا کی ، اور حکم دیا گہ

گنبد بابا نانک کے ڈیرے کا نیا تعمیر ہو - پتھر کی عمارت بنا کر گنبد کو سنہری کیا جائے - چنانچہ حسب الحکم عمارت شروع ہوئی -

وہاں سے بہ مقام دینا نگر جا کر خیمہ زن ہوا - اس مقام پر میگھناٹن صاحب بہادر سفیر انگریزی اور ویڈ صاحب بہادر ایجنٹ گورنر مع اور چھ کس افسران انگریزی کے مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے - مہاراجہ نے ان کی مہمان نوازی میں قرار واقعی توجہ کی - انھوں نے ظاہر کیا کہ سرکار انگریزی کو بہ منظوری درخواست شاہ شجاع الملک کے یہ منظور ہے کہ شاہ کی حمایت و امداد میں کابل پر فوج کشی کی جائے اور خاندان وزرائے کابل کو بے دخل کرکے شاہ شجاع کو کہ حقدار اور وارث تخت کابل کا ہے ، یہ سلطنت سپرد کی جائے - مگر یہ امر اس حالت میں بہ وقوع آ سکتا ہے کہ مہاراجہ بھی اس کام میں ممد و معاون سرکار انگریزی کا ہو -

بعد گفتگو کے یہ بات قرار پائی کہ اول ایک وکیل سرکار انگریز کا کابل میں دوست محمد خاں کے پاس جائے اور اس پر واضح کر دیوے کہ سرکار انگریز کا ایسا ارادہ ہے - اگر از خود وہ کابل سے دست بردار ہو جائے تو بہت بہتر ہے ورنہ فوج کشی کی جائے گی - چنانچہ کپتان الیگزینڈر برنس صاحب بہادر سفیر کابل کو روانہ ہوا - جب وہاں پہنچا تو امیر دوست محمد خاں ہرگز اس کی طرف ملتفت نہ ہوا اور اس قدر بے اعتنائی سے پیش آیا کہ صاحب مذکور کو اس نے شہر میں بھی گھسنے نہ دیا - چند روز وہ کابل میں رہا - آخر بے نیل و مقصود واپس چلا آیا - مہاراجہ ان وکلاء کو لے کر دینا نگر سے بہ مقام لاہور آ گیا اور سب صاحب انگریز بہ انتظار آنے سفیر کابل کے لاہور ہی میں قیام پذیر رہے -

جب برنس صاحب وکیل بھی کابل سے آ گیا تو وکلاے انگریزی نے حسب الحکم نواب گورنر جنرل بہادر کے اپنا منشا مہاراجہ کے روبرو اس طرح پر ظاہر کیا کہ اب لشکر سرکار انگریزی ، شکار پور سندھ کے راستے کابل کو جائے گا - مہاراجہ کو جس قدر تعلق شکار پور سندھ کے علاقے سے ہے اٹھالیوے اور وہ ملک تمام و کمال سرکار انگریزی کے حوالے کر دیوے اور اس بات میں ایک عہد نامہ لکھ دیوے - دوسرے مہاراجہ اپنی فوج بہ نظر اتحاد و یگانگت کے امداداً [کذا] سرکار انگریز کی فوج کے ساتھ کابل کو روانہ کرے اور کچھ فوج انگریزی جو لاہور کے راستے کابل کو جائے گی ، اس کے جانے کا مانع و حارج نہ ہو -

مہاراجہ نے جب یہ درخواستیں سنی[1] (سنیں)، علاقۂ سندھ کے چھوڑنے پر کمال ناراض ہوا، اور حیران تھا کہ اس باب میں کیا کیا جائے۔ اگر درخواست قبول نہ کرے تو اتحاد و یگانگت میں فرق آئے گا اور اگر قبول کرے تو ایک علاقہ، جو بہ زور شمشیر فتح کیا گیا ہے، ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ چند روز ان سوالات کا جواب نہ دیا گیا اور آپس میں اراکین دربار اور مہاراجہ کے بہت سے مشورے ہوتے رہے۔ اگرچہ اراکینِ دربار کی رائے درباب چھوڑ دینے علاقۂ سندھ کے مہاراجہ کے برخلاف تھی مگر مہاراجہ نے چار و ناچار انگریزوں کی یہ درخواست منظور کی، اور یہ قرار پایا کہ گیارہ لاکھ روپیہ نقد جو مہاراجہ کا لذرانہ علاقۂ سندھ پر واجب الطلب ہے، وہ داخل خزانۂ لاہور ہو جائے اور آئندہ کے لیے اس علاقے کے فرماں فرما صاحبانِ انگریز ہوں۔

جب سفیرانِ انگریزی کو مہاراجہ کی طرف سے اطمینان کامل ہو گیا اور آپس میں عہد نامہ جات تحریر ہو چکے تو صاحبانِ انگریز لاہور سے روانہ ہوگئے۔ اور ایک فوج جرار میگھناٹن صاحب و شاہ شجاع کے ہمراہ شکار پور سندھ کے راستے روانہ ہوئی اور ایک فوج زیرِ حکم سر کلارڈ ویڈ صاحب بہادر بہ حمایت و امداد فوج خالصہ کے بہ راہِ لاہور پشاور کے جانے کے لیے فیروز پور میں جمع ہوئی۔ اور بجائے ویڈ صاحب کے کلارک صاحب بہادر ایجنٹ نواب گورنر و سفیر دربار لاہور مقرر ہوا۔ اور انھی ایام میں مائی راجکوراں المشہور نکاین مہارانی والدہ شہزادہ کھڑک سنگھ کی مر گئی اور صاحب ایجنٹ گورنر بہادر لودھیانہ سے لاہور میں ماتم پرسی کی رسم ادا کرنے کے واسطے آیا۔

چوں کہ لارڈ آکلنڈ صاحب بہادر کو یہ منظور تھا کہ اپنے روبرو مہاراجہ کی زبانی درباب ترک کرنے علاقۂ سندھ کی گفتگو کرکے تسلی کرے اس واسطے صاحب ایجنٹ کی زبانی اشتیاق ملاقات نواب گورنر جنرل کا مہاراجہ کے آگے ظاہر کیا۔ مہاراجہ نے بھی وہ درخواست منظور کی۔ بعد جانے کلارک صاحب انگریز کے مسٹر ویڈ صاحب بہادر واسطے قرار پانے وقت و مقامِ ملاقات کے لاہور میں آیا اور فیروز پور مقام ملاقات کا ٹھہرایا۔ مہاراجہ نے بہ نسبت ملاقات مقام روپڑ کے اس ملاقات میں بڑی تیاریاں کیں۔ اور نیز بدیں خیال کہ انگریزی فوج فیروز پور میں بہت جمع ہے، ایسا نہ ہوکہ بہ وقت ملاقات

۱۔ 'سنی' فعل واحد غلط ہے۔

انگریزوں کی طرف سے کچھ دغا وقوع میں آ جائے ، حکم دیا کہ ایک کیمپ فوج کا بہ مقام امرت سر بھی جمع رہے - چنانچہ ہر ایک امر کی فی‌الفور تعمیل ہوئی اور تمام فوج مستعد و تیار ہو گئی - اور بہ تاریخ دسویں ماہ پوہ مطابق ۲۲ ماہ دسمبر مہاراجہ نے لاہور سے قصور کی طرف کوچ کیا -

جب قصبہ' قصور میں لشکر اُترا ، وِیڈ صاحب اس مقام سے رخصت ہو کر آگے چلا گیا اور کہہ گیا کہ کل میگھناٹن صاحب بہ طریق استقبال اس مقام پر جب آئے گا ، تو قصور سے کوچ کیا جائے - اگلے روز دوپہر تک انتظار کیا گیا مگر کوئی انگریز نہ آیا - اس واسطے راجہ دھیان سنگھ کو حکم ہوا کہ مہاراجہ سے اول فرودگاہ پر پہنچ کر فوج کو قرینے سے اُتارے اور خود مہاراجہ بعد انتظار شدید تیسرے پہر قصور سے روانہ ہوا ، شام کو فرودگاہ پر جا پہنچا - وہاں داخل ہو کر شہزادہ کھڑک سنگھ بہ اتفاقِ اراکینِ دربار بہ استفسار خیریت مزاج لارڈ گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں بھیجا گیا اور اُس طرف سے مسٹر میگھناٹن صاحب بہادر مہاراجہ کی خدمت میں آیا -

دوسرے روز ملاقات دونوں والیانِ ملک کی قرار پائی اور علی الصباح مہاراجہ رنجیت سنگھ بڑے کرّوفر و تزک و احتشام کے ساتھ اپنے خیمے سے سوار ہوا - صاحبانِ انگریز استقبال کی خاطر دریا کے پل پر موجود کھڑے تھے - ان میں سے سر کلارک صاحب آگے بڑھا اور مہاراجہ کو ہمراہ لے گیا - جب مہاراجہ کی سواری قریب لشکر انگریزی پہنچی ، لارڈ فین صاحب بہادر سپہ سالارِ ہند بہ رسمِ استقبال آیا اور بڑے تپاک سے ملاقات کے خیمے سے باہر نواب گورنر جنرل بہادر نے استقبال کیا اور مہاراجہ خیمہ' گورنری میں داخل ہوا - باہم مراسم اتحاد ادا ہوئیں - نواب گورنر بہادر نے بہت سی کشتیاں تحائف نفیس کی پیش کیں ، اور دو توپیں اسپی عمدہ تحائف کے ساتھ دیں اور ایک تصویر جناب کوئن وکٹوریا ملکہ' معظمہ شاہنشاہ ہند و انگلینڈ کی مہاراجہ کو بہ طور تحفہ دی - جب وہ تصویر محفل میں لائی گئی ، تمام انگریز سرو قد تعظیم کو کھڑے ہوگئے اور شلک سلامی کی توپوں سے سر ہوئی - مہاراجہ نے کمال خوش ہو کر وہ تحائف لیے اور رخصت ہوا -

دوسرے روز ۱۷ ماہ پوہ لارڈ گورنر جنرل بہادر مہاراجہ کے خیمے میں آیا ، اور بڑی دھوم دھام سے ملاقات ہوئی - تحائف عجائب و غرائب نواب گورنر بہادر سے دوچنداں پیش ہوئے - ۱۸ ماہ پوہ کو نواب گورنر بہادر کی دعوت دوستانہ مہاراجہ کے یہاں ہوئی - قریب شام کے نواب ممدوح صاحبان انگریز

کے ہجوم کے ساتھ مہاراجہ کے خیمے میں داخل ہوا ۔ تھوڑی دیر کے بعد نواب گورنر جنرل بہادر کی ہمشیرہ بہت سی لیڈیوں کے ساتھ آئی ۔ اس وقت سامان عیش و عشرت کا مہیا ہوا اور آدھی رات تک شراب کشمیری و کابلی و انگوری اُڑتی رہی اور رقاصان لاہور و امرت سر وغیرہ رقص کرتے رہے ۔ اس محفل میں مہاراجہ نے مہمان داری کا حق ادا کیا ۔ ایک بجے کے وقت لارڈ گورنر اپنے خیمے کو تشریف فرما ہوا ۔

اگلے روز مہاراجہ رنجیت سنگھ مع اراکین دربار و شہزادگان نامدار سوار ہو کر انگریزی چھاؤنی میں گیا اور تمام فوج کی قواعد دیکھ کر گیارہ ہزار روپیہ انعام دیا ۔ اسی روز شام کو پھر مہاراجہ بہ تقریب دعوت صاحبان انگریز کے خیمہ گاہ سے سوار ہوا ۔ جب پل سے اُترا بہت سے صاحبان انگریز بہ رسم استقبال موجود پائے اور بگھی آٹھ گھوڑوں کی جو تیار تھی فوراً آگے کی گئی ۔ مہاراجہ ہاتھی سے اُتر کر مع راجہ ہیرا سنگھ خلف راجہ دھیان سنگھ کے بگھی پر سوار ہوا ، اور دو انگریز مہاراجہ کے روبرو بیٹھ گئے ۔ اس مقام سے بگھی برق کی مانند ایسی تیز چلی کہ مہاراجہ کے ہمراہیوں میں سے کوئی ساتھ نہ پہنچ سکا ، اور مہاراجہ وہاں سے انگریزی توپ خانے کے دیکھنے کے لیے تنہا انگریزوں کے ہمراہ چلا گیا ۔

چونکہ وہ توپ خانہ دریا سے دو میل کے فاصلے پر تھا ، واپس آنے میں دیر ہو گئی اور وقت بے وقت شام کا تھا ، اس واسطے شہزادہ کھڑک سنگھ و راجہ دھیان سنگھ وغیرہ اراکین دربار بہت گھبرائے اور مہاراجہ کی تلاش میں ادھر اُدھر بہت گئے مگر کہیں سے نشان نہ ملا ۔ اس وقت تمام فوج سکھی کو سخت اندیشہ ہو گیا تھا اور سب نے کمریں باندھ لی تھیں اور مستعد ہو گئے تھے کہ اگر مہاراجہ کے ساتھ انگریزوں کی کچھ بھی دغا معلوم ہوگی تو جنگ کی جائے گی ۔ اتنے میں مہاراجہ کو دور سے آتے ہوئے دیکھا تو سب کے جسم میں تازہ جان آئی اور تسلی ہوئی ۔

وہاں سے آ کر مہاراجہ ایوان گورنری میں داخل ہوا اور محفل دوستانہ گرم ہوئی ، اور کمال بے تکلفی کے ساتھ فریقین میں ہنگامۂ عیش و عشرت گرم ہوا ۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس روز مہاراجہ نے بہ خلاف مذہب و رسم سکھی کے گزک دان انگریزی سے میوہ جات وغیرہ کھائے اور زبان سے فرمایا کہ ہمارے کل اُمرا اور اہل کار اس دعوت کے قبول کرنے اور اس مقام پر آنے سے ہم کو منع کرتے تھے ، مگر ہم نے کسی کا کہنا نہ مانا اور صاحبان انگریز

کی دوستی پر ، جو اپنے اقرار کے پورے اور وعدے کے سچے ہیں ، بھروسہ کر کے چلے آئے۔ بارہ بجے رات کے وقت محفل برخاست ہوئی اور مہاراجہ اپنی خیمہ گاہ کو واپس آیا۔

دوسرے روز پھر لارڈ گورنر جنرل بہادر افسران انگریزی کے ساتھ مہاراجہ کی فوج دیکھنے کو آیا۔ تمام فوج اس وقت آراستہ تھی اور سنہری و روپہری[1] وردیاں زرق و برق دور سے چمکتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ تین گھنٹے تک برابر نواب گورنر نے سکھی فوج کی قواعد دیکھی اور بہت خوش ہو کر کہا کہ جس قدر ہم کو توقع تھی اس سے بہتر و عمدہ مہاراجہ کی فوج کو پایا اور یہ فوج ہر ایک امر میں انگریزی فوج سے کم نہیں ہے۔

اُسی روز شام کو آخری ملاقات ہو کر درباب انتظام مہم کابل کے گفتگوئیں ہوئیں۔ مہاراجہ نے براہِ دریا دلی انگریزوں کی ہر ایک درخواست منظور کی۔ کسی امر سے سر نہ پھیرا۔ رخصت کے وقت مہاراجہ نے نواب گورنر جنرل بہادر کو یہ بات کہی کہ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو جس طرح ہم ایک مرتبہ بہ مقام روپڑ اور دوسری مرتبہ بہ مقام فیروز پور لاہور سے چل کر صاحبانِ انگریز کے ملنے کو آئے ہیں ، آپ بھی ہمارے ہمراہ چلیں اور ہمارے اتفاق سے لاہور و امرت سر کی سیر کریں اور چند روز لاہور میں رہ کر دعوتِ دوستانہ قبول فرمائیں۔

نواب گورنر جنرل بہادر نے یہ درخواست مہاراجہ کی قبول فرمائی اور دونوں والیانِ ملک ایک دوسرے کے بعد فیروز پور سے روانہ ہوئے۔ چنانچہ پہلے مہاراجہ امرت سر میں آیا اور تین روز کے بعد نواب گورنر جنرل بہادر بھی آ پہنچا۔ مہاراجہ نے بڑے جوش و خروش سے نواب گورنر کی دعوت کی اور تین روز تک برابر شہر امرت سر میں بہ مقام دربار صاحب و خاص شہر اس قدر روشنی ہوتی رہی کہ چشم زمانہ نے کبھی ایسی روشنی نہ دیکھی ہوگی۔

ابھی مہاراجہ امرت سر میں ہی رونق افروز تھا کہ کنور نونہال سنگھ کو ہیضے کی بیماری ہو گئی اور اُمید زیست کی نہ رہی۔ نواب گورنر جنرل بھی کنور نونہال سنگھ کی مزاج پرسی کو آیا اور اسی روز سے تخفیف ہونی شروع ہوئی اور سات روز میں غسلِ صحت کیا۔ بعد سیر امرت سر کے نواب گورنر اور مہاراجہ دونوں ایک سواری میں لاہور آئے اور باغِ شالا مار میں جشن

۱۔ مؤلف نے 'روپہری' قدیم املا لکھا ہے۔ 'روپہلی' موجودہ املا ہے۔

کی تیاریاں ہوئیں -

ایک رات کا جشن تو بہ خیریت تمام انجام پا گیا - دوسری رات جب جشن کی آئی تو اس رات مہاراجہ لقوہ و فالج کی بیماری سے بیمار ہو گیا اور زبان گویائی سے ساقط ہو گئی - منہ سے پانی جاری ہو گیا - اگرچہ نواب گورنر جنرل بہادر کی تواضع و تعظیم و تکریم میں بہ ایامِ بیماری مہارجہ کے بھی کچھ فرق نہ آیا مگر وہ گرم جوشی اور شوق خوشنودی نہ رہی - زبان کی مسدودی کی حالت میں مہاراجہ ہر ایک امر میں بہ ذاتِ خود حکم دیتا تھا اور اشاروں سے کام چلاتا تھا -

اُس وقت نواب گورنر جنرل بہادر نے ویڈ صاحب کی زبانی اجازت طلب کی کہ فوج انگریزی لاہور کے راستے سے پشاور کو جائے ، اور سکھی فوج کو بھی روانگی کا حکم دیا - مہاراجہ نے انگریزی فوج کے جانے کی بدیں شرائط اجازت دی کہ ہماری عمل داری میں وہ فوج گاؤ کشی کی مرتکب نہ ہو - اس انتظام کے بعد نواب گورنر جنرل لاہور سے رخصت ہوا اور ویڈ صاحب انگریزی فوج اور توپوں کے آنے کا منتظر لاہور میں رہا -

جب لارڈ گورنر فیروز پور میں پہنچ گیا اور فوج انگریزی لاہور آ گئی ، تو ویڈ صاحب مع شہزادہ تیمور پسر شاہ شجاع کے پشاور کو روانہ ہوا ، اور مہاراجہ کی امدادی جرار فوج بہ ہمراہ شہزادہ نونہال سنگھ کے بہ افسریِ جرنیل ونتورہ صاحب کے پشاور کو گئی -

۱۸۹۶ بکرمی کے آغاز میں کلارک صاحب ایجنٹ نواب گورنر جنرل کا خط مہاراجہ کے نام بدیں مضمون آیا کہ جو گیارہ لاکھ روپیہ بابت نذرانہ امیران سندھ کے مہاراجہ نے صاحبانِ انگریز سے لینا ہے اور اس کی تفویضگی کے لیے ایک دفعہ درج عہدنامہ ہوا ہے ، اس کے واسطے نواب گورنر جنرل بہادر کی تجویز یہ ہے کہ وہ روپیہ بالفعل مہاراجہ کو نہ دیا جائے گا - انگریزی خزانے میں امانت رہے گا - جب فیصلہ مہم کابل کا ہو جائے گا ، تب وہ روپیہ مہاراجہ کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا -

یہ خط سن کر مہاراجہ بہت ناراض ہوا اور جواباً لکھا کہ یہ روپیہ اسی وقت قابل الوصول ہے - عہدنامے میں یہ شرط درج نہیں ہے کہ بعد فیصلہٗ مہم کابل کے یہ روپیہ دیا جائے گا - صاحبان انگریز کو عہد کے پورے کرنے میں یہ امر شایاں نہیں ہے - چنانچہ بعد پہنچنے اس جواب کے پانچ لاکھ روپیہ تو فی‌الفور دیا گیا اور چھ لاکھ روپیہ کے واسطے احساناً یہ تجویز ٹھہری کہ بعد فیصلہٗ

مہم کابل کے یہ روپیہ وصول ہو۔

انگریزی و سکھی فوج جب پشاور میں پہنچی سکھوں اور انگریزی فوج کے درمیان کسی امر خلاف مذہب پر تکرار ہو گیا۔ مگر کنور نونہال سنگھ نے جلد انتظام کر لیا اور فساد بڑھنے نہ پایا۔ اس وقت کرنیل ویڈ صاحب کے ہمراہ صرف دو کمپنی پیادہ اور چار ضرب توپ تھی اور مہاراجہ کی فوج پانچ ہزار فوج سوار و پیادہ ویڈ صاحب کے ساتھ تھی، اور سولہ ضرب توپ اور سولہ سو آدمی علاوہ درخواست صاحبانِ انگریز کے بہ نظرِ رابطہ محبت و اتحاد مہاراجہ نے ہم راہ کر دیے تھے۔ جب کرنیل ویڈ صاحب کی جمعیت پشاور میں پوری ہو گئی تو صاحب نے درۂ خیبر کی طرف کوچ کیا۔ پہلے نجیبوں کے سپاہیوں نے خیبر میں جانے سے انکار کیا اور آثار سر کشی کے نمودار ہوئے مگر کنور نونہال سنگھ اور جرنیل اویطویلہ صاحب کے حسن تدبیر سے وہ سر کشی فرو ہو گئی۔ مگر ایک اور فساد شروع ہوا کہ گورکھیوں کی پلٹن نے خیبر میں جانے سے سخت انکار کیا اور زبانی فہمائش ان کو کارگر نہ ہوئی، اور درۂ خیبر سے دو پلٹن بلا اجازت اُٹھ کر پشاور میں چلے آئی۔ کنور نونہال سنگھ نے اور فوج کو مامور کرکے ان سے توپیں چھین لیں اور تمام پلٹن سے ہتھیار لے لیے۔

جب اس پلٹن نے اپنے آپ کو بے دست و پا دیکھا تو اطاعت قبول کی۔ کنور نونہال سنگھ نے اس پلٹن کے افسر، جن کی شرارت سے یہ سر کشی ہوئی تھی، بدل دیے اور ان کو نظر سے گرا کر شکایت ان کی مہاراجہ کی خدمت میں لکھی۔ اور دوسری پلٹن فوج ماموراۂ پشاور گورکھا پلٹن کے عوض میں کابل کو بھیجی۔

سردار سلطان محمد خاں برادرِ امیر دوست محمد خاں کہ روزِ فتحِ پشاور سے لاہور میں رہتا تھا اور علاقہ کوہاٹ کا اس کو مہاراجہ نے بہ طورِ جاگیر دیا ہوا تھا، اس کو مہاراجہ نے پشاور کو روانہ کیا کہ انگریزی فوج اور سکھی فوج کو اس مہم میں مدد دے۔

اس سال ماہ جیٹھ میں مہاراجہ کی طبیعت سخت بیمار ہو گئی اور ضعف بڑھ گیا، اس واسطے بہ تاریخ ۹ ماہ جیٹھ ۱۸۹۶ بکرمی میں مہاراجہ نے تمام سرداروں اور فوج کے افسروں کو بلایا۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو سب کو حکم سنایا کہ آج کی تاریخ سے کل حکومت اور سلطنت کے کاروبار شہزادہ کھڑک سنگھ کے سپرد ہوئے۔ چنانچہ اپنے ہاتھ سے مہاراجہ نے راج کا تلک شہزادہ کو دیا اور راجہ دھیان سنگھ کو وزارت کا خلعت پہنایا۔ اور بہ خطابِ

"نائب السلطنت عظمیٰ خیرخواہِ صمیمیِ دولتِ سرکار، وزیرِ معظم، دستورِ مکرم، مختار مدار المہامِ کل" مخاطب کیا۔ اور اسی مضمون کے اشتہارات قلم بند ہو کر ایک ایک سو نقل ملتان و پشاور و کشمیر وغیرہ علاقہ جات کو بھیجے گئے۔

ماہ ہاڑ ۱۸۹۶ کی اکادشی کے روز مہاراجہ کی طبیعت سخت بیمار ہو گئی۔ ڈیڑھ پہر تک برابر غشی کی حالت رہی۔ اُس وقت راجہ دھیان سنگھ نے جان ہوم صاحب فرنگی کو حکم دیا کہ اپنی پلٹن لے کر امرت سر چلا جائے اور قلعہ گوبند گڑھ کی حفاظت بہ خوبی کرے۔

تیسرے پہر مہاراجہ کو پھر ہوش آ گیا مگر زندگی کی اُمید سب کو منقطع ہو گئی اور وہ افاقہ عارضی سمجھا گیا۔ دو روز تک برابر یہ ہی حال رہا کہ جب دس بجے دن کا وقت ہوتا مہاراجہ پر غشی کی حالت طاری ہو جاتی۔ تیسرے پہر تک وہ حال رہتا۔ تیسرے روز طبیعت بہت ناطاقت ہو گئی اور چار روز تک شب و روز یہ حالت رہی کہ کبھی مہاراجہ ہوش میں آ جاتا اور کبھی بے ہوش ہو جاتا۔ اس حالت میں بائیس لاکھ روپیہ نقد اور پچیس لاکھ روپے کا اسباب خیرات کر کے ہندو مسلمانوں کے معابد و ساجد میں تقسیم کیا گیا۔ ڈھائی سو من گھی مندر جوالا دیوی میں ہوم کی خاطر بھیجا گیا۔

چونکہ مہاراجہ کا وہ آخری وقت تھا، راجہ دھیان سنگھ نے دس لاکھ روپے کا ایک چبوترہ بنا کر اس پر دس ہزار روپے کا پشمینہ بچھایا اور ایک پنڈت تیار کی، اس واسطے کہ آخری وقت مہاراجہ کو اس پر لٹایا جاوے۔

چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اکثر اوقات یہ فرمایا کرتا تھا کہ الماس کوہ نور کسی بادشاہ کے پاس نہیں رہا۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو پُن کر کے سری جگناتھ جی کے مندر یا گورو رام داس کے دربار میں بھیج دیا جائے۔ اس وقت جمعدار خوش حال سنگھ نے یہ امر بھی راجہ دھیان سنگھ کو یاد دلایا اور راجہ دھیان سنگھ کی تجویز قائم ہوگئی کہ اس وقت مہاراجہ کے ہاتھ سے کوہ نور پر چُلّو پانی ڈلوا دیا جاوے کہ پھر کسی کو اس کی نسبت دعویٰ نہ رہے۔ مگر جب وہ الماس توشہ خانے سے منگوایا گیا تو مصر بیلی رام توشے خانیہ نے نہ دیا اور کہا کہ اب یہ دولت ولی عہد صاحب کی ہے۔ اُن کی اجازت کے بغیر میں نہیں دے سکتا۔ اس واسطے راجہ دھیان سنگھ خاموش ہو رہا۔

پانچویں روز اس روز سے بتاریخ ۱۵ ماہ اساڑھ سمت ۱۸۹۶ روز پنج شنبہ چھ گھڑی دن رہے، مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جانِ عزیز خدائے جان آفرین کے

سپرد کی - چونکہ اس وقت دن کچھ باقی نہ تھا ، راجہ دھیان سنگھ نے میاں لابھہ سنگھ کو حکم دیا کہ اپنی جمعیت سے شہر کا انتظام کرے کہ کسی طرح کا فساد نہ ہو جائے -

دوسرے روز مطابق رسم راجاؤں مہاراجاؤں کے بعد غسل پوشاک خسروانہ و زیورات شاہانہ مہاراجہ کے زیب تن کیے گئے اور سونے کا بوان تیار ہوا - اس وقت دونوں رانیاں کٹوچن یعنی رانی راج دئی و رانی ہردئی دختران راجہ سنسار چند والی کانگڑہ ستی ہونے کو تیار ہو گئیں - پہلے انھوں نے اپنی جاگیریں و مال و اسباب نقد و جنس و زیور و جواہرات بہ کمال خندہ پیشانی و رضامندی براہ خدا خیرات کردیا اور براہ محبت ثابت قدم ہو کر کھلے چہرے محلوں سے باہر نکل آئیں -

مردوں میں سے راجہ دھیان سنگھ مہاراجہ کے ساتھ جلنے اور مرنے کو تیار ہو گیا ، اور حکم دیا کہ کل نقد و جنس خیرات کے لیے جمع کیا جائے - جب اراکین دربار نے دیکھا کہ وزیر باتدبیر سچ مچ مرنے کو مستعد ہو گیا ہے تو سب کے سب اس کو سمجھانے لگے اور کہا کہ مہاراجہ نے تم کو لائق وزیر تصور کرکے تم کو کاروبار ریاست کے سپرد کیے اور ولی عہد صاحب کا زور بازو بنایا - اب یہ کیا بے وفائی ہے جو تم ولی عہد صاحب کے ساتھ کرتے ہو - سوائے تمھارے اور کون صاحب تدبیر ہے جو مہاراجہ کے پیچھے سلطنت کا انتظام کرے گا - مہاراجہ نے تم کو پرورش کیا اور وزیر بنایا تھا ، محض[1] اس واسطے کہ مہاراجہ کے بعد بھی تم سلطنت کا انتظام کرو ، نہ کہ مہاراجہ کے ساتھ تم بھی دنیا سے سفر کر جاؤ -

آخر راجہ دھیان سنگھ نے جب کسی کا کہنا نہ مانا تو ولی عہد نے اپنی زبان سے اس کو سمجھایا اور مرنے سے باز رکھا اور کہا کہ بعد انتظام سلطنت کے تم کو اختیار ہوگا کہ تیرتھوں کو چلے جانا اور تمام عمر یاد الٰہی میں مصروف رہنا -

دونوں کٹوچن رانیاں کھلے چہرے پردے سے نکل آئیں اور مہاراجہ کی نعش پر آ کر اُنھوں نے "سری گیتا جی" گوا کہ ہندوؤں کے مذہب میں بڑی متبرک کتاب ہے ، مہاراجہ کی چھاتی پر رکھا اور راجہ دھیان سنگھ کو کہا کہ تم اس کتاب اور مہاراجہ کے جسم کو ہاتھ لگا کر قسم کھاؤ کہ آئندہ سلطنت

۱- اصل متن میں 'گو' غلط -

کا انتظام بہ خوبی کروں گا اور شہ زادہ کھڑک سنگھ اور کنور نونہال سنگھ میں کبھی نااتفاق نہ ہونے دوں گا ۔ ہر ایک امر میں خیرخواہی و نمک حلالی میرے پیش نہادِ خاطر رہے گی ۔ چنانچہ راجہ دھیان سنگھ نے پوتھی اُٹھا کر اور مہاراجہ کے بدن پر ہاتھ لگا کر قسم کھائی ۔ پھر دونوں شہزادہ کھڑک سنگھ کی طرف مخاطب ہوئیں اور کہا کہ تم بھی ''گیتا جی'' اٹھا کر قسم کھاؤ کہ راجہ دھیان سنگھ کو اپنا وزیر و مدار المہام و مختارِ کل تصور کرکے کوئی امر اس کی تجویز کے بغیر ظہور میں نہ لاؤں گا ۔ اس کے باب میں کسی خود غرض کی بات نہ سنوں گا ۔ چنانچہ شہزادے نے بھی وہ پوتھی اُٹھا کر قسم کھائی اور کلماتِ مرقومہ زبان پر لایا ۔

بعد ازاں بوان مہاراجہ کا بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اُٹھایا اور بارش روپیوں و ٹکیوں و موتیوں کی ہونے لگی ۔ بہت روپیہ بکھیرا گیا ۔ اس وقت ہزاروں ملازم و رعایا شہر کی مہاراجہ کے جنازے کے ساتھ تھی ۔ بوان حضوری باغ کے غربی دروازے سے نالہ دریائے راوی کے کنارے لے جا کر، جہاں چندن کی چتا بنی ہوئی تھی، رکھ دیا، اور شہزادہ کھڑک سنگھ نے اس کو داغ دیا ۔ اُس وقت دونوں رانیاں گٹوجن مہاراجہ کا سر تھامے ہوئے چتا میں بیٹھی ہوئی تھیں اور گیارہ کنیزیں لاش کے دونوں طرف بیٹھ کر مہاراجہ کے ساتھ مستعد سفرِ آخرت کی تھیں ۔ راجہ دھیان سنگھ اُس وقت نزدیک گیا اور شہزادہ کھڑک سنگھ کے حق میں دعا چاہی ۔ ستیوں نے اس وقت کچھ جواب نہ دیا اور اپنی حالت میں آنکھیں بند کیے ہوئے خاموش بیٹھی رہیں ۔

جب آگ روشن ہوئی اور گھی اور خوشبو، تیل اور عطر کے شیشے چتا پر ڈالے گئے تو آگ کے شعلے سر بہ فلک ہوئے ۔ ایک کبوتر کسی طرف سے اُڑتا ہوا آیا اور چتا پر گر کر مر گیا ۔ وہ بھی گویا مہاراجہ کے ساتھ ستی ہوا ۔ اُسی وقت ایک ابر آسمان پر نمودار ہوا اور بوندیاں برسنے لگیں ۔ گویا کہ مہاراجہ کی نعش پر آسمان رویا ۔ جب آگ فرو ہوئی اور نعشیں مہاراجہ اور ستیوں کی جل چکیں اور رسمیں مذہبی سب ادا ہو گئیں تو شہزادہ مع اراکینِ دربار غسل کرکے واپس قلعے کو آیا ۔

چوتھے روز مہاراجہ کے پھول یعنی استخوان مع رانیوں کے استخوانوں کے بڑے اعزاز و اکرام سے گنگا کو بھیجے گئے ۔ اور جس طرح سواری مہاراجہ کی زندگی میں بڑی شان و شوکت سے نکلتی تھی اسی طرح پھولوں کی سواری بھی نکلی ۔ چند اراکینِ دربار ایک بھاری خزانہ لے کر پھولوں کے ساتھ گنگا کو

گئے اور گنگا پر بہ مقام ہردوار جا کر بڑی خیرات کی ۔ راستے میں والیانِ ملک اور صاحبانِ عالی شان نے مہاراجہ کے پھولوں کی بڑی تعظیم کی ، جس طرح کہ اس کی زندگی میں تعظیم ہوتی تھی ۔ جس کے علاقے سے گزر اُن پھولوں کا ہوتا تھا والی اس مقام کا خود استقبال کو آتا تھا ۔ شلک سلامی کی سر ہوتی تھی ۔ تیرھویں روز جب کریا ہو چکی تو لاکھوں روپے کا مال برہمنوں کو دیا گیا جس سے وہ سب غنی و مال دار بن گئے ۔

زاں بعد ولی عہد مہاراجہ کی سمادھ بنانے کی فکر میں ہوا ، اور بہت سا پتھر دور دور سے منگایا اور بنیاد رکھی ۔ مگر ابھی عمارت ختم نہیں ہوئی تھی کہ ولی عہد یعنی مہاراجہ کھڑک سنگھ مر گیا ۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے وقت بھی وہ کام کچھ کچھ جاری رہا ۔ پھر مہاراجہ دلیپ سنگھ کے وقت بہ سبب تزلزلِ سلطنت اور برچھ گردی کے عمارت بند رہی ۔ جب عمل داری صاحبانِ انگریز کی پنجاب میں ہوئی تو سمادھ کی تعمیر بہ اہتمام پہنچی اور چند سال قائم و برقرار رہی ۔ آخر چونکہ گنبد سمادھ کا بہت بھاری تھا اور اس کے نیچے صرف آٹھ ستون تھے ، ستونوں میں درزیں آگئیں اور قریب تھا کہ وہ بھاری عمارت گر پڑے ۔ جب عمارت کا ایسا حال صاحبانِ انگریز نے دیکھا ، مؤلفِ کتاب ہذا کو کہ لاہور کی عمارات کی تعمیر و درستی پر مامور تھا ، حکم دیا کہ اس کے استحکام کی تدبیر کرے ۔ چنانچہ مؤلف اس کام میں بہ دل و جان مصروف ہوا اور ان آٹھ ستونوں کے ساتھ آٹھ اور بڑھا دیے ۔ جب گنبد کی عمارت کے لیے سولہ ستون ہو گئے اور پہلے ستونوں کو جو شق ہو گئے تھے ، آہنی حلقے ڈال کر درست کیا گیا ، تو اندیشہ ان کے گرنے کا رفع ہو گیا اور مکان کا استحکام قرار واقعی عمل میں آیا ۔

• • •

چوتھا حصہ

مہاراجہ کھڑک سنگھ و کنور نونہال سنگھ و مہاراجہ شیر سنگھ کے واقعات کے ذکر میں اور مسند نشین ہونا مہاراجہ کھڑک سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد ، اور اختیار پانا کنور نونہال سنگھ کا اور قتل کر ڈالنا سردار چیت سنگھ کو اور وفات پانا مہاراجہ کھڑک سنگھ کا بیمار ہو کر اور نونہال سنگھ کا بہ صدمہ گرنے دیوار کے اور مسند نشین ہونا رانی چند کنور کا اور یورش کرنا مہاراجہ شیر سنگھ کا لاہور پر اور فتح پا کر مالک ریاست کا ہونا اور قتل ہونا سرداران سندھانوالیہ کے ہاتھ سے

بعد وفات مہاراجہ رنجیت سنگھ کے جب تیرہ روز گزر گئے اور کریا کرم ہو چکا ، منجموں سے نیک ساعت اور نیک روز مقرر ہو کر مہاراجہ کھڑک سنگھ نے باپ کی گدی پر شاہانہ اجلاس کیا - شاہانہ شلک سلامی کی سر ہوئی - تمام اہل کاروں و اراکین دربار نے نذریں گزرانیں - احکامات معمولی بہ نام کارداران مملکت و ناظمان کشمیر و پشاور و ملتان و دوآبہ بست جالندھر و کوہستان کے جاری ہوئے - ایک خط درباب مسند نشینی مہاراجہ کھڑک سنگھ اسمی ایجنٹ گورنر جنرل انگریزی کے لکھا گیا - سلطنت کے انتظام کے واسطے مشیر و وزیر باتدبیر راجہ دھیان سنگھ مقرر ہوا -

چند ماہ تک تو یہ انتظام بہ خوبی جاری رہا - آخر مہاراجہ کھڑک سنگھ کے مزاج پر سردار چیت سنگھ نام بہت غالب ہو گیا - وہ اپنے حکم اور اختیار سے جو چاہتا سو کرتا تھا - مہاراجہ کو اس کے کہنے اور سننے سے ہرگز انکار نہ تھا - یہ بات راجہ دھیان سنگھ کو سخت ناگوار گزری اور درپے اس کی بیخ کنی کے ہوا - کنور نونہال سنگھ اگرچہ اس وقت کم عمر نوجوان لڑکا تھا ، مگر عقل خداداد سے اس کو باپ کے انتظام پر کمال اعتراض تھا - کیونکہ سردار چیت سنگھ ، جس کو مہاراجہ کھڑک سنگھ مدارالمہام کرنا چاہتا تھا ،

عقیل شخص نہ تھا ۔ اس کی مرضی تھی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد کی طرح سلطنت کا انتظام راجہ دھیان سنگھ کے اختیار میں رہے ۔ چنانچہ اس باب میں اس نے باپ کو بہت سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا ۔ ازدست[1] ناراض ہوا ۔

آخر تمام اراکینِ دربار کی تجویز سردار چیت سنگھ کے قتل پر قائم ہو گئی اور اس کو کنور نونہال سنگھ نے عین مکان مثمن برج قلعے کے اندر قتل کر ڈالا ۔ اس کے قتل ہونے سے مہاراجہ کھڑک سنگھ کمال ناراض ہوا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ مہاراجہ قلعے سے اُٹھ کر اپنی قدیمی حویلی واقع لوہاری دروازے میں آ گیا اور انتظام ریاست سے بالکل دست بردار ہوا ۔

جب مہاراجہ کھڑک سنگھ نے سلطنت کے کام سے علیحدگی اختیار کر لی ، تو کنور نونہال سنگھ نے بیس برس کی عمر میں تمام کاروبار سلطنت کے اپنے اختیار میں کر لیے اور راجہ دھیان سنگھ کو مدارالمہام بنایا ۔ اور راجہ منڈی پر فوج کشی کرکے قلعہ کملاہ گڑھ وغیرہ کا اپنے قبضے میں گیا ۔ اگرچہ اس وقت انتظام ریاست کا راجہ دھیان سنگھ کے اختیار میں تھا مگر کنور نونہال سنگھ بہت سے امور میں اس کے برخلاف رائے ظاہر کرتا تھا ، اس واسطے دونوں میں بہت سا غبار اور کدورت ظاہر ہو گئی تھی ۔

بعد فتحِ کابل کے جب انگریزوں کی یہ تجویز ہو گئی کہ علاقہ پشاور و ڈیرہ جات بہ دستور متعلق کابل کے کر دینے چاہییں تو کنور نونہال سنگھ نے اس باب میں امیر دوست محمد خاں کے نام خط لکھا کہ تم اگر اجتماع کرکے شاہ شجاع کو کابل سے نکال دو تو ہم تمھاری مدد کریں گے ۔ اور وہ خطوط بجنس [کذا] پکڑے گئے ۔ اور اس باب میں انگریزوں نے کنور نونہال سنگھ سے دریافت کیا تو وہ صاف مکر گیا کہ مجھ کو اس بات کی خبر بھی نہیں ہے ۔ بہت سے قیل و قال کے بعد کنور نونہال سنگھ انگریزوں سے صاف ہو گیا مگر اس بات پر مستعد تھا کہ کسی طرح سے راجہ دھیان سنگھ کا اختیار سلطنت سے اُٹھا دیوے اور خود بلا اشتراکِ غیرے فرمان فرما ہو ۔

اتنے میں مہاراجہ کھڑک سنگھ ایسا بیمار ہو گیا کہ اُمید زیست کی نہ رہی ۔ مشہور یہ تھا کہ کنور نونہال سنگھ نے اپنے باپ کو کچھ ایسی چیز کھلا دی ہے جس سے وہ قریب المرگ ہو گیا ہے ۔ بعض کا یہ قول تھا کہ

۱۔ اصل متن میں 'از دست' بے معنی ہے ، 'از بس' ہو گا ۔

مہاراجہ کھڑک سنگھ کی محبت سردار چیت سنگھ سے بہ درجۂ کمال تھی ۔ جب وہ مارا گیا تو مہاراجہ پر زندگی تلخ ہو گئی اور اسی غم و غصہ میں بیار ہو گیا ۔ آخر پانچویں نومبر ۱۹۴۰ع کو مہاراجہ کھڑک سنگھ مر گیا ۔ ایک روز مرنے سے اول کنور نونہال سنگھ باپ کو دیکھنے کے لیے آیا تھا مگر مہاراجہ کھڑک سنگھ نے حویلی کے دروازے بند کرا دیے اور اپنے پاس اسے آنے نہ دیا اور کہا کہ میں اس ناخلف کی صورت دیکھنی نہیں چاہتا ۔ جب دوسرے روز وہ مر گیا تو کنور اونہال سنگھ[1] آ کر باپ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرح بڑی شان و شوکت سے جنازہ نکالا ۔ دو رانیاں اور نو کنیزیں اس مہاراجہ کے ساتھ ستی ہوئیں ۔ جب لاش کے داغ دینے کا وقت آیا ، تو کنور نونہال سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ ستیوں کے روبرو جا کر کھڑے ہوئے اور چاہا کہ ستی ہونے والی عورتیں کوئی اچھی دعا ہمارے حق میں کریں اور منہ سے کوئی اچھا جملہ کہیں ، مگر ستیوں نے اس کے برخلاف کیا اور کہا کہ اے پرمیشر ! جس نے ہمارے راجہ پر ظلم کیا ، پہلے اس کو سلطنت سے بے دخل کیا ، اس کے دوست کو قتل کیا ، پھر اس کی جان عزیز گنوائی ، اس کو سلطنت نصیب نہ ہو ۔ ہماری طرح پر وہ بھی دنیا سے بے نصیب جائے ۔

چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کہ جب بعد جل جانے نعش کے کنور نونہال سنگھ فارغ ہوا اور دریا پر جا کر غسل کر لیا تو راجہ اودھم سنگھ کے ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے قلعے کو آیا ۔ معاودت کے وقت توپوں کی سلامی سر ہونے لگی ۔ چونکہ بڑی بڑی توپوں کے چلنے سے زمین کانپ رہی تھی ، اتفاق ایسا ہوا کہ جب کنور نونہال سنگھ قلعے کے باہر کے دروازے کے پاس پہنچا ، دروازے کی دیوار تھوڑی سی گر پڑی اور ایک پتھر سنگین راجہ اودھم سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کے سر پر ایسا آ کر لگا کہ دونوں نیم جان ہو گئے ۔ راجہ دھیان سنگھ نے فی الفور اس مقام سے کنور نونہال سنگھ کو پالکی میں لٹا لیا اور اسی حالت میں قلعے کے اندر لے گیا ۔ قلعے کے اندر جاتے ہی کنور نونہال سنگھ جان بحق تسلیم ہوا ۔ گویا ایک روز میں دو فرماں فرما ریاست لاہور کے مر گئے ۔

۱۔ تاریخ پنجاب کے اصل متن میں کہیں ''نہال سنگھ'' اور کہیں ''نونہال سنگھ'' چھپا ہے ۔

اس نوجوان کے مرنے سے کمال اضطراب رعایا و اراکین دربار کو ہوا۔ اگرچہ اس میں بھی لوگ کئی طرح کی روایتیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کنور نونہال سنگھ بھی راجہ دھیان سنگھ کی کارسازی سے مارا گیا اور وہ دیوار محض راجہ دھیان سنگھ کے اشارے سے گرائی گئی تھی، مگر یہ بات قرین قیاس نہ تھی۔

جب یہ دونوں فرماں فرما مر چکے تو گدی نشینی میں کمال جھگڑا برپا ہوا۔ اگرچہ دھیان سنگھ نے اُسی وقت، یعنی جب کنور نونہال سنگھ نے جان دی، شتر سوار بھیج کر شہزادہ شیر سنگھ کو وٹالہ سے بلایا اور تجویز کی کہ وہی ایک شہزادہ لائق ریاست و مسند نشینی کے ہے، اُسی کو مسند نشین کیا جائے، مگر اس کے آنے پر بہت سے تکرار پیدا ہوئے اور سرداران سندھانوالیہ نے، جو ہم جدی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تھے، ہرگز منظور نہ رکھا کہ شہزادہ شیر سنگھ مسند نشین ہو۔ اُنھوں نے رانی چند کنور کو اس بات پر مستعد کیا کہ وہ اپنے بیٹے کنور نونہال سنگھ کی جگہ مسند ریاست پر قیام کرے۔ چنانچہ وہ اس دعوے پر قائم ہوگئی اور اس نے راجہ دھیان سنگھ کو اپنے روبرو بلا کر کہا کہ کنور نونہال سنگھ کی رانی حمل سے ہے، اس واسطے مناسب ہے کہ بالفعل میں چند ماہ اس مولود کے پیدا ہونے تک حکومت بطور نیابت کے کروں۔ اگر خدا نے اس کے گھر بیٹا دیا تو مالک سلطنت کا وہ متصور ہوگا اور تم بدستور وزیر و مدار المہام رہو گے۔ اور اگر بیٹا پیدا نہ ہوا تو میں تمھارے فرزند راجہ ہیرا سنگھ کو گود میں لے کر بیٹا بنا کر مالک سلطنت لاہور کا کروں گی کیونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی تمھارے فرزند[1] کو اپنا فرزند کہتا تھا اور خلعت بھی فرزندی کا اس کو دیا تھا۔ اگرچہ یہ بات رانی چند کنور کی سخن سازی تھی اور اصل میں نہ تو زوجہ نونہال سنگھ کی حاملہ تھی اور نہ اس کا ارادۂ دلی تھا کہ راجہ ہیرا سنگھ کو گود میں لے۔ اصلی منشا رانی کا یہ تجویز سرداران سندھانوالیہ کے یہ تھا کہ جب حکومت میری اچھی طرح سے قائم ہو جائے گی، تو راجہ دھیان سنگھ وغیرہ خاندانِ جموال

۱- اصل متن صفحہ ۳۸۶ میں عبارت یوں ہے: ''تمھارے فرزند راجہ دھیان سنگھ کو اپنا فرزند کہتا تھا'' یہ بات چونکہ خود راجہ دھیان سنگھ سے کہی جا رہی ہے، اس لیے یہاں اس کا فرزند دھیان سنگھ نہیں ہو سکتا بلکہ ہیرا سنگھ ہونا چاہیے تھا۔

کو ریاست سے خارج کر دوں گی ۔

یہ بات سن کر راجہ دھیان سنگھ خاموش رہا اور خاص کونسل دربار کی اس طرح پر قرار پائی کہ رانی چند کنور وزیر و مدارالمہام اس مولود کی ، جو ابھی پیدا نہیں ہوا ، ہو اور راجہ دھیان سنگھ نائب وزیر اور شہزادہ شیر سنگھ و سردار لہنا سنگھ و سردار اجیت سنگھ و سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ مشیرانِ بااختیار ہوویں ۔ راجہ دھیان سنگھ کے دل میں اس وقت یہ خیال تھا کہ میرے بغیر اس سلطنت کا کام نہیں چلے گا اور اپنی تجویز کی نامنظوری سے کمال ناراض تھا ۔ شہزادہ شیر سنگھ بھی وٹالہ سے آ کر کمال شرمندہ ہوا اور واپس چلا گیا ۔ کونسل میں شامل رہنا اس نے منظور نہ کیا ۔ اس وقت راجہ دھیان سنگھ نے انگریزوں کو اس تجویز سے اطلاع دی اور لکھا کہ اگرچہ وارثانِ سلطنت شہزادہ شیر سنگھ اور دلیپ سنگھ موجود تھے مگر اہالیانِ دربار نے اس مولود کو مستحق سلطنت کا قرار دیا ہے جو ابھی کنور نونہال سنگھ کے گھر پیدا نہیں ہوا ۔ اس کے پیدا ہونے تک رانی چندر کنور کام سلطنت کا کرے گی اور ارباب کونسل مدد و معاون امور سلطنت کے رہیں گے ۔ صاحبان انگریز نے اس روز معلوم کیا کہ دلیپ سنگھ نام فرزند بھی مہاراجہ کے گھر موجود ہے ورنہ اس سے پہلے اس بات کی اطلاع نہ تھی ۔ رانی چندر کنور کی حکومت صاحبان انگریز نے ناپسند کی مگر اجرائے کار کو پسند کیا ۔

انھی ایام میں سردار دوست محمد خان بحفاظت فوج انگریزی کے محبوس و مقید پنجاب میں آیا اور فوج انگریزی اس کو ہندوستان کو لے گئی اور کابل میں بخوبی تسلط صاحبان انگریز کا ہوگیا ۔

بعد چندے راجہ دھیان سنگھ بھی لاہور کی کارروائی سے بہ دل ناراض ہو کر بہانہ کرکے جموں کو چلا گیا ۔ کیونکہ مدار المہام و مختار عام سلطنت کے سرداران سندھانوالیہ تھے اور رانی چند کنور برائے نام حاکمہ تھی ۔ البتہ راجہ گلاب سنگھ جو مرد لئیق و کارآزمودہ تھا ، اس نے اُس وقت بھی سرداران سندھانوالیہ کے ساتھ دوستی بنا رکھی تھی اور چند کنور اکثر امور میں اس کو روبرو بلا کر مشورہ کرتی تھی اور وہ جانتا تھا کہ اگر اس عورت سے ہماری موافقت رہے گی تو ہم کو بہت فائدہ ہوگا ۔

شہزادہ شیر سنگھ جب وٹالہ پہنچا ، پوشیدہ پوشیدہ اس نے اپنے جاسوس بھیج کر فوج کے افسروں سے سازش کی اور افسر فی‌الفور اس کے ساتھ ہو گئے ، کیونکہ فوج والوں کو جس روز سے چند کنور جانشین ہوئی تھی انعام و عطایات

کا ملنا موقوف ہو گیا تھا ۔ اور پہلے کنور نونہال سنگھ وغیرہ جب فوج میں آ کر الیمہ دیکھتے تھے تو فوج کو ہزاروں روپے انعام کے مل جاتے تھے ۔ اب یہ عورت نہ گھر سے نکل کر فوج میں آتی اور نہ ان کو کچھ ملتا ۔ اس واسطے سب فوج چاہتی تھی کہ کوئی مرد فرمان فرما ریاست کا ہو ۔ جب سازش فوج کی تکمیل[1] ہو چکی اور امرائے دربار سے بھی جو لوگ مخالف سرداران سندھانوالیہ کے تھے ، سب اس کے ساتھ مل گئے اور صاحبان انگریز نے بھی عند التحریر شہزادہ شیر سنگھ کے اس کے مقرر ہونے پر رضامندی ظاہر کی اور راجہ دھیان سنگھ بھی بدل و جان حامی و مددگار اس کا ہو گیا تو تاریخ ۱۴ جنوری ۱۸۴۱ع کو دو گھڑی دن رہے شہزادہ شیر سنگھ اپنے گھر کی فوج کے ساتھ وٹالہ سے چل کر قریب لاہور کے بدھو کے پڑاوہ پر آ اُترا ۔

سرداران[2] سندھانوالیہ نے فوج کے نام احکام جاری کیے کہ شیر سنگھ ، بہ ارادہ دعوائے سلطنت کے آیا ہے ، اس کی سرکوبی کو سوار ہوں مگر فوج جاتے ہی شیر سنگھ کے ساتھ مل گئی اور باقی ماندہ فوجیں بھی اپنی اپنی چھاؤ ن سے نکل کر شیر سنگھ کے پاس جمع ہو گئیں ۔ اکثر سردار جن کی آمیزش شیر سنگھ کے ساتھ تھی ، اس کی خدمت میں حاضر ہوئے ، سوائے راجہ گلاب سنگھ اور سرداران سندھانوالیہ کے کہ وہ اس وقت قلعے میں آئے اور اپنی اپنی فوج اور توپیں لا کر قلعہ مضبوط کر لیا ۔ آٹھ بجے رات کے وقت دہلی دروازے سے مہاراجہ شیر سنگھ سکھی فوج کے ساتھ لاہور میں داخل ہوا اور شہر لٹنا شروع ہوا ۔ دہلی دروازے سے قلعے تک جس قدر دکانیں اور حویلیاں اور محلے برسرراہ تھے ، سکھوں نے لوٹ لیے ۔ دوکانوں کے قفل توڑ ڈالے ۔ چھتہ بازار کو جہاں جوتیاں بکتی ہیں ، سکھوں نے آگ لگا دی ۔ غرض اس حالت کے ساتھ فوج قلعے تک پہنچی اور محاصرہ قلعے کا کر لیا ۔ دونوں طرف سے گولہ چلنے لگا ۔ تین روز تک برابر فریقین میں سخت لڑائی رہی ۔ تمام دیواریں قلعے کی توپوں کے گولوں سے گر گئیں ۔ اگرچہ اندر کی فوج بھی باہر کی فوج کے برابر آگ برساتی تھی مگر مہاراجہ شیر سنگھ نے جو زنبورک توپیں بادشاہی مسجد کے میناروں پر چڑھائی ہوئی تھیں ، ان کے گولے بارش کی طرح قلعے کے میدان میں برستے تھے اور آدمیوں کا پھرنا قلعے کے اندر مشکل پڑ گیا تھا ۔ تیسرے روز شام کو راجہ

۱- اصل متن میں تکمیل کی بجائے ''تحویلی'' چھپا ہے ۔

۲- اصل متن میں ''پہلے سرداران'' چھپا تھا جو بے معنی معلوم ہوا ۔

دھیان سنگھ جموں سے آ گیا ۔ اس نے آتے ہی توپ کا چلنا بند کرادیا اور صلح کی تجویز درپیش ہوئی ۔ ۱۸ جنوری ۱۸۴۱ع کو قلعے کے دروازے کھل گئے اور دخل مہاراجہ شیر سنگھ کا قلعے پر ہو گیا ۔

سکھی فوج نے اس وقت قیامت برپا کر دی تھی ۔ پہلے لوٹ قلعے میں کی اور توشہ خانے کو لوٹ لیا ۔ شہر میں تمام منشی و اہل کار فوج کے لٹ گئے ۔ جس جس گلی یا کوچے میں کوئی فوجی یا دفتر کا منشی رہتا تھا بروز روشن لوٹا گیا ۔ جابجا فوج نے سرکشی ظاہر کی ۔ کشمیر میں فوج نے جرنیل سمہان سنگھ ناظم کو لوٹ لیا اور اس کو جان سے مار ڈالا ۔ پشاور میں جرنیل اوبطویلہ صاحب کے قتل کے واسطے بھی فوج مستعد ہوئی اور وہ بھاگ کر جلال آباد کو چلا گیا ۔ اسی طرح پر جابجا بڑے بڑے اہل کار لوٹے اور مارے گئے ۔ کوئی پرسان حال نہ ہوا ۔

بعد دخل سلطنت کے مہاراجہ شیر سنگھ نے بادشاہی اجلاس کیا اور وزارت کا خلعت راجہ دھیان سنگھ کو دیا ۔ قلعے کے فتح ہوتے ہی سردار عطر سنگھ و اجیت سنگھ سندھالوالیہ دریائے ستلج کے پار بھاگ گئے ۔ اس وقت مہاراجہ شیر سنگھ سخت حیران تھا کہ فوج خود سر کا انتظام کرے ۔ اور رعایا چاہتی تھی کہ انگریز دخیل ہو کر انتظام ملک کا کریں ۔ مسٹر کلارک صاحب ایجنٹ گورنر جنرل کی تحریر بھی اس وقت مہاراجہ شیر سنگھ کے نام آئی تھی کہ اگر آپ کہو تو انگریزی فوج لاہور میں آ کر آپ کے انتظام میں شامل ہو ، مگر مہاراجہ یہ سمجھا کہ اگر میں نے انگریزی فوج کے آنے کی اجازت دی تو اس کے لاہور پہنچنے تک سکھی فوج میری جان لے لے گی اور سلطنت انگریز لے لیں گے ۔ اس خیال سے وہ تجویز نامنظور کی ۔ چار ماہ تک فوج کی بدانتظامیاں بدستور رہیں ۔ پھر کچھ انتظام وقوع میں آیا ۔

اتنے میں کابل میں معاملہ دگرگوں ہو گیا اور افغانوں نے شورش برپا کرکے شاہ شجاع کو مار ڈالا اور انگریزی فوج واپس آئی ۔ سردار دوست محمد خاں انگریزوں کی قید سے چھوٹ کر بہ ارادہ جانے کابل کے لاہور میں آیا ۔ مہاراجہ شیر سنگھ نے اس سے ملاقات کی اور عہدنامہ دوستی کا لکھا لیا ۔

لارڈ النبرا صاحب بہادر گورنر جنرل بہادر ہند نے اس وقت چاہا کہ مہاراجہ شیر سنگھ سے ملاقات کرے ۔ اس ارادے پر فوج کثیر دریائے ستلج کے کنارے پر جمع ہوئی مگر راجہ دھیان سنگھ نے مہاراجہ شیر سنگھ کے دل

میں شک ڈال دیا اور بیان کیا کہ چونکہ صاحبان انگریز کو کابل سے بدلہ لینا منظور ہے - ایسا نہ ہو کہ ان کا یہ خیال ہو کہ کابل کے لینے سے اول پنجاب لے لیں - جب راستہ بخوبی صاف ہو جائے تو کابل پر مہم کریں - اور فوج کے جمع کرنے کا بھی یہی سبب ہو - صرف راجہ دھیان سنگھ اور شہزادہ پرتاپ سنگھ نواب گورنر جنرل بہادر کی ملاقات کے لیے گئے اور جنوری ۱۸۴۳ء کو بعد ملاقات لام فوج کا توڑ ڈالا گیا - اس ملاقات کے وقت لارڈ گورنر جنرل بہادر نے سکھی فوج کی قواعد، جو ہمراہ شہزادہ کے تھی، دیکھ کر رضامندی ظاہر کی اور شہزادہ انگریزی فوج کو دیکھ کر بہت خوش ہوا - اُس وقت کہ فوج کثیر فیروز پور میں جمع تھی، پنجاب کے ہر ایک شخص کو یقین تھا کہ صاحبان انگریز اب پنجاب پر یورش کریں گے مگر ملاقات ہو چکی اور لام ٹوٹا تو لوگوں کے دل کی تسلی ہوئی -

۳ جون ۱۸۴۳ء کو خبر مشہور ہو گئی کہ رانی چند کنور مر گئی ہے - اس کا جنازہ بھی بڑی شان و شوکت سے نکلا - مشہور یہ تھا کہ اُس کی کنیزوں نے مہاراجہ شیر سنگھ کے کہنے سے اس کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا - اس کے مر جانے سے مہاراجہ شیر سنگھ کی تسلی ہو گئی - اب اس کے دل میں یہ ہوس پیدا ہوئی کہ راجہ دھیان سنگھ کا اختیار کم کرکے اپنی حکومت کو ترقی دیوے، کیونکہ وہ اس وقت بے مشورت اور اجازت راجہ دھیان سنگھ کے کوئی کام نہیں کر سکتا تھا اور راجہ دھیان سنگھ اس کو اپنا آوردہ اور احسان مند تصور کرتا تھا - یہ بات اس کی مہاراجہ کو سخت ناگوار گزرتی تھی - علاوہ اس کے راجہ دھیان سنگھ نے اس کو شراب کی کثرت اور عیاشی سے بہت مرتبہ منع کیا اور وہ ممانعت اس کے خیال میں یہ گزری کہ یہ مجھ پر حکومت کرتا ہے - اس خیال پر مہاراجہ نے بھائی گورمکھ سنگھ کو کہ ایک گورو معزز کا بیٹا تھا، بڑھانا شروع کیا اور اس کو مشیر خاص بنایا - اس شخص کی پہلے بھی راجہ دھیان سنگھ کے ساتھ عداوت تھی - اس کا مشیر ہونا راجہ دھیان سنگھ کو کمال ناگوار گزرا اور آپس میں صورت نااتفاقی و نفاق کی شروع ہوئی -

چونکہ سردار لہنا سنگھ و اجیت سنگھ و عطر سنگھ بوقت دخل مہاراجہ شیر سنگھ کے لاہور سے بھاگ کر ستلج پار چلے گئے تھے اور سرکار انگریزی کو ان کے وہاں رہنے میں البتہ خدشہ اور تکلیف رہتی تھی اور صاحب ایجنٹ بہادر نہیں چاہتے تھے کہ وہ ہمارے علاقے میں رہیں، اس واسطے دربار لاہور میں

تحریک کی گئی کہ مہاراجہ سرداران سندھانوالیہ کا قصور معاف کرکے ان کو گزارہ دیں - اس وقت مہاراجہ شیر سنگھ بھی یہ چاہتا تھا کہ راجہ دھیان سنگھ کا طرف ثانی اور مقابلے پر کوئی زبردست مقرر ہونا مناسب ہے ، اس واسطے بہ بہانہ سفارش صاحبان انگریز کے سندھانوالیوں کو پھر لاہور میں بلایا اور جاگیریں اور حویلیاں و ملک و مکان ان کے سب واگزار کر دیے اور سرافرازی کا خلعت بخشا - اگرچہ اس وقت راجہ دھیان سنگھ کو اس قدر مہاراجہ پر اختیار تھا کہ ان کی طلبی میں توقف ڈال دیتا مگر اس نے بھی بدیں خیال سندھانوالیوں کے بلانے کی اجازت دی کہ جب یہاں آویں گے تو ان کے ہاتھ سے اس بے وفا مہاراجہ کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ جانی دشمن مہاراجہ کے ہیں - جب یہ کام ان کے ہاتھ سے سرزد ہوگا تو میں بھی الگ رہوں گا اور بدنام وہ ہوں گے -

غرض جب سرداران سندھانوالیہ جس طرح پہلے تھے صاحب اقتدار و وقار ہو گئے اور مہاراجہ کا خیال ان کی پرورش کی طرف کمال ہو گیا اور وہ ترقی پا کر مشیر و ہم صلاح ہر ایک امر میں ہو گئے تو راجہ دھیان سنگھ کو کمال رشک پیدا ہوا اور اس نے جانا کہ مہاراجہ اب میری تخریب و ذلت کے در پے ہے اور اب جان کا بچنا محال ہے ، تو اس نے سردار اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ سندھانوالیہ سے کہ اس وقت وہ دونوں بڑے بھاری مصاحب مہاراجہ کے بنے ہوئے تھے ، دوستی شروع کی اور یگانگت کو اس قدر بڑھایا کہ ہر روز علیحدہ ملاقاتیں ان کے ساتھ کرتا - آخر اس نے باتوں باتوں میں ان پر یہ بات یقین کرا دی کہ مہاراجہ شیر سنگھ نے تم کو لاہور میں صرف قتل کرنے کے لیے بلایا ہے - جب یہ موقع پائے گا تم کو قتل کر دے گا - سرداران سندھانوالیہ تو دونوں کے دشمن تھے ، وہ اس کی سب باتیں سن کر دل میں رکھتے تھے اور سمجھتے کہ مہاراجہ شیر سنگھ نے بموجب اس کی تجویز کے ہم کو قتل کرنے کے لیے بلایا ہے تو اس صورت میں پہلے یہ بھی ہماری جان کا خواہاں تھا - اب مہاراجہ شیر سنگھ کے ساتھ اس کا بھی قتل کر دینا مناسب ہے - آخر تجویز دونوں فریق کی مہاراجہ شیر سنگھ کے قتل پر قائم ہو گئی اور یہ بات قرار پائی کہ جس روز مہاراجہ سواران ماتحت سردار اجیت سنگھ کی حاضری لے گا ، اس کو قتل کر دیا جائے گا -

چنانچہ تاریخ ۱۵ ماہ ستمبر ۱۸۴۳ء کو مہاراجہ شیر سنگھ قلعے سے سوار ہو کر بمقام باغ شاہ بلاول گیا اور دربار منعقد کیا - پہلے پہلوانوں کی کشتی

دیکھی ، پھر سواران اجیت سنگھ سندھانوالیہ حاضری کے لیے حاضر ہوئے ۔ وہ پرا باندھ کر کھڑے ہو گئے ۔ ان میں سے سردار اجیت سنگھ ہاتھ میں ایک عمدہ قرابین لیے ہوئے روبرو آیا اور عرض کی کہ یہ نہایت عمدہ ولایتی قرابین ہے ۔ مہاراجہ اپنے پاس رکھیں تو لائق ہے ۔ مہاراجہ نے اس کے لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور اس نے سامنے کرکے اس کی کل دبا دی ۔ چونکہ قرابین میں کئی گولیاں بھری ہوئی تھیں ، لگتے ہی مہاراجہ خون میں لوٹنے لگا ۔ یہ حال دیکھ کر تمام اہل دربار بھاگ گئے اور مہاراجہ شیر سنگھ کی لاش اسی جگہ پڑی رہ گئی ۔

جب مہاراجہ کے قتل کے کام سے سرداران سندھانوالیہ فارغ ہوئے ، اسی وقت سردار لہنا سنگھ سندھانوالیہ نے باغ کے اندر جا کر شہزادہ پرتاب سنگھ کو کمال بے رحمی کے ساتھ قتل کیا اور اس بے گناہ خورد سال بچے کا خون اپنی گردن پر لیا ۔ کہتے ہیں کہ پرتاب سنگھ اس روز اپنے آپ کو غلہ و چاندی و سونے وغیرہ کے ساتھ تول رہا تھا اور خیرات لینے والے لوگ حاضر تھے کہ ناگاہ لہنا سنگھ تلوار علم کیے ہوئے اس کے سر پر جا پہنچا ۔ لڑکا یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور حاضرین سب بھاگ گئے ۔ لڑکے نے بہت منتیں کیں اور پاؤں پر سر رکھا اور کہا کہ چچا میں تمہارے گھوڑوں کی لید اٹھاؤں گا ۔ تم مجھ کو قتل نہ کرو مگر اس بے رحم نے ایک نہ مانی اور ایک ہاتھ تلوار کا مار کر اس کا سر الگ کر دیا ۔ جب یہ کام کر چکے تو سرداران سندھانوالیہ بڑے کروفر اور خوشنودی سے داخل قلعہ ہوئے ۔ شہر کے دروازے بند ہو گئے ، بازاروں میں ہڑتال ہو گئی ۔ رعیت بے چین ، خلقت بے آرام جابجا بھاگنے لگی ۔

چونکہ راجہ دھیان سنگھ اس تجویز سے پہلے ہی خبردار تھا ، اس روز یہ خود جان کر دربار نہیں گیا تھا ۔ قلعے میں آ کر موجودات توشہ خانے کی لیتا رہا ۔ وہاں سے فراغت پا کر یہ اپنی حویلی کو جانے لگا اور گھوڑے پر سوار ہوا ۔ قلعے کے دروازے میں سرداران سندھانوالیہ اس کو مل گئے اور باآواز بلند کہا کہ دشمن قتل کر دیا گیا ۔ اب تم واپس چلو کہ تجویز کرکے دلیپ سنگھ کو تخت نشین کریں اور ناظمان ملک و افسران فوج کے نام پروانہ جاری کریں کہ اب سلطنت مہاراجہ دلیپ سنگھ کی ہو گئی ہے ۔ ہر کوئی اپنے آپ کو نوکر مہاراجہ دلیپ سنگھ کا تصور کرے ۔ یہ بات سن کر راجہ دھیان سنگھ نے کچھ جواب نہ دیا اور ان کے ساتھ ہو لیا ۔ دوسری ڈیوڑھی پر جا کر سردار لہنا سنگھ نے ، جو پیچھے آتا تھا ، حکم دے دیا کہ ڈوگرا سپاہی کوئی آنے نہ دیا جائے ۔ چنانچہ جس قدر تھوڑی بہت فوج اس وقت راجہ دھیان سنگھ کے ساتھ

تھی ، سب کی سب پیچھے رہ گئی اور راجہ تنہا دشمنوں کے نرغے میں آ گیا ۔
اس وقت سردار اجیت سنگھ نے راجہ سے پوچھا کہ شیر سنگھ نے رانی چند کنور کو کس جگہ ہلاک کرایا تھا ؟ اُس وقت راجہ کو ثابت ہو گیا کہ یہ اب میرے بھی قتل کی فکر میں ہیں ۔ جب اس نے پیچھے کو نظر کی تو اپنے ہمراہیوں میں سے بھی کسی کو نہ دیکھا ۔ ناچار زندگی سے ناامید ہوا ۔ اتنے میں سردار اجیت سنگھ نے نزدیک آ کر راجہ دھیان سنگھ پر قرابین سر کی جس سے وہ لئیق وزیر فی النور جان بحق ہوا اور گھوڑے سے زمین پر گر پڑا ۔

راجہ کی لاش وہاں ہی پڑی چھوڑ کر سرداران سندھانوالیہ مثمن برج میں گئے اور مہاراجہ دلیپ سنگھ خورد سال کو اس کی والدہ کے پاس سے لا کر مسند پر بٹھلایا اور راج تلک پنڈت مدسودن کے ہاتھ سے دلایا اور حکم دیا کہ شہر میں منادی ہو جائے کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ مسند نشین ہوا ۔

جب یہ کام کر چکے تو اور انتظام فوجی و ملکی انھوں نے کچھ نہ کیا اور نہ ان کو یہ خیال ہوا کہ راجہ دھیان سنگھ کو تو قتل کر دیا ہے ، راجہ ہیرا سنگھ اس کے فرزند کا بندوبست کیا کرنا چاہیے ۔ اپنی طرف سے انھوں نے کل انتظام کر لیا اور طوائف رقاصہ کا دور چلنے لگا ۔ تین گھنٹے تک یہ کیفیت رہی ، پھر بحالتِ نشہ آرام میں آ گئے ۔

دوسری طرف یہ حال گزرا کہ جب باپ کے مرنے کی خبر راجہ ہیرا سنگھ راجہ دھیان سنگھ کے بیٹے کو پہنچی ، کمال گھبرایا اور بمقام پڑاوہ بدھو جا کر کل افسرانِ فوج کو بلایا ۔ جب وہ آئے تو اس نے تمام کیفیت سندھانوالیوں کے ظلم کی فوج کے گوش گزار کی اور اپنی فریاد کی داد چاہی اور اقرار کیا کہ اگر خالصہ جی سردارانِ سندھانوالیہ سے مہاراجہ اور شہزادہ اور میرے باپ کے خون کا بدلہ لیں تو میں ہر ایک پیادہ سپاہی کے بارہ روپے مشاہرہ اور سوار کا ایک روپیہ یومیہ تنخواہ کردوں گا اور احسان مند خالصہ جی کے احسانوں کا تادمِ حیات رہوں گا ۔ جب سکھوں نے یہ مژدہ اضافہ تنخواہ کا سنا ، بہت خوش ہوئے ۔ اگرچہ پہلے وہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ سوائے سکھ کے کوئی مختار سلطنت کا ہو مگر :

طمع بگسلد دیدۂ ہوش مند　　　درآرد طمع مرغ و ماہی بہ بند

طمع کے مارے تمام سکھ سندھانوالیوں کی سرکوبی و استیصال کو تیار ہو گئے ۔ توپ خانے اور پیادہ پلٹنوں نے آ کر قلعہ گھیر لیا ۔ جب رات کو قلعہ کا محاصر

ہو گیا اور گولہ چلنے لگا تو سرداران سندھانوالیہ کی آنکھ کھلی اور جانا کہ تجویز ان کے برخلاف پڑی ۔ اس وقت فوج قلعے میں کچھ نہ تھی ، صرف معمولی پہرے خزانہ و توشہ خانہ وغیرہ پر تھے۔ اگر سرداران سندھانوالیہ مآل اندیشی کرتے تو بعد قتل مہاراجہ و وزیر کے وہ پلٹنوں میں پھر جاتے اور جو طمع راجہ ہیرا سنگھ نے سکھوں کو دینا کرکے اپنے ساتھ ملا لیا تھا وہی وہ دے دیتے تو سب سکھ ان کے ساتھ ہو جاتے اور راجہ ہیرا سنگھ کو جان بچا کر یہاں سے بھاگنا پڑتا ۔ تمام رات اور تمام روز توپ چلتی رہی اور دیواریں قلعے کی بہت سی مسمار ہو گئیں ۔ اس وقت سردار لہنا سنگھ جو زخمی ہو چکا تھا اور سردار اجیت سنگھ سندھانوالیہ مع اپنے خاص مصاحب مہر کھیسیٹا کے قلعے سے بھاگنے پر مستعد ہوئے ۔ سردار لہنا سنگھ قلعے کے اندر سے بھاگتا ہوا قتل ہوا اور سردار اجیت سنگھ دیوار سے کودتا ہوا پکڑا گیا اور مارا گیا ۔ مہر کھیسیٹا بھی ان کے ساتھ پکڑا گیا اور قتل ہوا ۔

ان کے مارے جانے کے بعد قلعہ فتح ہوا۔ سکھوں نے اپنے مالک کا خزانہ اور توشہ خانہ خوب لوٹا ۔ لاکھوں روپے کا نقد و جنس غارت میں آیا ۔ شہر میں بھی بڑی بڑی غارتیں عمل میں آئیں ۔ اُس وقت خاندان سرداران سندھانوالیہ پر ایک آفت برپا تھی ۔ گویا تمام زمانہ ان کا دشمن جانی بنا ہوا تھا ۔ ان کے تمام نوکر و ملازم اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ سردار عطر سنگھ اور اس کا بیٹا سردار کہر سنگھ انگریزی علاقے میں چلے گئے اور راجہ ہیرا سنگھ نے جابجا سوار مامور کیے کہ قصبۂ راج سانسی وغیرہ میں جہاں جہاں جائداد سرداران سندھانوالیہ کی ہو ، ضبط کر لیں ۔ جاگیریں ان کی قرق کرکے شامل علاقہ سرکاری کے کر لیں اور مکانات ان کے جس قدر ہیں سب کے سب گرا دیے جائیں ، حویلیاں بیچ سے نکال لی جائیں ۔ چنانچہ فی الفور تعمیل ہوئی ۔ خاندان سندھانوالیہ سے صرف سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ امان میں رہا کیونکہ اس کی پہلے سے سردار لہنا سنگھ و اجیت سنگھ کے ساتھ عداوت تھی ۔ راجہ ہیرا سنگھ نے اس کی جان بخشی کی ۔ اور سرداروں کی جیسے کہ چاہیے خرابی عمل میں آئی ۔ بھائی گورمکھ سنگھ اور مصر بیلی رام خزانچی مہاراجہ کا بھی پکڑا گیا ۔ وہ بھی پوشیدہ قتل کرائے گئے ۔ نہ معلوم کہ وہ کب اور کس وقت اور کہاں مارے گئے ۔ مصر بیلی رام اس وقت گرفتار ہو کر شیخ امام الدین کے سپرد کیا گیا تھا ۔ اسی کی معرفت شاید اس کو قتل کرایا گیا ۔ اور بھائی گورمکھ سنگھ جو گرنتھی اور بیدی سکھوں کا گورو تھا ، اس کے برملا قتل کرانے میں البتہ

خوف تھا ، اس واسطے وہ بھی پوشیدہ قتل کرایا گیا ۔ سردار عطر سنگھ پہلے بھاگ کر بھائی بیر سنگھ کے پاس گیا کہ وہ بھی مشہور گورو سکھوں کا تھا ۔ جب اس نے وہاں بھی ٹھکانا نہ دیکھا تو دریائے ستلج سے اتر کر انگریزی علاقے میں چلا گیا ۔

جب یہ سب کام ہو چکے تو راجہ ہیرا سنگھ نے دوبارہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو گدی پر بٹھلایا ۔ خلعت وزارت کا آپ پہنا اور خلعت مختاری و مدار المہامی کا پنڈت جلا" اپنے مصاحب کو دیا اور یہ دونوں مالک و مختار کل بنے ۔

• • •

پانچواں حصہ

ذکر واقعات عہد مہاراجہ دلیپ سنگھ ، اور قتل میں آنا راجہ سوچیت سنگھ کا راجہ ہیرا سنگھ کے ہاتھ سے اور بھائی بیر سنگھ و سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ کا فوج کے ہاتھ سے ، اور قتل ہونا راجہ ہیرا سنگھ و سوہن سنگھ و پنڈت جلا کا بلوے میں ، اور وزیر ہونا سردار جواہر سنگھ کا اور قتل ہونا فوج میں جا کر ، اور یورش کرنا فوج سکھوں کا علاقہٴ انگریزی پر اور قائم ہونا انگریزی عمل داری کا پنجاب میں بعد جنگ و جدل ، اور معزول ہو کر جلا وطن ہونا مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر کا پنجاب سے

جب راجہ ہیرا سنگھ اور پنڈت جلا" نے مہاراجہ دلیپ سنگھ کے مختار و مدارالمہام بن کر اختیار حاصل کیا تو یہ اختیار ان کا مہاراجہ دلیپ سنگھ کی والدہ رانی جنداں اور مہاراجہ کے ماموں سردار جواہر سنگھ کو ناگوار معلوم ہوا ، کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ راجگان جموال ان کی سلطنت میں حکومت کریں - سردار جواہر سنگھ اس سے پہلے ایک گمنام آدمی تھا ، کوئی اس کو نہیں جانتا تھا کہ کون ہے - جب اس کا بھانجا مہاراجہ سلطنت لاہور کا بن گیا تو وہ بھی سرداروں میں شمار ہونے لگا - اس کو یہ ہوس ہوئی کہ وزارت اور مدارالمہامی میرا حق ہے ، مجھ کو ملنی چاہیے - اس تدبیر میں وہ دن رات رہنے لگا کہ کسی طرح سے راجہ ہیرا سنگھ و پنڈت جلا" کو خارج کرکے خود وزیر ہو جائے - ادھر راجہ سوچیت سنگھ راجہ دھیان سنگھ کا بھائی راجہ ہیرا سنگھ کا چچا اپنے بھتیجے کا اختیار دیکھ کر ناراض ہوا اور نہ چاہا کہ میں بزرگ اور چچا ہو کر ایک لڑکے دست پروردہ کی اطاعت کروں اور ایک برہمن ناچیز یعنی پنڈت جلا کی تابعداری اختیار کروں - چنانچہ وہ بے اجازت لاہور سے اٹھ کر جموں چلا گیا - راجہ ہیرا سنگھ نے وزیر ہو کر فوج کی پچھلی چڑھی ہوئی تنخواہ بھی دی دے اور آیندہ حسب وعدہ اضافہ کرکے فوج کو خوش کیا تو اس وقت

سردار جواہر سنگھ کو کمال رشک پیدا اور وہ مہاراجہ دلیپ سنگھ خوردسال اپنے بھانجے کو گود میں لے کر سکھوں کے مجمع میں جا موجود ہوا اور کہا کہ تم پہاڑیوں کو دربار سے نکال دو تو بہتر ہے ، نہیں تو میں اپنے بھانجے کو لے کر سرکار انگریزی کی عمل داری میں چلا جاؤں گا ۔ چونکہ انگریزوں کے نام سے سکھ بہت جلتے تھے ، یہ تقریر جواہر سنگھ کی ان کو پسند نہ آئی اور اس کو گرفتار کرکے راجہ ہیرا سنگھ کے سپرد کر دیا ۔ راجہ ہیرا سنگھ نے اس کو مہاراجہ کھڑک سنگھ کی حویلی میں مقیّد کرکے سنگین پہرہ اس پر قائم کر دیا ۔ چند روز وہ قید میں رہا ، پھر رانی جنداں کے کہنے سے رہا ہوا ۔

چونکہ خرچ فوج کا بہت بڑھ گیا تھا اور بسبب انقلاب چند در چند سلطنت کے علاقوں سے آمدنی کا آنا کم ہو گیا تھا ، راجہ ہیرا سنگھ دن رات اسی فکر و اندیشہ میں رہتا تھا ۔ اس واسطے مناسب متصور ہوا کہ تمام کارداروں و جاگیرداروں و حوالہ داروں و اجارہ داروں و ناظمانِ صوبجات کا حساب کرکے باقی روپیہ ان سے وصول کیا جائے ۔ چنانچہ اس کام کے انجام کے لیے پنڈت جلا؀ مقرر ہوا اور اس نے بڑی بڑی رقمیں روپیہ بقایا کی ہر ایک کے نام از روئے حساب نکالیں اور روپے کے ادا کرنے کے لیے ہر ایک امیر و سردار کو تنگ کرنا شروع کیا ۔ اب ایک اور بنیاد فساد کی قائم ہوئی اور تمام امیر و سردار دلی بدخواہ راجہ ہیرا سنگھ اور پنڈت جلا؀ کے ہو گئے ۔ اس میں کئی لاکھ روپے کی رقم راجہ گلاب سنگھ اور راجہ سوچیت سنگھ کے ذمے بھی برآمد ہوئی ۔ اس واسطے راجہ ہیرا سنگھ نے مناسب سمجھا کہ پہلے پہل مطالبہ زر کا راجہ گلاب سنگھ اور سوچیت سنگھ سے شروع ہو تاکہ اور لوگ اس میں حسد نہ کریں اور یہ نہ کہیں کہ اپنے رشتہ داروں سے تو راجہ ہیرا سنگھ روپیہ نہیں مانگتا اور ہم سے طلب کرتا ہے ۔ اس باعث سے راجہ سوچیت سنگھ اور بھی زیادہ تر دشمن ہیرا سنگھ کا بن گیا اور اراکینِ دربار کے ساتھ درباب وزارت حاصل کرنے کے سازش شروع کی ۔ چنانچہ دربار کے بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہم صلاح ہوگئے ۔ گھوڑ چڑھ یعنی سواری فوج بھی یہی چاہتی تھی کہ راجہ سوچیت سنگھ وزیر ہو کیونکہ راجہ ہیرا سنگھ فوج پیادہ کو اپنا مدد و معاون سمجھتا تھا اور ہر ایک اس کی اجازت فوج پیادہ کے پنچوں کو طلب کر کے لی جاتی تھی اور جب وہ قلعے میں آتے تھے تو لذیذ حلوے اور شربت اور مہا پرشاد ان کے واسطے تیار ہوتے تھے ۔ سوائے فوج سواری کے کہ وہ طفیلیے فوج پیادہ کے ہر ایک انعام و اکرام میں تصوّر کیے جاتے تھے ۔

راجہ ہیرا سنگھ کے برخلاف اُس وقت ایک شخص فتح خاں ٹوالہ تھا جو دست پروردہ و نمک خوار راجہ دھیان سنگھ کا تھا مگر وہ سرداران سندھانوالیہ کا ایسا دوست بن گیا تھا کہ اپنے آقا راجہ دھیان سنگھ کے قتل میں اس نے بہت کوشش کی اور جس وقت سردار اجیت سنگھ بارادہ قتل راجہ دھیان سنگھ کے قلعے میں آیا تو وہ ہمراہ تھا ۔ اُس نے کچھ حمایت راجہ دھیان سنگھ کی نہ کی ۔ بعد قتل سرداران سندھانوالیہ کے وہ لاہور سے بھاگ گیا اور ڈیرہ اسماعیل خاں کے نواح میں جا کر باغوائے راجہ سوچیت سنگھ اس نے مفسدہ شروع کیا ۔ اس فساد میں اس کے ساتھ دیوان ساون مل ناظم ملتان کا بیٹا بھی شامل ہوا ، کیونکہ اس کے ذمے بھی بہت سا روپیہ بقایا خراج کا تھا ۔

کشمیرا سنگھ و پشورا سنگھ ، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مشہور بیٹے ، بھی اُس وقت مدعی سلطنت کے ہوئے اور راجہ سوچیت سنگھ اور فتح خان کے اغوا سے انھوں نے سیالکوٹ میں فساد برپا کیا ۔ بہت سے لوگ اُنھوں نے اپنے پاس جمع کر لیے ۔ چار رجمنٹیں جو لاہور سے پشاور کو جاتی تھیں ، وہ بھی پشورا سنگھ کے ہمراہ ہوگئیں ۔ ان کی سرکوبی کے لیے مسلمان پلٹنوں کو حکم دیا گیا کہ سیالکوٹ کو جائیں مگر انھوں نے انکار کیا اور جواب دیا کہ اگر سکھی فوج ہمارے ساتھ روانہ ہو تو ہم بھی جانے کو تیار ہیں ۔ آخر راجہ گلاب سنگھ کے نام پروانہ جاری ہوا کہ جموں سے سیالکوٹ آ کر مفسدوں کی سرکوبی کرے ۔ جب یہ بہادر راجہ اپنی فوج لے کر سیالکوٹ پہنچا تو مفسدوں کا مجمع منتشر ہوگیا اور راجہ ہیرا سنگھ نے پھر زیادہ پیچھا پشورا سنگھ و کشمیرا سنگھ کا نہ کیا کہ اس میں زیادہ شورش برپا ہونے کا اندیشہ تھا ۔

جب راجہ سوچیت سنگھ نے فوج سواری اور اکثر اراکین دربار کے ساتھ اپنی سازش کر لی تو اچانک ۲۶ ماہ مارچ ۱۸۴۳ع کو مع اپنی فوج کے شاہدرہ آ پہنچا ۔ فوج کو تو دریائے راوی کے پار چھوڑا اور خود ایک سو سوار اور رائے کیسری سنگھ وغیرہ اراکین کے ساتھ لاہور کے باہر بمقام خانقاہ میاں وڈا آ اُترا ۔ اس کو اُمید تھی کہ جب میں لاہور جاؤں گا ، تو تمام فوج سواری کی میرے پاس جمع ہو جائے گی اور میرے دوست اراکین سب میرے پاس جمع ہو جائیں گے اور میں ان کے اجتماع سے راجہ ہیرا سنگھ کو دربار سے نکال دوں گا ، مگر یہ تدبیر اس کی برخلاف پڑی ۔

جب یہ خبر راجہ ہیرا سنگھ کو پہنچی کہ اس کا حقیقی چچا اس کی جان کا خواہاں ہو کر لاہور آ پہنچا ہے تو اس نے ایکبار ایک کمپنی فوج پیادہ سے

ایک ایک پنچ اپنے روبرو بلا کر نہایت عاجزی کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کی کہ خالصہ جی مجھ سے کون سی تقصیر اور نمک حرامی سرکار کی ہوئی ہے کہ جس کے عوض میں خالصہ نے مجھ سے ناراض ہو کر میرے چچا کو جموں سے وزارت کے لیے بلایا ہے اور وہ ایسی جرأت اور دلیری کر کے لاہور کے باہر آ موجود ہوا ہے ؟ پس اب اگر آپ نے اس سے مل کر مجھ کو قتل کر دینا ہو تو ابھی قتل کر دو کہ میں بے آبروئی کے ساتھ قتل نہ ہوں اور اگر تم نے اس کو نہیں بلایا اور وہ از خود آیا ہے تو اس کو سخت سزا دینی چاہیے کہ آئندہ پھر کسی کو ایسی جرأت نہ پڑے۔

چونکہ پیادہ فوج اس سازش سے بے خبر تھی سب نے لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ ہم تیرے حکم کے منتظر ہیں۔ جب تو حکم دے گا فی الفور اس کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ ان کے نام احکام جاری ہوگئے کہ علی الصبح اپنی فوج اور توپ خانہ لے جا کر راجہ سوچیت سنگھ کو سزا دیں۔ پھر فوج سواری کے افسر بلائے گئے اور وہی تقریر ان کے روبرو کی گئی۔ اگرچہ وہ سب کے سب راجہ ہیرا سنگھ سے ناراض تھے اور راجہ سوچیت سنگھ انھی کی آمیزش و اجازت سے آیا تھا مگر انھوں نے بنظر اس کے کہ توپ خانے سب کے سب فوج پیادہ کے پاس تھے اور فوج پیادہ راجہ ہیرا سنگھ کی حامی ہوگئی تھی، دم بخود ہو کر وہی جواب دیا جو فوج پیادہ نے دیا تھا۔

چنانچہ چار یاری کے سواروں کو حکم ہوگیا کہ علی الصبح اپنی چھاؤنی سے نکل کر راجہ سوچیت سنگھ کا محاصرہ کر لیں اور اس خدمت کے انجام میں راجہ ہیرا سنگھ نے منظور کیا کہ جب فوج اس کے دشمن راجہ سوچیت سنگھ کا کام تمام کر لے گی، فی سپاہی پیادہ و سوار ایک ایک ٹکی طلائی انعام دے گا اور افسروں کو کنٹھے طلائی و مالائے مروارید عطا ہوں گے۔ پھر تو تمام فوج لالچ و طمع کے دام میں پھنس کر یک قلم راجہ سوچیت سنگھ کی جان کی خواہاں ہوگئی۔ راجہ سوچیت سنگھ آدھی رات تک مطلق العنان رہا۔ اگر وہ چاہتا اپنی فوج میں کہ دریائے راوی کے اس طرف اتری ہوئی تھی، واپس چلا جاتا اور مفت نہ مارا جاتا مگر وہ اسی انتظار میں رہا کہ جس فوج نے مجھ کو بلایا ہے، وہ میری مدد ضرور کرے گی۔ یہاں معاملہ برعکس ہو چکا تھا۔ پہر رات رہے فوج کا جانا شروع ہوا اور جاتے ہی فوج نے میاں وڈا کی خانقاہ کا محاصرہ کر لیا۔

اس خانقاہ میں نابینا درویشوں کا مدرسہ تھا اور قریب ایک سو درویش کے

وہاں تھے اور میاں شرف دین نام خانقاہ کا سجادہ نشین ان کا سرپرست تھا ۔ اس نے راجہ سوچیت سنگھ کے پاس جا کر بہت سمجھایا کہ آپ ہم فقیروں کے مکان چھوڑ دیں تو بہتر ہے کہ یہ چار دیواری چنداں استحکام نہیں رکھتی ۔ اگر پناہ منظور ہے تو شالامار باغ میں جا کر اُتریں کہ اس کی دیواریں نہایت سنگین و پختہ ہیں ۔ چونکہ راجہ سوچیت سنگھ کی اجل نزدیک پہنچی ہوئی تھی ، اس کے کہنے پر اس نے عمل نہ کیا اور وہاں ہی اُترا رہا ۔ جب فوج نے محاصرہ کر لیا تو راجہ ہیرا سنگھ بھی علی الصباح وہاں پہنچا اور توپ چلنی شروع ہوئی ۔ آدھ گھنٹے میں چار دیواری خانقاہ کی مسمار ہو کر کف دست میدان ہو گیا ۔ مسجد پختہ خانقاہ کی بھی مسمار ہو گئی ۔ درویش اندھے جو اس میں تھے ، سب کے سب مارے گئے اور جو بینا تھے وہ بھاگ گئے ۔ راجہ سوچیت سنگھ کے ہمراہی بھی بہت سے کام آئے ۔

جب تھوڑے سے آدمی رہ گئے تو راجہ سوچیت سنگھ بڑی دلیری اور جواں مردی سے رائے کیسری سنگھ وغیرہ ہمراہیوں کے ساتھ ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر خانقاہ سے نکلا اور فوج کی طرف باآواز بلند مخاطب ہو کر کہا کہ میں تمہارے بلانے سے لاہور آیا مگر تم نے میرے ساتھ بے وفائی کی اور میرے قتل کے لیے اتنا مجمع کر کے آئے ۔ اب میری یہ التجا ہے کہ تم میں سے ایک ایک آدمی میرے ساتھ آ کر جنگ کرو اور دیکھو کہ جواں مردی اور بہادری راجپوتوں کی کیسی ہے ۔ گولی اور گولے سے لڑنا نامردوں کا کام ہے ۔ جواں مردوں کی لڑائی تلوار کے ساتھ ہوتی ہے ۔ یہ تقریر سن کر خالصہ کے لشکر سے کوئی بہادر اس کے نزدیک نہ گیا ۔ آخر وہ اور اس کے ہمراہی تلواریں لے کر سکھوں پر آ پڑے اور چند آدمی قتل کر ڈالے ۔ پھر تو سکھوں نے ان پر آگ برسانا شروع کی اور وہ سب کے سب مارے گئے ۔ جب یہ کام باتمام پہنچا ، راجہ ہیرا سنگھ فتح کا نقارہ بجاتا ہوا داخلِ شہر ہوا ۔ مگر دل میں غمگین کمال تھا کیونکہ راجہ سوچیت سنگھ اس کا حقیقی چچا تھا اور اس کے قتل ہونے سے خاندان کی خرابی و بربادی تھی ۔ راجہ سوچیت سنگھ کی نعش لاہور میں جلائی گئی اور رالیاں اس کی علاقۂ جموں میں اس کا پنکھا پاس رکھ کر چتا بنا کر ستی ہوئیں ۔

جب اس واقعے کو دو ماہ کا عرصہ گزر گیا اور فوج سکھی ایک ایک ُبتکی طلائی راجہ ہیرا سنگھ سے انعام لے چکی تو ایک نیا شغل ظاہر ہوا اور خبر پہنچی

کہ سردار عطر سنگھ سندھانوالہ، جو لاہور سے بھاگ کر مقام تھانیسر یعنی کورچھتر میں گزارہ کرتا تھا، دریائے ستلج سے عبور کر کے بھائی بیر سنگھ کے ڈیرے میں آ گیا ہے اور چاہتا ہے کہ بھائی بیر سنگھ کی امداد سے خالصہ جی کے ساتھ سازش کر کے مہاراجہ کے دربار میں وزارت کا عہدہ حاصل کرے۔ چنانچہ اس باب میں بھائی بیر سنگھ کی تحریریں سکھان فوج کے نام جاری ہو گئی ہیں اور بھائی بیر سنگھ نے صاف اپنی تحریروں میں درج کر دیا ہے کہ لاہور کی سلطنت گورو گوبند سنگھ کی سلطنت ہے اور مہاراجہ دلیپ سنگھ خورد سال ہے۔ پس مناسب ہے کہ اس کا وزیر و مدارالمہام سکھ ہو۔ راجہ ہیرا سنگھ سکھ نہیں ہے۔ اس کو معزول کر دینا چاہیے اور اس کی جگہ سردار عطر سنگھ کو کہ مہاراجہ کا ہم جدی سردار لائق اس کام کے ہے، مقرر کرنا چاہیے۔ خالصہ جی کو چاہیے کہ اس کو مقرر کر کے گوروؤں کی رضامندی حاصل کریں۔

یہ خبر سن کر راجہ ہیرا سنگھ کمال اندیشہ ناک ہوا اور جانا کہ اب نہایت مشکل کام درپیش آیا ہے کیونکہ بھائی بیر سنگھ کا ادب تمام سکھ دل و جان سے کرتے تھے اور اس کی خاطر سب کو منظور تھی۔ یہ خبر بھی راجہ ہیرا سنگھ کو پہنچ چکی تھی کہ بھائی بیر سنگھ نے دیہاتی سکھ بھی جمع کر لیے ہیں اور وہ بدل و جان عطر سنگھ کا ممد و معاون ہو چکا ہے۔ کشمیرا سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا بھی وہاں موجود ہے۔ راجہ ہیرا سنگھ نے پھر فوج کے پنچوں کو بلایا اور ہاتھ جوڑ کر ان کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا کہ خالصہ جی آپ نے سنا ہوگا کہ سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ بارادۂ وزارت دربار خالصہ کے بھائی بیر سنگھ کے پاس آ پہنچا ہے۔ کشمیرا سنگھ بھی وہاں موجود ہے۔ اب ان کا یہ منشا ہے کہ مجھ کو خالصہ بے گناہ قتل کر ڈالے اور اس کو وزیر بنائے۔ اس نے انگریزوں سے بھی اپنا انتظام اچھی طرح کر لیا ہے اور اقرار کیا ہے کہ جب میں لاہور کی ریاست کا وزیر ہو جاؤں گا، بہت سہولت کے ساتھ ان کا دخل پنجاب پر کرا دوں گا۔ سرکاری اخبار نویس کے ذریعے سے یہ بات تصدیق ہو گئی ہے کہ انگریزوں نے سردار عطر سنگھ کے ساتھ وعدہ کر لیا ہے کہ اگر بھائی بیر سنگھ کے کہنے سے خالصہ نے تم کو وزارت دے دی تو بہتر ہے ورنہ انگریزی فوج تمہارے ساتھ مدد کو پہنچ جائے گی اور وہ فوج خالصہ کو مغلوب کر کے تم کو وزارت دلوائے گی اور تمہاری حفاظت کے لیے ہمیشہ انگریزی فوج لاہور رہا کرے گی۔ پس اگر خالصہ جی کو بھائی بیر سنگھ کی خاطر مجھ کو قتل

کرنا منظور ہو تو خالصہ جی میری جاں بخشی کرے اور مجھ کو حکم دیوے کہ میں دربار چھوڑ کر اپنے گھر چلا جاؤں ۔ اگر خالصہ جی میرے کھانے کے واسطے ٹکڑا دیوے تو مہربانی ہے ورنہ ویسے بھی میں راضی ہوں ۔

ایسی ایسی تقریریں جو راجہ ہیرا سنگھ نے اپنے مطلب کے لیے کی تھیں ، سکھوں کو جوش میں لے آئیں اور انگریزوں کا نام سن کر وہ نہایت افروختہ ہوئے اور کہا کہ بھائی بیر سنگھ فقیر ہے ، اس کو سلطنت کے کام کی کیا خبر ہے ۔ خالصہ جی ایسا بیوقوف نہیں ہے کہ اس کے کہنے سے سردار عطر سنگھ کو ، جس کی سازش انگریزوں کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے ، اپنی سلطنت کا وزیر بنائے اور اپنے ہاتھ سے اپنے گلے پر چھری پھیرے ۔ خالصہ جی آپ کے حکم میں ہے ۔ اگر آدھی رات کو کہیے تو سردار عطر سنگھ کی سرکوبی کو روانہ ہو جائے ۔ لڑائی کے وقت بھائی بیر سنگھ کو وہاں سے الگ کر لیں گے اور دشمنوں کے سر کاٹ کر تمھارے پاس لا ویں گے ۔ یہ تقریر سن کر راجہ ہیرا سنگھ بہت خوش ہوا اور بہت سا روپیہ نقد انعام دے کر خالصہ کے پنچوں کو رخصت کیا اور حکم دیا کہ خالصہ جی اب آپ کام میں توقف نہ کریں ، فی‌الفور وہاں پہنچ کر عطر سنگھ کا کام تمام کریں ۔ ایسا نہ ہو کہ انگریز اس کی امداد کو آ پہنچیں اور خالصہ کو ان کے ساتھ لڑنا پڑے ۔

دوسرے دن سکھوں کی آٹھ پلٹن اور دو رجمنٹ اور تین توپ خانے دریائے ستلج کی طرف روانہ ہوگئے ۔ چونکہ بھائی بیر سنگھ کے رہنے کا مقام قصبۂ فیروز پور کے مقابل دریا سے اُس طرف لاہور سے چالیس میل کے فاصلے پر تھا ، پانچ روز میں تمام فوج وہاں جا پہنچی اور بھائی بیر سنگھ کو پیغام بھیجا کہ سردار عطر سنگھ کو قید کر کے ہمارے پاس بھیج دیوے اور اگر ایسا نہ کر سکتا ہو تو اس کو اپنے مکان سے نکال دیوے ، اور اگر نکال بھی نہ سکتا ہو تو خود اپنے سپاہیوں کے ساتھ مکان سے الگ ہو جائے کہ خالصہ جی کو فقیر پر ہاتھ اُٹھانا منظور نہیں ہے ۔

جب یہ پیام بھائی بیر سنگھ کے پاس پہنچا ، تینوں امر میں سے اس نے کوئی بات منظور نہ کی اور سردار عطر سنگھ کی رفاقت سے الگ ہونا منظور نہ کیا ، کیونکہ اس کے دل میں یہ بھروسا تھا کہ جب تک میں اور سردار عطر سنگھ یکجا ہیں سکھ کبھی لڑائی کو ہاتھ نہ اُٹھائیں گے ۔ دوسرے روز اس نے کئی سو من آٹا اور بکرے خالصہ جی کی ضیافت کے لیے بھیجے اور بہت سی بھنگ بھیجی کہ خالصہ جی گھوٹ کر پئیں ۔ وہ ضیافت بھی خالصہ نے منظور

گر لی اور آٹا وغیرہ سب چھک گئے یعنی کھا گئے ۔ اس ضیافت کے قبول کرنے میں بھائی بیر سنگھ کو کامل امید ہوگئی تھی کہ اب خالصہ جی میرے کہنے میں آ جائیں گے ۔

تیسرے روز سکھوں نے پھر وہی سوال تین امر کا پیش کیا جس کا جواب وہی پایا ۔ چوتھے روز جب کچھ فیصلہ نہ ہوا تو سکھوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا اور توپیں جوڑ دیں ۔ اس عرصے میں بھائی بیر سنگھ سردار عطر سنگھ کو یہ بھی کہتا رہا کہ تم دریا سے اُتر کر انگریزی علاقے میں چلے جاؤ کہ معاملہ دگرگوں ہو گیا ہے اور سکھوں پر اب بہبودی کی امید نہیں رہی ہے ۔ تم اپنی جان مفت مت گنواؤ مگر اس نے نہ مانا اور اس پر نازاں رہا کہ سکھ آخر گورو بیر سنگھ کے کہنے سے باہر نہ ہوں گے اور میں اپنی مراد کو پہنچ جاؤں گا ۔ جب سکھوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا تو اس کو یقین ہو گیا کہ اب اجل سر پر آ گئی ہے ۔

غرض سکھوں نے اول توپ داغ دی اور توپ خانے کے گولوں سے فی الفور چار دیواری خام مکان کی گر پڑی اور بھائی بیر سنگھ کے چیلے مرنے لگے ۔ اس وقت بھائی بیر سنگھ خاموش ہو کر گردن نیچے کیے ہوئے بیٹھا تھا ۔ راضی برضا و شاکر بقضا ہو کر خدا کی یاد میں مصروف تھا کہ یکایک ایک گولہ اس کے بھی سر میں لگا اور وہ خدا پرست و خدا دوست فقیر مارا گیا ۔ مال مویشی اس کے گائے ، بیل بکرے وغیرہ سب گولوں کے صدمے سے ہلاک ہوئے ۔

آخر جب عطر سنگھ نے دیکھا کہ اب کوئی یار و حامی و مددگار باقی نہیں رہا تو وہ خود شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر میدان میں آیا ۔ اس کے باہر آتے ہی سکھوں نے چاروں طرف سے اس کو گھیر لیا اور چاہا کہ زندہ گرفتار کر کے لاہور لے جائیں اور راجہ ہیرا سنگھ سے انعام پائیں مگر وہ پہلوان زلدہ کب ان کے پنجے میں آتا تھا ۔ آدھ گھنٹے تک لڑتا رہا ، آخر مارا گیا ۔ یہ فتح نمایاں جب خالصہ جی نے پائی ، نہایت خوش و خرم لاہور کو واپس آئے ۔ اس آنے جانے میں سکھوں نے دیہات سرکاری پر بہت دست اندازی کی اور اپنے مالک کے ملک کو لوٹا ۔ کشمیرا سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا مشہور بیٹا بھی اسی لڑائی میں مارا گیا ۔

اگرچہ سکھان فوج کو ہرگز منظور نہ تھا کہ بھائی بیر سنگھ کے ساتھ بگاڑ کریں مگر اتفاقاً ایک ایسا معاملہ وقوع میں آیا کہ سکھان فوج نے جوش میں آ کر گولہ رانی شروع کر دی ۔ وہ یہ تھا کہ خالصہ جی نے بار بار اپنا

ایلچی بھائی بیر سنگھ کے پاس بھیجا کہ تم اس مکان سے چلے جاؤ یا عطر سنگھ کو نکال دو یا عطر سنگھ کو قید کر کے ہمارے پاس بھیج دو ۔ تیسری مرتبہ جب وکیل گیا تو اس نے خالصہ کی طرف سے سخت سخت لفظ بے ادبی کے بھائی بیر سنگھ اور عطر سنگھ کی نسبت کہے ، جس سے سردار عطر سنگھ طیش میں آ گیا ۔ وکیل نے تلوار کھینچ کر چاہا کہ سردار عطر سنگھ پر وار کرے ۔ سردار عطر سنگھ نے اپنے بچاؤ کے واسطے اس پر وار کیا اور وکیل مارا گیا ۔ جب یہ خبر سکھوں کو پہنچی ، قہر کا دریا جوش میں آ گیا اور توپیں رکھ کر گولہ چلانا شروع کردیا ۔

اس فوج کا کمان بر میاں لابھ سنگھ راجپوت جموں کا رہنے والا تھا ۔ بعد فیصلہ اس نے کشمیرا سنگھ کی عورت کو مع اس کے مال و اسباب کے اپنے قبضے میں کر لیا ، مگر فوج کے سکھ اس کی گرفتاری سے کمال ناراض ہوئے اور میاں لابھ سنگھ کو چشم نمائی کر کے اس کو چھڑا دیا ۔

جب چاروں طرف کے گاؤں والے لوگ بھائی بیر سنگھ کے مارے جانے سے آگاہ ہوئے تو سینکڑوں آدمی اس کے جنازے پر جمع ہوئے اور بڑا واویلا اور نالہ و زاری شروع کی اور ایسا ماتم کیا کہ جیسے کوئی کسی عزیز کا کرتا ہے ۔ یہ حالت دیکھ کر سکھانِ فوج اپنے اعمال سے کمال پچھتائے اور شرمسار ہوئے ۔

میاں لابھ سنگھ نے جب یہ حالت دیکھی تو ڈرا کہ فوج اب اس ندامت کی حالت میں کوئی صدمہ مجھ کو نہ پہنچائے ، اس واسطے وہ لئیق اہل کار فوج سے اول ہی کوچ کر کے لاہور کو چلا آیا اور فوج اس کی آہستگی سے آئی ۔ جب وہ فوج آئی اور راجہ ہیرا سنگھ شکریہ ادا کرنے کے لیے اس فوج میں گیا اور خوشنودی ظاہر کی تو فوج نے ندامت کے مارے کچھ جواب نہ دیا اور انعام جو ان کو دیا گیا وہ واپس کردیا ۔

جب یہ کام بھی ہو چکا تو راجہ ہیرا سنگھ نے گویا دو بھاری دشمنوں راجہ سوچیت سنگھ و سردار عطر سنگھ کے پنجے سے رہائی پائی اور ان پر کامیاب ہوا ۔ تیسرے ناظم ملتان سے معاملہ صاف ہو گیا اور اس نے رقم خراج کی اپنے ذمے باقرار ادائے اقساط قبول کر لی ۔ فتح خاں ٹوانہ کی شورش کا خدشہ بھی کم ہو گیا ۔ کشمیرا سنگھ سلطنت کا مدعی بھی مارا گیا مگر فوج کی طرف سے اس کو ہر وقت اضطراب تھا کیونکہ اس وقت فوج اپنے آپ کو بادشاہ فرماں فرما سمجھتی تھی اور ایک ایک سکھ اپنے آپ کو حاکمِ بالادست تصور کرتا تھا ۔ کسی کا ان کو غم یا فکر یا اندیشہ نہ تھا ۔ حاکمانِ وقت ان کے خوف سے

لرزتے تھے اور سکھوں کی غارت کا ہاتھ اس قدر دراز تھا کہ بروزِ روشن شہر کے بازاروں میں پھرتے پھرتے جس کی چیز یا زرِ نقد وغیرہ چاہتے تھے ، بے خوف اٹھا لیتے اور پھر نہ دیتے ۔ چیز والے کی منّت پر اگر رحم آ گیا تو واپس کر دی ورنہ لے لی ۔ شیرینی والوں نے بحالتِ ناچاری اچھی شیرینی بنانی چھوڑ دی کہ خالصہ جی فی الفور لوٹ لے جاتے تھے ۔ اور سرکار سے ہر روز تازہ انعام کے دعویدار ہوتے تھے ۔ اس بات کے انتظام کے لیے راجہ ہیرا سنگھ نے چاہا کہ فوج کو ملکوں میں منتشر کر دے کیونکہ ان کے اجتماع میں بڑے فساد برپا ہوتے تھے ۔ جب ایک دو پلٹن کو پشاور و کشمیر جانے کا حکم ملا تو اس نے جواب دیا کہ اس جگہ کوئی سرکشی و فساد نہیں ہے ، ہماری ماموری کیوں ہوتی ہے ۔ خالصہ جی کو کیا مطلب ہے کہ بے ضرورت سفر کرے اور تکلیف اٹھائے ۔ پھر ایک ضرورت روانگی فوج کی قصور کی طرف واسطے استحکام حدود کے مناسب متصور ہوئی تو خالصہ جی کو حکم سنایا گیا اور کسی قدر فوج اس طرف کو بلا عذر روانہ ہو گئی کیونکہ اس طرف معاملہ حدود انگریزی کا تھا ۔ اور انگریزی فوج نے بخلاف مرضی صاحبان انگریز کے مقام فیروز پور سے سندھ کی طرف جانے سے انکار کیا تھا اور صاحبان انگریز کی نیت تھی کہ اس سرکش فوج کو سزا دیں ۔ یہ خبر سن کر راجہ ہیرا سنگھ نے استحکام سرحد کے لیے فوج قصور کو روانہ کی ۔ پھر جب خبر آئی کہ وہ فوج مطیع ہو گئی ہے اور انگریزوں نے ان کا قصور معاف کیا ہے تو سکھی فوج بھی واپس آ گئی ۔

اُن دنوں میں کہ دربار لاہور میں یہ حال ہو رہا تھا ، سرکار انگریزی کے ساتھ بھی سرکار لاہور کے دو ایک معاملے ایسے ہو گئے کہ راجہ ہیرا سنگھ سرکار انگریزی سے بھی ناراض ہو گیا ۔ ایک یہ کہ ایک گاؤں موڑاں نام سرکار نابھہ کی عمل داری میں تھا ۔ چونکہ راجہ کا ایک عزیز دھنا سنگھ نام مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں معزز عہدے پر نوکر تھا ، اس کی جاگیر میں دو گاؤں اپنی طرف سے راجہ نابھہ نے دیا ہوا تھا ۔ اُس وقت اگرچہ وہ تمام علاقہ سرکار انگریزی کی حفاظت و حکومت میں تھا مگر اس کی اطلاع انگریزوں کو نہ تھی ۔ بارہ تیرہ برس کے بعد راجہ نابھہ کسی سبب سے دھنا سنگھ پر ناراض ہو گیا اور اس نے وہ گاؤں ضبط کرکے اس کا مال و اسباب سب لوٹ لیا ۔ اس بات کا استغاثہ دھنا سنگھ نے سرکار لاہور میں کیا ۔ دربار لاہور سے بذریعہ وکیل صاحب ایجنٹ کی خدمت میں یہ پیغام پہنچا کہ جس طرح اور علاقہ سرکار لاہور کا کسی قدر سس ستلج میں ہے ، اسی طرح موضع موڑاں بھی دھنا سنگھ

ملازم سرکار لاہور کے پاس ہے جو اب راجہ نابھہ نے ضبط کر لیا ہے ۔ راجہ کو ہدایت ہو کہ چھوڑ دیوے اور جو اس کا مال غارت کیا ہے وہ دے دیوے ۔ چونکہ اطلاع اس امر کی پہلے سرکار انگریزی میں نہ تھی اور دھنا سنگھ کا نام سس ستلج کے جاگیر داروں میں نہ تھا ، سرکار انگریزی نے اس میں دست اندازی نہ کی اور لکھا کہ یہ معاملہ باہمی دھنا سنگھ و راجہ نابھہ کا تھا ۔ اس بات سے اہالیانِ دربار لاہور میں انگریزوں کی شکایت تھی ۔

دوسرے یہ کہ راجہ سوچیت سنگھ کا پندرہ لاکھ روپیہ نقد فیروز پور میں ایک شخص کے پاس تھا اور وہ اس واسطے اس روپے کو وہاں لے گیا تھا کہ بوقت پہلی مہمِ کابل کے نواب گورنر جنرل بہادر نے سس ستلج کے رئیسوں سے روپیہ قرض سودی لیا تھا اور اس نے بھی چاہا تھا کہ انگریزوں سے دوستی قائم کرنے کے لیے ان کو یہ روپیہ قرضہ دوں مگر پھر موقع روپیہ دینے کا نہ ہوا اور وہ روپیہ وہاں ہی رکھا رہا ۔ جب راجہ سوچیت سنگھ لاہور میں مارا گیا تو اس کے نوکر ، جو اس راز سے واقف تھے اور سند روپے کی ان کی تحویل میں تھی ، وہاں جا پہنچے اور روپیہ لاد لیا ۔ سرکار انگریزی کو عین وقت پر کسی نے خبر دی اور وہ خزانہ روک لیا گیا اور ملازم واپس آئے ۔ جب یہ خبر راجہ ہیرا سنگھ کو پہنچی تو راجہ نے دعویٰ اس بات کا پیش کیا کہ وہ خزانہ بہر نوع مال سرکار لاہور کا ہے ۔ ایک تو یہ کہ راجہ سوچیت سنگھ لاولد مر گیا ہے اور لاوارث لاولد کا مال ہمیشہ سرکار کا مال ہوتا ہے ۔ دوسرے اس نے سرکشی کی اور بخلاف سرکار لاہور کے مستعد جنگ ہو کر آیا اور اپنے اعمال ناشائستہ کی سزا کو پہنچ کر مارا گیا اور سرکش نوکر کا مال بعد اس کے مارے جانے کے قابل ضبطی ہوتا ہے ۔

سرکار انگریزی نے اس بیان پر التفات نہ کیا اور راجہ سوچیت سنگھ کی سرکشی کو سرکار کی سرکشی تصور نہ کیا بلکہ اس کو باہمی عداوت چچا بھتیجا کی قرار دی اور حکم دیا کہ یہ مال اُس کا مال ہے جو بعد راجہ سوچیت سنگھ کے اس کے مال و املاک کا مالک ہو اور جو مالک ہو حسبِ ضابطہ سرکار انگریزی میں حاضر ہو کر دعویٰ اپنا ثابت کرے ۔ سرکار لاہور نے اپنے حق میں یہ بات پیش کی کہ کوئی شخص سرکار انگریزی کی رعایا میں سے اس روپے کا دعویدار نہیں ہے ۔ بہرحال یہ روپیہ سرکار لاہور کے حوالے ہونا چاہیے کیونکہ اس متوفی کے وارث و حقدار سب سرکار لاہور کے علاقے میں ہیں ۔ سرکار لاہور کی معرفت ان کو ملنا چاہیے ۔ جب یہ روپیہ سرکار لاہور کے قبضے

میں آئے گا ، اس کو وہ روپیہ دیں گے جس کو مستحق تصور کریں گے -

اراکین دربار لاہور کو اس کے جواب میں سرکار انگریزی نے یہ لکھا کہ اگر راجہ گلاب سنگھ اور راجہ ہیرا سنگھ اس روپے کی وراثت سے دست بردار ہو کر یہ لکھیں کہ اس روپے کی وراثت سے ہم کو غرض نہیں ہے بلکہ اس روپے کے ملنے کا فلاں شخص مستحق ہے اور مہاراجہ دلیپ سنگھ اس کو تصدیق کرے تو روپیہ دربار لاہور میں واسطے دینے اصل وارث کے بھیج دیا جائے گا - پھر اس کا جواب راجہ ہیرا سنگھ نے کچھ نہ دیا اور دل میں ناراض ہو گیا - بعد کسی قدر مدت کے جب سرکار انگریزی پنجاب کی مالک ہو گئی اور راجہ گلاب سنگھ کے پاس علاقہ کشمیر و کوہستان کا فروخت کردیا تو وہ پندرہ لاکھ روپیہ اُس روپے میں محسوب ہوا جو روپیہ راجہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی کو بعوض علاقہ کشمیر و کوہستان کے دیا -

چونکہ پنڈت جلا مختار سلطنت اس وقت روپے کے جمع کرنے اور لوگوں کی صفائی حساب میں مصروف تھا ، خصوصاً جن جن لوگوں پر یہ اشتباہ ہوگیا تھا کہ یہ راجہ سوچیت سنگھ کے ساتھ آمیزش رکھتے تھے ، ان پر تو سخت تشدد روا رکھا گیا تھا اور اس کے مزاج میں ایسا غرور اور تکبر آ گیا تھا کہ ہر کسی کی نسبت وہ کلمات فحش زبان پر لے آتا - تمام سرداروں اور اہل کاروں کے اختیار اور جاگیریں اس نے کم کر دیں اور درپے اس بات کے ہوا کہ راجہ گلاب سنگھ سے بقایا روپیہ وصول کرنا چاہیے اور جس قدر جائیداد راجہ سوچیت سنگھ کی ، جو لاکھوں روپے کا مال تھا ، راجہ گلاب سنگھ نے اپنے قبضے میں کر لی ہے ، وہ بھی اس سے لینی چاہیے - یہ ارادہ پنڈت جلا کا جب راجہ گلاب سنگھ کو معلوم ہوا ، زیادہ تر آپس میں بگاڑ ہوا -

فتح خاں ٹوانہ نے پھر ڈیرجات میں فساد برپا کیا اور چتر سنگھ اٹاری والا نے راولپنڈی کی طرف سے سرکشی اختیار کی اور جس قدر مسلمانی قوم کشمیر کے دکھن اور پچھم میں رہتی تھی وہ بھی سرکش ہو گئی اور سرکاری علاقوں میں غارت و تاراج کا بازار گرم کیا - پشورا سنگھ جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا تھا ، پھر مدعی سلطنت کا ہوا اور بڑا مجمع جمع کر لیا - یہ تمام سرکشی صرف راجہ گلاب سنگھ کی ناراضی کا ثمرہ تھا - جب یہ حال وقوع میں آیا تو راجہ ہیرا سنگھ اور پنڈت جلا کو راجہ گلاب سنگھ سے طوعاً و کرہاً صلح کرنی پڑی ، مگر صلح اس شرط پر ہوئی کہ راجہ گلاب سنگھ ایک بیٹا اپنا دربار لاہور میں مامور رکھے - یہ بات راجہ گلاب سنگھ نے منظور کی اور سوہن سنگھ

اپنے بیٹے کو فی الفور لاہور بھیج دیا۔

یہ بات تو اس طرح فیصلہ ہوئی۔ مگر دربار لاہور میں عام ناراضی پھیلی ہوئی تھی۔ کوئی متنفس پنڈت جلا سے راضی نہ تھا۔ ہر ایک سکھ سردار پنڈت جلا کا جانی دشمن تھا۔ سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کہ ایک معزز و مکرم سردار لاہور کے دربار کا تھا، اس نے بھی بہ بہانہ جانے تیرتھوں کے لاہور سے علیحدگی اختیار کی اور ماہ مارچ ۱۸۴۴ع کو وہ تیرتھوں کی طرف چلا گیا۔ مصر لال سنگھ جو آوردہ و دست پروردہ راجگانِ جموں کا تھا، اُس نے بھی اس خاندان سے علیحدگی اختیار کی اور رانی جنداں والدۂ مہاراجہ دلیپ سنگھ سے رابطہ ارادت کا ایسا پیدا کیا کہ رانی اس کے کہنے میں ہوگئی۔ وہ بھی ہر وقت رانی کو پنڈت جلا کی طرف سے ایسی باتیں پہنچاتا تھا کہ جس سے وہ سخت دشمن پنڈت جلا کی ہوگئی اور فی الحقیقت پنڈت جلا نہایت بد زبان آدمی تھا۔ بعض اوقات وہ مہارانی کی نسبت بھی ایسے ناشائستہ کلمات کہہ دیتا تھا کہ جس سے تمام اراکین دربار ناراض ہو جاتے تھے اور سردار جواہر سنگھ، مہارانی کے بھائی، کو تو وہ برسر دربار بے عزت کر دیتا تھا۔

جب ایسی حالت ہونے لگی تو مہارانی اور سردار جواہر سنگھ نے پھر سکھان فوج کو بھڑکایا اور تمام فوج اس بات پر مستعد ہوئی کہ راجہ ہیرا سنگھ پنڈت جلا کو معزول کرکے دربار سے نکال دیوے۔ تمام اراکین دربار بھی اُس بات کے ممد و معاون ہوئے، مگر راجہ ہیرا سنگھ کو پنڈت جلا کی جدائی ہرگز منظور نہ تھی۔ اُدھر فوج کا پیغام پے در پے پنڈت جلا کے نکال دینے کے لیے پہنچتا تھا۔ اس سے راجہ ہیرا سنگھ کو یقین ہو گیا کہ اب فوج در صورت نہ علیحدہ کرنے پنڈت جلا کے میری جان کی دشمن ہو گئی ہے۔ مجھ کو وہ ہرگز زندہ نہ چھوڑے گی۔

آخر وہ ۲۱ دسمبر ۱۸۴۴ع کو لاہور سے بھاگ جانے پر مستعد ہو گیا اور سب سے پوشیدہ تمام جواہرات و اشرفی ہاتھیوں کے ہودج میں رکھ کر اپنی حویلی سے سوار ہوا۔ میاں سوہن سنگھ، راجہ گلاب سنگھ کا بیٹا، اور پنڈت جلا و میاں لابھ سنگھ وغیرہ متوسلانِ خاندانِ جموں راجہ ہیرا سنگھ کے ساتھ سوار ہو گئے۔ جب سواری دریائے راوی کے قریب پہنچی، سکھانِ فوج کو خبر ہو گئی کہ پہاڑی خاندان لاہور سے بھاگا ہوا چلا جاتا ہے۔ یہ سنتے ہی سوار و پیادہ فوج توپ خانہ لے کر اس کے تعاقب کو دوڑی اور پانچ میل کے فاصلے پر

جا کر گھیر لیا ۔ اُس وقت جب سکھانِ فوج نزدیک پہنچتے تھے ، مہاراجہ ہیرا سنگھ ایک بدرہ روپے و اشرفی کا بکھیر دیتا تھا اور سکھ لوٹنے میں مشغول ہو جاتے تھے ۔ پھر وہ آگے بڑھ جاتا تھا ۔ اس طرح پانچ میل کا راستہ اور طے کیا ۔ آخر وہ دولت کب تک وفا کرتی ۔ سکھوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا اور وہ بہادر پہلوان ہاتھیوں سے اتر کر پیادہ ہوئے اور تلواریں لے کر سکھوں پر آ پڑے ۔ جس طرف وہ جاتے تھے سکھوں کو بھگا دیتے تھے ۔ آخر پانچ چار آدمی کا کیا وجود ہے ۔ سب سے اول پنڈت جلا نے آگے بڑھ کر جان دی ۔ پھر میاں سوہن سنگھ و لابھ سنگھ مارے گئے ۔ پھر راجہ ہیرا سنگھ پر نوبت آئی اور وہ بہادر وزیر بڑی جواں مردی کے ساتھ مارا گیا ۔ سکھوں نے ان کا سب اسباب اور سامان باقی ماندہ بھی لوٹ لیا اور ان کے ہمراہی بہت سے تو بھاگ گئے اور باقی ماندہ میدان میں کام آئے ۔

بعد قتل و تاراج کے سکھوں نے چاروں کے سر کاٹ لیے اور فتح کا نقارہ بجاتے ہوئے داخلِ لاہور ہوئے ۔ میاں سوہن سنگھ و لابھ سنگھ کے سر تو پھر کسی نے نہ دیکھے ، نہ معلوم کہاں گئے ، مگر راجہ ہیرا سنگھ و پنڈت جلا کے دونوں سر تو کئی مہینے تک بازار کے کوڑیوں اور موریوں اور نجاست گاہوں میں پڑے ہوئے لوگوں کو نظر آتے تھے ۔ لوگ ان حکامِ بااختیار کے سر ایسی حالت میں دیکھ کر بے اختیار اشکِ حسرت بہاتے تھے اور سکھانِ بے رحم کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی ان سروں کو دیکھتا تھا ، ازار بند کھول کر ان پر کھڑے کھڑے پیشاب کرنے لگ جاتا تھا ۔ غرض کہ وہ حالت ان سروں کی ہوئی کہ خدا اپنے حفظ و امان میں رکھے ۔ آخر لاہور کی رعایا میں سے چند آدمیوں نے مل کر رات کے وقت ان سروں کو ایک پوشیدہ جگہ میں دفن کر دیا ، اور جسم ان پہلوانوں کے اسی مقام پر جہاں وہ قتل ہوئے تھے ، کئی روز تک عین میدان میں پڑے رہے ۔ سکھوں کے ڈر کے مارے کوئی ان کو نہ تو دفن کرتا اور نہ جلاتا ۔ آخر طعمۂ زاغ و زغن ہو گئے ۔ اس صدمے سے رعایا کو کمال افسوس تھا ، کیونکہ راجہ ہیرا سنگھ نوجوان کمال منصف مزاج آدمی تھا ۔ رعایا کی خبر گیری و پرورش پر ہر وقت متوجہ رہتا تھا ۔ سکھوں کو بھی اس کا قتل کرنا منظور نہ ہوتا اگر وہ پنڈت جلا کی دوستی ترک کر دیتا مگر اس نے جان دے دی اور راجپوتی کو داغ نہ لگایا اور پنڈت جلا کی دوستی ترک نہ کی ۔

راجہ ہیرا سنگھ کے قتل کے بعد سردار جواہر سنگھ وزیر و مدارالمہام سلطنت کا قرار پایا اور اس نے بڑی شان و شوکت اور کروفر کے ساتھ خلعت وزارت کا پہنا اور مہر لال سنگھ کو راجگی کا خطاب دے کر انتظامِ مملکت میں اپنے ساتھ شامل کیا۔ سکھانِ فوج نے اس سے انعام قتل راجہ ہیرا سنگھ کا ایک ایک کنٹھہ طلائی قیمتی ۲۵ - ۲۵ روپے کا طلب کیا اور اس نے منظور کرکے حکم دیا کہ توشہ خانۂ سرکاری میں جس قدر ظروف طلائی رکھے ہیں وہ سب کے سب توڑ کر کنٹھہ ہائے طلائی بنوائے جائیں۔ چنانچہ کئی ہزار زرگر اس کام میں مشغول ہوئے۔ کنٹھے جلدی تیار ہوئے۔ ریشمی لچھے ان میں ڈلوائے گئے اور فی سکھ ایک ایک کنٹھہ تقسیم ہونے شروع ہوئے۔ دو ماہ کے عرصے میں یہ بڑا کام بانجام پہنچا۔

راجہ ہیرا سنگھ کے مرنے کے وقت پشورا سنگھ پنجاب سے بھاگ کر انگریزی علاقے میں چلا گیا تھا۔ صاحبانِ انگریز اس کے نگران حال رہے اور نظر بندی کی حالت میں رکھا۔ جب اس نے وہاں بھی اپنے آپ کو مطلق العنان نہ پایا، بہت گھبرایا اور پوشیدہ بھاگ کر پنجاب میں آیا اور دریائے سندھ کے ادھر اُدھر پھرتا رہا۔

اُس وقت سب اہالیانِ دربار کی نظر راجہ گلاب سنگھ کی دولت مندی پر تھی اور چاہتے تھے کہ اس سے بھاری رقم روپے کی وصول کی جائے۔ چنانچہ سکھانِ فوج کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ جموں پر یورش کرکے راجہ گلاب سنگھ سے روپے وصول کریں۔ فوراً فوج پیادہ و سوار توپ خانۂ آتش بار لے کر جموں کو روانہ ہوئی۔ جب فوج داخلِ علاقۂ جموں ہوئی، ایک لڑائی راجہ گلاب سنگھ کی فوج کے ساتھ بہت اچھی ہوئی جس میں سردار فتح سنگھ مان سرکار لاہور کی طرف سے مارا گیا مگر آخر کو راجہ گلاب سنگھ نے سکھوں کو ضیافت و انعام و اکرام دے کر راضی کر لیا اور عذر کیا کہ وہ لڑائی میری اجازت سے نہیں ہوئی۔ سکھوں نے جو احکام دربارِ لاہور کے اس کو پہنچائے وہ سب اس نے منظور کیے۔ ایک تو یہ کہ راجہ سوچیت سنگھ و ہیرا سنگھ کی جائیداد وہ سرکار لاہور کے حوالے کر دے گا۔ دوسرے راجہ دھیان سنگھ و ہیرا سنگھ کی جائیداد جس قدر جموں میں ہے وہ تمام و کمال حق سرکار لاہور کا متصور ہوگا۔ تیسرے اب جس قدر روپے از روئے حساب اس کے ذمے باقی نکلیں گے وہ ادا کرکے آئندہ سال بسال پینتیس لاکھ روپے سالانہ بابت خراج علاقہ کوہستان کے دیا کرے گا۔

چونکہ فیصلہ زر بقایا کا سوائے حاضری راجہ گلاب سنگھ کے بمقام لاہور مشکل تھا ، بلا تامل وہ بہادر دلاور راجہ سکھوں کے ہمراہ ہو لیا ۔ جب لاہور میں پہنچا تو اہالیانِ دربار نے اس کو حویلی کنور نونہال سنگھ میں نظر بند رکھا ۔ اس کے لاہور پہنچنے پر سکھوں کے خیالات بدل گئے اور چاہا کہ راجہ گلاب سنگھ پرانا اہل کار اور دولت مند سردار ہے ۔ اگر یہ وزیر ہو جائے تو بہتر ہے کہ اس کے مقرر ہونے سے خالصہ جی کو کھا بخوبی ملتا رہے گا ۔ یہ خبر جب سردار جواہر سنگھ و راجہ لال سنگھ کو ہوئی ، چاہا کہ جلدی سے اس کو لاہور سے نکال دیں ۔ چنانچہ اڑسٹھ لاکھ روپیہ زرِ بقایا کا اس کے ذمے نکال کر بتقررِ اقساط تمسک لکھا لیا اور راجہ سوچیت سنگھ و راجہ ہیرا سنگھ کے ملک و املاک و جاگیر کے واپس دینے کا تحریری وعدہ لے کر اس کو لاہور سے رخصت کر دیا ۔ راجہ گلاب سنگھ نے بھی اس وقت لاہور سے نکلنا غنیمت سمجھا کیونکہ لاہور کی خونخوار وزارت پر مقرر ہونا تو اس کو منظور ہی نہ تھا ۔ ماہ اگست ۱۸۴۴ع میں وہ جموں کی طرف جان بچا کر واپس چلا گیا ۔

ماہ ستمبر ۱۸۴۴ع میں دیوان ساون مل ناظمِ ملتان ایک شخص بے رحم سپاہی کے ہاتھ سے مارا گیا اور مول راج اس کا بیٹا نذرانہ معقول اپنے ذمے قبول کرکے ناظم ملتان کا اپنے باپ کی جگہ مقرر ہوا ۔ اس کے چھوٹے بھائی کرم نراین نے دربار میں حاضر ہو کر اپنے باپ کی نصف جائداد کا دعویٰ کیا مگر سماعت نہ ہوا - دربار لاہور سے اس وقت ملتان کے ٹھیکے میں بھی اضافہ کیا گیا اور روپیہ نذرانہ گدی نشینی کا فوراً طلب ہوا ۔ مول راج نے روپے کے دینے میں لیت و لعل کی اس واسطے تجویز ٹھہری کہ ملتان پر فوج کشی ہو اور پنچانِ فوج کی طلبی ہو کر اس باب میں حکم سنایا گیا ۔ قریب تھا کہ فوج روانہ ہو مگر مول راج فوج کی ماموری سن کر ڈر گیا اور اس نے روپیہ ادا کر دیا ، لیکن اضافہ ٹھیکے کا اس نے منظور نہ کیا ۔ پھر اٹھارہ لاکھ روپیہ بابت باقیات پچھلے ساون مل کے اس سے طلب کیا گیا ۔

اس وقت پشورا سنگھ نے پھر ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کیے اور اپنی جاگیر میں کہ علاقہ سیالکوٹ میں تھی ، بہت سے لوگ جمع کیے اور دعویدار سلطنت کا ہوا ۔ قلعہ اٹک پر بھی وہ مسلط ہوگیا ۔ سردار دوست محمد خان امیرِ کابل سے بھی اس کی خط و کتابت ہونے لگی ۔ اس کی سرکوبی کے لیے سردار چتر سنگھ اٹاری والا جس کی بیٹی سے مہاراجہ دلیپ سنگھ منسوب تھا ، مامور ہوا ۔ اس نے جا کر قلعہ اٹک کو گھیر لیا اور فتح خان ٹوانہ ، جس کی دوستی سردار جواہر سنگھ

وزیر کے ساتھ بدرجۂ کمال تھی، سردار چتر سنگھ کی امداد کو ڈیرہ اسماعیل خاں سے مامور ہوا۔ اس وقت خالصہ کی فوج نے بنظر اس بات کے کہ پشورا سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا تھا، یہ تجویز کی کہ سردار جواہر سنگھ ایک لاکھ روپے کی جاگیر کے علاوہ جاگیر سابق اس کو دے دیوے اور پشورا سنگھ آئندہ کبھی دعویدار سلطنت کا نہ ہو۔ اگرچہ سردار جواہر سنگھ کو یہ بات ہرگز منظور نہ تھی مگر فوج کے کہنے سے منظور کر لی۔ فوج نے ایک خط اپنا پشورا سنگھ کی طرف درباب تقرر جاگیر کے لکھا جس کو اس نے منظور کیا اور قلعہ چھوڑ دیا۔ جب وہ قلعہ چھوڑ کر فتح خاں ٹوانہ کے پاس آیا، اس نے بایمائے خفیہ سردار جواہر کے اس کو قتل کر ڈالا۔ سردار جواہر سنگھ فتح خان کی اس کارگزاری سے بہت خوش ہوا اور بہت سا علاقہ دریائے سندھ کا اس کے سپرد کر کے ناظم با اختیار بنا دیا۔ اس کاروائی سے مطلب تو سردار جواہر سنگھ کا بر آیا اور بڑے دشمن کے پنجے سے چھوٹا مگر سکھان فوج یہ خبر سن کر کمال غضب ناک ہوئے، یہاں تک کہ اس کی جان کے خواہاں ہوئے۔

اس کے علاوہ فیمابین راجہ لال سنگھ اور اس کے عداوت ہو گئی اور لال سنگھ درپے اس بات کے تھا کہ خود وزیر بن جائے۔ اس نے بھی سکھوں کو بہت بھڑکایا اور خبر دی کہ سردار جواہر سنگھ انگریزی علاقے میں بھاگ جانے کو تیار ہے۔ اس واسطے سکھوں نے سردار جواہر سنگھ کو واسطے جواب دہی قتل پشورا سنگھ کے چھاؤنی فوج میں بلایا۔ اس باب میں رانی جنداں اس کی ہمشیرہ نے بہت سے عذرات پیش کیے اور چاہا کہ کسی طرح غضب فوج کا فرو ہو مگر نہ ہوا۔ آخر ۲۱ ستمبر ۱۸۴۵ء کو دو بجے کے وقت سردار جواہر سنگھ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو گود میں لے کر اور اپنی ہمشیرہ رانی جنداں کی ہمراہی میں سوار ہو کر فوج میں گیا۔ جب پلٹن میں پہنچا، سکھان فوج پیک اجل کی طرح اس پر آ پڑے اور ہاتھی پر چڑھ کر مہاراجہ دلیپ سنگھ کو اس کی گود سے لے کر ایک خیمے میں لے گئے اور اس کو ہاتھی کے اوپر بیٹھے ہوئے قتل کر ڈالا۔ رانی جنداں نے جب بھائی کا یہ حال دیکھا، بہت سا واویلا کیا مگر کون سنتا تھا۔ ناچار بھائی کی نعش لے کر وہ قلعے میں آئی۔ دوسرے روز جب جنازہ سردار جواہر سنگھ کا نکلا اور دو زوجہ اور چار کنیزیں اس کے ساتھ ستی ہونے کو نکلیں تو سکھان فوج وہاں بھی آ موجود ہوئے اور ستی ہونے والی عورتوں پر کمال دست اندازیاں کیں۔ ان کے زیور سب اتار لیے اور ان کے کانوں کی بالیاں اس زور سے کھینچیں کہ ان کے کانوں سے خون کے فوارے جاری ہوئے۔ اس

وقت وہ عورتیں صبر و شکر کیے ہوئے اور کچھ نہیں کہتی تھیں، صرف یہی جواب دیتی تھیں کہ خدا تمھارا ستیاناس کرے اور تمھارے ظلم سے اپنی مخلوق کو بچائے۔

سردار جواہر سنگھ کے قتل کے بعد عہدہ وزارت کا کسی طرح ارکانِ سلطنت نے منظور نہ کیا اور نہ افسری فوج کی کسی کو منظور ہوئی۔ اُس وقت فوج اور اراکینِ سلطنت کی تجویز سے راجہ گلاب سنگھ لاہور میں بلایا گیا مگر ایسے وقت میں وہ کب آتا تھا۔ اُس وقت مہارانی چنداں خود دربار کرتی تھی اور احکام معمولی اس کی تجویز سے جاری ہوتے تھے اور تمام اراکینِ سلطنت فوج سے ایسے ترساں و لرزاں تھے کہ ہر ایک دم کو دمِ آخر سمجھتے تھے۔ کبھی فوج کی یہ درخواست پیش ہوتی کہ دیوان دینا ناتھ نے بڑا مال خالصہ کا کھایا ہے، وہ ایک ایک انگشتری طلائی خالصہ کو دیوے۔ کبھی بخشی بھگت رام کبھی راجہ لال سنگھ پر طمع کی نظر ہوتی تھی۔

جب تمام اراکینِ دربار نے جانا کہ اب جان کا بچانا سکھوں کے ہاتھ سے نہایت مشکل ہے اور سرکوبی ایسی زبردست فوج کی سوائے صاحبانِ انگریز بہادر کے کسی سے نہیں ہو سکتی، مناسب ہے کہ ان کو صاحبان انگریز بہادر کے ساتھ لڑنے کے لیے مستعد کیا جائے۔ چنانچہ بعد تجویز و تدبیر ایک جلسہ بمقام باغ شالامار قرار پایا اور اس جلسے میں تمام پنچایتِ فوج بلائے گئے اور ان کے روبرو بیان کیا گیا کہ خالصہ جی! صاحبان انگریز نے آج کل اپنے قدیمی عہد و پیمان، جو انھوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ کیے تھے، بالکل لوحِ خاطر سے محو و منسی کر دیے ہیں۔ چنانچہ موضع موڑاں، جو شامل علاقہ آن روئے دریائے ستلج کے سرکار لاہور کا حق تھا، راجہ نابھہ نے ضبط کر لیا اور انگریز ہرگز اس کے پرسان حال نہ ہوئے اور راجہ سوچیت سنگھ کا پندرہ لاکھ روپیہ جو بمقام فیروز پور رکھا تھا وہ بھی انھوں نے نہ دیا۔ بہتر یہ ہے کہ خالصہ جی اس میں کمر ہمت باندھیں اور صاحبان انگریز سے جنگ کریں تاکہ انگریزوں کے دل پر بہادری خالصہ جی کی نقش ہو جائے اور آیندہ کبھی خالصہ جی کے حق میں دست انداز نہ ہوں۔

یہ بات سنتے ہی فوج نے بڑا تعجب ظاہر کیا اور کہا کہ انگریز کو کیا طاقت ہے کہ خالصہ جی کے ملک و مال کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ اس وقت اگر سکندر و دارا و افریدوں بھی ہو تو وہ بھی خالصہ جی کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ انگریز کیا چیز ہیں۔ اس روز سے خالصہ جی نے مہم کی تیاریاں کرنی شروع کیں اور نہایت تیزی و تندی کے ساتھ ۱۱ دسمبر ۱۸۴۵ء

کو سکھی فوج فیروز پور و لودھیانہ وغیرہ مقامات کو روانہ ہوگئی۔

شروع ماہ دسمبر میں یہ خبر صاحبان انگریز کو پہنچ گئی کہ لاہور سے سکھی فوج صاحبان انگریز کے ساتھ لڑنے کو آتی ہے۔ اس وقت نواب گورنر جنرل بہادر بمقام انبالہ صاحب کمانڈر انچیف بہادر سے ملا اور تجویز کی کہ فوج اضلاع مغربی وغیرہ مقامات سے آ کر بمقام فیروز پور و لودھیانہ جمع ہو۔ چنانچہ انھی ایام میں سترہ ہزار آدمی اور اٹھتر ضرب توپ ان دونوں مقامات پر آ موجود ہوئیں اور لارڈ ہارڈنگ صاحب بہادر نے لودھیانہ کے قلعے کا نہایت استحکام کیا اور لارڈ گف صاحب بہادر بھی چالیس ہزار فوج اور توپ خانوں کے ساتھ سکھوں کے مقابلے کے لیے مستعد و تیار ہو گیا۔ اگرچہ انگریزی فوج اُس وقت اس قدر کہ بیان ہو چکا ہے، جمع ہوگئی مگر سکھوں کی فوج اس پر بھی انگریزی فوج سے زیادہ تصور کی گئی تھی اور تخمینہ اس کا ساٹھ ہزار سے زیادہ تھا۔ فوج سکھی کے سپہ سالار سردار تیج سنگھ و راجہ لال سنگھ و سردار شام سنگھ اٹاری والا قرار پائے اور تمام فوج لاہور سے تین مجمع بن کر روانہ ہوئی۔ راستے میں اس فوج نے اپنے ملک میں بڑی دست اندازیاں کیں اور کسی گاؤں سے کوئی چیز قیمتاً نہ لی۔ غارت و تاراج برابر منزل بمنزل سب کرتے ہوئے چلے گئے۔ اس وقت رعایا ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر دعا مانگتی تھی کہ خدا تم کو پھر اس طرف زندہ نہ لائے۔ غلہ و باروت و گولہ وغیرہ سامان میگزین کا سکھ بافراط لاہور سے لے گئے۔

یہ تمام فوج جب دریائے ستلج کے کنارے پہنچی، انگریزوں نے بہت سے اشتہار اس مضمون کے سکھی فوج میں بھیجے کہ سرکار انگریزی کی دوستی لاہور کی ریاست کے ساتھ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قائم کی اور اُس روز سے آج تک فریقین میں سے کوئی مرتکب عہد شکنی کا نہیں ہوا۔ اور سرکار انگریزی حتی الامکان اس عہد کو نبھائے گی۔ اب جو خالصہ کی فوج نے بلا وقوع کسی سبب کے عداوت پر کمر باندھی ہے اور گھر سے چل کر لڑنے کو آئی ہے، اس کا کیا باعث ہے۔ اب بھی خالصہ کو مناسب ہے کہ دریا سے نہ اُترے اور لاہور کو واپس جائے، نہیں تو گستاخی کی سزا اس کو دی جائے گی اور بعد اترنے دریائے ستلج کے پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ یہ اشتہار بہت سے افسران فوج کے ملاحظے میں سے گزرا، مگر افسروں کو فوج کا قتل کرانا ہی منظور تھا تو اس پر عمل کیوں کر ہوتا۔

جب فوج سکھی دریا سے اُتر گئی، صاحبان انگریز بڑی سختی کے ساتھ

ان کے مقابل ہوئے اور پانچ لڑائیاں فریقین میں ہوئیں - پہلی لڑائی موضع برکی کے مقام پر ہوئی - اس لڑائی میں تیس ہزار سکھی جنگی فوج نہایت آراستہ و پیراستہ سوائے توپ خانے کے تھی اور راجہ لال سنگھ سپہ سالار تھا - تیس ہزار میں سے بائیس ہزار تو پیادہ تھی اور آٹھ ہزار سوار - بتیس ضرب توپیں تھیں - یہ فوج انگریزوں کے مقابل بڑی چستی اور چالاکی کے ساتھ ہوئی اور بڑی تیزی اور تندی سے لڑی - لڑائی کے وقت ان کا قدم پیچھے کو نہ ہٹا - صاحبان انگریز کی طرف سخت آگ برسائی گئی اور پیادہ فوج نے ایسی بہادری سے جنگ کی کہ اگر ایک ساعت تک اور لڑائی رہتی تو میدان سکھوں کے ہاتھ میں رہتا - جب راجہ لال سنگھ سپہ سالار نے دیکھا کہ میری فوج بڑھتی جاتی ہے اور یقین ہے کہ فتح یاب ہوگی ، چاہا کہ بھاگ جائے اور اپنی فوج کو شکست دلائے ، کیونکہ اصلی مطلب اس کا اپنی فوج کو ذلیل کرنے کا تھا - یہ سوچ کر وہ آٹھ ہزار سوار کے ساتھ میدان سے بھاگا اور وہ سوار باوجودیکہ سکھ تھے ، کمال نامردی کے ساتھ راجہ لال سنگھ کے متفق ہوئے اور آٹھ ہزار سوار میں سے کسی نے بندوق سر نہ کی - جب افسر بھی بھاگ گیا اور سوار بھی چل دیے تو لڑنے والی پیادہ فوج میں سے بہت سا حصہ بھاگ آیا اور صرف گیارہ ہزار سپاہی اور توپ خانہ برابر لڑتا رہا - چونکہ یہ لڑائی تھوڑے دن رہے شروع ہوئی تھی ، وقت بھی ناوقت ہو گیا تھا ، اُس وقت انگریزوں نے پے در پے حملے سکھوں پر کیے جس سے وہ عاجز و بیدل ہو گئے اور سترہ توپیں میدان میں چھوڑ کر بھاگے - انگریزوں نے ان کا تعاقب کر کے ایسا منتشر کیا کہ ایک کا دوسرا خبرگیر نہ ہوا - اس لڑائی میں چھ سو ستاون آدمی انگریزوں کے زخمی ہوئے اور دو سو بارہ مارے گئے - مسٹر براڈفٹ صاحب ایجنٹ انگریزی بھی اس میں کام آیا -

دوسری لڑائی بھائی پھیرو کے مقام پر ہوئی - سکھی فوج بارہ پلٹن اور دس رجمنٹ سواران اور سو ضرب توپ تھی - اس فوج کے مقابلے پر سر ہیوگف صاحب بہادر سپہ سالار اور لارڈ ہارڈنگ صاحب گورنر جنرل بہادر موجود تھے - فریقین کی طرف سے کمال بلندی کے ساتھ لڑائی کا شعلہ مشتعل ہوا اور نہایت سرگرمی و مضبوطی سے دونوں طرف سے گولہ رانی ہوئی - سکھوں کی ایک سو ضرب توپ جب چلتی ، دور دور تک اس کی مار ہوتی - تس پر بھی انگریزی فوج اپنی کمال مردانگی سے آگے بڑھتی آئی - سکھوں نے ان کے حملے سخت زور اور قوت کے ساتھ روکے - سردار تیجا سنگھ سپہ سالار اس فوج کا علیحدہ کھڑا ہوا لڑائی دیکھ رہا تھا - اچانک اس کے دل میں ایسی سوجھی کہ بے سبب و بے باعث بھاگ

اٹھا ۔ جس قدر اس کے گھر کی فوج اس کی حفاظت میں تھی ، وہ بھی بھاگنے میں اس کے شامل ہوئی ۔ اس کی فوج نے جب دیکھا کہ سپہ سالار بھاگ گیا ہے اور بہت سی فوج بھی ہمراہ لے گیا ہے تو وہ فوج بھی بے دل ہو گئی اور ستر توپیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ آئی ۔ وہ سب توپیں و سامان میگزین ، جو میدان میں سکھ چھوڑ گئے ، صاحبان انگریز نے لے لیا ۔ اس لڑائی میں چھ سو چورانوے سپاہی اور افسر کام آئے اور ایک ہزار سات سو زخمی ہوئے ۔

تیسری لڑائی لودھیانہ کے متصل ہوئی ۔ اس کی تشریح اس طرح پر ہے کہ ایک دستہ فوج سکھوں کا سردار رنجودہ سنگھ مجیٹھیہ کے ماتحت مع فوج سردار نہال سنگھ آہلووالیہ و راجہ چیت سنگھ لاڈوہ والا متصل لودھیانہ کے اترا ہوا تھا اور فرودگاہ موضع بدووال تھا ۔ جب انگریزی فوج تحتِ جنرل سمتھ صاحب کا سکھوں کے سامنے سے اتفاقاً گزر ہوگیا تو سکھوں نے ان پر گولہ رانی شروع کی ۔ جنرل صاحب نے بھی فی‌الفور فوج تیار کر لی اور صفیں باندھ دیں اور مقابلہ شروع کیا ۔ تھوڑی دیر لڑائی ہوتی رہی ، آخر بہ سبب اس کے کہ انگریزی فوج بہت تھوڑی تھی ، میدان چھوڑ کر لودھیانہ کو چلی گئی ۔ اس لڑائی میں انہتر آدمی انگریزوں کے مارے گئے اور اٹھہتر زخمی ہوئے اور ستتر مفقود الخبر رہے ۔ شاید ان کی لاشیں سکھوں کے کھیت میں مل گئی ہوں ۔ اس لڑائی کے وقت جب انگریزی فوج کے پاؤں اٹھ گئے اور سکھ ان پر غالب ہوئے تو ہیرن صاحب اسسٹنٹ سارجنٹ اور چند گورے سکھوں نے گرفتار کر لیے اور نشان اپنی فتح مندی کا لاہور کو بھیجا ۔

جب لاہور میں خبریں پہنچ گئیں کہ دو طرف سکھی فوج نے شکست کھائی اور کمال نقصان اٹھایا ہے تو رانی جنداں مدار المہام سلطنت نے شتر سوار روانہ کرکے فی‌الفور راجہ گلاب سنگھ کو لاہور طلب کیا اور وزارت کا خلعت دے کر اس کو وزیر بنایا اور اموراتِ سلطنت اس کو تفویض کیے ۔

چوتھی لڑائی علی‌وال اور بھونڈی کے مقام پر ہوئی ۔ اس کا حال یہ ہے کہ جب فوج جرنیل سمتھ صاحب کی شکست کھا کر لودھیانہ میں پہنچی ، بڑے کمپو کو انھوں نے مدد کے لیے طلب کیا ۔ جب فوج مدد کو آ گئی تو دوبارہ لڑائی ہوئی ۔ جب لڑائی خوب گرم ہوئی تو سردار رنجودہ سنگھ بہادر بزدل ہو کر سب سے اول بھاگا مگر فوج نے اس کے بھاگ جانے کی کچھ پرواہ نہ کی اور بدستور لڑائی جاری رکھی ۔ آخر افسر کے بھاگ جانے سے بے دل تو تھے ۔ جب انگریزوں کی طرف سے کمال زور پڑا تو بھاگ نکلے ۔ انگریزوں کی فوج نے

ان کا تعاقب گیا اور دریا کے کنارے تک پیچھا کیے ہوئے چلے آئے - سکھوں نے بے اختیار اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا اور سینکڑوں پانی میں غرق ہوگئے - اُس وقت سکھوں کو جائے پناہ نہ تھی - پیچھے دشمن آگ برساتا ہوا چلا آتا تھا اور آگے دریائے مواج کا پانی لہراتا ہوا نظر آتا تھا - جتنے سکھ دریا میں کودے چہارم حصہ بھی ان میں سے زندہ دوسرے کنارے تک سلامت نہ پہنچے - اس لڑائی میں انگریزوں کے ایک سو اکیاون آدمی مقتول اور چار سو تیرہ زخمی اور پچیس گم ہوئے اور لوٹ کا مال انگریزی فوج نے بہت لوٹا -

پانچویں لڑائی سبھراؤں کے مقام پر ہوئی - اس میں سکھی فوج تیس ہزار جوان سکھ پیادہ و سوار اور اڑسٹھ توپیں تھیں - جب لڑائی گرم ہوئی ، فریقین سے بڑے حملے فریقین پر ہوئے اور جواں مردوں کے حوصلے و تاب و طاقت کا امتحان ہونے لگا تو سردار تیج سنگھ جنرل سپہ سالار یکایک میدان چھوڑ کر بھاگ گیا - فوج منہ دیکھتی رہ گئی کہ آیا افسر کو کیا ہوا - پھر بھی فوج نے قدم پیچھے نہ ہٹایا اور برابر میدان گرم رہا - جب دوسرا افسر شام سنگھ اٹاری والا بھی مارا گیا تو پھر فوج کا حوصلہ باقی نہ رہا اور بے اختیار ہو کر بھاگی مگر انگریزوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور مارتے مارتے دریا تک لے گئے - باقی ماندہ دریا میں غرق ہوئے - گھوڑے و مال اسباب سکھوں کا دریا میں بہت سا بہہ گیا اور جو اس مقام پر پہلے کشتیوں کا پل باندھا ہوا تھا اس کو وہ فوج توڑ گئی تھی جو پہلے بھاگ کر آئی تھی -

اس لڑائی کے بعد سکھوں کی لڑائی ختم ہوئی اور انگریزوں کے روبرو کوئی لڑنے والا نہ رہا - نواب گورنر جنرل بہادر فی‌الفور دریائے ستلج پر آیا اور مع بیس ہزار فوج جرار کے بمقام قصور ڈیرہ کیا - ۱۵ فروری ۱۸۴۶ع کو راجہ گلاب سنگھ مع اور سکھ سرداروں کے نواب گورنر جنرل کی خدمت میں حاضر ہوا اور اظہار کیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ خورد سال واجب الرحم و قابلِ پرورش ہے اور فوج جو خود سر تھی وہ اپنے ارادے سے سرکار انگریزی کے ساتھ لڑنے کو گئی تھی - اس وقت اگر کوئی اراکینِ دربار میں سے ان کو منع کرتا تو بے شک اس کی جان پر آفت آتی اور سکھ کبھی اس کو زندہ نہ چھوڑتے - دربار لاہور سے جس قدر تائید فوج کی ہوئی وہ بہ سبب خوف جان کے ہوئی -

بعد ایسی تقریروں کے نواب گورنر جنرل بہادر نے جواب دیا کہ سرکار انگریزی مہاراجہ دلیپ سنگھ سے محبت و اتحاد رکھے گی جس طرح کہ اس کے باپ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ تھا اور بدستور اس کو مالکِ سلطنت سمجھے

گی لیکن تمام علاقہ سرکار لاہور کا جو دریائے ستلج کے شرقی اور غربی کنارے دریائے بیاس تک ہے ، وہ سب ضبطی میں آ کر شامل علاقہ انگریزی ہو جائے گا - دونوں دریا ستلج و بیاس سرکار انگریزی کے اختیار میں رہیں گے اور ڈیڑھ کروڑ روپیہ جرمانہ نقد بابت اخراجات جنگ اور خون اُس فوج اور افسروں کے جو اس لڑائی میں مارے گئے ہیں ، لیا جائے گا - راجہ گلاب سنگھ نے یہ حکم سن کر بہت سے عذرات کیے اور مہاراجہ خورد سال پر رحم کا طلب گار ہوا - چنانچہ منجملہ ڈیڑھ کروڑ روپے کے پنجاہ لاکھ روپیہ معاف ہوکر ایک کروڑ روپیہ قرار پایا اور یہ سزا نواب گورنر جنرل بہادر نے صرف اس واسطے تجویز کی تا کہ لوگوں پر ثابت ہو جائے کہ جو شخص زیادتی کرتا ہے اس کو سرکار سے سزا ملتی ہے اور جو صلح کر کے سرکار انگریزی کے ساتھ ناحق بغض و عناد پیدا کرتا ہے وہ اپنے اعمال کا پھل پاتا ہے - غرض بعد مباحثۂ طول و طویل کے طوعاً و کرہاً شرائطِ مجوزہ منظور ہوئیں اور مہاراجہ دلیپ سنگھ لاہور سے بمقام کاہنا کاچھا جا کر نواب گورنر جنرل بہادر سے ملا اور شرائطِ مشروط کو اپنی زبان سے منظور کیا -

۲۰ فروری ۱۸۴۶ع کو نواب گورنر اور لشکر انگریزی لاہور میں داخل ہوا اور لاہور کے ہر ایک دروازے اور قلعے کے دروازوں اور قلعے کے اندر انگریزی سپاہ کے پہرے قائم ہوگئے اور دوآبہ بست جالندھر اور علاقہ سس ستلج متعلقہ سرکار لاہور سے کاردار و اہل کار بلائے گئے اور وہ تمام پہاڑی اور میدانی علاقہ سرکار انگریزی کے قبضے میں آ گیا - اب ایک کروڑ روپیہ جرمانے کی تجویز باقی تھی جو سرکار لاہور کے ذمے بابت خرچہ فوج وغیرہ قرار پایا مگر خزانے میں اتنا روپیہ موجود نہ تھا - اس کے واسطے یہ تجویز قرار پائی کہ تمام علاقہ کشمیر و تبت و لداخ و جموں وغیرہ دریا سے[1] مادھو پور کی حدود تک جس قدر پہاڑ میں زیرِ قلم سرکار لاہور کے ہے وہ تمام و کمال ایک کروڑ روپے میں فروخت کر دیا جائے اور زرِ ثمن مشتری سے وصول کر کے داخل خزانۂ انگریزی ہو - چونکہ یہ روپیہ راجہ گلاب سنگھ نے دینا منظور کیا ، اس واسطے وہ تمام ملک اس کو دے دیا گیا اور مہاراجگی کا خطاب راجہ گلاب سنگھ کو گورنر جنرل بہادر نے عطا کر کے خلعتِ فاخرہ بخشا اور اس کا علاقہ سرکار لاہور کے علاقے سے علیحدہ قرار دیا -

---

۱- اصل متن میں ''دریا سے وغیرہ مادھو پور تک'' چھپا ہے -

اگرچہ اُس وقت اہالیانِ دربار لاہور نے نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں یہ اظہار کیا کہ راجہ گلاب سنگھ کے ذمے سرکارِ لاہور کا اڑسٹھ لاکھ روپیہ از روئے حساب سابقہ علاقہ مفوضہ کے واجب الادا ہے ، وہ روپیہ اس سے وصول کیا جا کر زرِ جرمانہ میں محسوب ہو اور باقی روپیہ منجملہ ایک کروڑ روپے کے سرکار لاہور بتقرر اقساط ادا کرے گی ، مگر نواب گورنر جنرل بہادر نے اپنی عمل داری سے پہلے کے جھگڑے بکھیڑے میں دست اندازی نہ کی اور علاقہ بسیط سرکار لاہور کا اس کے ہاتھ فروخت کر ڈالا اور بڑا حصہ سلطنت کا اس کو دے کر مالک و صاحبِ اختیار حاکم بنا دیا ۔ خود سر ہونا راجہ گلاب سنگھ کا سکھوں کو عموماً ناگوار گزرا ۔ ۱۵ مارچ ۱۸۴۶ء کو نواب گورنر جنرل بہادر نے بمقام امرت سر جا کر راجہ گلاب سنگھ کو مہاراجہ بنا کر اس کو جموں کی طرف رخصت کیا ۔ وہ روپیہ ایک آسان طور سے راجہ گلاب سنگھ نے ادا کر دیا ، کیونکہ اس کو اُس وقت وہ ۱۵ لاکھ روپیہ بھی اس روپے میں مجرا دیا گیا جو بمقام فیروز پور راجہ سوچیت کے مال میں سے امانت رکھا ہوا تھا ۔

بعد اس انتظام کے دربار لاہور کا وزیر و مدارالمہام راجہ لال سنگھ حسبِ صوابدید اور رائے رانی جنداں والدۂ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے قرار پایا اور خلعتِ فاخرہ دربار لاہور سے اس کو مل کر انتظام مالی و ملکی اس کے حوالے ہوا اور فوج انگریزی مستعد کوچ کے ہوئی ۔ مگر اُس وقت بھی اراکینِ دربار لاہور کو بڑا اندیشہ سکھوں کی طرف سے تھا اور جانتے تھے کہ جب فوج انگریزی لاہور سے جائے گی ، سکھ پھر جمع ہو کر ہم کو قتل کر ڈالیں گے ۔ اس واسطے یہ تجویز قرار پائی کہ نو مہینے تک اور انگریزی فوج لاہور میں رہے ۔ جب سال ۱۸۴۶ء ختم ہوگا ، فوج انگریزی کو رخصت دے دی جائے گی ۔ نو مہینے میں اراکینِ دربار اپنا انتظام بخوبی کر لیں گے ۔ صاحبانِ انگریز نے بصورت دینے خرچہ فوج کے یہ تجویز منظور کی اور انارکلی میں انگریزی فوج کی چھاؤنی قرار پائی ۔

چونکہ ناظم کشمیر کا اُن دنوں میں شیخ امام الدین تھا ، اس کے نام دربار لاہور سے بدستخط صاحب رزیڈنٹ کے پروانہ جاری ہوا کہ علاقہ کشمیر وغیرہ ، جو اس کے متعلق ہے ، مہاراجہ گلاب سنگھ کے حوالے کر کے خود لاہور میں حاضر ہو ، مگر شیخ امام الدین نے اس کے برخلاف کیا اور جو فوج مہاراجہ گلاب سنگھ کی کشمیر کے دخل کے لیے گئی اس کو جنگ کر کے پسپا کر دیا ۔ وقوعِ اس حال سے ایک تازہ فساد پنجاب میں برپا ہوا اور فوج معقول لاہور سے کشمیر کو شیخ امام الدین کی سزا کے لیے مامور ہوئی ۔ صاحب رزیڈنٹ بھی

کشمیر کو گیا ۔ اخیر ماہ اکتوبر ۱۸۴۶ع کی شیخ امام الدین صاحب رزیڈنٹ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عند الاستفسار بیان کیا کہ میں ملازم و نمک خوار سرکار لاہور کا تھا ۔ دربار کے حکم کے موجب میں نے یہ سرکشی کی ، کیونکہ پروانہ راجہ لال سنگھ مدارالمہام سلطنت کا میرے نام جاری ہو چکا تھا اور اس میں صاف درج تھا کہ علاقہ کشمیر کا تم ہرگز ہرگز راجہ گلاب سنگھ کو نہ دینا ۔ صاحب رزیڈنٹ بہادر راجہ لال سنگھ کو لے کر لاہور آیا اور کشمیر پر دخل مہاراجہ گلاب سنگھ کا ہو گیا ۔

لاہور پہنچ کر ایک بڑا جلسہ واسطے تحقیقات مقدمہ' کشمیر کے منعقد ہوا ۔ راجہ لال سنگھ نے تحریر پروانہ جات اسمی شیخ امام الدین سے صاف انکار کیا مگر جب بورن چند پروانہ نویس کاتب پروانجات نے گواہی حلفاً دی کہ میں نے یہ پروانے حسب الحکم راجہ لال سنگھ کے لکھے تھے ، تو راجہ لال سنگھ لاجواب ہو گیا اور جرم مفسدہ پردازی و فساد انگیزی کا راجہ لال سنگھ کے ذمے ثابت ہوا جس کی پاداش میں وہ وزارت و مدارالمہامی کے عہدے سے برخاست ہوا بلکہ یہ تجویز ٹھہری کہ آئندہ وہ پنجاب میں نہ رہے ۔ چنانچہ جلا وطن کر کے اکبر آباد بھیجا گیا اور آئندہ یہ تجویز قرار پائی کہ وزارت کا عہدہ تخفیف میں آئے اور چند اراکین دربار کی کونسل قرار پا کر انتظام ہو ۔ اور سردار تیج سنگھ ، دیوان دینا ناتھ ، اور سردار شیر سنگھ اٹاری والا تینوں کو راجگی کا خطاب باضافہ' جاگیر عطا ہو ، اور چوتھا ممبر کونسل کا فقیر نور الدین قرار پائے اور ہر ایک کام ان کی صواب دید و منظوری صاحب رزیڈنٹ بہادر سے انجام پائے ۔ چنانچہ دیوان دینا ناتھ راجہ کلانور کا اور سردار تیج سنگھ راجہ سیالکوٹ کا قرار پایا ۔

جب نو مہینے آخر دسمبر ۱۸۴۶ع تک گزر چکے تو وہ وقت آ گیا کہ انگریزی فوج لاہور سے رخصت ہو جائے اور اہالیان دربار بذات خود ہر ایک کام انجام دیں ، مگر اہالیان دربار کو اس طرح پر سکھوں کی دہشت دل میں تھی کہ نہ چاہتے تھے کہ صاحبان انگریز لاہور سے چلے جائیں ۔ اس واسطے سب نے مل کر بحضور صاحب رزیڈنٹ بہادر یہ التجا کی کہ تا سن بلوغ مہاراجہ دلیپ سنگھ انگریزی فوج لاہور میں رہے ۔ یہ درخواست اہالیان دربار کی بہ ہزار دقت منظور ہوئی اور قرار پایا کہ مہاراجہ کے بالغ ہونے تک انگریزی فوج لاہور میں رہے اور بائیس لاکھ روپیہ سالانہ بابت تنخواہ فوج و افسران فوج سرکار لاہور کے خزانے سے دیا جایا کرے ۔ اور یہ بھی تجویز ہوئی کہ سردار

رنجودہ سنگھ و بھائی لدھان سنگھ و سردار عطر سنگھ کالیان والا و سردار شمشیر سنگھ سندھالوالیہ نائب اہالیانِ دربار مقرر ہوں اور جس امر میں یہ لوگ تجویز قائم کریں صاحب رزیڈنٹ بہادر کی منظوری کرا لیں ۔

رانی جنداں والدۂ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو یہ انتظام پسند نہ آیا کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ بجائے وزیر کے میں تصوّر کی جاؤں اور ہر ایک امر میرے حکم سے صورت انجام کی پائے ۔ کسی غیر کو میرے حکم میں دخل نہ ہو ۔ اہالیانِ دربار سب میرے ماتحت و محکوم تصوّر کیے جائیں ۔ چونکہ اس انتظام میں صاحبان انگریز نے اس کا دخل کسی طرح منظور نہیں رکھا تھا ، وہ نہایت ہی ناراض تھی اور پوشیدہ پوشیدہ درپے فساد و خرابی انتظامِ سلطنت کے ہوئی ۔ یہ امر جب صاحب رزیڈنٹ اور اہالیانِ دربار پر واضح ہوا تو یہ تجویز ٹھہری کہ رانی جنداں کو مہاراجہ دلیپ سنگھ سے علیحدہ کر دیا جائے بلکہ اس کو قلعۂ لاہور سے نکال کر قلعہ شیخوپورہ میں بھیج دیا جائے جس میں یہ قیام پذیر ہو ۔ چنانچہ فی الفور یہ امر ظہور میں آیا اور رانی نہایت ناراضی و مجبوری کی حالت میں قلعہ لاہور سے نکل کر قلعہ شیخوپورہ میں سکونت پذیر ہوئی اور حکم جاری کیا گیا کہ کوئی شخص ملازمین و غیرملازمینِ سلطنت سے بلا اجازت صاحب رزیڈنٹ کے مہارانی کے پاس جانے نہ پائے ۔

ماہ مارچ ۱۸۴۷ء میں کرنیل لارنس صاحب رزیڈنٹ لاہور سے تبدیل ہو گیا اور مسٹر کری صاحب بہادر رزیڈنٹ مقرر ہو کر آیا ۔ اس کے وقت میں ایک نیا فساد برپا ہوا کہ رانی جنداں نے شیخوپورہ میں بیٹھے بیٹھے یہ ارادہ کیا کہ افسران انگریزی کو زہر دے کر مار دیا جائے کہ کوئی ان میں سے باقی نہ رہے ۔ چنانچہ کانھا سنگھ و گنگا رام ملازمانِ رانی چند کنور نے مسکوٹ کے خان سامان کے ساتھ مل کر یہ تجویز ٹھہرائی کہ وہ ، جب سب صاحب مسکوٹ میں کھانا کھانے کے لیے آئیں ، ان کے کھانے میں زہر ڈال دیوے اور اس خدمت کے عوض بڑی رقم روپے کی اپنے ذمے پر قبول کی ۔ مگر اتفاقاً یہ راز کھل گیا اور اس جرم میں رانی جنداں کو تو جلا وطنی نصیب ہوئی اور دونوں معتبر اس کے جان سے مارے گئے ۔

انھی ایام میں دیوان مولراج ناظمِ ملتان سے روپیہ بقایا سنینِ ماضیہ کا طلب کیا گیا اور اس نے آئندہ کے لیے نظامت کی خدمت سے استعفا لکھ کر دربار لاہور میں بھیج دیا جو فی الفور منظور ہو کر یہ تجویز قرار پائی کہ سردار

کانھا سنگھ مان اور مسٹر اکنون صاحب بہادر اسسٹنٹ رزیڈنٹ و مسٹر انڈرسن صاحب ملتان میں جا کر مول راج سے نظامت کا کام سمجھ لیں اور اس کو واسطے بیاق زر سابقہ کے لاہور بھیج دیں - جب سردار کانھا سنگھ اور دونوں انگریز ملتان میں پہنچے تو پہلے مول راج نے ان کا استقبال کیا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ قلعے میں لے گیا مگر وہاں جا کر یک قلم اس کی طبیعت بدل گئی اور قلعے سے نکلنے کے وقت تینوں کو اس کے سپاہیوں نے شدید زخمی کیا اور بعد اس کے مول راج برملا باغی ہوگیا - یہ خبر جب لاہور میں پہنچی ، لاہور سے صاحب رزیڈنٹ کے حکم سے راجہ شیر سنگھ اٹاری والا و شیخ امام الدین و سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ و عطر سنگھ کالیاں والا ریاست کی فوج لے کر ملتان کو روانہ ہوئے - سب سامان جنگ و پیکار کا ہمراہ لیا اور جو انگریزی فوج ملتان کو بھیجی گئی ان کا افسر کپتان اوڈردس صاحب قرار پایا - وہاں جا کر اس فوج نے شہر کا محاصرہ کر لیا - مول راج بھی بہ کمال جرأت و دلیری نکل نکل کر لڑتا رہا اور مہم طول کھینچ گئی -

ابھی ملتان کا کوئی فیصلہ وقوع میں نہیں آیا تھا کہ دوسرا فساد سردار چتر سنگھ اٹاری والا نے ہزارہ کی طرف برپا کر دیا - اس نے تمام علاقۂ ہزارہ و پشاور و نواح اٹک وغیرہ اپنے قبضے میں کر لیا - فوج مامورۂ پشاور و ہزارہ وغیرہ سب کی سب سرکار لاہور سے برگشتہ ہوکر اس کے ساتھ مل گئی - جارج لارنس صاحب وغیرہ انگریز مع ان کی میم صاحبان کے ، جو پشاور کی نظامت پر مامور تھے ، سب کے سب سردار چتر سنگھ کی قید میں آ گئے - سردار چتر سنگھ نے امیر دوست محمد خان والیِ کابل کو بھی اپنی مدد پر اس اقرار سے بلایا کہ جب صاحبان انگریز پنجاب سے نکال دیے جائیں گے ، پشاور و ڈیرہ‌جات کا علاقہ بدستور کابل کے متعلق کر دیا جائے گا - اٹک کا قلعہ اور علاقہ دوآبہ چچ کا بھی اس نے لے لیا اور پنجاب میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ اب سکھوں کی عمل داری پھر ہونے والی ہے - یہ خبر سن کر تمام سکھی فوج ، جو معزول ہو چکی تھی ، سردار چتر سنگھ کے پاس جمع ہوگئی اور لاکھ آدمی کے قریب اس کے پاس جمع ہوگیا مگر بے سروسامانی کمال تھی - ہرچند اس نے پشاور و اٹک و ہزارہ کے قلعوں سے توپیں بہت بہم پہنچائی تھیں ، مگر اس کے پاس اس قدر ہتھیار نہ تھے کہ تمام فوج کو تقسیم کرتا - دریائے چناب تک کا علاقہ سردار چتر سنگھ کے قبضے میں آ گیا اور کمال بے انتظامی لاہور کی سلطنت میں واقع ہوئی - چونکہ راجہ شیر سنگھ ، سردار چتر سنگھ کا بیٹا ، اپنی ماتحت فوج کے ساتھ

بمقام ملتان مول راج کے مقابلے پر موجود تھا ، اس نے بھی حسب التحریر باپ کے سرکار لاہور سے بغاوت اختیار کی اور اپنی فوج لے کر مول راج مفسد باغی ملتان کے پاس چلا گیا ۔ اس نے اس کی کچھ خاطر نہ کی اور نہ اس پر اعتماد رکھا ، اس واسطے وہ سخت پچھتایا اور ملتان سے پنڈ دادن خاں کے راستے اپنے باپ کے پاس جا پہنچا ۔

اب گویا دو طرف کی مہم انگریزوں کے واسطے قائم ہو گئی ۔ اس واسطے صاحب رزیڈنٹ نے بہت سی فوج انگریزی ہندوستان سے طلب کر کے اور کراچی سے فوج مول راج کی سرکوبی کے لیے منگوائی ۔ نواب بہاولپور کی فوج بھی ملتان میں آ گئی اور بڑی چستی کے ساتھ ملتان پر حملہ کیا ۔ جب مول راج ہر طرح سے ناامید ہوا تو از خود صاحبان انگریز کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور ملتان میں قبض و دخل سرکار کا عمل میں آیا ۔

جو فوج سرکار انگریزی کی مفسدوں کی سرکوبی کے لیے دریائے چناب کی طرف مامور ہوئی اس کے ساتھ سکھان مفسد چار لڑائیاں لڑے :

پہلی لڑائی تو بمقام رسول نگر عرف رام نگر عمل میں آئی ۔ اس کا مجمل حال یہ ہے کہ جب انگریزی فوج کا مقابلہ ان کے ساتھ ہوا تو سکھوں نے پہلے مقابلے سے پہلو تہی کیا ، کیونکہ اس وقت راجہ شیر سنگھ و سردار چتر سنگھ ان کے شریک نہ تھے ، ان کے آنے کا انتظار تھا ۔ جب وہ نہ آئے اور ادھر سے زور پڑ گیا تو ۲۲ ماہ نومبر ۱۸۴۸ء کو آپس میں لڑائی شروع ہوئی اور سکھ ایسی جواں مردی کے ساتھ لڑے کہ کوئی دقیقہ شجاعت و بہادری سے باقی نہ رکھا ۔ اس لڑائی میں انگریزوں کو بہت نقصان ہوا اور کیورتن صاحب افسر فوج انگریزی کام آیا ۔

دوسری لڑائی بمقام سعد اللہ پور وقوع میں آئی اور دونوں فریق ۳ ماہ دسمبر ۱۸۴۸ء کو دن بھر آپس میں لڑتے رہے ۔ سینکڑوں آدمی فریقین سے مارے گئے اور بعد جنگ کے شیر سنگھ و چتر سنگھ وہاں سے ہٹ کر موضع مونگ رسول کو چلے گئے ۔

تیسری لڑائی : ۱۳ دسمبر ۱۸۴۸ء سے ۱۲ فروری ۱۸۴۹ء تک فریقین کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل میدان میں پڑی رہیں اور ہر روز مقابلے و مجادلے ہوتے رہے اور فریقین کا نقصان ہوتا رہا ۔ آخر ۱۳ فروری کو شیر سنگھ و چتر سنگھ مونگ رسول کا مقام چھوڑ کر گجرات کو چلے گئے ۔

چوتھی لڑائی بمقام گجرات نہایت سرگرمی کے ساتھ ہوئی اور فریقین کمال

جوش و خروش سے لڑے ۔ ہزاروں آدمی دونوں طرف سے مارے گئے ۔ سکھوں نے پہلے سخت حملے انگریزی فوج پر کیے اور انگریز آہستگی سے لڑتے رہے ۔ جب سکھ لڑتے لڑتے تھک گئے تو انگریزوں نے ان پر زور ڈالا اور وہ آگ برسائی کی آنکھوں میں زمانہ تاریک ہو گیا اور سوائے بھاگنے کے اور کوئی تدبیر نہ سوجھی اور بے اختیار سامان و توپیں و میگزین چھوڑ کر بھاگے اور میدان خالی رہ گیا ۔ اُس وقت سردار چتر سنگھ و شیر سنگھ و دیوان حاکم رائے وغیرہ مفسد سردار بحالت زار انگریزی افسر کے روبرو از خود آ کر مستدعی معافی تقسیر کے ہوئے اور لاہور بحالت نظر بندی حاضر ہوئے ۔ صاحب رزیڈنٹ بہادر نے بمنظوری نواب گورنر جنرل بہادر ان کی نسبت یہ حکم صادر کیا کہ بڑے بڑے مفسد یعنی حاکم رائے و سردار چتر سنگھ و شیر سنگھ وغیرہ تو جلا وطن کرکے پنجاب سے نکالے جائیں اور چھوٹے رتبے کے مفسد اپنے اپنے گاؤں میں رہیں ۔ سوائے اجازت سرکار انگریزی کے کہیں آنے جانے نہ پائیں اور پولیس ان کا نگران حال رہے ۔

چونکہ سکھی سلطنت کی بے انتظامیاں اور سکھوں کی سرکشی اور تمرّد سے صاحبان انگریز کمال تنگ آ گئے تھے ، بحالتِ مجبوری نواب گورنر جنرل ہند نے اس ریاست و سلطنت کی ضبطی کا حکم نافذ فرمایا اور ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ع کو قلعہ لاہور میں بمقام تخت گاہ بڑا دربار قرار پایا ۔ جب سب اراکین آ کر جمع ہو گئے تو سید رجب علی خاں میر منشی رزیڈنٹ بہادر نے اشتہار معزولی مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر کا سنایا جس میں کل دفعات اور وجوہات ضبطی سلطنت لاہور کے درج تھے اور لکھا تھا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر آئندہ ساڑھے چار لاکھ روپیہ سالانہ پنشن پائے گا اور خطاب مہاراجگی کا بدستور اس کے واسطے قائم و مستقل رہے گا ۔ اُس وقت اراکینِ دربارِ لاہور کے چہروں کے رنگ زرد تھے اور غبار حسرت و افسوس کا چہروں پر اُڑتا تھا ۔ البتہ چند اہل کار عظیم الشان جن کی تجویز و صواب دید سے یہ معاملہ وقوع میں آیا تھا ، دل میں خوش تھے ۔ اظہار ان ناموں کا مؤلفِ کتاب محض بے سود تصور کرتا ہے ۔

بعد معزولی کے چند ماہ تک مہاراجہ دلیپ سنگھ لاہور میں قیام پذیر رہا ۔ پھر لاہور سے مع کنور شہدیو سنگھ فرزند خورد سال مہاراجہ شیر سنگھ کے صاحبان انگریز اس کو ہندوستان کو لے گئے ۔ چند سال مہاراجہ ہندوستان میں رہا ۔ اب ولایت لنڈن میں رونق افروز ہے ۔ دربار گوہربار ملکہ معظمہ وکٹوریہ میں اس کی کمال توقیر ہے اور ملکہ معظمہ قیصر ہند اس کو بخطاب فرزندِ دلبند

یاد فرماتی ہے ۔

افسوس ہے کہ یہ سلطنت پنجاب کی مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر نے بکمال محنت و عرق ریزی و جاں فشانی بزور شمشیر قائم کی اور ایک ایک گاؤں اور ایک ایک شہر پر جنگ کرکے اتنے وسیع ملک کو اپنے قبضہ و تصرف میں کیا جو اس کی وفات تک بدستور انتظام رہا ۔ اس کے مرنے کے بعد کچھ تو اراکینِ دربار کے باہمی نفاق اور کچھ ناقدر شناس و جاہل فوج کی نافرمانی و سرکشی سے یہ سلطنت جاتی رہی ۔ سچ ہے ہر ایک کمال کو زوال لاحق و لازم ہے اور ہر ایک دن کے پیچھے رات لگی ہوئی ہے ۔

● ● ●

چھٹا حصہ

عہدِ سرکارِ گردوں وقار انگریزی کے حالات کے ذکر میں جو ۱۸۵۷ع میں بوقت مفسدہ پردازی فوج انگریزی کے وقوع میں آئے

واضح رائے شائقین باتمکین ہو کہ ضبطی سلطنت پنجاب اور جلا وطنی مہاراجہ خورد سال دلیپ سنگھ بہادر کی ۱۸۴۹ع میں بعہدِ حکومت جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب بہادر گورنر جنرل کشور ہند وقوع میں آئی۔ اور سرکار انگریزی نے انتظام اس ملک کا اپنے قبضۂ اقتدار میں لے کر ضلع بندی کی اور قسمتیں مقرر کر کے کمشنر و ڈپٹی کمشنر ہر ایک ضلع و قسمت میں مامور ہوئے۔ چونکہ سکھوں کی مفسدہ پردازی سرکار کے دل پر منقوش ہو چکی تھی اور آئندہ بھی باوجود معزولی و جلا وطنی مہاراجہ کے سرکار انگریزی کو سکھوں کی طرف سے، جیسا کہ چاہیے اطمینان نہ تھا، اس واسطے مناسب متصور ہوا کہ تمام رعایائے پنجاب سے ہتھیار لے لیے جائیں تاکہ رعایا بے بس ہو کر ہاتھ نہ ہلا سکے۔ اگرچہ سوائے فساد انگیز قوم سکھ کے اور کسی طرف سے سرکار کو اندیشہ دامن گیر نہ تھا مگر سکھوں کے طفیل تمام رعیت ہندو مسلمان کے ہتھیار چھین لیے گئے اور ضلع بہ ضلع تعمیل اس حکم کی بہت جلد وقوع میں آئی اور رعایا نے مجبوراً سب ہتھیار سرکار کے حوالے کر دیے۔ اور اگر کسی احمق و نادان نے ہتھیاروں کو چھپایا وہ اپنے اعمال کی سزا کو پہنچا۔ سرداران و جاگیرداران و متعلقانِ سلطنتِ لاہور کے لیے جاگیریں اور پنشنیں حسب مقدور و حیثیت ان کے مقرر ہوئیں۔ اور جس قدر پرانی فوج کے سپاہی برخاست ہوئے ان کے لیے تو پنشن کی تجویز ہوئی اور باقی ماندہ نئے ملازمین کو بعوض معزولی کے نقد روپیہ یک مشت انعام دیا گیا۔ چنانچہ اس فیض بخشیِ سرکار سے سب لوگ راضی و خوشنود ہو گئے۔

مہاراجہ دلیپ سنگھ کی سلطنت کا کل سامان زرِ نقد و خزانہ و جواہرات و پارچات پشمینہ و ابریشمینہ و مطلا و زیورات و ظروفِ سیمیں و طلائی، جس کا

اندازہ انسان کی عقل و قیاس سے باہر ہے ، معرض ضبطی میں آ کر نیلام ہونے لگا اور ایک انگریز خاص اس کام کے انجام کے لیے مقرر ہوا - پہلے جواہرات و زیورات ایک مدت تک نیلام ہوتے رہے جس سے ہزاروں ساہوکار نہال ہو گئے اور لاکھوں روپے کا مال ہزاروں میں ان کو مل گیا - زیورات مرصع ایسے ایسے نیلام ہوئے جن کا ثانی چشم زمانہ نے نہ دیکھا ہوگا - لاکھوں روپے کے کشمیری شامیانے و خیمے و فروش و دوشالے کشمیرے کے بہت ارزاں نیلام ہوئے - چند ماہ یہ کارخانہ جاری رہا - جواہر بے بہائے کوہ نور ، جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بکمال تعدی شاہ شجاع سے لیا تھا ، توشہ خانے سے نکل کر ولایت انگلینڈ کو بھیجا گیا کہ زینت تاج حضرت ملکہ معظمہ قیصر ہند وکٹوریہ شہنشاہ ہند و انگلینڈ ہو - غرض جو کچھ تھا سب کچھ نیلام ہو کر نقد روپیہ بنا اور داخل خزانہ سرکار انگریز بہادر ہو گیا اور سلطنت خاندان سکھان سکرچکیہ کی پنجاب سے ختم ہو گئی -

لاکھوں لشکر اور خزانے جمع تو نے کر لیے[1]
لیکن اس آغاز کا انجام آخر کچھ نہیں
خواب کی حالت ہے یہ دو چار دن یا ہے خیال
مال و دولت ملک و لنگ و نام آخر کچھ نہیں

احاطہ پنجاب کے انتظام کے لیے محکمہ بورڈ پنجاب میں قرار پایا جس کے تین حاکم یعنی حاکم اول و دوئم و سوئم تھے - چند سال تک یہ انتظام برقرار رہا ، پھر وہ انتظام ٹوٹ کر ایک حاکم اعلیٰ تمام پنجاب کا فرماں فرما قرار پایا جس کو چیف کمشنر بہادر کہتے تھے - یہ معزز عہدہ سرکار فیض مدار کے حکم سے سر جان لارنس صاحب بہادر سابق رزیڈنٹ سلطنت لاہور کو ملا - انہوں نے بہ کمال محنت و عرق ریزی اس عہدے کے امور کو بانجام پہنچایا -

سنہ ۱۸۵۶ع تک انتظام انگریزی اس علاقے میں بخوبی رہا - سنہ ۱۸۵۷ع ماہ مئی میں جب شورش فوج باغی ہندوستانی کا بمقام میرٹھ ہوا تو بعہد لارڈ کیننگ صاحب گورنر جنرل بہادر اس علاقے میں بھی فوج کے اطوار بدل گئے مگر سرجان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر نے بکمال بیدار مغزی اس کا انتظام کیا اور ایک بھاری فوج سکھوں اور افغانوں کی ملازم رکھ کر باوقات مختلف مفسدوں کی سرکوبی کے لیے دہلی کو روانہ کی - پس مناسب معلوم ہوتا

۱- اصل کتاب میں یہ مصرع اسی طرح چھپا ہوا ہے -

ہے کہ مجمل حال مفسدۂ فوج کا ، جو پنجاب کے اکثر اضلاع میں واقع ہوا تھا ، اس موقع میں تحریر کیا جائے اور آغاز اس حال کا ضلع لودھیانہ سے شروع ہوتا ہے جس سے اصلی پنجاب کے علاقے کا آغاز ہوتا ہے ۔

لودھیانہ

مفسدۂ دہلی کے وقت اس شہر میں سخت فساد برپا ہوا ۔ اگرچہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر جالندھر کے مفسدے کی خبر سن کر ہوشیار ہو گئے تھے اور شہر والوں سے ہتھیار لے لیے تھے ، تو شہر والوں نے بھی ان سے اتفاق کیا ۔ پادریوں کے گرجا اور اُن کے رہنے کے مکانات جلا دیے ۔ گھر بار اُن کا لوٹ لیا اور مفسدوں کو ہر ایک کام میں مدد دی ۔ افسران ضلع کے گھر بتلا دیے ۔ ایسے عام بلوے کو صاحب ڈپٹی کمشنر روک نہ سکا ۔

جب مفسد دریا سے اُترے تو تیسری پلٹن ہندوستانی ، جو فلور کے مقام پر اتری ہوئی تھی ، مفسدوں کے ساتھ شامل ہو گئی ۔ یہ خبر پا کر ڈپٹی کمشنر لودھیانہ بڑی جرأت کے ساتھ مفسدوں کے مقابلے کو گیا اور تمام دن ان کے تعاقب میں رہا ۔ شب خون بھی ان پر مارا مگر صاحب کے مددگار سب بھاگ گئے ۔ راجہ نابھہ کی فوج صاحب کے حکم میں نہ رہی ۔ صرف ایک دستہ فوج کپتان روتھنی صاحب پلٹن نمبر ۴ سکھوں کا صاحب کے پاس رہ گیا ۔ ان میں سے بھی بہت سے سپاہی زخمی ہو گئے ۔ آخر دو روز تک مفسد لودھیانہ میں رہ کر دہلی کو روانہ ہو گئے ۔ ان کے جانے کے بعد صاحب ضلع شہر کے مفسدوں کی تحقیقات میں مصروف ہوا اور بائیس آدمی پھانسی دیے اور کل شہر پر پچپن ہزار دو سو چورانوے روپیہ جرمانہ کرکے روپیہ وصول کر لیا ۔

ضلع فیروز پور

مفسدۂ دہلی کے وقت مفسد فوج نے اس جگہ بڑا فساد برپا کیا ۔ پہلے ۱۳ مئی ۱۸۵۷ء کو ۴۵ نمبر اور ۵۷ نمبر کی پلٹن کا بہت سا حصہ مفسد ہو گیا ۔ چھاؤنی کے مکانات انھوں نے جلا دیے اور افسروں کے ساتھ بے وفائی سے پیش آئے ۔ شہر میں تہلکہ مچ گیا ۔ بدمعاشوں اور حرام خواروں کا بازار گرم ہوا ۔ مفسدوں نے چاہا کہ قلعے کا میگزین اپنے قبضے میں کرلیں یا اُڑادیں ۔ یہ خبر پا کر بریگیڈیر صاحب نے فوج گورہ ہمراہ لے کر بکمال دلاوری ان پر حملہ کیا اور ان پر غالب آ کر میگزین سرکاری بچایا ۔ چنانچہ سات ہزار پیپے باروت کے اور بڑے بڑے اور ذخیرے میگزین کے ان کے ہاتھ سے بچ گئے ۔ اس شورش

کی حالت میں اکثر بدمعاش لوگ رعایا میں سے لوٹ و غارت گری میں مصروف تھے ۔ علاوہ فوج مذکورہ بالا کے پلٹن نمبر ۱۴ و ۱۰ نمبر کا رسالہ ہندوستانی بھی مفسد ہو کر دہلی کو روانہ ہوا اور بعد روانگی مفسدوں کے صاحب ضلع نے بہت سے مفسد گرفتار کرکے پھانسی دے دیے اور فوج نوملازم و جاگیرداروں کی فوج سے انتظام ضلع کا قائم رکھا ۔

ضلع جالندھر

جب ماہ مئی ۱۸۵۷ع کو دہلی میں سخت مفسدہ برپا ہوا تو صاحبانِ انگریز کا اعتماد ہندوستانی فوج سے اٹھ گیا اور مسٹر فرنگٹن صاحب ڈپٹی کمشنر نے کل انگریزوں کو جمع کر کے مشورہ کیا اور یہ بات قرار پائی کہ فلور کا قلعہ تیسرے نمبر کی ہندوستانی پلٹن سے بچایا جائے اور تار برق کا دفتر اسی جگہ قائم ہو اور دو توپیں اس قلعے سے طلب کرکے اور جالندھر کے توپ خانے کے شامل کرکے گورہ فوج کے حوالے ہو ۔ چنانچہ تعمیل اس بات کی فی‌الفور ہوئی اور شہر کی تحصیل کی مضبوطی قلعے کے طور پر ہوکر شیردل پولیس پلٹن اس میں مامور ہوئی اور تمام خزانہ ضلع کے ماتحت ہوا ۔ تمام انگریزوں کے رہنے کے لیے علیحدہ مکان مستحکم مقرر ہوا ۔ راجہ کپورتھلہ کی فوج اور چھ توپیں اور دو سو سوار اور ایک ہزار ایک سو پیادہ جالندھر آ پہنچا ۔ خزانے کے چھن جانے سے لشکر ہندوستانی نے کمال شورش برپا کیا ۔ اس پر ضرورتاً صاحبِ ضلع نے یہ انتظام کیا کہ خاص ضلع کا خزانہ تو قلعہ پھلور میں بھیج دیا اور باقی کل روپیہ پلٹن والوں کے ماتحت کردیا ۔ مگر آئندہ جس جس کو روپیہ دینا ہوتا اسی میں سے دلوا دیا جاتا اور وہ روپیہ چند روز میں باختتام پہنچ گیا ۔ ایسی ایسی باتوں کے وقوع سے ہندوستانی فوج اور بھی برسرِ پرخاش ہو گئی اور رات کو جابجا آگ لگنی شروع ہوئی ۔ ہر روز کوئی نہ کوئی بنگلہ و گرد جل جاتی ۔ صاحبانِ انگریز حیران تھے کہ یہ کیا ہوتا ہے ۔ آخر ساتویں جون ۱۸۵۷ع کو گیارہ بجے رات کے وقت آگ روشن ہوئی ۔ جب افسر بجھانے کو گیا تو ہندوستانیوں نے بندوقیں مار کر ہٹا دیا اور کل فوج ہندوستانی سوائے توپ خانے کے برملا مفسد ہوگئی ۔ ایک بجے رات کے وقت ایک فریق ہندوستانیوں کا ہوشیار پور کی طرف کوچ کر گیا اور دوسرے بڑے گروہ نے دہلی کی سمت کا راستہ لیا ۔ تعاقب کرنے والی فوج آٹھویں پلٹن گورہ کی اور چھ توپیں اور کچھ پولیس کی فوج تھی ، مگر جنرل صاحب نے ان کو کوچ کا حکم صبح کے سات بجے تک نہ دیا ۔ اس

بے تدبیری میں دھوپ کی گرمی سخت ہو گئی - آٹھ بجے کے قریب یہ فوج روانہ ہوئی اور فرنگٹن صاحب ڈپٹی کمشنر نے کپورتھلہ کی فوج کا ڈیڑھ سو آدمی ہمراہ لے کر مفسدوں کا تعاقب کیا اور صبح کے گیارہ بجے بمقام پھگواڑہ پہنچا، مگر اُس وقت تک مفسد فلور کے مقام پر پہنچ چکے تھے - وہاں پہنچ کر تیسری پلٹن ہندوستانی ماموره فلور بھی مفسد ہو کر اس کے شامل ہو گئی اور کشتیوں کو پکڑ کر بڑے آرام سے مفسد تا شام دریا پار ہو گئے - اس طرف سے جناب ڈپٹی کمشنر لودھیانہ بڑے استقلال کے ساتھ مفسدوں کے مقابل ہوا اور چار گھنٹے تک صاحب ضلع بذات خود توپ سر کرتا رہا - جنرل صاحب، جو جالندھر سے بہ تعاقب مفسدوں کے آیا تھا، شام کو فلور پر پہنچا اور لودھیانہ کی لڑائی دور سے دیکھتا رہا - دریا سے اُتر کر صاحب ضلع لودھیانہ کی کچھ امداد نہ کر سکا - رات کو مفسدوں نے لودھیانہ کے قلعے پر قبضہ کر لیا - دوسرے روز اُنھوں نے تمام قیدی جیل خانے کے چھوڑ دیے - دسویں جون کو گورہ فوج و جنرل صاحب دریا سے اترے اور مفسدوں کے تعاقب پر، جو لودھیانہ سے کوچ کر گئے تھے، روانہ ہوئے - جب متصل موضع دھن کے پہنچے، سنا کہ مفسد مالیرکوٹلہ کے مقام تک پہنچ گئے ہیں - چونکہ گورہ فوج چلتے چلتے تھک گئی تھی اس واسطے جنرل صاحب واپس آ گیا اور مفسد بے روک ٹوک دہلی جا پہنچے - اس مفسدے کے بعد گورہ فوج کے دھمکاؤ سے پلٹن نمبر ۳۳ اور ۳۵ ہندوستانی کے بمقام فلور ہتھیار لے لیے گئے - اور دوسرا حصہ فوج باغی کا جو ہوشیار پور کو گیا تھا، راہ میں اس نے کسی سے کچھ تعرض نہ کیا اور ایسا جتلایا کہ وہ کسی سرکار کے کام پر مامور ہیں - راہ میں ان کا کوئی مزاحم نہ ہوا اور وہ پہاڑوں میں گھس کر پہاڑی راستوں سے دہلی پہنچ گئے -

ضلع ہوشیار پور

بوقت مفسدۂ دہلی کے مسٹر ایبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر اس ضلع نے مقام تحصیل کو مضبوط کیا - دو توپیں اس میں رکھیں - تمام انگریزوں کی میمیں کوہ دھرمسالہ کو بھیجی گئیں - آٹھ سو آدمی نوملازم ملازم رکھے گئے - راجہ آلووالیہ و راجہ رجوڑی و راجہ منڈی و ٹوانہ کی فوج اور ایک حصہ شیردل پولیس پلٹن کا انتظام پر مامور ہوا - ۱۲ جولائی ۱۸۵۷ع کو جیل خانے کے قیدیوں نے بلوہ کیا - ان میں سے پانچ کس پھانسی دیے گئے، اوروں کی قیدیں بڑھائی گئیں اور سب قیدی بجواڑہ کے قلعے میں رکھے گئے -

ضلع کانگڑہ

مفسدے کے وقت اس ضلعے میں بہ سبب اس کے کہ اس میں ریاستیں بہت ہیں ، صاحبِ ضلع کو ہر ایک ریاست کی خبر رکھنی پڑی - اس واسطے صاحب نے نوملازم فوج رکھ کر دریا کے گھاٹوں پر مامور کی ، اور سنا کہ پرتاب چند بمقام تہرہ برگشتہ ہو کر کچھ فوج نوکر رکھتا ہے - اس واسطے لیک صاحب کمشنر جالندھر نے وہاں پہنچ کر تہرہ کے تھانے دار کو ، جو پرتاب چند کی طرف سے تھا ، نکال دیا اور ایک مسلمان تھانے دار اپنی طرف سے وہاں مامور کر کے حکم دیا کہ پرتاب چند کی روزمرہ کی خبریں وہاں سے ہم کو بھیجتا رہے - کلّو میں رانے تھاکر سنگھ نے برخلاف گیان سنگھ اصلی وارثِ کلّو کے فساد برپا کرنا چاہا - اس مقدمے کی تحقیقات ہو کر پرتاب سنگھ نام ایک مفسد کو پھانسی ملی اور سولہ آدمی ہم صلاح اس کے قید ہوئے - ٹیلر صاحب ڈپٹی کمشنر اور لیک صاحب کمشنر نے قلعہ نورپور و کانگڑہ میں بڑی حکمتِ عملی کے ساتھ توپ خانہ و فوج خیرخواہ بھیج کر ہندوستانی پلٹنوں سے دونوں قلعے خالی کرا لیے اور چار نمبر پلٹن ہندوستانی کے ہتھیار بہ رعب پلٹن پولیس کے لے لیے اور اس پلٹن نے بے عذر ہتھیار دے دیے اور آخر تک نمک حلال رہی -

لاہور

مفسدے کے وقت ۱۳ مئی ۱۸۵۷ع کو پہلے پہل لاہور کے افسروں کو خبر پہنچی کہ ہندوستانی فوج کا ارادہ ہے کہ لاہور کا قلعہ جس میں بڑا خزانہ اور میگزین بکثرت ہیں ، لے لیا جائے اور چھاؤنی میں برملا مفسدہ برپا کیا جائے - اس واسطے اسی تاریخ یعنی ۱۳ مئی کو تین کمپنیاں ۸۱ نمبر پلٹن گورہ کی قلعے میں آئیں اور ہندوستانی گارد ، جو قلعے میں مامور تھی ، نکالی گئی - تمام میموں اور انگریزوں کو قلعے کے اندر رہنے کی اجازت ہوئی اور فوج ہندوستانی کے ہتھیار لینے کے لیے نمبر ۸۱ کی گورہ پلٹن اور توپ خانہ و پنجابی پولیس پلٹن میدان میں آئی - توپ خانہ بھرا گیا اور توپ خانے والوں کو حکم ملا کہ اگر ہندوستانی بمقابلہ پیش آویں تو اڑا دیے جاویں - اُس وقت تین پلٹنیں اور ایک رسالہ ہندوستانی پریڈ میں بلایا گیا اور ان کو ہتھیار دے دینے کا حکم سنایا - حکم سنتے ہی پہلی پلٹن والوں نے کل ہتھیار ڈھیر کر دیے - پھر سواروں نے اپنی تلواریں خفگی میں آ کر پھینک دیں اور بارکوں کو چل دیے -

۱۴ تاریخ مئی کو خبر پہنچی کہ ہندوستانی فوج میں سے ایک پلٹن میاں میر سے بھاگ گئی ہے - اس بات کے سننے سے سخت گھبراہٹ پیدا ہوگئی - تمام انگریز مشورے کے واسطے بمقام جیل خانہ جمع ہوئے - بعد مشورہ اکیاسی نمبر کی گورہ پلٹن جلد تیار کی گئی - فوج کی تیاری کا حال سن کر باقی ماندہ ہندوستانی فوج ، جو بھاگنے کو تیار تھی ، لین میں گھس گئی اور جو لوگ بھاگ گئے تھے اکثر کو اُن میں سے ماہنجہ کے زمینداروں نے گرفتار کر لیا اور بذریعہ مسٹر طامس صاحب اسسٹنٹ کمشنر قصور کے دوبارہ لاہور میں پکڑے آئے اور توپ سے اُڑائے گئے - چار ہزار نمک حلال پنجابی سپاہی قلعے کی حفاظت پر مامور ہوئے - قلعے کے دروازے سب کے سب مسدود ہوکر ایک دروازہ آمد و رفت کے لیے کھلا رکھا - ڈاک کا انتظام اور چٹھیوں کے دیکھنے کا انتظام بہت مضبوطی سے ہوا - کل ہندوستانی نوکر سوائے پلٹنوں کے جہاں جہاں جس قدر تھے ، ۲۹ جون ۱۸۵۷ع کو ان کی برخاستگی عمل میں آئی اور وہ سب کے سب دریائے ستلج سے اُتارے گئے -

۲۶ جولائی کو ۲۶ نمبر کی ہندوستانی بے ہتھیار پلٹن نے میاں میر میں فساد کیا اور میجر سپنسر صاحب اور ایک اور انگریز اور دو ہندو افسروں کو مار کر بھاگ گئی - اتفاقاً اُس روز سخت اندھیری چل رہی تھی اور جو فوج ان کے تعاقب کو گئی ان سے وہ بچ گئے ، مگر کوپر صاحب ڈپٹی کمشنر امرت سر نے ان کو دریائے راوی کے کنارے پر قتل کیا - چونکہ اُس وقت لاہور کے جیل خانے میں دو ہزار تین سو اُناسی آدمی قید تھے ، ان میں سے بہت سے قیدی بعوض جرمانہ کے رہا کیے گئے - لاہور و امرت سر وغیرہ بڑے بڑے شہر والوں سے سرکار نے روپیہ سودی قرض لیا جو بعد فرو ہونے اس شورش کے مع سود ادا کر دیا گیا -

ضلع امرت سر

اس ضلع میں بوقت مفسدۂ فوج کے قلعہ گوبند گڈھ میں ستّر سپاہی ۵۹ نمبر ہندوستانی پلٹن کے تھے ، وہ نکلوائے گئے اور گورہ پلٹن نمبر ۸۱ کے سپاہی مامور ہوئے اور ہندوستانیوں کے ہتھیار لے لیے گئے - ۳۱ جولائی ۱۸۵۷ع کو ایک گروہ بے ہتھیار سپاہیوں ہندوستانی کا جو لاہور سے بھاگے تھے راوی کے کنارے پر بمقام بال گھاٹ آ پہنچا اور زمینداروں سے پایاب راستہ دریافت کیا - زمینداروں نے وہاں تو ان کو باتوں میں لگایا اور ایک آدمی تحصیل دار اجنالہ کے پاس

بھیج کر اطلاع کی ۔ تحصیل دار مع جمعیت سپاہیان موجودہ تحصیل و تھانہ کے وہاں آ پہنچا اور لڑائی شروع کی اور ایک سوار بھیج کر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر امرت سر کو اطلاع پہنچائی ۔ فی الفور کوپر صاحب ڈپٹی کمشنر مع اسّی سوار و سردار جودہ سنگھ اکسٹرا اسسٹنٹ کے وہاں آیا ۔ صاحب کے آنے سے اوّل ایک سو پچاس آدمی مفسد زمینداروں اور تحصیل دار نے مل کر قتل کر دیے تھے اور باقی ماندہ ایک جزیرے کے اندر ، جس کے چاروں طرف دریا کا پانی تھا ، گھر گئے ۔ دوسرے روز وہ بھی توپ کے گولوں سے قتل ہوئے اور ۴۵ کس ان میں سے بسبب نہ ملنے خوراک کے خود بخود مر گئے ۔ دو سو سینتیس آدمی گرفتار ہو کر توپوں سے اڑائے گئے اور چالیس[1] آدمی ان میں سے پکڑ کر لاہور بھیجے گئے جن کو حکام لاہور نے توپ سے اُڑادیا ۔

ضلع گورداسپور

مفسدے کے وقت کچھ حصہ ۵۹ نمبر کی ہندوستانی پلٹن کا اس ضلع میں تھا ۔ ان کو صاحب ڈپٹی کمشنر نے امرت سر کو بھیج دیا اور سات لاکھ روپیہ خزانے کا بھی بحفاظت سپاہیان پنجابی پولیس کے امرت سر کو روانہ کیا اور جس قدر پہرے و گاردیں ہندوستانی سپاہیوں کی بمقام مادھو پور و کارخانہ شاہ نہر تھیں وہ سب اُٹھائی گئی ۔ ہندوستانی ۴۶ نمبر کی پلٹن اور ۹ نمبر کا رسالہ جنھوں نے سیالکوٹ میں مفسدہ کیا تھا بارادہ جانے دہلی کے اس ضلع کی حدود میں داخل ہوئے ۔ ان کا راستہ روکنے کے لیے چھ توپیں بہ ماتحتی کپتان برچیر صاحب اور چھ سو آدمی ۵۲ نمبر کی گورہ پلٹن اور کچھ نوملازم فوج اور نوملازم سکھی رسالہ مامور ہوئے ۔ مسٹر رابرٹ صاحب کمشنر لاہور اور پرکین صاحب اسسٹنٹ کمشنر بھی اس وقت ساتھ تھے اور ایسے وقت میں کہ مفسد بمقام ترموں گھاٹ علاقہ تحصیل شکر گڑھ میں دریائے راوی سے پایاب اتر رہے تھے ، انگریزی فوج ان کے روبرو جا کر کھڑی ہو گئی ۔ پہلے نو نمبر کے رسالے نے سرکاری توپ خانے پر حملہ کیا اور اس قدر قریب آ پہنچے کہ چند گولہ اندازوں کو بھی قتل کر ڈالا ۔ بعد ازاں ۴۶ نمبر کی مفسد پلٹن بھی آگے بڑھی اور بہادرانہ حملہ کر کے چاہا کہ توپیں لے لیں ، بلکہ قریب تھا کہ لے لیتے ، کہ اتنے میں گورہ فوج اپنی سنگینیں لے کر اُچھل پڑی اور مفسدوں کو پسپا کر دیا ۔ بہت

۱۔ اصل میں ''چالیس آدمی'' کی بجائے ''چالیس کس آدمی'' چھپا تھا ۔

سے مفسد اس وقت بھاگ گئے اور باقی ماندہ مفسدوں نے دریا کے ایک جزیرے کے اندر جا کر پناہ لی جہاں کہ انہوں نے سیالکوٹ کی لوٹ کا مال جمع کرکے مورچے بنا رکھے تھے - ۱۶ جولائی ۱۸۵۷ع کو سرکاری فوج نے ان پر حملہ کیا - مفسدوں میں سے بہت سے آدمی تو دریا میں ڈوب گئے اور بہت سے بھاگتے ہوئے مارے گئے اور جس قدر پکڑے گئے توپ سے اڑا دیے گئے - اس نواح کے زمینداروں نے بھی بہت سے مفسد پکڑ کر پیش کیے اور بہت سے جموں کے علاقے سے پکڑے آئے - ان سب کو سزائے موت ملی -

ضلع سیالکوٹ

گورہ و ہندوستانی فوج بوقتِ مفسدہ اس مقام پر بہ تفصیلِ ذیل تھی - واک صاحب کے ماتحت سوار توپ خانہ ، کپتان بورچر صاحب کا گورہ لوگ کا توپ خانہ ، ۵۲ نمبر کی گورہ پلٹن ، ۹ نمبر کا ہندوستانی رسالہ ، ۳۵ نمبر کی ہندوستانی پلٹن ، ۴۶ نمبر کی ہندوستانی پلٹن ، ایک مجموعہ توپوں کا ، ۲۷ نمبر کی گورہ پلٹن ، ۶۵ نمبر کی ہندوستانی پلٹن - جب کہ گشتی فوج کا مجموعہ بنایا گیا تو کل فوج سوائے ہندوستانی پلٹن نمبر ۴۶ اور دہنے اور بائیں بازو ۹ نمبر کے رسالے کے اور تمام فوج اس کے شامل ہوگئی - اُس وقت برگیڈیر برنڈ صاحب نے جو اس تمام فوج کے افسر تھے ، روانگی سے انکار کیا کہ ہم ایسے نازک وقت میں ہندوستانی فوج کے ساتھ کوچ نہیں کرتے ، بلکہ یہ آرزو کی کہ اس تمام فوج ہندوستانی کے ہتھیار اتار لینے مناسب ہیں ، مگر ان کی التماس پر خیال نہ ہوا اور فوج گشتی کوچ کرگئی - اُس وقت مونگٹن صاحب ڈپٹی کمشنر و میکان صاحب اسسٹنٹ کمشنر و جون صاحب و سید قاسم علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹان ضلع کے افسر تھے - ۹ جولائی ۱۸۵۷ع کو ہندوستانی فوج کا مفسدہ سیالکوٹ میں ہوا - ضلع کی حکومت بالکل معطل ہوگئی - سواروں نے حملہ برگیڈیر صاحب پر کیا اور وہ زخمی ہوکر دوسرے روز مرگیا - ایک ڈاکٹر افسر جو اپنے بچوں کو لے کر بگی پر سوار چلا جاتا تھا ، گولیوں سے مارا گیا اور ایک بچہ ان کے بچوں میں سے توپ کا گولہ لگ کر مرگیا - کپتان بشب صاحب برگیڈیر میجر قلعے کے سامنے گولے سے قتل ہوا - پادری ہنٹر صاحب اور اس کی میم اور معصوم بچے ایک ہندوستانی سپاہی ملازم چٹل خانہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے - باقی انگریزوں نے چھاؤنی ضلع سے بھاگ کر ایک قلعے میں ، جو راجہ تیجا سنگھ سے علاقہ رکھتا تھا ، جا کر پناہ لی - مفسدوں نے جیل خانہ کھول کر سب قیدی چھوڑ دیے

اور کل خزانہ کلکٹری و آمدنی اسٹامپ لوٹ لیا - دفترِ ضلع کا اور کچہریوں کے مکانات جلا دیے - میگزین کو آگ لگا کر اڑا دیا - صبح سے دوپہر تک مفسدوں نے خوب غارت کی - بعد دوپہر کے کل مفسد گورداس پور کی طرف روانہ ہوئے - جب شام ہوئی تو ڈاکٹر ٹیلر صاحب معہ عیال و اطفال و کپتان سانڈر صاحب قلعے میں داخل ہوئے اور وہ تمام روز ایک وفادار سکھ کے گھر میں چھپے رہے تھے - مونگٹن صاحب ڈپٹی کمشنر اس وقت بیمار تھا - تمام روز ان کو ایک گاؤں والوں نے اپنے جھونپڑوں میں چھپا رکھا تھا - اُس روز بعض دہقانیوں اور زمینداروں نے بھی چھاؤنی اور سرکاری مکانات میں آ کر دست اندازی کی تھی - پولیس کی فوج پیادہ اور سواروں نے اُس وقت مفسدوں کا کچھ مقابلہ کیا تھا مگر پیش نہ چلی - جب مفسدہ شروع ہوا تو لفٹیننٹ منٹگمری صاحب و رسالے کا افسر گھوڑے پر سوار ہو کر لاہور آیا اور اس کی اطلاع پر لاہور سے ایک فوج بمقابلہ مفسدان گورداس پور کو مامور ہوئی - اس انتظام کے بعد کپتان کرب صاحب ڈپٹی کمشنر اور لارنس صاحب افسر پولیس سیالکوٹ کے مقرر ہوئے - اُنھوں نے سیالکوٹ میں جا کر دو بڑے ہندوستانی پولیس کے افسروں کو ، جنھوں نے بے وفائی کی تھی ، پھانسی دیا - جیل خانے کے اور اسیروں نے بھی موت کی سزا پائی - بڑے بڑے مفسد گرفتار ہو کر پھانسی ملے - سات ہزار روپیہ جرمانہ اُن زمینداروں پر قرار پایا جنھوں نے مفسدے کے وقت سرکاری مال لوٹا تھا - غارت کا مال تمام و کمال ان سے واپس لیا گیا - ۱۳۹ کس مفسد جموں کی سرحد سے پکڑے آئے - وہ توپ سے اڑائے گئے - ترپن ہزار روپے کا کاغذ اسٹامپ منجملہ اسٹامپ غارت شدہ کے برآمد ہو کر داخلِ خزانہ سرکار ہوا -

ضلع گوجرانوالہ

مفسدے کے وقت اس ضلع کا انتظام اچھا رہا - چونکہ گوجرانوالہ میں افواہ تھی کہ فوج مفسد لاہور و سیالکوٹ کی اس ضلع پر حملہ کرے گی اس لیے صاحبِ ضلع کرب صاحب نے ایک خانقاہ کی پختہ چاردیواری کو قلعہ گردان کر مضبوط کر لیا اور ذخیرہ ہر ایک طرح کا اس میں رکھا اور دو لاکھ روپیہ نقد جو وہاں رکھا تھا لاہور کو روانہ کر دیا گیا -

جہلم

غدر کے وقت ضلع جہلم میں ایک ہندوستانی توپ خانہ اور دو پلٹنیں نمبر ۱۴ و ۳۹ تھیں - چونکہ گورہ فوج یہاں بالکل نہ تھی اس واسطے حکام کو

ہندوستانیوں کی طرف سے سخت اندیشہ تھا اور چاہا کہ کسی طرح اس فوج کو جہلم سے نکالا جائے ۔ یہ تجویزیں ہو کر پہلے ۳۹ نمبر کی پلٹن کو حکم ہوا کہ بغیر میگزین کے ڈیرہ اسماعیل خاں کو چلی جائے ۔ چنانچہ فوراً تعمیل حکم ہوئی ۔ پھر توپ خانہ لاہور کو روانہ کر دیا گیا ۔ لاہور جا کر ان سے توپیں چھین لی گئیں ۔ باقی جہلم میں ۱۴ نمبر ہندوستانی پلٹن رہ گئی ۔ چیف کمشنر صاحب کا ارادہ ہوا کہ ان کو بے ہتھیار کیا جاوے ۔ مگر جس قدر افسر اس پلٹن کے انگریز تھے وہ اس بات پر راضی نہ تھے اور کہتے تھے کہ یہ پلٹن نمک حلال ہے ۔ آخر وہ پلٹن اس طرح پر کمزور کی گئی کہ دو کمپنیاں اس کی راولپنڈی کو بھیج دیں ، اور کمپنیاں بھی جابجا مامور کر دیں ۔ کل پلٹن میں سے صرف پانچ سو آدمی باقی رہ گئے ۔ ان کی نسبت ہتھیار لے لینے کا ارادہ ہوا اور گورہ فوج مع توپ خانہ راولپنڈی سے منگوائی گئی اور ۱۴ نمبر کی سکھی پلٹن بھی ان کے ہتھیار لینے کے لیے پریٹ میں آئی ۔ اس وقت ہندوستانی سپاہیوں نے اپنے افسروں کے روبرو جاکر بہت سے عذرات اپنی بریت کے ظاہر کیے اور اپنے آپ کو نمک حلال ظاہر کیا مگر مسموع نہ ہوا ۔ ناچار انھوں نے لڑنے پر کمر باندھ لی اور افسروں کی طرف گولیاں چلائیں ۔ کمپنیاں توڑ کر لین میں گھس گئے ۔ سرکاری فوج نے ان کا تعاقب کیا اور آپس میں سخت لڑائی ہوئی ۔ بہت سے انگریز مارے گئے ۔ کرنیل انس صاحب کمان افسر پلٹن گورہ نمبر ۲۴ کمال زخمی ہوا ۔ کپتان سرنگ صاحب مارا گیا ۔ ہندوستانی جب لین میں کمال تنگ ہوئے تو وہاں سے نکل کر ایک گاؤں میں ، جو قریب تھا ، گھس گئے اور لڑائی ہوتی رہی ۔ آخر گورہ فوج بہ سبب گرمی اور دھوپ کے بہت گھبرا گئی اور تین توپیں تین سیرے تھیلے کی بیکار ہو گئیں ۔ ایک توپ ہندوستانی چھین کر لے گئے ۔ چار بجے کے وقت گاؤں پر حملہ ہوا ۔ یہ حملہ بیکار گیا ۔ ہندوستانی فوج نے بڑی بہادری سے اس حملے کو روکا اور اس توپ کے گراپ سے بہت سے سپاہی سرکاری قتل کر ڈالے ۔ ناچار بگل واپسی کا بجایا گیا ۔ تین توپوں میں سے دو توپیں واپس آئیں اور ایک توپ مفسد لے گئے ۔ رات بھر دونوں فریق جاگتے رہے اور لڑائی بند رہی ۔ دوسرے روز صبح کو خبر پہنچی کہ ہندوستانی گاؤں سے بھاگ گئے ہیں ، اس واسطے کہ ان کے پاس میگزین نہیں رہا تھا ۔ بہت سے مفسدوں کو پولیس والوں نے گرفتار کیا ۔ بہت سے دریا میں ڈوب مرے ۔ جو گرفتار ہو کر آئے وہ توپ سے اڑائے گئے اور ایک سو چالیس لڑائی میں کام آئے ۔ الغرض کل پانچ سو آدمیوں میں سے کل چالیس آدمی گرفتاری و موت سے بچے ۔ ان

کی خبر نہ ملی کہ کہاں گئے ۔

ضلع راولپنڈی

مفسدے کے وقت بعض زمینداران مفسد نے چاہا کہ کوہ مری پر حملہ کرکے انگریزوں کو لوٹ لیں ، مگر انگریزوں کو خبر ہوگئی اور ان کا انتظام قرار واقعی کیا ۔ راولپنڈی میں اس وقت دو رجمنٹ بے قاعدہ سواروں کی اور ۵۸ نمبر کی ہندوستانی پلٹن اور کچھ حصہ ۱۴ نمبر ہندوستانی پلٹن کا اور ایک گورکھہ پلٹن اور ایک ہندوستانی اسپی توپ خانہ تھا ۔ ۷ جولائی ۱۸۵۷ع کو سوائے گورکھہ پلٹن کے تمام ہندوستانی فوج کے ہتھیار لے لیے گئے ۔

ضلع شاہپور

مفسدے کے وقت مسٹر بوسلے صاحب ڈپٹی کمشنر کی سرگرمی سے اس ضلع میں امن رہا ، کوئی سرکشی نہ ہوئی ۔ صرف ایک ہندوستانی کلرک پرسٹ کا بعلتِ مفسدہ پردازی پھانسی ملا ۔

ضلع گجرات

اس ضلع میں مفسدے کے وقت ۳۵ نمبر کی ہندوستانی پلٹن کا کچھ حصہ تھا ۔ ان کو فوج گشتی کے شامل کر دیا گیا اور بمقام فلور جا کر صاحب کمان افسر نے ان سے ہتھیار لے لیے ۔ جب جہلم کا مفسدہ برپا ہوا تو ایک گروہ جہلم کے مفرور ہندوستانیوں کا اس ضلع میں آیا اور الیٹ صاحب ڈپٹی کمشنر نے دریائے جہلم کے ایک جزیرے میں ان کو گھیر کر مار دیا ۔

اضلاع لیہ و خان گڈھ و ڈیرہ غازی خان و اسماعیل خان میں بوقت مفسدۂ دہلی کوئی ایسا شورش و ہنگامہ لائق تحریر نہیں ہوا ۔

ضلع ملتان

اس ضلع میں بوقتِ مفسدہ بموجب حکم صاحب چیف کمشنر بہادر کے بہ امداد میجر چمرلین افسر رسالہ سوارانِ بے قاعدہ اور دیسی فوج کی مدد سے پلٹن نمبر ۶۹ و ۶۲ ہندوستانی کے ہتھیار لے لیے گئے ۔ ایک بڑا افسر ہندوستانی توپ خانہ ۶۹ پلٹن کا بعلت مفسدہ پردازی پھانسی دیا گیا ۔ ہندوستانی توپ خانے کے سپاہیوں نے بلا طلب ہتھیار دے دیے ۔ ۱۱ اگست ۱۸۵۷ع کو اسی توپ خانے کے سپاہی بے ہتھیار ہوئے ۔

ضلع جھنگ

اس ضلع میں مفسدے کے وقت کوئی ہنگامہ لائق تحریر نہیں ہوا ۔ البتہ بوقت شورش زمینداران کھول سکنائے گوگیرہ کے اس ضلع کے زمیندار بھی دورخا ہوئے تھے مگر کسی کو جرأت فساد انگیزی کی نہ ہوئی ۔

ضلع گوگیرہ

مفسدے کے وقت اس ضلع میں لفٹیننٹ لین صاحب قائم مقام ڈپٹی کمشنر تھا ۔ صاحب کو خبر پہنچی کہ داروغہ جیل خانے کا قیدیوں کے ساتھ مل کر درپے تخریب کے ہے ۔ چنانچہ اس کو فی الفور برخاست کر دیا گیا اور احمد خاں کھرل کو ، جس کی نسبت مفسدہ پردازی کا شبہ تھا ، ضلع میں بلا کر نظربند کیا گیا ۔ ۲۶ اگست کو جیل خانے میں قیدیوں نے فساد برپا کیا ۔ کنار مکھی پلٹن کے سپاہی قیدیوں کے مقابل ہوئے ۔ اکیاون قیدی مارے گئے ۔ احمد خاں کھرل حوالات سے بھاگ گیا اور دوبارہ طلب ہو کر ضمانت پر رہا ہوا ۔ ۱۶ ستمبر کو خبر پہنچی کہ زمینداران کھرل وغیرہ برملا مفسد ہوگئے اور سرگروہ ان کا احمد خاں کھرل ہے ، اس واسطے برکلے صاحب اسسٹنٹ کمشنر احمد خاں کی گرفتاری کو روانہ ہوا اور دریا کے کنارے پر پہنچ کر اُس کو دریا کے اس طرف پایا ۔ صاحب کو اس نے دیکھ کر بآواز بلند کہا کہ میں نے اب انگریزی اطاعت چھوڑ کر شاہ دہلی کی حکومت مان لی ہے ۔ اُس وقت ایک مولوی مسلمان مفسد گرفتار ہوا اور زمینداروں کے مویشی پکڑ لیے گئے اور جھامرہ نام ایک گاؤں جلا دیا گیا ۔ تیسرے روز زمینداروں نے بڑا مجمع کرکے کچہری ضلع پر حملہ کیا ۔ عین وقت پر کرنیل پاٹن صاحب اسسٹنٹ کوارٹر مارشل لاہور سے تین توپیں اور ۸۱ نمبر کی گورہ پلٹن اور کچھ سپاہی سبحان خاں کرنیل کی پلٹن کے لے کر آ پہنچا ۔ جب توپوں کے گراپ نے درپے مفسدوں پر پڑے تو وہ بھاگ گئے اور فوج ان کے تعاقب کو روانہ ہو گئی ۔ فریقین میں سخت لڑائی ہوئی ۔ اس لڑائی میں احمد خاں کھرل اور لفٹنٹ آنریبل اے ۔ جے جسٹر مارا گیا ۔ تیسرے روز دوسرا مقابلہ مفسدوں کے ساتھ ہوا ۔ اس میں مسٹر برکلے صاحب اسسٹنٹ کمشنر قتل ہوا ۔ مفسدان کھرل نے تحصیل ہڑپہ پر حملہ کرکے بہت نقصان پہنچایا ۔ جب کھرلوں کی شورش کمال تک پہنچی تو کپتان مکندرو صاحب ایک بھاری فوج کے ساتھ وہاں پہنچا اور کرنیل پاٹن صاحب کی ہمراہی میں چیچہ وطنی کو جا کر چمرلین صاحب کو کہ مفسدوں کے گھیرے میں گھرے ہوئے تھے ،

چھڑایا۔ غرض مدت تک یہ شور و فساد برپا رہا۔ آخر مفسدوں کو شکست پر شکست ہوئی اور مفسدوں میں سے بعض تو مارے گئے اور بعض پکڑے گئے اور بعض نے اطاعت قبول کی۔ اس مفسدے میں چار قومیں سرکش ہوگئی تھیں۔ ایک قوم کاٹھیا، دوم کھرل، تیسرے متیالہ، چوتھے وٹو اور ان چاروں قوموں کا مجمع قریب تیس ہزار آدمی کے تھا مگر ہتھیار بہت کم تھے اور لڑائی لکڑیوں کے ساتھ لڑتے رہے۔

ضلع پشاور

اس ضلع میں مفسدے کے وقت ہندوستانی فوج بہت اور گورہ کم تھی اور بہ سبب اس کے کہ وہ سرحدی ضلع تھا اور اقوام فساد انگیز اس کے پاس پاس رہتی تھیں، سرکار کو اس طرف سے بہت اندیشہ تھا مگر افسران ضلع بہ کمال جان فشانی و عرق ریزی انتظام میں مصروف رہے۔ برگیڈیر جان نکلسن صاحب اُس وقت پشاور کا ڈپٹی کمشنر تھا اور کل فوج دو ہزار آٹھ سو گورہ اور آٹھ ہزار ہندوستانی مسلح، اٹھارہ توپیں اور ایک بڑی توپ تھی۔ اُس وقت یہ انتظام قرار پایا کہ ایک گشتی معتبر فوج قرار پاکر حکم ملا کہ یہ فوج تمام علاقے میں گشت کرکے لوگوں کو مفسدے سے روکے اور ۵۵ نمبر کی پلٹن کو حکم ملا کہ وہ نوشہرہ سے کوچ کرکے مردان کے قلعے میں چلی جائے اور ۶۴ نمبر کی ہندوستانی پلٹن کے تین حصے قرار پا کر علیحدہ علیحدہ مقامات پر مامور کر دیے گئے اور اس کا اجتماع توڑا گیا اور قلعہ اٹک سے ہندوستانی فوج اخراج ہوکر معتمد فوج پنجابی مامور ہوئی۔ چوبیس لاکھ روپیہ نقد جو چھاؤنی میں رکھا تھا، بمقام میگزین گورہ گارد کے حوالے ہوا اور گائیڈ کی پلٹن کو حکم ملا کہ مقام مردان سے کوچ کرکے دہلی کو چلی جائے۔

چند روز کے بعد ایک حصہ ۵۵ نمبر کی فوج کا، جو اٹک کے گھاٹ پر مامور تھا، سرکش ہوکر نوشہرہ کو کوچ کر گیا۔ راستے میں ایک حصہ اور نمبر ۲۴ کی ہندوستانی پلٹن کا، جو پشاور کو کمسریٹ کا گودام لیے جاتا تھا، ان کے شامل ہوا۔ یہ مفسد چھاؤنی کے دروازے پر ۱۰ نمبر کے باقاعدہ سواروں کے ساتھ مقابل ہوئے اور بے ہتھیار ہو کر محبوس کیے گئے۔ یہ خبریں جب ۵۵ نمبر کی کمپنیوں کو بمقام نوشہرہ پہنچیں وہ بھی سرکش ہوگئے اور میگزین سرکاری اپنے قبضے میں کر لیا اور چاہا کہ دریائے کابل سے پار ہوکر ۵۵ نمبر کی ہندوستانی پلٹن کے ساتھ مل جائیں۔ بٹلر صاحب انجنیئر نے پل دریا کا توڑ

دیا - مفسد بذریعہ کشتیوں کے اتر گئے - یہ حال دیکھ کر افسران پشاور کا مصمم ارادہ ہوگیا کہ فوج ہندوستانی کو بے ہتھیار کیا جائے ، مگر افسرانِ انگریزی جو اس فوج میں تھے اس بات سے ناراض تھے - دوسرے روز ۵ نمبر کا رسالہ اور ۲۴ و ۲۷ و ۵۱ نمبر کی پلٹنیں ہتھیار لینے کی غرض سے میدان میں بلائی گئیں اور گورہ پلٹن و فوجِ نو ملازم پنجابی ان کی دباغت کے لیے میدان میں آئی - فوج ہندوستانی نے بلا عذر ہتھیار رکھ دیے اور ان کے ساتھ ان کے انگریز افسروں نے بھی کرچ وغیرہ رکھ کر نوکری چھوڑ دی - صرف ۲۱ نمبر کی ہندوستانی پلٹن اس مواخذے سے بری رہی اور سات و اٹھارہ نمبر کے بے قاعدہ سوار بھی بے ہتھیار نہ ہوئے -

بعد ازاں نوشہرہ سے خبر پہنچی کہ ۵۵ نمبر کی پلٹن کے سپاہی اور ۱۰ نمبر کے بے قاعدہ سوار مستعد بفساد ہیں - اس واسطے میجر وان صاحب مع تین سو گورہ و دو سو پچاس بے قاعدہ سواران نوملازم و فوج پولیس اور آٹھ ضرب توپ کے و کرنیل نکلسن صاحب مع دو سو پنجابی پیادگان مردان کو مامور ہوئے - جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو ۵۵ نمبر کے ہندوستانی پیادگان سوائے ایک سو بیس آدمی کے قلعے سے نکل کر بھاگ گئے - انگریزوں نے ان کا تعاقب کیا اور بہزار مشکل نکلسن صاحب مع سواران مفسدوں تک پہنچا - پیادہ فوج رستے میں رہ گئی - آپس میں سخت لڑائی ہوئی جس میں ایک سو پچاس مفسد قتل ہوا اور ایک سو چالیس قید کیا گیا - زخمی بھی بہت سے ہوئے اور پانچ سو مفسد کوہ سوات کے علاقے میں داخل ہوگئے - اس فتح کے حاصل ہونے سے سرکاری رعب اس علاقے کی رعایا و فوج پر جم گیا اور سرکار نے تمام فوج ہندوستانی سے ہتھیار لے کر بھی نوکر کر دیا اور کمال ہوشیاری و عقل مندی سے انتظام قائم رکھا گیا -

ضلع ہزارہ

اس ضلع میں بہ سبب اس کے کہ سکھی اور گورکھا فوج یہاں موجود تھی ، کوئی مفسدہ فوج کا برپا نہ ہوا - حکام ضلع نے کمال ہوشیاری کے ساتھ انتظام بحال رکھا - فوج مفسد مفرور پشاور جو اس ضلع میں آئے وہ قتل کیے گئے -

ضلع کوہاٹ

اس ضلع میں بھی کوئی مفسدہ برپا نہیں ہوا - صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے ماتحت پنجابی فوج تھی جس سے اس نے انتظام قائم رکھا اور فساد انگیز قوموں

کو، جو کوہاٹ کی سرحد پر تھیں، انعام و اکرام دے کر خوشنود کر لیا جس سے انتظام بگڑنے نہ پایا - ۵۵ نمبر کی پلٹن ہندوستانی جو پشاور سے کوہاٹ میں آئی، یہاں ان کو بے ہتھیار کیا گیا - مدت تک وہ بے ہتھیار فوج کوہاٹ میں رہی اور خرچ سرکار سے پاتی رہی -

جب مفسدانِ سرکش کی ہر ایک ضلع میں سرکوبی ہو چکی اور انتظام ملک کا بکمال عرق ریزی و جاں فشانی جان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر کے از سر نو ہوگیا اور فوج سرکش دہلی کو شکست دے کر دہلی بھی فتح ہوگئی تو نواب گورنر جنرل بہادر نے ان کو عہدہ لفٹنٹ گورنر بہادر اول پنجاب کا عنایت کیا اور گزٹ سرکاری میں از حد تعریف و توصیف اس کی چھاپی گئی - بعد وفات لارڈ ایلگن صاحب بہادر گورنر جنرل کے بعوض اس کارگزاری کے عہدۂ جلیلہ گورنر جنرل بہادر کا سرجان لارنس صاحب بہادر کو سرکار سے عطا ہوا اور یہ کام صاحب ممدوح بکمالِ توجہ پانچ چھ برس تک کرتا رہا جس سے تمام ہند کی رعایا مشکور و ممنون رہی - سرجان لارنس صاحب بہادر اختتام میعاد عہدۂ لفٹنٹ گورنری پر ۱۸۵۹ع میں انگلستان کو تشریف لے گیا اور اس کی جگہ سر رابرٹ منٹگمری صاحب سابق جوڈیشل کمشنر پنجاب لفٹنٹ گورنر دوم پنجاب مقرر ہوا اور پانچ سال تک حکومت کی - اس کے بعد سر ڈانلڈ میکلوڈ صاحب بہادر فنانشل کمشنر لفٹنٹ گورنر پنجاب قرار پایا - اس کے بعد سر ہنری ڈیورانڈ صاحب بہادر چند ماہ تک فرماں فرما مسند لفٹنٹ گورنری کے رہا - پھر جناب معلیٰ القاب سر ہنری ڈیویز صاحب بہادر، جو اب موجود ہیں، لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا - صاحب موصوف نے ایسا اچھا انتظام ممالک پنجاب کا کیا ہے کہ تمام مملکت و ملک میں بالکل امن و امان و رعایا خوش اور برایا آسودہ حال ہے - خداوند تعالیٰ ایسے حاکمِ انصاف دوست کو سلامت با کرامت رکھے -

علاوہ بر آں جس دن سے عمل داری سرکار ابد پائیدار انگریز بہادر کی پنجاب میں ہوئی، آج تک صاحبانِ مندرجہ ذیل عہدۂ جلیلہ گورنری کشور ہند پر سرفراز و ممتاز رہے: سکھوں کے معرکوں و لڑائیوں کے وقت تو جناب ہارڈنگ صاحب بہادر گورنر جنرل ہند تھے - پھر جب ۱۸۴۹ع میں سکھوں نے دوبارہ جمع ہوکر گجرات وغیرہ مقامات میں جنگ کیا تو اس وقت لارڈ ڈلہوزی صاحب گورنر جنرل کشور ہندوستان میں فرماں فرما تھے - اس کے بعد لارڈ کیننگ صاحب بہادر جب گورنر جنرل ہوئے تو مفسدہ فوج نمک حرام کا شروع ہوا اور انھوں نے بکمال توجہ و جاں فشانی ہند کی ولایت میں دوبارہ انتظام قائم کیا -

ان کے بعد لارڈ ایلگن صاحب بہادر گورنر جنرل قرار پائے۔ پھر سر جان لارنس صاحب بہادر، پھر لارڈ میو صاحب بہادر نے مسند گورنری پر اجلاس فرمایا۔ یہ منتظم حاکم و لئیق فرماں روا جزیرہ کالا پانی میں ایک قیدی شیر علی نام کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ان کے بعد لارڈ نارتھ بروک صاحب نے یہ عہدہ جلیلہ پایا اور قبل گزرنے میعادِ حکومت کے استعفا گزرن کر اپنے عہدے سے برکنار ہوگیا۔

اب لارڈ لٹن صاحب بہادر کرسیٔ گورنری پر اجلاس کر رہے ہیں۔ ان کے وقت یکم جنوری ۱۸۷۷ع کو ملکۂ معظمہ فرماں فرمائے ہند و انگلینڈ نے قیصر ہند کا خطاب لیا اور بمقام دہلی تمام ہند کے راجوں و مہاراجوں و رئیسوں و جاگیرداروں و افسروں کا مجمع ہو کر اشتہار اس خطاب کا سنایا گیا۔ ہر ایک ملک کے رئیس اور جاگیردار و عہدہ دار کو شاہانہ خطاب و تمغے عطا ہوئے اور دربار اس عزت و شان کے ساتھ ہوا کہ ابتدائی عمل داری سرکار انگریزی سے کبھی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ بادشاہانِ سلف کے وقت میں بھی ایسے دربار کا ہونا کسی تاریخ میں نہیں لکھا۔ خداوند تعالیٰ ایسی سرکار ابدپایدار کو قیامت تک ہند اور ہندوستانیوں کے سر پر قائم و دائم رکھے۔ اب بعد اختتام میعاد عہدہ لفٹننٹ گورنری سر ہنری ڈیویز صاحب بہادر، سر رابرٹ ایجرٹن صاحب بہادر فنانشل کمشنر عہدۂ لفٹننٹ گورنری پنجاب پر ممتاز ہوئے ہیں۔ یہ صاحب ملک پنجاب میں ایک مدت سے خصوصاً شہر لاہور میں حکمران رہے ہیں اور ملک و رعایا سے خوب واقف ہیں۔ یہ صاحب نہایت سرگرمی و جاں فشانی سے انتظام ملک کا کریں گے اور رعایا کو خوش و آسودہ حال و ملک کو فارغ البال رکھیں گے۔

• • •

ساتواں حصہ

ریاست جموں کے ذکر میں

یہ ریاست قدیم اور پرانا خاندان راجپوت راجوں کا معزز و مکرم چلا آیا ہے[1] اور شہر جموں بھی قدیم سے اس سلطنت کا دارالحکومت مشہور ہے۔ پہلا خاندان، جو صدہا سال سے فرماں فرما اس پہاڑ کا چلا آتا تھا، اگرچہ راجہ برج راج دیو سے مفقود ہو چکا تھا اور تمام علاقے پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دخل مالکانہ کر لیا تھا مگر راجہ گلاب سنگھ سرگباشی نے اپنی لیاقت اور ہشیاری اور جواں مردی سے پھر اجدادی ریاست و حکومت کو تازہ کیا اور مدت العمر اس پر قابض و متصرف رہا۔ اب ان کا فرزند سعادت پیوند مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب تخت و تاج و والیِ مملکت ہے۔ خدا سلامت رکھے۔ والیٔ حال اپنا شجرہ مہاراجہ رام چندر اوتار کے ساتھ ملاتا ہے جس کی تشریح رام چندر اوتار سے والیٔ حال تک نام بنام درج کتاب "گلاب نامہ" ہے۔ غرض اس راج کی قدامت میں کسی کو کلام نہیں اور تمام زمانہ مقر ہے، کہ جموں کے راجوں کا راج قدیم سے چلا آیا ہے۔ اور چند سال کے زوال کے بعد جو اس سلطنت نے مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف اعادہ کیا تو حق بحق دار عاید ہوا۔

جس زمانے میں کہ امیر تیمور صاحب قران نے بسال ۸۰۱ ہجری ہندوستان پر حملہ کیا تو اس پہاڑ کا فرماں فرما راجہ مال دیو تھا۔ امیر تیمور نے بعد قتل و غارت ہندوستان کے جب وطن کی طرف مراجعت کی تو اس پہاڑ کی طرف بھی اس کا گزر ہوا۔ راجہ مال دیو باطاعت پیش نہ آیا اور راجپوتوں کے بڑے مجمع کے ساتھ رات کو بادشاہی لشکر پر جا پڑا۔ چونکہ مسلمانی فوج اس حملے سے غافل تھی اور موقع رات کا تھا، بہت سے قتل میں آئے۔ فوج تیموری آگے بڑھ کر قریہ بابلیانہ کے کچھ دور فاصلے پر اُتری اور چاہا کہ اس کو لوٹ لیں۔

۱۔ یہ جملہ اصل متن میں اسی طرح چھپا ہے۔ غالباً کچھ الفاظ کاتب نے چھوڑ دیے ہیں۔

چونکہ گاؤں کے گرد بیلہ درختوں کا تھا ، گاؤں والے مستعد لڑنے پر ہو گئے مگر تاب نہ لا سکے اور بھاگ گئے - پہاڑ والوں نے جب یہ حال دیکھا ، عیال و اطفال کو پہاڑوں پر چڑھا دیا اور خود لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے - امیر نے ان لوگوں کی لڑائی میں کچھ فائدہ نہ دیکھا اور فوج کو واپسی کا حکم دیا - یہ واقعہ مال دیو راجہ کے وقت میں وقوع میں آیا -

راجہ مال دیو نے چالیس سال حکومت کی اور مر گیا - اس کے پیچھے راجہ ہمیر دیو اس کا فرزند جانشین ہوا اور چھبیس سال فرماں فرمائی کی - اس راجہ نے مبارک شاہ بادشاہ دہلی کی اطاعت کی اور دربار دہلی میں بڑی عزت پائی - بادشاہ نے اس کو پہاڑ کی بائیس ریاستوں پر افسری دی اور بھیم دیو خطاب بخشا - اس کے مرنے کے بعد راجہ اجی دیو المشہور عجب دیو مسند نشیں ہوا اور اکتیس سال حکومت کی - اس کے بعد راجہ بیرم دیو ، پھر راجہ کھوکھر دیو فرماں فرما بنا - اس کے وقت محمد ظہیر الدین بابر بادشاہ درۂ خیبر سے اتر کر پنجاب میں آیا اور رؤسائے پنجاب اور پہاڑ کے راجے سب کے سب اس کے مطیع ہوئے ، اور پنجاب سے بڑھ کر دہلی پر حملہ آور ہوا - کھوکھر دیو کے بعد راجہ کپور دیو راجہ بنا - اس کے دو بیٹے ہوئے - ایک جگ دیو دوسرے سمیل دیو - راجہ جگ دیو تو قلعہ باہو کا حاکم بنا اور چند پشت تک اس کی اولاد باہو میں فرماں فرما رہی ، اور سمیل دیو جموں کی گدی پر بیٹھ کر چھبیس سال حکومت کرتا رہا - اس کے بعد سنگرام دیو ، پھر راجہ بھوپ دیو ، پھر راجہ ہری دیو راجہ ہوا - اس نے شاہ اورنگ زیب کی امداد دکن کی مہمات میں کی اور اسی ولایت میں جاں بحق تسلیم ہوا - اس کے بعد راجہ کجھے سنگھ ، پھر دھرپ دیو حاکم ہوا - دھرپ دیو کے چار بیٹے ہوئے - ایک رنجیت دیو ، دوم کھنسار دیو ، سوئم صورت سنگھ ، چہارم بلولت سنگھ ، مگر جانشین رنجیت دیو ہوا - چونکہ اس کی مسند نشینی برخلاف بہت سے امرا کے ہوئی تھی ، ان کی مزاحمت سے تنگ آ کر جموں کی سکونت ترک کر کے کوہ بھاگ پر قیام اختیار کیا - وہاں سے کسی ملکی انتظام کے لیے نواب ذکریا خاں بہادر ناظم لاہور نے اس کو اپنے پاس بلایا اور قید کر لیا اور بارہ سال تک قید میں رہا - اس کے پیچھے کنسار دیو اس کا بھائی ریاست میں مختار و حاکم رہا -

آخر راجہ رنجیت دیو کو ناظم لاہور سے پھر سرفرازی ہوئی اور راج جموں کا بدستور اس کے سپرد ہو گیا اور وہ پختہ طور پر فرماں فرما ریاست کا ہوا اور ایسے انصاف و عدل و داد کے ساتھ حکومت کی کہ اب تک نام نامی اس کا

نوشیرواں کی طرح زمانے میں مشہور ہے ۔ اس کے انصاف کی کہانیاں اب تک خلقت کی زبان پر ہیں ۔ کہتے ہیں کہ جموں میں ایک بڑا مال دار ساہوکار مر گیا اور خاص اس شہر میں کوئی وارث اس کا نہ تھا ۔ اس کی لاولدی کی رپورٹ ہوئی اور امرا نے چاہا کہ وہ مال سرکار میں داخل ہو جائے مگر راجہ نے کسی کی نہ مانی ۔ بڑے بڑے شہروں میں اشتہار بھیج دیے کہ جو کوئی ساہوکار متوفی کا وارث ہو ، حاضر ہو ۔ آخر ملتان سے ایک بڑھیا ساہوکار کی رشتہ دار حاضر ہوئی اور وہ مال تمام و کمال اس کے حوالے کیا گیا ۔

غرض اُس وقت تمام خطہ پنجاب کا سکھوں کی غارت گاہ بنا ہوا تھا اور شہروں کے شہر اور گاؤں کے گاؤں انھوں نے لوٹ لیے اور اجاڑ دیے تھے ۔ پنجاب کے شریف اور مالدار لوگ دور و نزدیک سے اپنا وطن چھوڑ کر جموں میں سکونت پذیر ہوگئے اور شہر جموں علما و فضلا و شرفا کا مرجع اور اہل دولت کا مسکن بنا ہوا تھا ۔

اور ایک احسان اس کا جو نسبت خاندان چغتائی کے وقوع میں آیا ، وہ تذکرے کے لائق ہے جس سے شہنشاہ دہلی نے ممنون ہو کر اس کے نام نامہ خوشنودی مزاج و مشکوری کا لکھا ۔ وہ یہ ہے کہ بعہد احمد شاہ دہلی جب احمد شاہ درانی کابل سے آ کر دہلی پر فتح یاب ہوا تو بعد غارت و تاراج کے احمد شاہ بادشاہ کی لڑکی اپنے نکاح میں اور محمد شاہ بادشاہ کی بیٹی اپنے بیٹے تیمور کے نکاح میں لی اور دونوں کو لے کر کابل کو چلا گیا ۔ وہاں جا کر محمد شاہ کی بیٹی بیمار ہوگئی اور ملکہ زمانی زوجہ محمد شاہ ، اس لڑکی کی والدہ ، لڑکی کی بیماری کی خبر سن کر دہلی سے کابل کو روانہ ہوئی ۔ دولت و مال لاکھوں روپے کا اس کے پاس تھا کہ اس کی نیت کابل سے پھر دہلی میں آنے کی نہ تھی ۔ جب پنجاب میں داخل ہوئی تو سکھان غارت گر مال مردم خور اس کے لوٹنے کی فکر میں ہوئے اور سیالکوٹ کے نواح میں جا کر لوٹ لیا ۔ ایک خرمہرہ ملکہ کے پاس نہ چھوڑا ۔ راجہ رنجیت دیو کو جو یہ خبر ہوئی ، سامان ستر و پردہ و شاہانہ سواری بھیج کر ملکہ کو جموں میں منگوا لیا اور بڑی خاطر سے پیش آیا ۔ وہاں سے کابل تک پہنچنے کا دوبارہ سامان درست کیا ۔ جب ملکہ پھر جموں سے روانہ ہوئی تو راستے میں نعش اُس لڑکی کی ، جو کہ[۱] پہرے کی حفاظت سے چلی آتی تھی ، مل گئی ۔ چونکہ مردہ کے ساتھ اس کے دہیز کا اسباب و نقد و جنس ہمراہ تھا ،

---

(۱) یہاں ایک لفظ پڑھا نہیں جا سکا ۔

سکھوں نے پھر اس مردہ کے مال کو تاڑا اور لوٹ کر لے گئے اور ملکہ دوبارہ نعش کو لے کر جموں میں گئی اور راجہ سے روپیہ لے کر بحراست فوج جموں کے دہلی پہنچی - اس احسان کا شکریہ شاہ دہلی نے ادا کیا ۔

اس راجہ نے اپنے بیٹے برجراج دیو کی شادی راجہ رائے سنگھ والی چمبہ کی دختر کے ساتھ کی - اور ایک دفعہ جو راجہ چمبہ سے راجہ گھمنڈ سنگھ کٹوچ نے قلعہ پٹیار کا لے لیا تو راجہ رنجیت دیو نے راجہ چمبہ کی مدد کی اور اپنے بیٹے برجراج دیو کو ایک شایستہ فوج دے کر راجہ چمبہ کی مدد کو روانہ کیا ۔ اس مہم پر اور بھی پہاڑی راجے مثل رائے عظمت دیو منکوٹیہ و شمشیر چند نتھال و راجہ امرت پال راجہ بسوہلی و شاہ پور داماد راجہ رنجیت دیو و راجہ رتن دیو جسروٹیہ و راجہ جے سنگھ بندرال و راجہ پرتھی سنگھ نورپوریہ ہمراہ تھے - اس طرف سے راجہ گھمنڈ چند مع راجہ ابراج سنگھ جسوال میدان میں آیا اور فریقین میں سخت لڑائی وقوع میں آئی - آخر غنیم نے شکست کھائی اور بھاگ گیا اور کہیں جائے پناہ نہ پا کر حاضر ہو گیا ۔

دوسری مہم راجہ رنجیت دیو کی راجہ پرتھی سنگھ نورپوریہ پر ہوئی جو داماد اس راجہ کا تھا - باعث یہ ہوا کہ ایک روز راجہ رنجیت دیو نے عین مجلس میں کہہ دیا کہ آج کے زمانے میں کوئی راجہ صاحب غیرت و حمیت دوابہ جالندھر کے راجوں میں سے نہیں ہے - یہ بات راجہ پرتھی سنگھ نورپوریہ کے مزاج پر گراں گزری اور بلحاظ فرزندی اور بزرگی کے کچھ نہ بولا مگر دارالریاست میں پہنچا تو اپنی زوجہ راجہ رنجیت دیو کی لڑکی کے روبرو کچھ کلمات بے ادبی کے زبان پر لایا - اس کی زوجہ کو وہ بات تلخ گزری اور حقیقت حال باپ کی خدمت میں لکھ بھیجی اور درخواست کی کہ اس کے شوہر کو اس بے ادبی کی سزا دیوے - چنانچہ ایک بھاری لشکر فی الفور راجہ برجراج دیو کے بارکاب نور پور کو مامور ہوا - یہ حال سن کر راجہ پرتھی سنگھ نے بھی بڑی فوج جمع کی اور بڑے زور و شور سے میدان میں آیا - آخر شکست کھائی - دو ہزار آدمی اس لڑائی میں مارا گیا - شکست کھا کر پرتھی سنگھ قلعے میں محصور ہو گیا اور کئی مہینے محاصرہ قلعے کا رہا اور اندر باہر سے گولہ چلتا رہا - جب قلعے کی فوج بہت تنگ ہوئی تو قلعہ سپرد کر دیا اور راجہ پرتھی سنگھ نظر بند جموں میں حاضر ہوا - راجہ رنجیت دیو نے اس کا قصور معاف کرکے نصیحت کی کہ آئندہ بزرگوں کی بات پر ایسا غضب نہ چاہیے ۔

تیسری مہم راجہ رنجیت دیو کی کشمیر پر ہوئی - اس کی کیفیت یہ ہے

کہ جب احمد شاہ بادشاہ درانی کی طرف سے حکومت کشمیر کی راجہ جیون مل کابلی کو عطا ہوئی تو اس نے کشمیر پر دخل پا کر بغاوت اختیار کی ۔ بادشاہ نے راجہ رنجیت دیو کو روبرو بلا کر کہا کہ تم اپنی فوج لے جا کر جیون مل نمک حرام کو کشمیر سے قید کرکے لاؤ ۔ راجہ نے فی‌الفور اپنے ولی عہد اور رتن دیو سپہ سالار کو کشمیر بھیجا اور وہ دونوں نہایت جوان مردی اور پہلوانی کے زور سے فتح یاب ہو کر جیون کو زندہ گرفتار کر لائے ۔ اس راجہ نے ستاون سال ریاست کی مگر اخیر کی عمر اس کی کمال غم و غصہ میں گزری ۔ باعث اس کا یہ ہوا کہ اس راجہ کے دو فرزند تھے ۔ ایک بجراج دیو ، دوسرا دلیل سنگھ ۔ اگرچہ ولی عہدی و مسند نشینی راجہ کے بعد حق بجراج دیو کا تھا مگر دلیل سنگھ چھوٹے بیٹے کے ساتھ محبت کمال تھی اور چاہتا تھا کہ میرے بعد دلیل سنگھ مسند نشین ہو ۔ اور یہ مسند نشینی خلاف انصاف کے راجہ کو محض بپاس خاطر دلیل سنگھ کی والدہ کے منظور تھی ۔ بلکہ یہ چاہتا تھا کہ بجراج دیو قتل ہو جائے اور دلیل سنگھ بے مشارکت غیرے راجہ بنے ۔ یہ بات کھل گئی اور باپ بیٹوں میں سخت عداوت برپا ہوئی ۔ چونکہ راجہ محض بے انصافی پر تھا ، اہالیانِ دربار بھی بجراج دیو کی طرف مائل تھے ۔ آخر وہ بغض ظاہر ہوا اور لڑائی تک نوبت پہنچ گئی ۔ بجراج دیو راجہ کے بیٹے نے سردار چڑھت سنگھ سکرچکیہ کو بڑا بھاری نذرانہ دینا کرکے اپنی مدد پر بلایا اور اقرار کیا کہ اگر سردار مذکور رنجیت دیو پر غالب آ کر جموں کا راج بجراج دیو کو دلا دیوے تو زرِ نذرانہ پاوے ۔ سردار چڑھت سنگھ کہ مدتِ مدید جموں کی غارت کا ارادہ دل میں مصمم رکھتا تھا ، باتفاق سردار حقیقت سنگھ و سردار جے سنگھ کنھیا[1] کے جموں کو بامداد بجراج دیو کے روانہ ہوا ۔ جب یہ خبر رنجیت دیو کو پہنچی کہ سکھوں کا لشکر اس کی لڑائی پر مستعد ہوا ہے تو اس نے سردار جھنڈا سنگھ و گنڈا سنگھ بھنگی مثل کے سرداروں کو اپنی مدد پر طلب کیا ۔ چنانچہ انھوں نے بھی فی‌الفور جموں کی طرف کوچ کیا ۔ چونکہ یہ دونوں لشکر آگے پیچھے جموں کو چلے جاتے تھے ، اتفاقاً متصل موضع واسہ سہارا علاقہ ظفروال دریا کے نالے کے قریب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا اور باہم لڑائی شروع ہوئی ۔ چند روز ہنگامۂ کشت و خون گرم رہا ۔ ایک روز

۱۔ یہ نام اصل متن میں کہیں 'گھنیہ' ہے کہیں 'کھنیا' اور کہیں 'کنھیا' ۔ یہ غالباً 'کنھیا' ہوگا ۔ اسی کو متن میں رکھا گیا ۔

چڑھت سنگھ کی عین لڑائی میں اپنی بندوق پھٹ گئی اور مارا گیا ۔ اس کے مارے جانے کے بعد اس کی مثل کا کوئی افسر نہ رہا تو سردار جے سنگھ و حقیقت سنگھ کنہیا نے اس کے ڈیرے کا انتظام کیا ۔ چڑھت سنگھ کی مرگ سے پشت سردار جے سنگھ و حقیقت سنگھ کی ٹوٹ گئی مگر ایک فریب کیا کہ ایک بھنگی یعنی مذہبی سکھ کو جو سردار جھنڈا سنگھ کا نوکر تھا ، اپنے ساتھ ملایا اور کئی ہزار روپیہ دینا کرکے اس بات پر مستعد کیا کہ وہ اپنے مالک جھنڈا سنگھ بھنگی کو قتل کر دیوے ۔ چنانچہ اس نمک حرام نے اپنے مالک کو موقع پا کر قتل کر ڈالا ۔ جھنڈا سنگھ کے قتل ہوتے ہی انتظام مثل بھنگیوں کا بگڑ گیا اور راجہ رنجیت سنگھ دیو اپنی مراد سے ناأمید ہوگیا اور سمجھا کہ اب جب تک سردار جےسنگھ کنہیا سے سازش نہ کی جائے ، جان و مال و ملک کا بچنا محال ہے ۔ اس خیال سے پہلے اس نے اپنے بیٹے بجراج دیو کو گدی کا اُمیدوار کرکے راضی کر لیا ، پھر سردار جے سنگھ کنہیا کو ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ دے کر رخصت کیا ۔

۱۸۳۹ بکرمی میں راجہ رنجیت دیو بقضائے الٰہی مر گیا اور بجراج دیو اس کا بڑا بیٹا اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا اور چاہا کہ دلیل سنگھ اپنے چھوٹے بھائی کا کام تمام کرکے تن تنہا بے فکر ہو کر سلطنت کرے ۔ چنانچہ میاں زورآور سنگھ مہاراجہ گلاب سنگھ کے دادا کو اس نے حکم دیا کہ جس طرح ہو سکے دلیل سنگھ کو مار ڈالو ۔ چنانچہ اس نے اس امر سے پہلوتہی کیا اور نہ چاہا کہ اپنے عزیز اور آقا کے بچے پر ہاتھ اُٹھائے ۔ پھر بجراج دؔ نے میاں موٹا دلنال کو اس کام کے انجام پر مستعد کیا اور وہ درپے اس بات کے ہوا کہ جب موقع پائے ، اس نونہالِ جاہ و جلال پر خنجر چلائے ۔ اتفاقاً انھی دنوں میں دلیل سنگھ اپنے فرزند بھگوان سنگھ کو ہمراہ لے کر سری بھگوتی دیوی کے درشن کے لیے ترکستا پہاڑ کو روانہ ہوا ۔ یہ موقع میاں موٹا کو خوب ملا اور اس کے پیچھے پیچھے دیوی کے درشن کے بہانے فوج لے کر چلا ۔ جب متصل موضع چرن بانکہ کے پہنچا ، میاں دلیل سنگھ پر مرگ مفاجات کی طرح جا پڑا ۔ اگرچہ میاں دلیل سنگھ و بھگوان سنگھ نے بھی بڑی جواں مردی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور میاں موٹا کے بہت سے آدمی قتل کیے ، آخر خود ہی مارے گئے اور جیت سنگھ خورد سال بیٹا دلیل سنگھ کا معرکے سے بھاگ کر اپنی جان سلامت لے گیا ۔

دلیل سنگھ و بھگوان سنگھ کے قتل کے بعد بجراج دیو کی خاطر جمع ہوئی اور تسلی خاطر سے راج کرنے لگا۔ مگر مشیت ایزدی سے چارہ نہیں ہے۔ انھی ایام میں ایک اور فتنۂ تازہ کھڑا ہوگیا کہ سردار مہان سنگھ سکرچکیہ جو مدت سے اپنے دل میں جموں کے غارت کرنے کا ارادہ مصمم رکھتا تھا، اپنی مثل کے سواروں کو مسلح و مستعد کرکے بے خبر بہ کوچ یلغر جموں جا پہنچا اور ظاہر کیا کہ میں رنجیت دیو کی ماتم پرسی کو آیا ہوں۔ کسی نے اس بات پر اعتبار نہ کیا اور اکثر لوگ اپنے مال و اسباب کو لے کر اور شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ راجہ بجراج دیو اس وقت بیمار تھا۔ اہالیانِ سلطنت اس کو لے کر مع خزانہ و مال و سامانِ ضروری جموں سے نکل گئے۔ اُس وقت رؤسائے شہر سردار کی خدمت میں آئے اور التجا کی کہ اگر سردار اس شہر کو نہ لوٹے تو ہم نذرانہ معقول ادا کر دیں گے۔ مہان سنگھ نے نذرانہ لینا منظور نہ کیا اور شہر والوں کی تسلی کی کہ ہم شہر کو لوٹنے نہیں آئے۔ راجہ رنجیت دیو کی ماتم پرسی کو آئے ہیں۔ افسوس کہ بجراج دیو مہمان کی مدارات نہ کر سکا اور گھر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اب ہم ایک دو روز ٹھہر کر اور سفر کی ماندگی دور کرکے واپس چلے جائیں گے۔ بظاہر تو سردار نے اس طرح سب کی تسلی کر دی مگر دوسرے روز شہر میں داخل ہو کر لوٹ مچا دی۔ تین دن تک شہر لٹتا رہا۔ شہر والے لوگ ایک ٹکڑے کے محتاج ہو گئے۔ زرِ نقد و اسباب و غلہ میں سے کچھ کسی کے پاس باقی نہ رہ گیا تو برج راج دیو[1] راجہ کو شہر میں لائے۔ مگر وہ اپنی بیماری سے بہت افسوس کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر میں اچھا ہوتا تو کبھی شہر کو لٹنے نہ دیتا۔ پانچ برس اس راجہ نے راج کیا، آخر سکھوں کی لڑائی میں مارا گیا۔

مختصر حال اس لڑائی کا یہ ہے کہ پہلے قتل و غارتِ جموں کو جب چار برس گزر گئے اور شہر میں صورت آبادی کی نمودار ہوئی اور پہلے جو لوگ اپنا مال و اسباب لے کر شہر سے بھاگ گئے تھے، پھر گھروں میں آ موجود ہوئے تو سردار مہان سنگھ کو خبر پہنچی کہ اب شہر جموں پھر رونق پر آ گیا ہے۔ راجہ کا مال اور ساہوکاروں کی دولت تمام شہر میں ہے۔ اگر اس وقت لشکر لے کر وہاں جائے تو بے انتہا دولت پائے۔ یہ خبر پا کر سردار مہان سنگھ دوسری مرتبہ شہر جموں پر چڑھ گیا اور ایسی جلدی اس سفر کو طے کیا کہ

۱- یہ نام کہیں "بجراج دیو" چھپا ہے اور کہیں "برج راج دیو" ہے۔

اس کے جانے سے وہاں کی رعایا کو ہرگز خبر نہ ہوئی ۔ جاتے ہی اس نے شہر میں فوج بھیج دی اور غارت شروع کردی ۔ راجہ اس آفتِ ناگہانی سے خبردار ہوکر فوجِ موجودہ کے ساتھ سکھوں کے مقابلے کو نکلا اور نہایت دلیری و جواں مردی کے ساتھ سکھانِ غارت گر کو شہر سے نکالا اور دریا کے کنارے لڑائی شروع کی ۔ بہت سے سکھ مارے ۔ آخر سکھ بھاگ نکلے ۔ راجہ نے ان کا تعاقب کیا اور کئی کوس تک دشمنوں کو لوٹتا اور مارتا نکل گیا ۔ اتفاقاً راستے میں راجہ کے سوار ادھر اُدھر متفرق ہوگئے اور راجہ تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ رہ گیا تو دشمنوں نے پیچھے کی طرف عود کرکے راجہ بجراج دیو پر برچھی پھینکی جس سے راجہ کے سینے میں کاری زخم آیا ۔ اسی زخم کی حالت میں اس نے اپنے قاتلوں پر ایسے ایسے حملے کیے کہ ایک ایک حملے میں کئی آدمی قتل کیے ۔ آخر گھوڑے سے گرا اور جان شیریں خدائے جاں آفریں کے سپرد کی ۔ نعش راجہ کی اٹھا کر جموں میں لائے اور داغ دینے کے وقت رانی چمپال راجہ کی منکوحہ راجہ کی نعش کے ساتھ ستی ہوئی ۔

اس راجہ کی وفات کے بعد اس کا یک سالہ خورد سال بیٹا سمپورن سنگھ راج کی گدی[1] پر بیٹھا اور مختار المہام و مدارالامور سلطنت کا میاں موٹا قرار پایا ، مگر چند ماہ بعد چیچک کے مرض سے وہ بھی مر گیا اور برج راج دیو کی نسل کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا ۔ ناچار رعایا و فوج و اراکین نے مل کر راجہ جیت سنگھ دلیل سنگھ کے بیٹے کو جانشین کیا ۔ مگر بسبب اس کے کہ وہ سادہ لوح لیاقت سلطنت کے کام کی نہیں رکھتا تھا ، راج نے زینت اور حکومت نے ترقی اس سے حاصل نہ کی بلکہ دن بدن تنزل و ادبار کی صورتیں ظاہر ہوئیں اور راجہ رنجیت دیو کے خاندان کی حکومت جموں سے بالکل جاتی رہی ۔

ذکر حکومت و ترقیِ اقبال خاندان مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر والیٔ جموں و کشمیر

سابق تحریر ہو چکا ہے کہ راجہ دھرپ دیو کے چار بیٹے تھے ۔ ایک رنجیت دیو ، دوسرا گھنسار دیو ، تیسرے صورت سنگھ ، چوتھا بلرنت سنگھ ۔ صورت سنگھ کی پشت سے یہ خاندان آفتاب کی طرح چمکا جس کی روشنی سے تمام کوہستان جموں اور کشمیر اور تبت و لداخ وغیرہ کوہستانی ملک روشن

۱- ''گدی'' اصل متن میں نہیں ہے ۔ اضافہ مرتب ۔

ہوگیا ۔ صورت سنگھ جو سب سے چھوٹا بھائی تھا ، حق سبحانہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو وہ بڑائی دی کہ تمام زمانے کے بزرگ اس کی بزرگی کے قائل ہوگئے ۔ اس کا بیٹا زورآور سنگھ جوان مرد و پہلوان صاحب قوت و زور نہایت ہوشیار و دانا ہوا ۔ اس کی صلب سے راجہ کشور سنگھ پیدا ہوا ۔ اس کے تین بیٹے ہوئے ہیں ۔ مہاراجہ گلاب سنگھ والیٔ جموں و کشمیر ، دوم راجہ دھیان سنگھ وزیر باتدبیر و مشیر روشن ضمیر و مدارالمہام سلطنت مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور ، سوئم راجہ سوچیت سنگھ امیر کبیر صاحب عزت و توقیر اہل منصب و جاگیردار پیدا ہوئے ، جن کی ترقی دولت و اقبال سے خاندان کی عزت صد چندان بڑھ گئی ۔

مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر پانچویں ماہ کاتک ۱۸۴۹ بکرمی مطابق دوم ربیع الاول ۱۲۰۷ء ہجری الاقدس بدھ کے روز پیدا ہوا ، جس کی پیشانی سے پیدا ہوتے ہی آثار دولت و اقبال و انوار حشمت و اجلال جلوہ گر تھے اور بفضل خداوند لایزال اس شخص نے وہ اقبال حاصل کیا کہ دوبارہ اس خاندان کی حکومت نے عود کرکے ہر ایک آدمی کو معزز و مکرم بنا دیا ۔

تفصیل اس بیان کی اور تشریح اس داستان کی یہ ہے کہ جب راجہ جیت سنگھ دلیل سنگھ کا بیٹا مسند نشیں حکومت کا ہوا ، اس کی نادانی و ناکردہ کاری و نالیاقتی سے تمام سلطنت میں بے انتظامی ہوگئی ۔ فوج و مملکت کا سلسلہ برہم و درہم ہوگیا ۔ ہر ایک اہل‌کار اپنے آپ کو مالک و خود سر تصور کرنے لگا ۔ رانی بھدرال[1] جو راجہ جیت سنگھ کی[2] منکوحہ تھی ، اس نے اپنے خاندان کو بالائے طاق رکھ کر فرماں فرمائی کی ۔ باگ اپنے ہاتھ میں لے لی ۔ مگر اس عورت کے حکم کو کسی نے نہ مانا اور سلطنت رہی سہی جاتی رہی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور کے دربار سے سردار حکما سنگھ کے نام حکم نافذ ہوا کہ فوج لے جا کر کوہ جموں پر قبضہ کر لے ۔ اس حکم کے جاری ہوتے ہیں حکما سنگھ ایک ہزار فوج ہمراہ لے کر کوہ جموں پر چڑھ آیا ۔ اس طرف سے میاں موٹا ، جو چھوٹا بھائی مہاراجہ گلاب سنگھ کے دادا کا تھا ، یہ خبر پاکر مستعد مقابلے پر ہوا اور راجپوتوں کا لشکر جمع کرکے راستے پر جا اترا اور شہر جموں سے ایک کوس کے فاصلے پر بمقام گمٹ و درہ مہیش دونوں

۱۔ یہاں یہ نام بدرال ہے لیکن آیندہ صفحات میں ہر جگہ بھدرال چھپا ہے ۔
۲۔ اصل میں ''نے'' ہے ۔

لشکروں کا آپس میں مقابلہ ہوا اور تین چار گھنٹے فریقین میں لڑائی رہی ۔ آخر بسبب اس کے کہ سکھی فوج بہت با سامان توپ و تفنگ اور تعداد میں بہت تھی اور یہ مختصر لشکر بے سامان حیران و پریشان تھا ، فتح و نصرت شاملِ حال فوج سکھی کے ہوئی ۔ اس لڑائی میں راجہ گلاب سنگھ بھی سولہ برس کی عمر میں شامل فوج راجپوتوں کے تھا اور باوجود خورد سالی کے ایسے ایسے بڑھ بڑھ کر میدان میں تلواریں مارتا تھا کہ جدھر کو جاتا دشمنوں کے انبوہ کو آگے دھر لیتا ۔

اسی عمر میں مہاراجہ گلاب سنگھ کو شکار کا شوق بھی بہ درجۂ کمال تھا۔ ایک روز آپ نے اپنے جدامجد کا گھوڑا اپنے ہاتھ سے زین کیا اور سوار ہوکر شکار کو چلا گیا ۔ واپسی کے وقت بسبب اس بات کے کہ گھوڑا تمام روز جولان میں رہا ، لنگ کرنے لگا ۔ اس سبب سے دادا خفا ہوا اور کہا کہ جب تم اپنی کمائی سے گھوڑا خرید کر باندھوگے تو تم کو اس کی قدر معلوم ہوگی ۔ اب باپ کے مال کی کہ مفت کا مال ہے کیا قدر ہے ۔ یہ بات مہاراجہ گلاب سنگھ کے دل پر نہایت گران گزری اور اپنی والدہ سے کچھ زیور لے کر اور گھوڑا خرید کر چاہا کہ کسی جگہ نوکری کرکے سامان ریاست بہم پہنچائیں ۔ چونکہ ان دنوں میں یہ بات مشہور تھی کہ شاہ شجاع الملک شاہِ کابل نئی فوج بھرتی کرتا ہے ، اس نے بھی بہمراہی فیرو جھیور و میاں جے سنگھ رودال ملازمین اپنے کے پشاور کے جانے کا ارادہ مصمم کر لیا ۔ مگر جب دریائے سندھ کے کنارے پر پہنچا ، دونوں نوکروں نے ہمراہی سے انکار کر دیا اور نہ چاہا کہ ہم ہندو ہوکر مسلمان بادشاہ کی نوکری کریں ۔ ناچار مہاراجہ گلاب سنگھ وہاں سے واپس ہوکر چلا آیا اور مناسب نہ جانا کہ تنہا دم بے یار و ہمدم سفر میں جائے۔

چونکہ پرگنہ سوکھو متعلقہ ملکِ کوہی سردار نہال سنگھ اٹاری والا کی جاگیر میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے عطا ہو چکا تھا اور سردار نہال سنگھ کی طرف سے خوش وقت رائے نام ایک کاردار پرگنۂ مذکور پر حاکم تھا ، بسبب عمل داریِ جدید کے ملکیہ لوگ اس کی اطاعت جیسے کہ چاہیے نہیں کرتے تھے ۔ اس نے نئی فوج ملازم رکھنی شروع کی ۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کو منظور ہوا کہ اس فوج میں نوکری کرے ۔ چنانچہ دیوان خوش وقت رائے کے پاس بارادۂ نوکری گیا ۔ اس نے جب یہ دریافت کیا کہ یہ شخص صاحبِ خاندان ہے تو اس کی بڑی عزت کی اور دو سو روپیہ ماہانہ مع ان سپاہیوں کے کہ مہاراجہ کے ہمراہ تھے ، مقررکر دیا اور حکم دیا کہ بمقام موضع سالگ قلعہ

جدید تعمیر کرائیں ۔ زمیندار اس علاقے کے اس بات سے برسر پرخاش ہوئے اور نہ چاہا کہ وہاں قلعہ تعمیر ہو ۔ دیوان نے اپنی فوج زمینداروں کی سرکوبی کے لیے مامور کی ۔ زمیندار بمقابلہ پیش آئے اور ایسے لڑے کہ دیوان کی فوج بھاگ نکلی ۔ اُس وقت اس شیرِ میدانِ شجاعت نے میدان میں رستم و اسفندیار کی بہادری دکھائی اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ایسے ایسے حملے دشمنوں پر کیے کہ بہت سے ان میں سے مار ڈالے اور باقی ماندہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ دیوان خوش وقت اس کار نمایاں کے ظہور سے کمال خوش وقت ہوا ۔

چونکہ انھی ایام میں مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور کو یہ ارادہ مرکوز خاطر ہوا کہ ایک رجمنٹ سواران قوم راجپوت ڈوگرا ایسی بھرتی کی جائے جس میں اچھے اچھے شریف خاندانی سوار اور نجیب سپاہی مردانِ پیکار ہوں ، اس بات کے اہتمام کے لیے میاں موٹا جموال کے نام حکم جاری ہوا اور طلبی اس کی حضور میں عمل میں آئی ۔ یہ خوش خبری جب جموں میں پہنچی راجہ رنجیت دیو کے وقت کے اور فوج کے لوگ جو روٹی سے عاجز ہوئے ہوئے جا بجا پھر رہے تھے ، بارادۂ ملازمت میاں موٹا کے پاس حاضر ہوئے اور میاں کشور سنگھ مع اپنے تینوں بیٹوں گلاب سنگھ و دھیان سنگھ و سوچیت سنگھ ، جو تینوں زورآور بہادر پہلوان سپاہی تھے ، جمع آئے ۔ اور میاں موٹا اس ہیئت مجموعی کے ساتھ بحضور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حاضر ہوا اور سرفرازی پائی ۔ حاضری کے وقت میاں موٹا ہر ایک کے خاندانی اوصاف زبان پر لائے اور ان میں جس قدر معزز و واجب الاعزاز لوگ تھے ، ان کے اعزاز کے دلانے میں اس نے کمال کوشش کی ۔ چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ پہلے بھی اس عزیز خاندان کے اوصاف سن چکا تھا اور میاں زورآور سنگھ کی پہلوانیوں کا حال کئی بار لوگوں کی زبانی اس کے گوش زد ہو چکا تھا ، میاں کشور سنگھ کی اس نے کمال عزت کی اور چاہا کہ اس عزیز خاندان کی عزت بدستور میرے دربار میں ہو ۔ میاں کشور سنگھ کو مع اس کے بیٹوں کے اہل دربار میں نوکر رکھ لیا ۔ گویا یہ پہلی حاضری اس خاندان کی ۱۸۶۷ بکرمی میں بمقام ڈسکہ ، جو سیالکوٹ سے دس کوس بجانب جنوب واقع ہے ، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حضور میں عمل میں آئی ۔ ساٹھ ساٹھ روپیہ ماہوار کے ملازم تو تینوں صاحب زادے میاں کشور سنگھ کے سوارانِ جرار و افواجِ دشمن شکار میں ہوئے اور ایک ایک روپیہ یومیہ کے ملازم اوتم و جوالا و شام سنگھ بھدرال بسعی میاں موٹا سنگھ ہوئے ۔

۱۸۶۸ بکرمی میں جب وزیر فتح خاں وزیرِ مملکتِ کابل مہاراجہ رنجیت سنگھ سے خواہانِ امداد ہوا اور درخواست کی کہ مہاراجہ اس کو مدد دے کر خطۂ کشمیر عطا محمد خان باغی سے دلوا دیں، تو مہاراجہ نے اس کی درخواست منظور کی اور دیوان محکم چند کو ایک شایستہ فوج کے ساتھ کشمیر کو روانہ کیا، تو اس فوج میں بھی گلاب سنگھ موجود تھا اور ولایتیوں افغانیوں کے معرکے میں اس نے داد مردی و پہلوانی کی دی اور مہاراجہ سے خلعت حاصل کیا۔ پھر جب بعد دخل قلعہ اٹک کے وزیر فتح خاں نے چاہا کہ اٹک کا قلعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے قبض و دخل سے چھڑا لے اور بے شمار فوج لا کر اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا، تو اس میں بھی مہاراجہ نے دیوان محکم چند کو مع فوج ماتحت گلاب سنگھ کے مامور کیا۔ اس جنگ میں میاں کشور سنگھ کا پدر بزرگوار بھی حاضر تھا۔ کوہستانی رجمنٹ نے افغانوں کے بڑے بڑے حملے روکے اور سینکڑوں دشمنوں کو تہہ تیغ کیا۔ میاں کشور سنگھ بھی زخمی ہوا۔ جب سکھی فوج افغانوں پر فتح یاب ہو گئی اور افغانی لشکر پشاور کو بھاگ گیا تو سکھی فوج لاہور کو آئی۔ دیوان محکم چند نے میاں کشور سنگھ اور اس کے فرزندوں کی جواں مردی کا حال مہاراجہ کے روبرو بیان کیا جس سے مہاراجہ بہت خوش ہوا اور منصب و جاگیر دے کر خورسند کیا۔

انھی دنوں میں میاں موٹا سنگھ جموال جموں میں باغوائے رانی بھدرال کے قتل ہوا۔ ذکر اس جواں مرد کے قتل کا یہ ہے کہ جب حکومت راجہ جیت سنگھ، راجہ دلیل سنگھ کے بیٹے، کی جموں میں نہایت ضعیف ہو گئی اور رانی بھدرال اس کی زوجہ بخلاف اپنے شوہر کے حکومت میں دست انداز ہونے لگی تو فیمابین زوجہ اور شوہر کے فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہوئی۔ میاں موٹا نے درمیان آ کر فریقین میں صلح کرا دی اور رانی کو حکمرانی سے باز رکھ کر تعلقہ جگانور اس کی جاگیر میں دلا دیا مگر وہ اس بات پر راضی نہ ہوئی اور چاہا کہ کسی طرح میاں موٹا کو قتل کر کے اس کے دستِ تسلط سے رہائی پائے۔ اتنے میں خبر مشہور ہوئی کہ شہزادہ کھڑک سنگھ خلف الصدق مہاراجہ رنجیت سنگھ، جو کوہ و دامانِ کوہ کی فتوحات میں مشغول تھا، پرمنڈل کے قریب آ اترا ہے۔ رانی بھدرال، جو میاں موٹا سنگھ اور راجہ جیت سنگھ کی دشمن تھی، اس بات پر مستعد ہوئی کہ شہزادے کو جموں میں طلب کر کے کل علاقہ پہاڑ کا اس کو دے دیوے۔ چنانچہ اس نے سب سے پوشیدہ ایک عرضی معرفت بھیا رام سنگھ کے شہزادے کی خدمت میں بھیجی اور التماس کی کہ اگر شہزادہ اس طرف

رونق افروز ہو تو بڑا علاقہ پہاڑ کا شہزادے کے قبضے میں آ جائے گا ۔ یہ خبر میاں موٹا سنگھ کو پہنچی تو اس نے بھی ایک عریضہ شہزادے کی خدمت میں روانہ کیا اور لکھا کہ اگر شہزادہ جموں میں تشریف لائے ، راجہ جیت سنگھ[1] اطاعت و فرماں برداری میں حاضر ہے ۔ سرکار کے حکم سے اس کو کسی طرح کا انحراف نہ ہوگا ۔ شہزادے نے رانی کے عریضے کی طرف کچھ خیال نہ کیا اور میاں موٹا سنگھ کی التماس قبول فرما کر پرمنڈل سے براہ چاہ توتاں والا نگروٹہ میں آ اترا اور کیفیت حال مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں تحریر کی اور اجازت قبض و دخل کی چاہی ۔ اس کے جواب میں مہاراجہ نے حکم بھیجا کہ بہ تجویز و صلاح و صواب دید میاں موٹا سنگھ ، راجہ اجیت سنگھ شہزادے کی خدمت میں حاضر ہو اور اجازت دی کہ شہزادہ اپنا قبض و دخل جموں کے علاقے میں کر لے اور وجہ کفاف و گزارہ راجہ اجیت سنگھ کے لیے مقرر فرمائے ۔ چنانچہ شہزادے نے بارہ ہزار روپے کی جاگیر راجہ جیت سنگھ کو دی اور سردار اجیت سنگھ کلال ساکن گجرات کو ناظم و کاردار علاقہ جموں کا مقرر کیا گیا اور تاکید کی کہ انتظام اس علاقے کا میاں موٹا سنگھ کی تجویز سے کرے اور خود لاہور کو چلا گیا ۔

شہزادے کے جانے کے بعد اجیت سنگھ کلال مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے کاردار علاقہ جموں کا قرار پایا اور مدارالمہام انتظام کا میاں موٹا سنگھ رہا ۔ یہ بات رانی بھدرال پر نہایت گراں گزری اور چند شریروں کو درمیان میں ڈال کر کاردار کو یہ کہلایا کہ جب تک موٹا سنگھ درمیان ہے ، اس علاقے کا انتظام تم ہرگز نہ کر سکو گے اور نہ تمھاری حکومت قائم ہوگی ۔ یہ بات سن کر دیوان اجیت سنگھ درپے اس بات کے ہوا کہ میاں موٹا سنگھ کا دخل انتظام ملکی سے اٹھا دیوے ۔ آخر رانی بھدرال نے چند آدمیوں سفاک و بے رحم و ستم گار مسمیان ترہڈو وسترو وغیرہ کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ موقع پا کر میاں موٹا کو قتل کر ڈالیں ۔ چنانچہ ایک روز میاں موٹا سنگھ گھر کی طرف چلا جاتا تھا ، راستے میں وہ ناخدا ترس بے خبر اس پر آ پڑے اور گولیاں مار کر کام اس کا تمام کیا ۔

چند ماہ کے بعد ترہڈو وسترو دونوں قاتل میاں موٹا کے بابا مہیان سنگھ و مولک راج بیدی کی معرفت دربار لاہور میں آ کر ملازم ہوئے ۔ ایک روز

۱- یہ نام کہیں جیت سنگھ اور کہیں اجیت سنگھ چھپا ہے ۔

میاں دھیان سنگھ دربار سے اپنے گھر کو چلا آتا تھا کہ راستے میں ترہڈو قاتل موٹا سنگھ کا مل گیا اور کلمات نازیبا زبان پر لایا - چونکہ میاں دھیان سنگھ کی طبیعت حلیم و بردبار تھی ، اس کو کچھ نہ کہا - جب یہ ذکر گلاب سنگھ کے روبرو کیا گیا وہ غصے کی آگ سے لال ہوگیا اور دوسرے روز جب دونوں بھائی دھیان سنگھ و گلاب سنگھ دربار سے نکلے تو متصل دروازۂ بھاٹی شہر لاہور وہی دونوں قاتل یعنی ترہڈو و سترو مل گئے۔ گلاب سنگھ نے دھیان سنگھ کو تو کہا کہ تو سترو کا کام تمام کر اور خود ترہڈو کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے کنیز زادہ نمک حرام محسن کش ٹھہر جا اور جو کلام کل کے روز تو زبان پر لایا ، پھر لا - یہ بات کہی اور بندوق اس پر سر کی جس سے وہ فی‌الفور قتل ہوا - اور دھیان سنگھ نے جو بندوق سترو کے اوپر سر کی وہ گولی خطا گئی اور وہ بدحواس ہوکر ایک راستہ چلتے ہاتھی کے نیچے گھس گیا - دھیان سنگھ فی‌الفور گھوڑے سے اترا اور تلوار میان سے کھینچ کر اس کے پیچھے دوڑا مگر لوگ درمیان آ گئے اور سترو جان چھپا کر بھاگ گیا -

جب اس طرح کا ناگہانی واقعہ وقوع میں آ گیا تمام شہر میں شور ہو گیا کہ آج میاں گلاب سنگھ نے فلاں خون فلاں مقام پر کر دیا ہے - چونکہ باز پرس سلطانی کا اس میں سخت اندیشہ تھا ، میاں گلاب سنگھ و دھیان سنگھ اس حال کے انکشاف کے لیے خود مہاراجہ کے حضور میں حاضر ہوئے - جب ڈیوڑھی پر پہنچے ، حکم ملا کہ ہتھیار اُتار کر روبرو آئیں - انھوں نے انکار کیا اور جواب دیا کہ ہم روبرو حضور کے حاضر ہو کر سب ہتھیار اتار کر رکھ دیں گے ، مگر یہاں اتار کر رکھ نہیں سکتے - مہاراجہ نے اندر سے اپنی موتیوں کی مالا بطور نشان بھیجی اور یقین دلایا کہ ہتھیار اتارنے کے لیے ہمارا حکم ہے - تم ہتھیار اتار کر چلے آؤ - چنانچہ یہ حاضر ہوئے - مہاراجہ نے ان کی ملامت کی اور کہا کہ ایسا کرنا تم کو مناسب نہ تھا - انھوں نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا کہ یہ دونوں میاں موٹا سنگھ ہمارے جد بزرگوار کے قاتل ہیں اور باوجود ایسے جرم کے کہ ان سے واقع ہو چکا ہے ، ہمارے روبرو کلمات بد زبان پر لائے - چونکہ ہم راجپوت جاں باز سپاہی متحمل ایسے ایسے کلمات کے نہیں ہو سکتے ، غضب و غصہ کی حالت میں ہم نے اپنے جد کے قاتل کو مار ڈالا ہے - مہاراجہ نے جواب دیا کہ اب اس شور و فساد سے تم کو کیا فائدہ ملا - جواب دیا کہ فائدے پر نظر تجاروں و سوداگروں کی ہوتی ہے - ہم تو دشمن کا سر لینا اور اپنی جان دینا جانتے ہیں - مہاراجہ کو یہ مردانہ تقریر نہایت پسند آئی مگر

بدیں لحاظ کہ ترہڈو مقتول شہزادہ کھڑک سنگھ کا مصاحب و بابا سہیان سنگھ و مولک راج بیدی کا دست آوردہ و دوست تھا اور وہ سب یہ چاہتے تھے کہ اس کے خون کا عوض لیا جائے ، میاں گلاب سنگھ و دھیان سنگھ کو جمعدار خوش حال سنگھ کی نگرانی میں سپرد کر دیا ۔ چند روز کے بعد پھر سرفرازی ملی اور مہاراجہ نے دونوں کو روبرو بلا کر خلعت بخشا ۔

روز بروز ترقی پانا اور اعزاز حاصل کرنا میاں گلاب سنگھ و دھیان سنگھ کا دربار مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ پنجاب میں

چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ فرماں فرمائے پنجاب کو بدل و جان یہ امر منظور تھا کہ مردانِ خاندانی و روسائے خاندانِ فرماں روائی و حکمرانی اس کے فیضِ عام سے فائدہ پا کر ایسے مدارج علیا و مراتبِ والا پر پہنچیں کہ تمام زمانہ ان کے اعزاز و اکرام کو دیکھ کر بصدقِ دل و اخلاصِ باطن حاضرِ بارگاہ فلک پائیگاہ ہو اور ہر ایک ملازم و نمک خوار کو اپنے سود و بہبود کی طرف سے تسلی ہو کر حوصلہ خدمت و جاں فشانی کا بڑھے ، اس لیے خاندان جموال پر مہاراجہ کی سب سے زیادہ نظر عنایت و مہربانی تھی ۔ اور چاہتا تھا کہ کسی طرح یہ عالی خاندان پھر اپنی موروثی دولت و آبائی حکومت پر پہنچ جائیں اور قیامت تک یہ امر کتبِ تاریخ میں لکھا جائے کہ فلاں خاندان[1] ، جو بمقتضائے ربانی و گردشِ آسمانی اپنے موروثی مراتب سے گر گیا تھا ، مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دستگیری و فیض رسانی سے بدستور اپنے حال پر بحال ہوا ۔

پس اسی نظر سے میاں گلاب سنگھ و دھیان سنگھ پر مہاراجہ کی نظرِ عنایت و تلطف روز افزوں تھی اور تھوڑی خدمت کے عوض میں بہت سا انعام دیا جاتا تھا ۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ سب سے اول مہاراجہ رنجیت سنگھ نے میاں گلاب سنگھ کو بائیس سواروں کی افسری و نوکری سپرد فرما کر مواضعات کھروٹی و پھنڈیاں و ببول جاگیر میں دیے اور حکم دیا کہ ان علاقوں میں جا کر اپنا قبضہ کر لے ۔ چنانچہ میاں گلاب سنگھ دربار سے رخصت ہو کر پہلے بمقام پلینا ، جو ببول سے چار کوس کے فاصلے پر ہے ، پہنچا اور اس مقام کا تھانے دار ، جو بمتابعت پیش آیا ، بدستور اپنے عہدے پر سرفراز ہوا ۔ وہاں سے سنگنی کی طرف مراجعت کی ۔ قلعہ دار وہاں کا بمقابلہ پیش آیا ۔ میاں گلاب سنگھ نے

۱۔ اصل متن میں ''خاندان کو'' چھپا تھا ، ''کو'' حذف کیا گیا ۔

بیازوئے زورآزما و سر پنجۂ کشور کشا دشمن کی گوشمالی کی اور قلعے کا چاروں طرف سے محاصرہ کرکے بندوق چلانی شروع کی اور چند روز میں وہ قلعہ فتح کر لیا ۔ اس لڑائی میں خفیف زخم میاں دھیان سنگھ کو بھی آیا مگر خیریت رہی ۔

چونکہ انھی ایام میں مہاراجہ رنجیت سنگھ علاقہ دوآبہ بست جالندھر میں بہ تسخیر کھروتالہ[1] مصروف تھا ، وہاں سے طلبی میاں گلاب سنگھ کی عمل میں آئی ۔ میاں ممدوح بہ تعمیل ارشاد فی الفور حضور میں حاضر ہوا ۔ ایسے موقع میں کہ مہاراجہ قلعے کے محاصرے اور مورچال کی تجویز میں بسواری فیل مصروف تھا ، میاں گلاب سنگھ جب گھوڑے پر سوار ہاتھی کے پاس پہنچا اور چاہا کہ زر نذرانہ پیش کرے ، گھوڑا سیدھا ہوگیا اور دونوں ہاتھ ہاتھی کے ماتھے پر رکھ دیئے ۔ فیل بان نے زر نذرانہ پکڑ کر مہاراجہ کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ یہ چالاکی سوار کی اور گھوڑے کی بے باکی جب مہاراجہ نے دیکھی بہت خوش ہوا اور کام فتح قلعہ کھروماتہ گلاب سنگھ کے سپرد کر دیا ۔ میاں گلاب سنگھ نے اپنی تدبیر و تجویز سے محاصرہ قلعے کا کرکے قلعے پر آگ برسانا شروع کیا ۔ قلعے کے محاصرین جب محاصرے سے تنگ آئے ، چاہا کہ قلعے سے باہر نکل کر جنگ کریں ۔ جب دشمن میدان میں آیا اور فوج سکھی دشمن کے مقابل ہوئی تو سب سے پہلے میدان میں میاں گلاب سنگھ آیا اور ایک ہی سخت حملے سے دشمنوں کی جمعیت کو پریشان کر دیا اور گھوڑا خندق سے کود کر قلعے کی دیوار پر چڑھ گیا اور بہ کمال جواں مردی و چالاکی برچھی قلعے کی دیوار کے اوپر جا کر گاڑ دی ۔ غرض اسی روز قلعہ فتح ہوگیا ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ ، میاں گلاب سنگھ کی جواں مردی و دشمن کشی سے بہت خوش ہوا اور علاقہ لالہ و چوبارہ و رام گڑھ بعوض نوکری دو سو سوار کے میاں گلاب سنگھ و دھیان سنگھ کی جاگیر میں دیا ۔ اور میاں کشور سنگھ و میاں سوچیت سنگھ کے نام احکام جاری ہوئے کہ رام گڑھ کے قلعے پر جاکر قبضہ کر لیں اور مصر دیوان چند کے نام پروانہ لکھا گیا کہ رام گڑھ پر جا کر دخل راجہ کشور سنگھ کا قلعے پر کرا دیوے ۔ چنانچہ قبض و دخل رام گڑھ پر اس خاندان نے بخوبی کر لیا اور میاں زورآور سنگھ ، میاں گلاب سنگھ و دھیان سنگھ کا بزرگ جموں سے اٹھ کر اس مقام پر سکونت پذیر ہوا اور اسی جگہ پر ولادت راجہ ہیرا سنگھ کی وقوع میں آئی ۔

۱۔ آگے چل کر یہی نام 'کھروماتہ' کی شکل میں چھپا ہے ۔

من بعد جب مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور نے ملتان پر یورش کی اور محاصرہ قلعے کا ہو کر دونوں طرف سے توپ چلنے لگی تو ایک روز مہاراجہ کے لشکر کا ایک افسر قلعے کی دیوار کے نیچے مارا گیا اور مہاراجہ نے حکم دیا کہ جو کوئی اس جوان مرد کی نعش قلعے کی دیوار کے نیچے سے اٹھا کر لائے، انعام پائے - چونکہ نواب کی فوج قلعے کی دیوار سے آگ کا مینہ برسا رہی تھی، کسی کو حوصلہ نہ ہوا کہ آگے بڑھے مگر اس وقت میاں گلاب سنگھ بہادر سر پر سپر رکھے ہوئے آگے گیا اور برستے گولوں کا خیال کچھ دل میں نہ لاکر بہ تعمیل ارشاد مہاراجہ کے لاش اس پہلوان مقتول کی دوش پر اٹھائی اور خدمت میں لے آیا - یہ حال دیکھ کر اراکین دربار نے نعرۂ تحسین و آفرین بلند کیا اور مہاراجہ نے اس خدمتِ نمایاں سے کمال خورسند ہو کر خلعتِ گراں بہا عطا فرمایا -

چونکہ قلعہ و علاقہ ریاسی متعلقہ کوہ جموں ایک مشہور علاقہ اور مستحکم قلعہ ہے اور اس پر قبض و تصرف میاں دیوان سنگھ کا تھا اور دیوان سنگھ کے ساتھ بسبب اس کے کہ وہ موٹا سنگھ کے قتل میں ساعی ہوا تھا، میاں گلاب سنگھ و دھیان سنگھ کی کمال دشمنی تھی اور چاہتے تھے کہ وہ علاقہ مہاراجہ رنجیت سنگھ ہم کو عطا کر دیں تو ہم دیوان سنگھ کا علاقہ وہاں سے اٹھا دیں، مہاراجہ نے اس خاندان کی التجا منظور کی اور ۱۸۸۰ بکرمی میں وہ علاقہ میاں گلاب سنگھ کو عطا فرمایا - اور ایسے موقع پر کہ میاں گلاب سنگھ جموں میں رونق افروز تھا، بھگوان سنگھ نام خدمت گار مہاراجہ کا لاہور سے پروانہ لے کر آیا - میاں گلاب سنگھ اس مقصود کے حاصل ہونے پر بہت خوش ہوا اور فی الفور فوج موجودہ ہمراہ لے کر ریاسی جا پہنچا اور شہر میں جا کر تالاب کے کنارے فروکش ہوا - گاؤں کے رہنے والے بمتابعت پیش آئے اور امان حاصل کی، مگر باقی ماندہ زمیندار، جو پہاڑ کے مشکل گزار مقاموں میں رہتے تھے، میاں بھوپ دیو پسر دیوان سنگھ کے اغوا سے مقابلے پر مستعد ہو گئے - میاں گلاب سنگھ نے چاہا کہ ان کی سرکوبی کی جائے - چنانچہ ڈیڑھ پہر رات گئے کے وقت ایک دستہ فوج کا ساتھ لے کر زمینداران سندواں علاقہ خسال پر یورش کی - وہ سب کے سب پہاڑ پر بھاگ گئے اور گلاب سنگھ واپس ریاسی میں آ گیا - دوسرے روز زمینداران موضع سلال کی سرکوبی منظور ہوئی - یہ موضع قلعہ ریاسی سے چار کوس دریائے چناب پر واقع ہے - جب فوج نزدیک پہنچی، دیکھا کہ بھوپ دیو نے دوسرے کنارے پر مورچہ باندھا ہوا ہے اور مستعد بجنگ بیٹھا

ہے ۔ اس لشکر کو دیکھ کر اس نے بندوق رانی شروع کی ۔ یہ حال دیکھا تو گلاب سنگھ نے فی الفور اپنی فوج کو لکڑیوں کے کھان باندھ کر دریا سے عبور کرایا ۔ مگر ابھی فوج بالکل دریا سے نہیں اتری تھی کہ دشمن بھاگ گیا اور یہ فوج دریا سے اتر کر متصل موضع کوٹ نالہ تریوکہ کے کنارے پر اتر پڑی ۔ رات کو اُس طرف کے زمیندار ، جو دشمن کی رعایا تھے ، بندوقیں چلاتے رہے ۔ صبح ہوئے مسمی سری پت وہاندی کوٹ کا مقدم ، جو مفسدوں کا سرگروہ تھا ، بذریعہ بلا پنڈت کے حاضر آیا اور التجا کی کہ ہم میں سے جو حاضر ہو جائے اس کا قصور بخشا جائے ۔ گلاب سنگھ نے یہ بات منظور کی مگر اسی وقت سوار ہوکر اور اس کے جانے سے اول موضع کوٹ میں پہنچ کر قبضہ کر لیا ۔ یہ خبر پاکر وہ بھاگ گیا ۔ ایک رات فوج وہاں رہی ، دوسرے روز حکم صادر ہوا کہ فوج والے موضع کوٹ کو لوٹ لیں ۔ چنانچہ لوٹا گیا اور فوج کو لے کر گلاب سنگھ ریاسی میں آ گیا ۔ اسی روز برہمن جمع ہو کر آئے کہ اگر سری پت کو اس کا لوٹا ہوا مال واپس ہو جائے تو وہ خدمت میں حاضر ہوتا ہے ۔ چنانچہ عرض ان کی منظور ہوئی اور مال مویشی اس کا کل واپس کر دیا مگر وہ پھر بھی حاضر نہ ہوا اور تین سو روپیہ نذرانہ کا برہمنوں کی معرفت بھیج دیا ۔ گلاب سنگھ نے بنظر استحکام دریا کے کنارے ایک قلعے کی بنا ڈالی اوو بھیم گڑھ اس کا نام رکھا ۔

بعد اس انتظام کے مسمی بشنا کو ریاسی کا قلعہ دار بنایا اور خود گلاب سنگھ نے لاہور کو مراجعت کی مگر تھوڑی مدت کے بعد خبر پہنچی کہ زمینداران قوم خسال نے پھر شورش برپا کی ہے اور اطاعت سے منحرف ہو کر دشمن بن گئے ہیں ۔ اس واسطے گلاب سنگھ پھر ریاسی میں آیا اور مفسدوں کو سخت سزا دی ۔ ان کے گھربار لوٹ لیے اور سرگروہ ان کا برہمنوں کی معرفت نہایت نادم و شرمسار ہوکر حاضر آیا اور خراج معمولی کے ادا کے لیے اقرار نامہ لکھ دیا ۔

چونکہ اصل میں میاں بھوپ دیو اس علاقے میں فساد اور شورش کا سلسلہ جنباں تھا ، یہ انتظام اس کو ناگوار گزرا ۔ اس نے چاہا کہ کسی طرح پھر زمینداروں کو اپنا مطیع بنائے تو اس نے ایسا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو ، جو لاہور میں مقید تھا ، قید سے بھگا لایا اور ایک پروانہ جعلی بنا کر ظاہر کیا کہ یہ پروانہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہے ۔ مہاراجہ نے ہم پر مہربان ہو کر یہ ملک پھر ہم کو دے دیا ہے اور دیوان سنگھ کو خلعت دے کر رخصت کیا ہے ۔

بے چارہ و ناخواندہ نادان رعیت پھر اس کے دم میں آ گئی اور شورش برپا کر کے قلعہ ریاسی کا محاصرہ کر لیا ۔ اُس وقت وزیر زورآور سنگھ گمھوریہ کہ انھی دنوں میں گلاب سنگھ کے حکم کے بموجب لاہور میں آیا تھا ، قلعے کے استحکام میں مشغول ہوا ۔ اگرچہ قلعے میں پانی کی کمی نہایت تھی مگر اس لئیق افسر نے انتظام اس کا بھی کر لیا اور لاہور کو خبر لکھی ۔

یہ خبر جب میاں کشور سنگھ گلاب سنگھ کے باپ کو پہنچی ، اس نے رام گڑھ سے چند سوار دلاور جنگ آزما زورآور سنگھ کی مدد کو بھیجے اور نیز دیوان امیر چند گلاب سنگھ کے دیوان نے جو جموں میں قیام پذیر تھا ، اپنی قوم سے اس بات میں استمداد چاہی اور بھوانی شاہ بھابڑہ ساہوکار جموں سے روپیہ قرض لے کر گولہ باروت خریدا اور قلعہ ریاسی کی سپاہ کو بھیجا اور مسمی میاں بدھنا کو ، جو رشتہ دار میاں موٹا کا تھا ، اپنے ساتھ ملا کر ممد و معاون بنایا اور اکابر مثل میاں حسنا و دلا و چھیلا جاگیردار چناس و مقدسان ارلیان و چندراہ کو بھی ساتھ لیا اور جمعیت لشکر کی پانچ سو سپاہی کے قریب ہوگئی تو دشمنوں کے مقابل جا اترا اور بندوقیں دشمنوں پر سر کیں ۔ دشمن فی الفور قلعے کا محاصرہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور موضع گراں کے پاس جا اترے اور یہ فوج داخل قلعہ ہوئی ۔

دوسرے روز میاں جواہر سنگھ اگادریہ قلعے سے اپنے چند نوکروں کے ساتھ نکل کر دامنِ کوہ کو جاتا تھا ۔ دشمنوں نے جب اس کو دیکھا کہ تھوڑے آدمیوں کے ساتھ جاتا ہے تو حملہ آور ہوئے اور اس کو اپنے درمیان لے لیا اور فریقین کی طرف سے بندوق چلنے لگی ۔ اسی وقت اس بات کی خبر دیوان امیر چند کو قلعہ ریاسی میں ہوگئی اور قلعے سے مع فوج نکل کر اس کی امداد کی ۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد بھوپ دیو پہاڑ پر بھاگ گیا ۔ اتنے میں خود گلاب سنگھ ایک برجستہ دستہ فوج کے ساتھ ریاسی میں جا پہنچا اور اہل کاروں کی خدمت سے خوش ہو کر خلعت بے بہا دیوان امیرچند کو اور جوڑی کڑہ طلا میاں زورآور سنگھ و چراغ سنگھ اگادریہ کو عطا کی ، اور دلاوروں کو بھی خوش کیا ۔

گلاب سنگھ کے جانے سے سب زمیندار نہایت انکساری کے ساتھ خدمت میں حاضر آئے ۔ جب مسمی صورتا بھگیال مفسدوں کا مقدم نذر لے کر حاضر آیا تو گلاب سنگھ نے اس کو کہا کہ تم نے مفسدوں کے ساتھ شامل ہو کر ہماری محصور فوج کو سخت تکلیف پہنچائی اور لوگوں کو تم نے اغوا کیا

کہ قدیمی جاگیردار ہمارا بھوپ دیو ہے ، اس کی اطاعت کرنی چاہیے ۔ اب تمہاری نذر قابل پذیرائی نہیں ہے ۔ اس نے گستاخانہ جواب دیا کہ ہاں بے شک ہفت پشتی حاکم و جاگیردار ہمارا بھوپ دیو تھا ۔ اس کی اطاعت ہمارے باپ دادا کرتے آئے تھے ۔ تم تو آج زبردستی اس ملک پر قابض ہوئے ۔ یہ تقریر سن کر گلاب سنگھ سخت غضب ناک ہوا اور تلوار کھینچ کر سر اس کا گردن سے الگ کردیا اور اس کے جسم کے چار ٹکڑے کر کے شیشم کے درخت کے ساتھ لٹکوادیے ۔ اس روز سے سب زمیندار ڈر گئے اور انتظام بخوبی ہوگیا ۔

اس انتظام کے بعد بھوپ دیو اور ڈیڈو نے مفسد ہوکر علاقہ ونسال میاں موٹا سنگھ کے وارثوں کی جاگیر پر یورش کی اور اس کو لوٹنا چاہا ۔ گلاب سنگھ نے جب یہ خبر سنی دو سو سپاہی اپنے ساتھ لے کر ان کی سرکوبی کو سوار ہوا ۔ مفسد ایسے پیچ در پیچ پہاڑی مقامات پر جا چھپے کہ گھوڑا وہاں نہیں جا سکتا تھا ، اس واسطے گلاب سنگھ پا پیادہ ہوگیا اور تمام رات ان کا تعاقب کیا ۔ دو گھڑی رات رہے علاقہ ونسال پر پہنچے مگر وہاں مفسدوں کا نشان نہ پایا ۔ فی الفور ان کے تعاقب میں موضع ٹھنڈا پانی و مہتوارہ کی طرف روانہ ہوا ۔ دوپہر دن کے وقت وہاں جا پہنچا ۔ چونکہ دشمن صاحب رائے برہمن کے گھر میں قیام پذیر تھے ، گلاب سنگھ کے آنے کی خبر سن کر بے اختیار بھاگے ۔ میاں ڈیڈو تو کوہ سی والہ اور بھوپ دیو سروٹھہ کی طرف بھاگ گیا ۔ اس وقت گلاب سنگھ کے پاؤں پر بہ سبب پیادہ چلنے کے آبلے پڑ گئے ہوئے تھے اور پانی ان میں سے جاری تھا مگر اس پر بھی گلاب سنگھ بھوپ دیو کے تعاقب پر چلا مگر وہ جنگل میں چھپ گیا اور چار کس اس کے ہمراہی پکڑے گئے ۔ رات کو گلاب سنگھ سروٹھہ کے مقام پر رہا اور طعام کی جگہ بھونے ہوئے غلے پر قناعت کی ۔ وہاں سے میاں ڈیڈو کے اجتماع پر حملہ کیا اور دو گھنٹے تک بندوق کی لڑائی رہی ۔ آخر دشمن بھاگ گیا اور گلاب سنگھ جموں میں رونق افروز ہوا اور مسمیان سکھا سنگھ اور گدی باغی کو جواہر سنگھ اددریہ کی تلاش کے لیے ماسور کیا ۔ یہ شخص ایک مصاحب و مشیر میاں ڈیڈو کا تھا ۔ وہ خبر لائے کہ جواہر سنگھ موضع گڑھ کے خارستان میں قیام پذیر ہے ۔ پہر رات رہے کے وقت گلاب سنگھ اُدھر کو روانہ ہوا ۔ جاتے ہی اس کا محاصرہ کر لیا ۔ دشمنوں نے کمال ہیبت و دہشت سے اپنا سامان و سلاح وہاں ہی چھوڑے اور خود بھاگ گئے ۔ ان کے ہتھیار و سامان راجہ گلاب سنگھ کی فوج کے ہاتھ آیا اور ایک آدمی ان میں سے پکڑا گیا ۔

وہاں خبر پہنچی کہ میاں سوچیت سنگھ کو، جو رام گڑھ اپنی جاگیر میں فروکش تھا، گورمکھ سنگھ لمبا کے ساتھ موضع گھرمولہ کی حد پر تنازعہ واقع ہوا ہے اور سردار گورمکھ سنگھ نالہ بستر پر اس کو برج بنانے نہیں دیتا اور آپس میں لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ گلاب سنگھ نے پہلے کسی قدر آدمی اپنی فوج میں سے میاں سوچیت سنگھ کی حمایت پر مامور کیے، پھر خود بھی اُس طرف کو گیا۔ جب متصل قلعہ ڈلاوت نالہ بستر کے کنارے پر جا اُترا، قلعہ والوں نے گولیاں مارنی شروع کیں۔ جب گلاب سنگھ نے یہ حال دیکھا، پہلے موضع ڈلاوت پر قبضہ کیا اور لوگوں کے گھروں کے نردبان اُٹھا لائے اور قلعے کی دیوار پر لگادیے اور دیوار پر فوج چڑھ گئی۔ قلعے والوں نے ناچار امان مانگی اور سب ہتھیار اور انتیس راس اسپ دے کر چل دیے۔ میاں کشور سنگھ و میاں سوچیت سنگھ بھی اس مقام پر گلاب سنگھ سے ملے۔ ان کی تجویز سے وہ قلعہ بدستور قلعہ والوں کے سپرد کردیا۔

۱۸۷۵ بکرمی میں گلاب سنگھ کے نام ایک پروانہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بدیں مضمون صادر ہوا کہ خود تو اپنے علاقۂ جاگیر کے انتظام میں مصروف رہے اور میاں دھیان سنگھ کو حضور میں بھیج دے۔ چنانچہ میاں دھیان سنگھ باتفاق میاں ہوشیار اور میاں بگھیل سنگھ وغیرہ وزیر آباد کے مقام پر حاضرِ حضور ہوا۔ مہاراجہ نے بڑی مہربانی کی اور خدمت ڈیوڑھی کی اس کے سپرد فرمائی۔ یہ ڈیوڑھی کی خدمت پہلے جمعدار خوشحال سنگھ کے سپرد تھی مگر اس کے غرور و تکبر و بدخلقی سے سب دربار کے لوگ شاکی تھے۔ اس واسطے یہ خدمت اس سے لے لی گئی اور میاں دھیان سنگھ کو سپرد ہوئی اور جمعدار خوشحال کو وصولِ خراج و نذرانہ کے لیے ملتان کو روانہ کیا گیا۔ اس خدمت کے سپرد ہونے سے میاں دھیان سنگھ کی عزت دربار میں بڑھ گئی اور دربار کے اراکین و عاید سلطنت میں شمار ہونے لگا۔

۱۸۷۶ بکرمی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر مہم کی اور یہ خاندان جموال کا بھی سب کا سب اُس وقت پارکاب تھا۔ میدانِ جنگ میں گلاب سنگھ و دھیان سنگھ و سوچیت سنگھ نے موروثی بہادری کے جوہر دکھلائے اور ایسی ایسی دلاوریاں کیں کہ رستم و اسفندیار کے بعد چشمِ زمانہ نے نہ دیکھی ہوں گی۔

تفویض ہونا علاقہ جموں کا اول بعوض نگہداشت فوج میاں گلاب سنگھ کو اور ملنا خطاب راجگی کا میاں کشور سنگھ پدر گلاب سنگھ کو اور مفتوح ہونا ملک کشتواڑ کا اور لیا جانا قلعہ منکیرہ کا اور جنگ کرنا یوسف زئیوں سے اور مارا جانا میاں ڈیڈو مفسد کا لڑائی میں اور گرفتار ہونا اغر خان مفسد کا اور پھر عطا ہونا ملک جموں کا میاں گلاب سنگھ کو اور حاصل ہونا خطاب راجگی کا گلاب سنگھ اور سوچیت سنگھ کو سرکار لاہور سے مع دیگر واقعات

نقش بندانِ نگارستانِ اخبار و کاربردازانِ کارخانہ اظہار اس طرح پر بیان کرتے ہیں کہ چونکہ بفضلِ ربانی و تلطفاتِ سبحانی دولت و اقبال خاندان جموال کی روز بروز ترقی میں تھی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ والئی پنجاب اس خاندان کے خورد و بزرگ پر اس قدر مہربان تھا کہ اس قدر عنایت و مہربانی اور کسی امیر کے حال پر مبذول نہ تھی، چنانچہ ایک روز گلاب سنگھ دربار میں حاضر تھا۔ مہاراجہ نے گلاب سنگھ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جموں کا علاقہ ہم تم کو ٹھیکے پر دینا چاہتے ہیں، تمہاری کیا مرضی ہے؟ گلاب سنگھ نے عرض کی کہ اس علاقے میں ہماری برادری کے لوگ بہت ہیں۔ ان سے نقد معاملہ وصول ہونا مشکل ہے۔ البتہ بٹائی ہو سکتی ہے۔ اگر حضور براہِ خاوندی فوج کی نگہداشت کے عوض میں وہ علاقہ ہمارے سپرد کریں تو کمال پرورش ہوگی۔ چنانچہ یہ التماس منظور ہوئی اور پروانہ جاری ہوا۔ اور میاں کشور سنگھ گلاب سنگھ کے باپ کو راجگی کا خطاب عطا ہو کر خلعت فاخرہ ملا اور حکم ہوا کہ راجہ کشور سنگھ جموں میں رہ کر بانتظامِ ملک مصروف رہے اور سات سو سواروں کی نوکری سوائے سوارانِ سابق کے حضور میں بعوض علاقہ جموں دیا کرے۔ اور گلاب سنگھ کو حکم ملا کہ وہ علاقہ کشتواڑ کو فتح کر کے شامل علاقہ جموں کے کرے۔

چنانچہ گلاب سنگھ اس ارادے پر قائم ہو کر پہاڑ میں آیا اور علاقہ بھلوالتہ میں اتر کر دیال چند راجہ چنینی وزیر جراسند کی معرفت اپنے پاس بلایا۔ جب وہ آیا تو گلاب سنگھ نے اپنا ارادہ جو درباب تصرف علاقہ کشتواڑ کے تھا، ظاہر کیا۔ چونکہ اس کے علاقے کی حد کشتواڑ کی حدود کے ساتھ ملحق تھی، اس نے وعدہ کر لیا کہ اس میں بہر نوع مددگار و معاون رہوں گا۔ اس اقرار

کے بعد گلاب سنگھ نے اپنی فوج کو جمع کیا - فوج حشری بھی علاقے سے اکٹھی کر لی اور دریائے چناب کے کنارے جا پہنچا - فوج سب کی سب رسوں کے ذریعے سے دریا سے اُتر گئی اور بمقام ڈوڈہ جا کر مقیم ہوئی - اور بتقاضائے ملک داری ایک حیلہ یہ کیا گیا کہ گلاب سنگھ نے براہ حیلہ سازی ایک پروانہ بنام وزیر لکھپت مختار و مدارالمہام راجہ کشتوار کے اس مضمون سے لکھا کہ عرضی تمہاری پہنچی ، کیفیت معلوم ہوئی اور تمہارے لکھنے سے ہم اس جگہ آ پہنچے ہیں اور یقین ہے کہ آئندہ تم بدل و جان ہماری خیر خواہی میں سرگرم و ساعی رہو گے - اگرچہ وہ وزیر ہرگز کوئی آمیزش اور نوشت و خواند گلاب سنگھ کے ساتھ نہیں رکھتا تھا مگر بدیں خیال یہ تحریر اس کے نام بھیجی کہ جب راجہ کشتوار کو یہ آمیزش معلوم ہو جائے گی ، فوراً اسے قتل کرا دے گا - ایک شخص بہادر دلاور مدارالمہام ریاست کا ، جس کے ہاتھ میں بندوبست ریاست کا ہے ، قتل ہو جائے گا اور ہم بہت جلد اس کے علاقے پر قبضہ پا لیں گے - جب یہ پروانہ ایک جاسوس کے ہاتھ روانہ کیا گیا تو اس کو فہمائش کی گئی کہ تم اس طرح پر وہاں جانا کہ تمہارے جانے کا مطلب فاش ہو کر یہ تحریر راجہ کشتوار کے ملاحظے میں گزر جائے - پس اسی طرح وقوع میں آیا کہ وہ پروانہ راجہ تیغ سنگھ فرمانروائے کشتوار تک جا پہنچا اور اس نے وہ پروانہ دیکھتے ہی بلا تحقیقات اپنے بہادر و خیرخواہ وزیر کی نسبت قتل کا حکم صادر کیا ، مگر وزیر کی عمر ابھی باقی تھی اور وہ ہاتھ پر زخم اُٹھا کر راجہ کے پاس سے بھاگ گیا - وزیر کے علیحدہ ہونے سے سلسلہ انتظام فوجی و ملکی راجہ کا برہم و درہم ہوگیا اور بحالت ناچاری حکومت سے دست بردار ہو کر لاہور کو روانہ ہوا اور میاں چین سنگھ گلاب سنگھ کی طرف سے حاکم کشتوار کا مقرر ہوا -

اس کام سے فارغ ہو کر گلاب سنگھ منکیرہ کی مہم میں بحکم مہاراجہ رنجیت سنگھ گیا اور بڑے بڑے کارِ نمایاں ظاہر کیے - پھر مفسدانِ یوسف زئی کو سزائے قرار واقعی دی -

چونکہ میاں ڈیڈو ، جو ایک شخص بہادر و دلاور علاقہ جموں میں تھا اور اپنے علاقے سے بے دخل ہو کر اس نے پیشۂ رہزنی و قزاقی اختیار کیا ہوا تھا ، تمام پہاڑ کی رعیت اس کے ہاتھ سے نالاں تھی - خصوصاً جموں کے قرب و جوار میں تو وہ ہمیشہ دستِ تطاول و تاراج دراز کرتا رہتا تھا ، بلکہ بعض اوقات تو شہر میں داخل ہو کر رعیت کو لوٹ لے جاتا تھا - بھیا رام سنگھ و دیوان بھوانی داس پشاوری مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے فوج لے کر وہاں گئے

مگر اس کا انتظام نہ ہوا - پہاڑ کے اور رئیس بھی جن کی بے دخلی پہاڑ سے وقوع میں آ چکی تھی ، مثل دھرم سنگھ رے پوریہ و میاں چوتو و میاں چین سنگھ پنسالی والہ وغیرہ اس کے ساتھ اس فتنہ پردازی میں شامل تھے ، بلکہ بعضے زمیندار عزت دار مقدم و نمبردار تعلقات کے بھی اس کی دوستی کا دم بھرتے تھے - جب اس کا شورش بدرجۂ نہایت پہنچا تو لاہور سے تیز سنگھ کمیدان و فتح سنگھ مان و دیوان شنکر داس دوگل و دوندے خان و دیوان کرپا رام چوپڑہ و سردار عطر سنگھ و سردار موہر سنگھ سود و نرائن داس پشاوریہ و دیوان کوبہ و گھسیٹا مل اروڑہ و دیوی سہائے و لالہ دانا مل برجستہ فوج کے ساتھ اس کی سرکوبی کو آئے اور بعد کئی معرکوں کے ڈیڈو کے ہمراہی بہت سے انہوں نے گرفتار کیے اور بہت سے قتل کر ڈالے - مگر ڈیڈو بذاتِ خود گرفتار نہ ہوا بلکہ روز بروز اس کا فتنہ و فساد بڑھتا جاتا تھا - گویا تمام پہاڑ کا علاقہ اس کے سبب سے پُرفتنہ و فساد ہو گیا تھا - پہاڑ کے راجپوت سکھوں کی حکومت کو کچھ خیال میں نہیں لاتے تھے اور نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ جو سپاہی جموں سے باہر قضائے حاجت کے لیے بھی جاتا مارا جاتا - ایک روز سکھ سرداروں نے اس کو امیدوار معافیِ قصور و عطائے جاگیر بقول و قسم کر کے اپنے پاس بلایا - جب وہ آیا تو قید کر لیا گیا - تمام دن ڈیڈو قید رہا - دو گھڑی دن رہے ظاہر کیا کہ مجھ کو حاجت قضائے حاجت کی ہے - سپاہی پہرے والا اس کے ہمراہ لوٹا پانی کا اُٹھا کر گیا - جب باہر گیا وہی لوٹا سپاہی کے مغز میں ایسا مارا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور خود ڈیڈو بھاگ گیا -

ایک دن ڈیڈو خاص بمقام منڈی یعنی دارالریاست جموں نہنگ سنگوں یعنی اکالیوں کی فوج پر آ پڑا - بہت سے سکھ مار کر اور منڈی کو آگ لگا کر چلا گیا - اور پہلوان پُرزور ایسا تھا کہ جس کو اس کی تلوار سے زخم آیا زندہ نہ رہا - الغرض سکھ سرداروں نے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے وہاں گئے تھے ، ڈیڈو کی سرکوبی میں بہت کوشش کی مگر سب بیکار گئی - از دست تمام پہاڑ میں تازہ فتنہ برپا ہو گیا -

انھی دنوں میں پنڈت بیربر نے کشمیر سے میووں کی ڈالی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے لیے روانہ کی - جب وہ کشمیری پٹھو لے کر جموں کے نواح میں پہنچے اور راہ میں رات کو فروکش ہوئے ، میاں ڈیڈو نے ایسی چالاکی کی کہ پٹھوؤں میں سے میوہ سب نکال لیا اور اس کے عوض میں گوبر بھر کر پٹھو بند کر دیے - لاہور میں آ کر دیکھا گیا اور کشمیریوں نے ڈیڈو کی چالاکی اور ظلم

کی فریاد حضور میں کی تو اس وقت گلاب سنگھ حضور میں حاضر تھا ۔ دست بستہ ہو کر عرض کی کہ مہاراج !

مثال : ایک شیر جنگل میں سویا ہوا تھا ۔ اس کی موچھ ایک چوہا کتر کر لے گیا ۔ شیر جاگا تو چوہے کی تلاش میں پھرنا شروع کیا اور چاہا کہ اگر چوہا ہاتھ آ جائے تو اس کو گستاخی و بےادبی کی سزا دیوے مگر شیر کو چوہے کا دستیاب ہونا محال تھا ۔ آخر بلی خدمت میں حاضر آئی اور عرض کی کہ اے شہنشاہ ! تیری شان کے یہ شایاں نہیں کہ تو ایک چوہے ناچیز کی تلاش میں سرگرداں پھرے ۔ یہ خدمت کسی گربۂ عاجز کے سپرد فرمائیے کہ چوہے کی گردن کاٹ کر حضور میں حاضر کرے ۔

اسی طرح ڈیڈو کا مارنا اور اس چوہے کو سزا دینا حضور کا کام نہیں جو بجائے شیر دلیر پنجاب کی حکومت کر رہے ہیں ۔ یہ خدمت مجھ بلی کو سپرد فرمائی جائے ۔

مہاراجہ اس تقریر سے بہت خوش ہوا اور اسی وقت ایک جوڑا شال بیش قیمت ، جو مہاراجہ خود پہن رہا تھا ، گلاب سنگھ کو بخشا اور جموں کی مہم اس کے سپرد ہوئی ۔ اور نیز سردار عطر سنگھ کلال و جگت سنگھ اٹاری والا وغیرہ چند سرداروں کے نام احکام جاری کیے کہ گلاب سنگھ کے ہمراہ جموں کو جائیں ۔ اور نیز حسب تجویز و صواب دید گلاب سنگھ کے دو سردار قیدی جو بجرم امداد و اتفاق میاں ڈیڈو کے قلعہ شیخوپورہ وغیرہ میں قید تھے ، چھوڑ کر گلاب سنگھ کے ہمراہ کر دیے ۔ وہ لوگ جو پہاڑ کی قوموں کے سرگروہ تھے ، اس رہائی میں گلاب سنگھ کے ممنونِ منت و مرہونِ احسان ہوئے اور امداد و اعانت کے لیے کمر باندھ لی ۔ جب یہ لشکر جموں جا پہنچا ، ان کی ہدایت سے بہت سی قوموں نے اطاعت کر لی اور صورت انتظام کی نمودار ہوئی ۔

چونکہ میاں ڈیڈو ایک مقام پر قیام پذیر نہیں ہوتا تھا اور دہ بہ دہ و قصبہ بہ قصبہ گردش کرنا اس کا کام تھا اور جس گاؤں کے باہر جا کر اترتا ، گاؤں والوں کو اپنی رسد کے سامان کے واسطے حکم دے بھیجتا تو گاؤں والے فی الفور حکم کی تعمیل کرتے اور کھانا جتنا مطلوب ہوتا تیار کر کے لے آتے ، پس گلاب سنگھ نے بھی وتیرہ اختیار کیا کہ جس گاؤں میں جاتا کہلا بھیجتا کہ میاں ڈیڈو کا ڈیرہ باہر آیا ہے ، رسد پہنچاؤ ۔ جب زمیندار رسد لاتے فوراً گرفتار کر لیے جاتے ۔ اسی طرح بہت زمیندار مقید ہوئے ۔ پھر تو اُس سچے ڈیڈو کا بھی اعتبار اُٹھ گیا ۔ جہاں وہ جاتا لوگ جانتے کہ یہ گلاب سنگھ ہے ۔ رسد

وغیرہ سے بالکل انکار کرتے۔

جب یہ فوج ڈیڈو کی تلاش میں مقام جگنی تک پہنچی ، میاں ڈیڈو وہاں نہ تھا ۔ میاں ہزاری اس کا باپ جو نوے برس کی عمر کا تھا ، نوجوان پہلوانوں کی طرح تلوار کھینچ کر میدان میں آیا اور عطر سنگھ کے مقابل ہوا ۔ عطر سنگھ نے اس کو آواز دی کہ ہتھیار پھینک دے کہ جان سے تجھ کو امان ملے ۔ میاں ہزاری نے جواب دیا کہ مردوں کو تلوار کے نیچے مر جانا بہتر ہے اس سے کہ دشمن کی قید میں آئیں اور آبرو برباد کریں ۔ چنانچہ چند حملوں کے بعد مارا گیا ۔

پھر یہ فوج چڑالی میں پہنچی جہاں خود ڈیڈو قیام پذیر تھا ۔ وہاں سے ڈیڈو تھوڑے سے مقابلے کے بعد اپنا عیال و اطفال لے کر کوہ ترکتا پر بھاگ گیا ۔ گلاب سنگھ وہاں جا پہنچا اور پہاڑی کا محاصرہ کر لیا ۔ چنانچہ دہنی طرف دھرم سنگھ رہے پوربیہ مع میاں ہائے دیگر اور درمیان میں جگت سنگھ اٹاری والا و سردار عطر سنگھ کلال اور بائیں طرف خود گلاب سنگھ ۔ تمام رات یہ محاصرہ رہا ۔ صبح کو وزیر زورآور گلوریہ و میاں بشنا وغیرہ سواران کوٹلی کے راستے پہاڑ پر چڑھے اور حکم دیا کہ اگر میاں ڈیڈو لڑے تو اس کو مار دو اور اگر پناہ مانگے تو گرفتار کر لینا ۔ جب میاں ڈیڈو نے جانا کہ چاروں طرف سے قافیہ تنگ ہے تو مسلح ہو کر جگت سنگھ اٹاری والہ کے لشکر کی طرف بڑھا اور ان میں سے سردار عطر سنگھ کلال نے آگے جا کر ڈیڈو کو تلوار ماری ۔ کچھ خفیف زخم اس کو آیا ۔ تلوار کا وار کھا کر ڈیڈو نے بڑے غضب میں عطر سنگھ پر تلوار ماری اور کہا کہ قرمساق ! تو نے میرے باپ کو مارا ، بوڑھے پر ہاتھ چلایا ، نوجوان کی ضرب یہ ہے ۔ وہ تلوار عطر سنگھ کو ایسی لگی کہ سر سے کمر تک نکل گئی اور عطر سنگھ کا جسم دو ٹکڑے ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا ۔ یہ حال دیکھ کر کسی کو حوصلہ نہ پڑا کہ پھر میاں ڈیڈو کے سامنے جائے ۔

ایک ساعت تک ڈیڈو منتظر رہا ، پھر گھوڑے سے اُتر کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور نوکر سے حقہ مانگا ۔ اُس وقت میاں ڈیڈو ایک عجیب طرح کے تکبر اور غرور کی حالت میں تھا کہ فوج اس کے چاروں طرف محیط تھی اور کوئی خوف کے مارے اس کے نزدیک نہیں جا سکتا تھا اور وہ حقہ پیتے پیتے گلاب سنگھ کی نسبت بدالفاظ زبان پر لاتا تھا اور کہتا تھا کہ کہاں ہے گلاب سنگھ ؟ اگر مرد ہے تو روبرو آئے اور مجھ سے زورآزمائی کرے ۔ غرض کوئی مرد

نبردآزما اس کے روبرو نہ گیا اور اس قدر فوج اُس ایک آدمی کو زندہ گرفتار بھی نہ کر سکی - آخر بندوقوں کی باڑ مار کر اس کو مار ڈالا اور گولی بندوق کی اس پہلوان کے گلے میں لگی اور مارا گیا - گلاب سنگ نے جب یہ حال سنا بہت افسوس کیا کیونکہ اس کا منشا تھا کہ ڈیڈو زندہ گرفتار ہو اور میں اس کو لاہور لے جا کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے روبرو پیش کروں - میاں ڈیڈو کے قتل کے بعد اس کے دو بیٹے ایک بسنت سنگھ اور دوسرا میاں گوساؤں رہے - گلاب سنگھ نے ان کو اپنی عاطفت کے سائے میں پالا اور بسنت سنگھ کو اپنی فوج میں کمیدانی عہدہ بخشا - یہ خبر جب لاہور پہنچی ، مہاراجہ رنجیت سنگھ بہت خوش ہوا اور خلعتِ فاخرہ گلاب سنگھ کو بخشا -

چونکہ راجہ اغر خاں راجہ راجوڑی دل سے مخالف مہاراجہ رنجیت سنگھ کا تھا ، بعد دخلِ کشمیر مہاراجہ نے چاہا کہ اس کو گرفتار کرے مگر وہ بھاگ کر کوہستان بوہدل حنسہالی وغیرہ میں چلا گیا مگر وہاں کے زمینداروں نے اس کو جگہ نہ دی اور وہ جا بجا آوارہ ہوتا پھرا - آخر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے گلاب سنگھ کو اس کی گرفتاری کے لیے مامور کیا اور گلاب سنگھ کوہ بکوہ و جابجا اس کی تلاش میں سرگرم ہوا - جب اغر خاں علاقہ ناڑ میں پہنچا ، زبردست خاں وہاں کے زمیندار نے قاسم بیگ زمیندار کی معرفت اس کو گرفتار کرادیا -

مہاراجہ رنجیت سنگھ اس خدمت کے عوض میں بہت خوش ہوا اور دھیان سنگھ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ جموں کا راج تمہارے حوالے کر کے راجگی کا خطاب تم کو بخشیں - دھیان سنگھ نے دست بستہ ہوکر عرض کی کہ راج کا تلک بڑے بھائی کے واسطے سزاوار ہے - حضور اگر مہربانی فرماتے ہیں تو یہ تاج بخشی میرے بڑے بھائی گلاب سنگھ کو کریں - اور میری عین سعادت ہے کہ حضور کے قدموں میں حاضر رہوں اور خاک بوسیٔ قدمِ مبارک کو اپنا افتخار بلکہ تاجِ شہنشاہی تصور کروں - یہ تقریر دھیان سنگھ کی مہاراجہ کو بہت خوشی آئی اور لاہور سے روانہ ہوکر بمقام اکھنور پہنچا - وہاں سے پروانہ طلبی کا بنام گلاب سنگھ کے جاری کیا - گلاب سنگھ اس وقت راجہ اغر خاں راجوڑی کو گرفتار کر چکا تھا - فی الفور خدمت میں حاضر ہوا اور بتاریخ چار ماہ اساڑھ ۱۸۷۹ بکرمی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے راج تلک چکلہ جموں کا گلاب سنگھ کو بخشا اور اپنے ہاتھ سے قشقہ گلاب سنگھ کے ماتھے پر کھینچ کر راجگی کا خطاب دیا اور لقب ''اوجل دیدار نرمل بدھ مقرب بارگاہ

سلطانی خیرخواہ بلا اشتباہ راجہ گلاب سنگھ بہادر راجہ جموں'' قرار پایا اور سند سلطانی درباب عطائے علاقہ جموں نسلاً بعد نسلاً و بطناً بعد بطناً بنام راجہ گلاب سنگھ تحریر ہو کر مُہر خاص و دستخط سے مزین ہوئی اور پنجہ زعفرانی اس پر ثبت ہوا - اور نیز راج علاقہ بندرالتہ کا بنام سوچیت سنگھ کے قرار پا کر راجگی کا خطاب اس کو بھی دیا گیا - بعد انجام اس کارخیر کے مہاراجہ رنجیت سنگھ تو لاہور کو گیا اور راجہ گلاب سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ جموں میں رونق افروز ہوئے اور کئی روز تک ہنگامۂ عیش و عشرت گرم رکھا -

۱۸۸۰ بکرمی میں ہنگامۂ افغانان بمقام ٹھیری وقوع میں آیا جس کی مفصل تفصیل مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حال میں تحریر ہو چکی ہے - اس میں بھی راجہ گلاب سنگھ کی طلبی عمل میں آئی اور راجہ گلاب سنگھ نے بذاتِ خاص اس جنگ میں وہ جواں مردیاں اور بہادریاں کیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کی عرق ریزی و جاں فشانی سے کمال خورسند ہوا اور خلعت بخشا -

۱۸۸۱ بکرمی میں راجہ گلاب سنگھ نے ارادہ کیا کہ قلعہ سمرتھ جو متصل علاقہ بھڈو بھوالی کوہستان رام نگر ہے ، فتح کیا جائے - چنانچہ بصلاح دیوان امیر چند و رؤسائے علاقہ دلپتہ و بیر پوربہ و زمینداران علاقہ جمع کیے اور دو سو نفر جوان جنگ آزما ہمراہ لیا اور اس طرف کو روانہ ہوا - پہلی منزل بمقام سروئین ہوئی - وہاں سے مانسر اور مانسر سے ہیرا میں جا کر مقام کیا اور قلعے کو محاصرے میں لے لیا اور فوج تین حصے کی گئی اور تینوں مقام پر مورچال قائم کی - چنانچہ وسط میں قلعے کے روبرو خود راجہ گلاب سنگھ کا مورچہ اور دہنی طرف میاں لابھ سنگھ اور بائیں طرف شہزادہ رائے وساون سنگھ سیال کی فوج کے مورچے باندھے گئے - رات کو دو ساعت رات گزرے کے وقت خود راجہ گلاب سنگھ نے خاکی لباس پہنا اس لیے کہ دشمن کی نظر اس پر نہ پڑے اور قلعے کی فصیل کے نزدیک جا کر دشمن کے انتظام کا سب حال دیکھا اور واپس آ کر نقب کے لگانے کا حکم دیا - چنانچہ نقب لگایا گیا - اگرچہ تمام رات قلعے سے برابر گولیاں آتی رہیں مگر اس فوج کے جواں مردوں نے بھی اچھی طرح سے مامن مورچے بنا لیے - جب صبح ہوئی تو قلعے پر حملہ ہونے کی تجویز ہوگئی - بہت سے لردبان درخت کاٹ کر بنوائے گئے اور درختوں کی شاخیں ڈال کر خندق قلعے کی بھر دی گئی - جب راستہ تیار ہوگیا تو قلعے والوں کو کہا گیا کہ اگر جان عزیز ہے تو قلعہ چھوڑ دو ورنہ بعد فتح قلعے کے کسی کا عذر نہ سنا جائے گا ، سب کے سب قتل کیے جائیں گے - یہ بات سن کر قلعے

والے ڈر گئے اور التجا کی کہ اگر راجہ ہمارے سامان و اسباب کا مزاحم نہ ہووے تو ہم قلعے کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں ۔ چنانچہ التماس ان کی منظور ہوئی اور میاں بشن سنگھ و لابھ سنگھ اس عہد کے استحکام کے لیے قلعے میں گئے اور قلعے کے اکابروں کو ساتھ لے لیا ۔ راجہ نے ان سب کو رخصت دی اور قلعہ لے لیا ۔ اور میاں بشنا کو عہدہ قلعہ داری کا عطا فرمایا اور جموں میں آ کر اطلاع اس فتح کی مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دی ۔ وہاں سے مسمی رام سنگھ عیسی پوریہ حاکم سالبہ کو یہ قلعہ مل گیا ۔

من بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ کو بامداد سردار بدھ سنگھ سندھانوالیہ پشاور کو روانہ کیا ۔ ایسی صورت میں کہ ایک لاکھ فوج ناظم پشاور و سید احمد جہادی نے اس کو محاصرے کیا ہوا تھا ۔ جب یہ پہلوان وہاں پہنچا ایسے ایسے مردانہ حملے پٹھانوں پر کیے کہ صفوں کی صفیں الٹ دیں اور فتح یاب ہوا ۔ اسی طرح پشاور کی ہر ایک مہم میں راجہ گلاب سنگھ نے ایسی ایسی مردانہ ہمتیں دکھلائیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کی خدمات پسندیدہ سے بدل و جان خورسند و رضامند ہوا اور براہ مہربانی ممکسار کا تمام علاقہ اس کے سپرد ہوا ، جس کی تشریح ''گلاب نامہ'' میں بخوبی درج ہے ۔ بلکہ بعد مارے جانے سردار ہری سنگھ کے پشاور میں راجہ گلاب سنگھ نے ایسے ایسے انتظام کیے کہ موردِ تحسین و آفرین ہوا اور مہربانی یہاں تک پہنچی کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ مہمان راجہ گلاب سنگھ کا ہوا ۔ اُس وقت خاندانِ جموال نے کمال ارادت ظاہر کی اور ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ نقد ضیافت کا مہاراجہ کی خدمت میں پیش کش کیا اور چند روز تک ہنگامۂ عیش و عشرت گرم رکھا ۔ وزیرِ اعظم دستور معظم راجہ دھیان سنگھ بھی اُس وقت ہم رکاب تھا ۔ رخصت کے وقت بھی تحائفِ بے بہا و اقمشۂ بیش قیمت و فیل مع ہودج طلائی اور بہت سے گھوڑے بادپیا مہاراجہ کے حضور میں نذر کیے ۔ تمام سرداروں کو جو ہمرکاب مہاراجہ کے تھے ، خلعتیں فاخرہ دیں ۔

آخر جب پندرھویں ماہ اساڑھ ۱۸۹۶ بکرمی جمعرات کے روز مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور میں مرگیا اُس وقت راجہ گلاب سنگھ پشاور میں بخدمت سرکار مصروف تھا ۔ یہ خبر سن کر کمال اندوہ گین و افسردہ خاطر ہوا اور بہ کمال غم گینی و پریشان دلی لاہور میں آ کر مصمم ارادہ کیا کہ گیا جی وغیرہ تیرتھوں کی طرف چلیں اور چندے ہندوستان کی سیر کر کے دل بہلائیں ۔ چنانچہ باتفاق وزیر زورآور و وزیر رتنو و پنڈت چرنداس ، راجہ گلاب سنگھ لاہور سے

روانہ ہوکر پہلے کاشی جی میں پہنچا ، پھر گیاجی کی طرف تشریف فرما ہوا اور بعد ادائے مراسم عبادت واپس جموں میں آیا۔ تو ناگاہ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی وفات کی خبر لاہور سے پہنچی اور دوسرے روز یہ واقعہ جاں گزا گوش زد ہوا کہ کنور لونہال سنگھ ولی عہد مہاراجہ کھڑک سنگھ جب اپنے باپ کی نعش کو داغ دے کر واپس ہوا تو میاں اودھم سنگھ ، راجہ گلاب سنگھ کے فرزند دل بند کے ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے قلعے کے دروازے میں پہنچا ۔ اچانک ایک پتھر دیوار سے گرا اور دونوں جوانوں کے سر پر پڑا جس سے کنور لونہال سنگھ اور اودھم سنگھ دونوں رہگرائے عالم بقا ہوگئے ۔ یہ خبر سنتے ہی تمام شہر جموں ایک ماتم خانہ بن گیا اور فریاد واویلا کی آواز آسمان تک پہنچی ۔ اگرچہ نوجوان لائق کار فرزند کے مر جانے کا غم بہت بڑا تھا مگر راجہ گلاب سنگھ اپنی ذاتی جواں مردی و دلاوری سے صابر و شاکر رہا ۔ چند روز تک ماتم داری کی رسم ادا کی ۔

میاں اودھم سنگھ ، راجہ گلاب سنگھ کا دلبند ستائیسویں ماہ اسوج ۱۸۸۴ بکرمی میں پیدا ہوا اور ۱۸۹۷ میں بعالم نوجوانی دنیائے فانی سے رحلت کر گیا ۔ بلکہ اس کی وفات سے ایک ماہ اول اس کی رانی ، جس کو رانی چمبال کہتے تھے ، مر چکی تھی اور اس کا غم باپ کے واسطے کچھ کم نہ تھا کہ ایک ماہ بعد یہ صدمہ عظیم ظہور میں آیا ۔

جب کریا کرم اُس مرحوم کا ہو چکا ، راجہ گلاب سنگھ لاہور میں آیا ۔ دیکھا کہ دربار کی صورت اور طرح کی ہو رہی ہے ، یعنی راجہ دھیان سنگھ وزیر اعظم کی تو یہ مرضی تھی کہ شہزادہ شیر سنگھ بعد کھڑک سنگھ و لونہال سنگھ کے مسند نشین ہو اور اسی ارادے پر راجہ دھیان سنگھ نے ستر سوار بھیج کر اس کو بلایا تھا ، مگر سرداران سندھانوالیہ وغیرہ نے بخلاف مرضی وزیر کے کام کیا ، یعنی شہزادہ شیر سنگھ کو مسند نشینی سے محروم رکھ کر رانی چندکنور کو مختار و مدارالمہام مقرر کیا اور ظاہر کیا کہ زوجہ کنور لونہال سنگھ کی حاملہ ہے ۔ مولود کے پیدا ہونے تک یہ انتظام رہے ۔ اس واسطے راجہ دھیان سنگھ وزیر جموں کو آ گیا اور شیرسنگھ اپنی جاگیر علاقہ وٹالہ میں چلا گیا ۔ مگر راجہ گلاب سنگھ کہ بڑا دانا و مرد عقیل تھا ، لاہور میں ہی قیام پذیر رہا اور سرداران سندھانوالیہ وغیرہ مخالفین کے ساتھ دوستی و محبت کا رابطہ پیدا کرلیا ۔ کسی قدر مدت کے بعد جب شیر سنگھ نے درپردہ فوج و افسران فوج کے ساتھ آمیزش کر لی اور بدعوی مسند نشینی سلطنت لاہور کے

لاہور آ پہنچا تو تمام فوج اس کی حکومت میں آ گئی ، سوائے راجہ گلاب سنگھ کے کہ بہ بدستور قلعے میں بمتابعت رانی چند کنور کے حاضر تھا ۔

رانی نے جب دیکھا کہ شیر سنگھ آ گیا اور فوج اس کے ساتھ مل گئی تو اس نے باتفاق سردارانِ سندھانوالیہ و راجہ گلاب سنگھ وغیرہ مستعد بجنگ ہو کر دروازے قلعۂ لاہور کے بند کر لیے ۔ سامانِ جنگ اور فوج قلعے میں نہ تھی مگر راجہ گلاب سنگھ نے اپنی دو پلٹن ڈوگرہ قلعے میں بلا لیں اور ایک ضرب توپ بھی حویلی راجہ دھیان سنگھ سے طلب کر لی اور راجہ ہیرا سنگھ ، جو قلعے کے اندر تھا ، اس کو کہا کہ تو قلعے سے نکل جا ۔ ہم تو آج مہارانی کے حکم سے کمر باندھ کر اس کے دشمنوں سے لڑیں گے ۔ راجہ ہیرا سنگھ نے عرض کی کہ آپ ہی میرے پدر و بزرگوار ہیں ۔ میں آپ کو یہاں تنہا چھوڑ کر کب جا سکتا ہوں ۔ غرض رات رات مہاراجہ شیر سنگھ نے پچاس ہزار فوج شاہی اور تین سو ضرب توپ کے ساتھ محاصرہ قلعے کا کر لیا اور ایک توپ خالہ حضوری باغ لے جا کر مغربی دروازۂ قلعہ کے روبرو نصب کر دیا جس کو چٹی ڈیوڑھی بھی کہتے ہیں ۔ مہاراجہ شیر سنگھ کا یہ حکم تھا کہ جب تک اول قلعے والوں کی طرف سے لڑائی کے وقت ابتدا نہ ہو تو تم ہرگز پہل نہ کرنا مگر چٹی ڈیوڑھی کی طرف فوج والے لوگ جمعدار کو تنگ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جلد دروازہ کھولو ۔ چھپا چھپ صوبے دار نے جو اُس وقت ایک کمپنی اور ایک توپ کے ساتھ اس دروازے کی حفاظت پر مامور تھا ، باہر کی فوج کو جواب دیا کہ جب تک راجہ گلاب سنگھ حکم نہ دیں دروازہ نہیں کھل سکتا ۔ اس بات سے فوج والوں نے غضب ناک ہو کر دروازے کے تختوں کو گولہ مارا جس سے تختہ پاش پاش ہو گیا اور صوبہ دار گولے کی ضرب سے مارا گیا ۔ اُس وقت قریب تھا کہ فوج سکھی قلعے میں داخل ہو جائے مگر دیوان جوالا سہائے نے اُسی وقت فوج لے جا کر ڈیوڑھی مستحکم کر لی ۔ چراغا کمیدان و چھتا سنگھ و چھجو چارک گولہ انداز کو حکم دیا کہ فی الفور توپ کو بتی دکھلاؤ ۔ چنانچہ اسی وقت توپ کا چلنا شروع ہو گیا اور حملہ آور فوج کچھ تو ماری گئی اور باقی ماندہ بھاگ گئی ۔ فصیل کے اُوپر سے بھی بندوقوں کی باڑ چلنے لگی ۔ پھر تو حضوری باغ کا صحن لالہ زار موسمِ بہار کی طرح جوانانِ گل عذارانِ سیمیں تن کے خون سے رنگین ہو گیا ۔ لاش پر لاش گرنے لگی ۔ مخالفین کو اتنی فرصت نہیں ملتی تھی کہ مورچہ باندھیں ۔ جو شخص بھی آگے قدم دھرتا بے آئی مرتا ۔

اُس وقت ایک سخت مشکل قلعے میں یہ واقع ہوئی کہ ایک پلٹن سکھوں کی قلعے کے اندر اُس فوج میں سے تھی جو مہاراجہ شیر سنگھ کے ساتھ آمیزش رکھتی تھی - ان سے راجہ گلاب سنگھ کو کمال اندیشہ ہوا - آخر ان کے افسر روبرو بلا کر اپنی خوش تقریری سے ان کو اس بات پر راضی کر لیا کہ ان کے تمام ہتھیار جمع ہوکر ایک جگہ رکھے جائیں اور کوہستانی پہرہ اس پر قائم ہو - چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا اور وہ تمام پلٹن راجہ گلاب سنگھ کے خوف سے سر اُٹھا نہ سکی -

جب مہاراجہ شیر سنگھ نے مشرق و جنوب و غرب تین طرف سے محاصرہ قلعے کا کیا اور چاروں طرف سے گولہ چلنا شروع ہوا اور نیز بادشاہی مسجد کے میناروں سے زنبورے چلنے لگے تو راجہ گلاب سنگھ نے اپنی فوج کے تین حصے کر کے تینوں طرف ماسور کردیے اور قلعے کا گولہ دور دور تک مار کرتا تھا جو شہر والوں کے گھروں میں جا پڑتا جس سے لوگ گھر چھوڑ کر بھاگ گئے - الغرض تین رات اور تین دن برابر لڑائی ہوتی رہی - قلعہ مسمار ہوگیا -

اس عرصے میں ایک دفعہ گردانا صاحب انگریز نے ، جو قلعے کے اندر کام کرتا تھا ، راجہ گلاب سنگھ کو دور سے موقع دکھلایا اور کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو بادشاہی مسجد کے دریچے میں ، جہاں مہاراجہ شیر سنگھ بیٹھا ہے اور اس کے پاس کے حجروں میں باروت بھری ہوئی ہے ، ایسا گولہ بم کا ماروں جس سے تختۂ زمین مع مسجد و مہاراجہ شیر سنگھ و فوج و لشکر جو اس جگہ موجود تھے آسمان کو اڑ جائے اور کسی فرد بشر کا وہاں نام و نشان نہ رہے - یہ بات سن کر راجہ گلاب سنگھ نے کہا کہ ہم حق نمک ادا کرنے کے لیے نوکر ہیں ، نہ کہ خاندان برباد کرنے کے واسطے - اور سکھوں کا یہ حال تھا کہ باہر قلعے کے جس پہاڑی ڈوگرے کو دیکھتے ، فی الفور قتل کر ڈالتے ، کیونکہ اُس وقت بسبب ماتم میاں اودھم سنگھ پسر راجہ گلاب سنگھ کے کل پہاڑیوں کی رعیت و ملازم نے داڑھی منڈوائی ہوئی تھی اور فی الفور پہچانے جاتے تھے -

تین دن کی جنگ و لڑائی و غارت و تاراج کے بعد راجہ دھیان سنگھ و سوچیت سنگھ حسب الطلب مہاراجہ شیر سنگھ کے کہ سردار فتح سنگھ مان و لال سنگھ ان کے بلانے کو بسبیل ڈاک گئے ہوئے تھے ، جموں سے لاہور آ پہنچے - ان کے آنے سے توپ و بندوق کا چلنا بند ہوا - سوال و جواب صلح و صفائی کے

آپس میں ہونے لگے - پہلے راجہ دھیان سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ کو یہ کہلا بھیجا کہ تم کب تک خالصہ کی تمام فوج اور توپ خالوں کے ساتھ قلعے میں بیٹھ کر جنگ کرو گے - مناسب یہ ہے کہ لڑائی سے باز آؤ - گدی کے تابعدار بن جاؤ - راجہ گلاب سنگھ نے کہلا بھیجا کہ ابتدا جنگ کی بھی باہر سے ہوئی، اختتام بھی باہر سے ہونا چاہیے - اگر باہر سے توپ کا چلنا بند ہو جائے گا تو ہم بھی بند کر دیں گے - چنانچہ پہلے باہر کی توپ خاموش کی گئی - راجہ گلاب سنگھ نے یہ سب حال رانی چند کنور کی خدمت میں گزارش کیا اور اجازت چاہی کہ کیا کیا جائے - رانی نے حسبِ مصلحتِ وقت سلطنت سے استعفا دیا اور راجہ گلاب سنگھ کو اجازت دی کہ بشرطِ ترکِ سلطنت صلح کی جائے - راجہ گلاب سنگھ نے حکم طلب کیا - چنانچہ لکھا گیا :

''اوجل دیدار نرمل بده مقرب بارگاه خاص الخاص راجہ گلاب سنگھ مسرور باشند -

دریں وقت ارشادِ عالیہ بنامِ شما صادر می شود کہ آں چہ جان فشانی و نمک حلالی و خیر اندیشی و فرمان برداری از شما مع افواجِ ہمراہی خود و عضد الدولہ راجہ ہیرا سنگھ بہادر و سردار باوقار سردار منگل سنگھ و کسانیکہ ہمراہ شما حاضر ماندہ مثل سردار سلطان محمد خان و بدھ سنگھ جرنیل در محاصرۂ قلعۂ مبارک لاہور بظہور رسیدہ صد آفرین است - شما از نمکِ سرکار والا سرخرو شدند - اکنوں آں چہ تجویز در رفع فساد و ہنگامہ باشد بجلدی مقرر نمایند کہ ما بدولت عالیہ را ہرگز ازاں عذر نیست و آں چہ انتظام نمودن باشد سرانجام سازند و توقف نکنند، ذمہ شما است الطاف والا مبذول است، از وقت صبح تا چہار گھڑی شب گذشتہ بشما ہفت مراتب حکم والا صادر شدہ شما دریں باب معطل نکنند تاکید تاکید است - ۶ ماگھ ۱۸۹۷ بکرمی -''

اسی طرح پروانہ جات موقوفی جنگ و اظہار خیر خواہی بحالت صلح و صفائی مہاراجہ شیر سنگھ کی طرف سے گلاب سنگھ کے نام جاری ہوئے - راجہ گلاب سنگھ نے اس وقت ہر ایک بات کا استحکام کر لیا - جاگیر سات لاکھ روپے کی رانی چند کنور کو دلائی - خود بھی علاقہ سناور جاگیر میں لیا اور جس قدر سردار و فوج قلعے میں تھی سب کی نسبت بحالے کا حکم صادر کرایا -

جب ہر ایک مراتب میں اطمینان ہو چکا، راجہ گلاب سنگھ نے قلعے سے نکل کر دریائے راوی پر ڈیرہ کیا اور قلعے میں دخل مہاراجہ شیر سنگھ کا

ہو گیا - اس جگہ راجہ دھیان سنگھ راجہ گلاب سنگھ کو ملا اور کہا کہ اس وقت فوج میں کمال بے انتظامی ہے - مہاراجہ شیر سنگھ کے حکم کو کچھ خیال میں نہیں لاتے - اس جگہ تمہارا اترنا مناسب نہیں ہے - ایسا نہ ہو کہ کوئی تازہ فتنہ برپا ہو - چنانچہ رات رات دریا سے اتر کر شاہدرہ میں ڈیرہ ہو گیا - دوسرے روز مہاراجہ شیر سنگھ نے چند سردار راجہ گلاب سنگھ کے پاس بھیجے اور خدمت میں طلب کیا - جب یہ گیا تو کہا کہ راجہ صاحب ! آپ کی ذات سے یہ اُمید نہ تھی کہ آپ قلعہ بند ہو کر لڑیں گے - عرض کی کہ مشیتِ ایزدی میں تین امر کی اصلاح اس میں تھی - ایک تو یہ کہ قیامت تک تواریخ میں درج ہوتا رہے گا کہ مہاراجہ شیر سنگھ بہادر نے بعد جنگ و جدل قلعہ لاہور فتح کیا - دوئم بصورتِ دیگر قلعے میں جو خزانہ و شاہی سامان ہے سب لٹ جاتا - اب میں نے اس کی حفاظت کی اور پورا پورا مال مالک کے حوالے کردیا - تیسرے مستورات خاندانِ شاہی کی عزت و حرمت میں کسی طرح کا فرق نہ آیا ، ورنہ خدا جانے کیا ہوتا - مہاراجہ نے یہ بات سن کر تبسم فرمایا اور کہا کہ بظاہر یہ بات اگرچہ معیوب ہے مگر باطن میں خوب ہوئی - من بعد خلعتِ فاخرہ اور سند جاگیر مناور کی اپنے ہاتھ سے دے کر مہاراجہ شیر سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ کو رخصت کیا اور راجہ لاہور سے دارالریاست جموں میں داخل ہوا -

چونکہ بوقت محاصرہ قلعہ لاہور کے رانی چندر کنور سے علاقہ گھوڑی و کھڑیالی اپنی جاگیر میں راجہ گلاب سنگھ نے لکھا لیا تھا اس کے دخل کے لیے دیوان ہری چند مع فوج مامور ہوا اور اس نے جموں سے روانہ ہو کر پہلے قلعہ و سرائے اورنگ آباد فتح کیا - اگرچہ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی فوج ، جو پہلے سے وہاں تھی ، مانعِ دخل ہوئی ، مگر دیوان ہری چند نے بہ کمال دلاوری و مردانگی اس کو اپنے تصرف میں لیا - وہاں سے قلعہ سکھ چین کی طرف مراجعت کی - صورت سنگھ قلعدار نے جنگ کرنے سے پہلو تہی کر کے قلعہ حوالے کر دیا اور اسی مقام سے ایک سو سوار جرار قلعہ قندھاری کی تسخیر کو مامور ہوئے - چنانچہ وہ قلعہ نہایت سنگین پہاڑ کی چوٹی پر تھا اور مضبوطی کا یہ حال کہ تین طرف سے دریا محیط اور ایک طرف سے رستہ نہایت دشوار و تنگ تھا - دیوان ہری چند نے وہاں پہنچ کر پہلے قلعہ والوں کے نام حکم بھیجا کہ قلعہ خالی کر دیں مگر انھوں نے نہ مانا اور لڑنے کو تیار ہوگئے - افسر اور قلعہ دار اس قلعے کا دھنپت رائے تھا - اس کو مکرر سہ کرر فہمائش ہوئی - جب کارگر

ہوئی تو بڑی جرأت و دلیری کے ساتھ اس تنگ راہ سے گزر کر فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور دونوں طرف سے بندوق چلنی شروع ہوئی ۔ قلعے کی فوج اگرچہ محصور تھی مگر تس پر بھی قلعے سے نکل کر مردانہ حملے کرتی اور جان دینے اور لینے سے دریغ نہ کرتی ۔ چنانچہ باہر کی لڑائیوں میں سات آدمی دیوان ہری چند کے اور بیس سپاہی مخالف کے قتل ہوئے ۔ آخرکار ایک برج پر کہ قلعے کے باہر تھا ، ہری چند کا قبضہ ہوگیا ۔ اس میں آگ لگا دی گئی اور مضبوط مورچے قلعے کے باہر باندھ لیے گئے ۔ چنانچہ مغرب کا مورچہ بھاگ سنگھ میجر و رام سنگھ جمعدار کے سپرد ہوا اور جنوب کی طرف کا مورچہ فوج سواری کے حوالے کیا گیا اور شمال کی طرف لالہ گنڈا مل کاردار امیر پور مورچہ باندھ کر بیٹھ گیا اور مشرق کی طرف حضور سنگھ نہانے دار و مرتضیٰ خان ملکانہ قائم ہوا ۔ اس طرف ایک ضرب توپ بھی قائم کی گئی ۔ پندرہ روز تک قلعے کا محاصرہ رہا اور رات دن لڑائی ہوتی رہی ۔ پندرھویں روز سامان قلعہ گیری کا تیار ہوگیا اور نردبان تیار ہوگئے ۔ چونکہ قلعے کے شمال کی طرف ایک چشمہ پانی کا تھا اور قلعے والوں نے اس پر ایک برج بنا کر راستہ اس کا قلعے کے اندر کی طرف بھی رکھا ہوا تھا اور اسی راستے سے آ کر پانی قلعے میں لے جاتے تھے ۔ اس برج اور چشمے پر بھی دیوان ہری چند کا قبضہ ہوگیا اور پانی جانا قلعے میں بند ہوگیا ۔ اس وقت قلعے کے محصور گھبرائے اور امان کے خواستگار ہو کر استحکام شرائطِ صلح کے لیے ایک معتبر قلعے میں بلایا اور التجا کی کہ اگر ہماری جاں بخشی ہو جائے اور تنخواہ ہماری جو چڑھی ہوئی ہے مل جائے اور ہمارے سامان و اسباب کے لے جانے کے وقت مزاحمت نہ ہو تو ہم قلعہ خالی کر دیتے ہیں ۔ چنانچہ بخشی نہال سنگھ شرائط کے استحکام کے لیے قلعے میں گیا اور قلعے والوں نے قلعے کی تالی اس کے حوالے کی ۔ اس فتح کے حصول کے بعد دیوان ہری چند نے بہت سا انعام سپاہیانِ فوج کو بخشا ۔

چونکہ بوقتِ ہنگامہ و فتنہ فساد و ہرج مرج دربار لاہور و انقلاب حکومت فوج مامورۂ کشمیر نے بر سرِ فساد ہوکر جرنیل مہیاں سنگھ ناظم کشمیر کو قتل کر دیا تھا ، اس لیے مہاراجہ شیر سنگھ نے کنور پرتاب سنگھ اپنے فرزند کو مع فوج شائستہ پلٹن گورکھیہ کے کشمیر کو روانہ کیا اور نیز ایک پروانہ بنام راجہ گلاب سنگھ کے جاری کیا کہ مع فوج کشمیر میں پہنچ کر انتظام وہاں کا کرے ۔ چنانچہ راجہ گلاب سنگھ میں دیوان جوالا سہائے و دیوان نہال چند بہ جمعیت چار پلٹن اور چھ سو سوار کے جموں سے روانہ ہو کر بمقام

یومیر شہزادہ پرتاپ سنگھ کی خدمت میں پہنچا اور لشکر کو دو حصے پر تقسیم کر کے آگے کو چلا اور بسبب بارش کے چار روز تک بمقام سوئیاں قیام کیا۔ جب یہ لشکر سری نگر پر پہنچا اور دیکھا کہ مفسدوں کی دو پلٹنیں جنھوں نے جرنیل میہاں سنگھ ناظم کو مارا تھا ، بہ ارادۂ فساد دریائے دودھ گنگا کے پار اتری ہوئی ہیں ، پہلے ان کو بہت مرتبہ ہدایت ہوئی کہ اطاعت میں آئیں اور جان سے امان پائیں ۔ مگر انھوں نے اطاعت منظور نہ کی اور راجہ گلاب سنگھ نے لڑائی کے واسطے مورچال باندھ دیے ۔ دوسرے روز لڑائی کی تیاری ہوگئی ۔ دہنی طرف راجہ گلاب سنگھ مع دو پلٹن اور پندرہ زنبورہ اور دو توپ اور بائیں طرف دیوان نہال چند مع دو پلٹن و جملہ سواری فوج اور بارہ زنبورہ اور چودہ توپیں اور میانہ مورچے ۔ تیسرے میں وارث خان پانچ ہزار فوج بے قاعدہ اور کھلی فوج کے ساتھ اپنے مورچوں میں قائم ہوئے اور حکم ملا کہ جب تک پہلے بندوق راجہ گلاب سنگھ کے مورچے سے نہ چلے ، کوئی بندوق و توپ چلانے پر دلیری نہ کرے ۔ جب ڈیڑھ پہر دن چڑھ گیا تو پہلے وارث خان کے مورچے سے زنبورا سر ہوا ۔ اس پر چاروں طرف سے تیر بارانی و آتش فشانی شروع ہوگئی ۔ مخالف بھی بڑی گستاخی کے ساتھ روبرو آ کر لڑنے لگے اور پہلوان سنگھ کمیدان نے مع اپنی پلٹن کے دیوان نہال چند کے مورچے سے نکل کر چاہا کہ دشمنوں پر حملہ کرے اور نہر میں گھس کر دودھ گنگا کے نصف پانی تک پہنچ گیا ۔ مخالفوں نے باڑیں مارنی شروع کیں ۔ یہ حال دیکھ کر نہال چند نے اور فوج اس کی مدد کو بھیجی ۔ سب فوج نہر سے اتر کر مخالف پر جا پڑی اور اس خوبی کے ساتھ لڑی کہ مخالفوں کا گروہ پراگندہ ہوگیا ۔ اتنے میں راجہ گلاب سنگھ اور وارث خان اپنے مجموعے کے ساتھ نہر سے اتر آئے اور بڑی سختی کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کیا اور بے شمار مار ڈالے ۔ جانبین کی جانوں کا بہت نقصان ہوا ۔ راجہ گلاب سنگھ کی طرف سے راجہ مصطفیٰ خاں ملکانہ و حسنا خاں لہری والا و اکبر علی و محسن علی ملکانہ اور چالیس سپاہی مارے گئے اور راجہ فضل داد خاں روتاسیہ مجروح ہوا ۔ اگرچہ پہلے دشمن کی فوج بھاگ نکلی تھی مگر ایک ساعت کے بعد پھر جمع ہو کر وارث خان کی فوج پر آ پڑی اور ایسی چستی و جواں مردی کے ساتھ لڑائی کی کہ راجہ گلاب سنگھ کی فوج بھاگنے پر مستعد ہوگئی ۔ مگر راجہ گلاب سنگھ نے سب سے آگے بڑھ کر فوج کو اپنی طرف بلالیا اور نہایت دل داری کے ساتھ لڑائی پر تیز کیا ۔ چنانچہ تمام فوج جمع ہوگئی اور سخت حملہ آور ہو کر چھ سو سپاہی دشمن کا قتل کر ڈالا اور سو آدمی کو زخمی

کیا ۔ مفسد سب بھاگ نکلے ۔ دیوان نہال چند نے ان کا تعاقب کیا ۔ جب وہ بھاگتے بھاگتے ڈیرہ میں پہنچے تو ایک گولہ ان کے میگزین میں جا پڑا اور آگ لگ گئی ۔ سینکڑوں مفسد باروت سے اڑگئے اور سینکڑوں کے ہاتھ پاؤں جل گئے۔ مگر اس پر بھی انھوں نے صبر نہ کیا اور پھر لوٹ کر تلوار کی لڑائی شروع کردی ۔ راجہ گلاب سنگھ کی فوج نے ان کو باڑوں پر دھر لیا جس سے بہت مارے گئے اور باقی ماندہ بھاگ گئے ۔ راجہ گلاب سنگھ نے بہرام گلہ و پونچھ کے راہداروں کو حکم بھیج دیا کہ جو مفرور سپاہی اس راستے سے گزرے اس کے ہتھیار لے لو اور جانے دو ۔ اگر نہ دیوے تو پکڑ لو ۔ جب یہ حال ہوا تو مفسدوں کی بیخ کنی ہو گئی اور راجہ گلاب سنگھ نے شہر سری نگر کشمیر میں داخل ہو کر شیخ غلام محی الدین کو صوبہ کشمیر کا مقرر کیا اور اپنی فوج کو شہزادہ سے بڑے بڑے انعام دیے اور دلائے ۔ اور پہلوان سنگھ کمیدان ، وزیر زورآور سنگھ ناظم لداخ کی امداد کے لیے مع فوج لداخ کو روانہ کیا ۔

اتنے میں مہاراجہ شیرسنگھ کا پروانہ لاہور سے پہنچا کہ راجہ گلاب سنگھ خطۂ ہزارہ میں جا کر اس علاقے کا بھی قرار واقعی انتظام کرے ۔ بہ تعمیل ارشاد راجہ گلاب سنگھ فی الفور ہزارہ کو روانہ ہوگیا ۔ چونکہ حبیب اللہ خان رئیس ہزارہ کا بڑے باغیوں میں تھا ، راجہ گلاب سنگھ پہلے اسی کی گڑھی کی طرف متوجہ ہوا ۔ حبیب اللہ خاں فی الفور خدمت میں حاضر آیا اور اطاعت قبول کی ۔ پھر چھنکاری میں جا کر وہاں کے مفسدوں کو مطیع کیا ۔ اسی مقام پر خبر مارے جانے وزیر زورآور سنگھ کی بمقام لداخ پہنچی جس سے راجہ گلاب سنگھ نے کمال غم کیا اور کمال استقلال کے ساتھ باندو خان وغیرہ مفسدان ہزارہ کا بندوبست کیا ۔

وہاں سے بموجب حکم دربار لاہور کے واسطے انتظام فوج انگریزی کے جو کابل کو جاتی تھی ، پشاور کو کوچ کیا اور وہاں کے کار مفوضہ کا انتظام بخوبی کرکے مفسدان لداخ کی سرکوبی کے لیے جن کے معرکے میں وزیر زورآور سنگھ قتل ہوا تھا ، لداخ کو کوچ کیا ۔ راستے میں خبر پہنچی کہ بعد قتل وزیر کے فوج سرکاری قلعے میں محصور ہے ۔ یہ خبر سن کر راجہ گلاب سنگھ فی الفور سری نگر جا پہنچا ۔ پہلے اس سے دوسرے راستے سے دیوان ہری چند جموں سے حسب الارشاد راجہ دھیان سنگھ کے سری نگر میں پہنچ کر سرکوبی مفسدان لاسہ و چین کے لیے ، جو لداخ کے علاقے میں آئے تھے ، روانہ ہو چکا تھا ۔ راجہ گلاب سنگھ نے وزیر تنو کو اس کی امداد پر مع ایک فوج برجستہ کے

ماسور گیا - اور بھی فوج سری نگر سے اس طرف ماسور ہوئی -

مفصل حال اس مہم کا یہ ہے کہ جب بعد فتح علاقہ کشتوار وزیر زورآور سنگھ اس علاقے کی حکومت پر ماسور ہوا ، اس نے علاقہ سرور اور چیکار بھی فتح کیا ، مگر راجہ لداخ اس کا مطیع نہ ہوا اس لیے اس پر بھی یورش کی تو اس نے بھی تیس ہزار روپیہ سالانہ خراج اپنے ذمے قبول کیا - اتنے میں مسمی محمد شاہ بیٹا احمد شاہ راجہ اسکردو کا باپ سے رنجیدہ ہو کر وزیر کے پاس آ گیا اور وزیر نے اس کا بازو راجہ لداخ کے سپرد کیا - وزیر نے قلعہ اسکردو بھی فتح کرکے راجہ احمد شاہ کو اپنا مطیع بنایا اور حدود راجہ لیپال کے ساتھ قائم کی - دور دور تک ملک فتح کیا اور واپس جموں میں آ گیا - بعد کسی قدر مدت کے لداخ کا راجہ باغی ہو گیا اور گرد و نواح کے راجوں کی مدد سے مستعد بفساد ہوا - اور چونکہ محمد شاہ پسر احمد شاہ راجہ اسکردو کا بازو وزیر اس کے سپرد کر آیا تھا ، اس نے اس کو قید کرکے باپ کے پاس ، جو فی‌الحقیقت اس کی جان کا دشمن تھا ، پہنچا دیا اور اس خرابی کے ساتھ بھیجا کہ راستے میں بسبب برف کے ایک پاؤں اس کا گر گیا - یہ بات سن کر وزیر پھر لداخ میں گیا اور راجہ لداخ کو راجگی سے برطرف کرکے مسمی مورتچین کو اس کی جگہ راجہ بنایا اور لدرک اوچھ گپتا کو کارپردازی بخشی اور واپس آ گیا - تیسری مرتبہ پھر وزیر لداخ کو گیا اور سنا کہ ندھان سنگھ کاردار دراس و کرگل باغوائے مسمی فتح سنگھ جوگی کے ، جو نوکر اور فرستادہ جرنیل مہیان سنگھ مقتول ناظم کشمیر کا تھا ، راجہ شیر علی والیٔ کرتاشک کے ہاتھ سے مارا گیا ہے اور رحیم خان پشکومہ دراس سے بھاگ کر احمد شاہ راجہ اسکرود کے پاس چلا گیا ہے - یہ خبر سن کر وزیر نے قلعہ اسکردو پر یورش کی - اگرچہ وہ مستحکم قلعہ افراسیاب کا بنوایا ہوا تھا ، اس کا فتح کرنا آسان نہ تھا ، مگر وزیر نے اپنی مردانہ ہمت کے بھروسے پر اس کی فتح کا ارادہ مصمم کر لیا اور دریائے سندھ یخ بستہ سے عبور کیا - راجہ نے قلعہ بند کر لیا اور علی شیر نے وزیر کی خدمت میں حاضر آ کر معافی مانگی - وزیر نے اپنی فوج کو محاصرے کا حکم دیا - چند روز لڑائی رہی - آخر احمد شاہ راجہ اسکردو نے اُسی محمد شاہ اپنے بیٹے کو ، جس کا دشمن ہوا تھا ، وزیر کی خدمت میں بھیجا اور اطاعت ظاہر کی - وزیر نے اس کا جرم معاف کیا اور محمد شاہ کو اسکردو کے راج کا وزیر بنایا اور بھاری نذرانہ راجۂ اسکردو وغیرہ راجگان اس خطہ سے وصول کیا اور رحیم خان پشکومہ کو سزائے موت دی -

وہاں سے فارغ ہو کر وزیر نے علاقہ حصورہ پر فوج کشی کی اور راجہ حصورہ بیس روز تک قلعے میں محصور ہو کر لڑتا رہا ۔ آخر نادم ہوا اور خراج قبول کرکے تابعداروں کے سلک میں منسلک ہوا ۔ وہاں سے لداخ کو معاودت کی ۔ چونکہ پونچھک چرلگ و انگل مر گیا تھا اس کے پوتے کو وزیر نے اس کی جگہ مقرر کرکے مورنتچین[1] کو اس جرم میں کہ اس نے لشکر کی رسد رسانی نہیں کی تھی ، قید کرلیا ۔ پھر وزیر نے ارادہ تسخیر علاقہ مانتلا کا کیا اور فوج لے جا کر لڑائی شروع کی ۔ مخالف بھی خوب لڑے ۔ آخر بھاگ گئے اور وزیر نے مانتلا میں پہنچ کر قلعہ پورنگ[2] کو فتح کیا ۔

چونکہ علاقہ پورنگ کے حدود علاقہ یکسو ممالک انگریزی اور نیز علاقہ نیپال کے ساتھ ملتے تھے اس واسطے راجہ نیپال کا وکیل وزیر کے پاس آیا اور نیز کنیگھم صاحب ایجنٹ انگریزی کا مراسلہ بدرخواست بھیجنے وکیل کے پہنچا ۔ من بعد بستی رام و کالو جمعدار جب جموں سے پہنچے تو انھوں نے وزیر کو فہمائش کی کہ موسم جاڑے کا ہے اور مخالف تمام علاقہ ہے ، ایسی حالت میں اب لشکر کا آگے بڑھانا اور دشمن پر غلبہ پانا مشکل ہے ۔ چنانچہ وزیر پورنگ سے درشن استھان سری رام جی کے واسطے گیا ۔ وہاں سے پھر پونگ میں واپس آ کر مانتلا میں پہنچا ۔ وہاں سے کانگڑے و کلاس میں آیا ۔ وہاں خبر پہنچی کہ چھگجوت راجہ آپ کی ملاقات کے واسطے لاسہ سے آیا ہے ، عنقریب یہاں پہنچے گا ، اس لیے وزیر نے توقف کیا ۔ پھر خبر آئی کہ اس نے قلعہ کورونگ کا محاصرہ کرکے تھانے دار اور سپاہیوں کو قتل کر ڈالا ہے اور چیرو کوتوال بھاگ آیا ہے ۔ یہ بات سن کر وزیر کمال غضب ناک ہوا اور سان سنگھ اور بھوپا کوتوال اور میاں سنگارا کو ایک فوج کے ساتھ کرونگ کو روانہ کیا اور اپنے گھر کے لوگ جو پورنگ میں تھے لداخ میں بھیج دیے اور خود بھی میدان جنگ میں موجود ہو گیا ۔ اس وقت سردی اور برف کا یہ حال تھا کہ تمام زمانے میں عالم زمہریر چھا گیا تھا ۔ ہوا کی سردی سے سب کے بدن سن ہو گئے اور اسی سبب سے رسد بھی لشکر میں نہ پہنچی اور فوج سردی اور بھوک دو عذابوں میں گرفتار ہو گئی ۔ پانی ہر ایک مقام پر سردی سے جم کر برف ہو گیا ۔ القصہ ایسی حالت میں جنگ شروع ہو گیا اور دشمنوں نے اس نیم مردہ لشکر کو کھلے دل

۱- یہ نام صحیح نہیں پڑھا جا سکا ۔

۲- یہ لفظ کہیں پورلگ ہے اور کہیں پونگ چھپا ہے ۔ زیادہ پورنگ ہے ۔

سے ذبح کر ڈالا ۔ وزیر بھی اسی مقام پر مارا گیا ۔ مہتہ بستی رام قلعدار پورنگ کا الورہ کے راستے وہاں سے بھاگ کر جموں میں آیا ۔ اس فتح کے بعد مخالفین لداخ کو آئے ۔ مورنتچین و احمد شاہ راجہؔ اسکردو بھی ان کے ساتھ مل گئے ۔ پہلوان سنگھ کمیدان و منشی گوراں دتا اور فتح پلٹن ماتحت تیغ سنگھ صوبہ دار سنگھ جو لداخ سے وزیر کی مدد کو روانہ ہوئے تھے ، یہ خبر سن کر واپس لداخ میں آئے اور تمام سردیوں کا موسم وہاں ہی رہے ۔ اگرچہ مخالف ان پر حملے کرتے رہے مگر وہ روکتے رہے ۔

راجہ گلاب سنگھ نے موسم بہار کے آغاز میں دیوان ہری چند کو مفسدوں کی سرکوبی کے لیے لداخ بھیجا ۔ دیوان نے سری نگر میں جا کر توقف کیا اور وزیر رتنو کو پہلے ادھر کو روانہ کیا ۔ دوسرے روز اس کی روانگی سے خود بھی لداخ کی سمت کو توجہ کی ۔ راستے میں سوچیتا تھانہ دار کرگل کی عرضی پہنچی کہ دشمنوں نے محاصرہ قلعہ کرگل کا کر لیا ہے اور انسداد راستے کے لیے دو برج مضبوط راستے میں بنا لیے ہیں ۔ یہ خبر سن کر دیوان نے تین ہزار فوج اور ایک توپ مع رام سنگھ افسر کے قلعہ کوہی کے راستے بھیجی اور خود مع وزیر رتنو سیدھے راستے سے جا کر اُن برجوں تک پہنچا جو دشمنوں نے بنائے ہوئے تھے ۔ جب برج مسمار کیے تو دشمن مقابلے پر آئے ۔ ایک طرف سے رام سنگھ نے اور دوسری طرف سے تھانے دار نے قلعے سے نکل کر ان پر حملہ کیا ۔ چھ گھنٹہ تک لڑائی ہوئی ۔ دو سو آدمی دشمنوں کا مارا گیا اور تین ہزار فوج بھاگ نکلی ۔ اس فتح کے بعد دیوان نے کرگل سے چل کر موضع کنارہ پر قیام کیا ۔ وہاں راجہ محمد علی خان پشکومہ کے ساتھ مقابلہ ہوا اور دشمن مارا گیا ۔ پھر دریائے سندھ سے بذریعہ پل عبور کرکے مخالفین کا استیصال کماینبغی کیا اور علاقہ لداخ وغیرہ کا دوبارہ اپنے قبضے میں لیا اور مورنتچین و احمد شاہ راجہ اسکردو قید میں آئے ۔ چونکہ راجہ گلاب سنگھ نے سری نگر میں پہنچ کر اور فوج دیوان کی امداد کو بھیجی تھی ، بعد حصول اس فتح کے واپس بلائی گئی اور اہل کارانِ فوج کو بڑے بڑے انعام ملے ۔

اگرچہ مہاراجہ شیر سنگھ فرماں فرمائے لاہور نے بیاوری و امداد اس خاندان جموال کے راج پایا تھا مگر کسی قدر مدت کے بعد اس کا خیال اور ہو گیا اور چاہا کہ کسی طرح راجہ دھیان سنگھ وزیر کو قتل کرادیوے اور اس خاندان کو بکلی مفقود کردے ۔ اس ارادے پر اس نے" سردارانِ سندھانوالیہ اجیت سنگھ وغیرہ کو ، جو اس کے خوف سے ہندوستان میں بھاگ گئے تھے ،

لاہور میں بلا کر پھر سرفراز کیا اور ان کو ترغیب دی کہ کسی طرح دھیان سنگھ کو قتل کردیں - چونکہ وہ دونوں فریق کے دشمن تھے ، انھوں نے یہ راز راجہ دھیان سنگھ کے آگے ظاہر کر دیا - اور مہاراجہ شیر سنگھ کے قتل کے لیے دھیان سنگھ کو بھی اپنے ساتھ ہم صلاح کر لیا - آخر جس روز انھوں نے مہاراجہ شیرسنگھ کو قتل کیا ، راجہ دھیان سنگھ کو بھی قلعے میں قتل کر ڈالا ، جس طرح کہ پہلے اس کتاب میں سب حال زیب اندراج ہو چکا ہے - اس کا عوض راجہ ہیرا سنگھ راجہ دھیان سنگھ کے بیٹے نے لیا اور سرداران سندھانوالیہ قتل ہوئے - لاہور کی حکومت پر مہاراجہ دلیپ سنگھ مقرر ہوا اور وزارت راجہ ہیرا سنگھ کی قرار پائی - مختاری و مدار المہامی سررشتۂ وزارت کی پنڈت جلا کو ملی -

چند روز کے بعد فیمابین راجہ سوچیت سنگھ اور راجہ ہیرا سنگھ وزیر کے عداوت پیدا ہوئی اور دراندازوں نے چچہ بھتیجے کے درمیان سخت دشمنی ڈال دی - باعث یہ ہوا کہ علاقہ جسروٹہ کا پہلے راجہ سوچیت سنگھ کے اجارے میں سرکار لاہور سے ملا ہوا تھا - پھر راجہ ہیرا سنگھ کو جاگیر میں ملا مگر راجہ سوچیت سنگھ نے راجہ ہیرا سنگھ کو اس پر قبضہ نہ دیا - جب تک راجہ دھیان سنگھ وزیر زندہ رہا اس نے اس بات سے درگزر کی اور درپے نزاع کے نہ ہوا مگر راجہ دھیان سنگھ کے قتل کے بعد یہ آگ بھڑک گئی اور اہل‌کاران و سرداران دربار لاہور ، جو پنڈت جلا کے ظلم و تعدی سے ناراض تھے ، اس پر آمادہ ہوئے کہ راجہ سوچیت سنگھ کو لاہور میں بلا کر وزارت دیں - ان کے بلانے پر راجہ سوچیت سنگھ بھی لاہور کے جانے پر مستعد ہو گیا - ہرچند گلاب سنگھ نے ممانعت کی اور مصر ہو کر لاہور کے سفر سے باز رکھا مگر اس نے نہ مانا اور بہ بہانۂ شکار مع رائے کیسری سنگھ جموں سے نکل آیا اور اپنی فوج کو حکم بھیجا کہ پیچھے سے کوچ کرکے چلے آئیں - زیادہ تر باعث اس کی روانگی کا یہ ہوا کہ جواہر مل اس کے وکیل نے لاہور سے لکھا کہ آپ فی الفور لاہور آ جائیں - راہ میں سے دیوان بھیم سین کو لاہور کی طرف بہ تعجیل تمام بھیجا کہ لاہور پہنچ کر فوج خالصہ کے ارادے سے خبر دے - جب ملک پور میں مقام ہوا ، چند سکھ فوج سواری کے سوار حاضر ہوئے اور ارادت ظاہر کی کہ خالصہ کی فوج لاہور میں آپ کے آنے کی منتظر ہے - غرض راجہ سوچیت سنگھ بقول بعض پچاس آدمیوں اور بقول بعض ایک سو آدمی کے ساتھ لاہور پہنچ گیا اور پڑاوہ بدھو کے پاس میاں وڈا کی خانقاہ کے اندر قیام کیا اور

منتظر ہوا کہ روسائے دربار و فوج خالصہ کب میرے پاس آ کر مجھ کو شہر میں لے جاتے ہیں ۔ اتنے میں دیوان بھیم سین حاضر ہوا اور کہا کہ فوج خالصہ جو بندۂ زر ہے باقرار حصول انعام راجہ ہیرا سنگھ کے ساتھ مل گئی ہے ۔ اب آپ کا واپس جانا مناسب ہے ۔ رائے کیسری سنگھ نے بھی اصرار کیا کہ یہاں سے چل دینا مناسب ہے مگر راجہ سوچیت سنگھ نے ایک نہ مانی اور کہا کہ اب یہاں سے واپس جانا نامردوں کا کام ہے ۔ رات بھر راجہ سوچیت سنگھ میاں وڈا کے مزار پر رہا ۔ صبح ہوتے ہی سکھی فوج نے چاروں طرف سے آ کر خانقاہ کا محاصرہ کر لیا ۔ ساٹھ ہزار فوج جرار اور توپ خانہ آتش بار نے جب راجہ کو گھیر لیا تو راجہ سوچیت سنگھ نے سب کو رخصت دی کہ آپ جان لے کر چلے جائیں مگر کسی نے منظور نہ کیا ۔ رائے کیسری سنگھ و میاں بھلو کالھا چکیہ و میاں نہال سنگھ اگادریہ نے آ کر اجازت جنگ کی مانگی ۔ حکم دیا کہ ہماری طرف سے کوئی جنگ کی ابتدا نہ کرے ۔ اتنے میں گولہ چلنا شروع ہو گیا اور دیواریں خانقاہ کی گرنے لگیں ۔ اتنے میں دارا داروغہ گھوڑا لے کر حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک طرف سے راستہ کھلا ہے ۔ اگر ارادہ جانے کا ہو تو میں آپ کو اس معرکے سے سلامت لے جا سکتا ہوں ۔ راجہ سوچیت سنگھ نے اس کی بات بھی نہ سنی اور اپنے آدمیوں کے ساتھ خانقاہ سے باہر نکل آیا ۔ پہلی گولی رائے کیسری سنگھ کو لگی اور اسی حالت میں سکھوں پر جا پڑا اور چند آدمیوں کو مار کر مارا گیا ۔ پھر دیوان بھیم سین قتل ہوا ۔ وزیر نہال سنگھ نے اُس وقت بے وفائی کی، اور جان بچا کر بھاگ گیا ۔ اور بھی چند آدمیوں نے اُس وقت رفاقت سے پہلو تہی کیا ۔ آخر راجہ سوچیت سنگھ تنہا رہ گیا ۔ وہ بھی کمال جواں مردی کے ساتھ دلہائے فانی سے رہگرائے عالم جاودانی ہوا ۔

راجہ گلاب سنگھ کو جب یہ خبر جموں میں پہنچی ، خاندان کی بربادی اور بھائی کے مارے جانے سے نہایت افسوس کیا ۔ راجہ سوچیت سنگھ کی رانیاں، جو جموں اور سامبہ اور رام نگر میں تھیں ، جا بجا ستی ہو گئیں اور خاندان میں ایک حشر برپا ہو گیا ۔ یہ واقعہ سترھویں ماہ چیت اشٹمی کے دن بدھ کے روز سمت ۱۹۰۱ بکرمی میں ظہور میں آیا ۔

جب یہ کام سرانجام پا گیا ، راجہ ہیرا سنگھ کو راجہ سوچیت سنگھ کے ملک و مال و خزانہ کا طمع دامن گیر ہوا ۔ چونکہ راجہ سوچیت سنگھ نے رندھیر سنگھ خلف راجہ گلاب سنگھ کو بسبب بے اولادی کے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا اور شرعاً و عزماً مالک اس کے مال کا وہ تھا ، راجہ گلاب سنگھ نے نہ

چاہا کہ ایک خرسہرہ اس سے راجہ ہیرا سنگھ کو دیوے اور اس معاملے کے فیصلہ و اظہار کے لیے دیوان جوالا سہائے و پنڈت چرنداس کو لاہور بھیجا ، مگر بسبب شرارت پنڈت جلا کے کچھ فیصلہ نہ ہوا - پھر راجہ دینا ناتھ و بھائی رام سنگھ و شیخ امام الدین لاہور سے باجازت راجہ ہیرا سنگھ جموں میں اس امر کے فیصلے کے لیے آئے مگر کچھ فیصلہ عمل میں نہ آیا اور فیصلہ اس بات پر قرار پایا کہ راجہ گلاب سنگھ نصف ترکہ راجہ سوچیت سنگھ کا راجہ ہیرا سنگھ کو دے دیوے اور نصف میاں رندھیر سنگھ المشہور سوہن سنگھ خلف راجہ گلاب سنگھ کے پاس ، جس کو راجہ سوچیت سنگھ نے متبنٰی بنایا تھا ، رہے اور راجہ سوچیت سنگھ کی جگہ میاں رندھیر سنگھ دربار لاہور میں حاضر رہے - چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا اور میاں رندھیر سنگھ لاہور آ پہنچا اور آپس میں تصفیہ ہو کر فتنہ و فساد رفع دفع ہو گیا -

چند ماہ کے بعد لاہور میں فتنۂ تازہ برپا ہو گیا اور راجہ ہیرا سنگھ و پنڈت جلا و میاں رندھیر سنگھ سب کے سب قتل ہو گئے اور رؤسائے کوہی مثل میاں رن سنگھ و چندن دیو و الوکھا سنگھ و سوہنو و اودے سنگھ و کالھا سنگھ و وزیر الدر برادر وزیر زورآور سنگھ ، جو راجہ ہیرا سنگھ کے ہمراہ اس مصیبت کے وقت میں تھے ، کام آئے - یہ واقعہ آٹھویں ماہ پوہ الوار کے روز سمت ۱۹۰۱ میں وقوع میں آیا - راجہ گلاب سنگھ نے جب اس واقعے کی کیفیت سنی نہایت غم کیا اور صف ماتم کی چند روز تک بچھائے رکھیں -

راجہ ہیرا سنگھ کے قتل کے بعد سردار جواہر سنگھ وزیر و مدارالمہام مہاراجہ دلیپ سنگھ والیٔ لاہور کا ہوا - چونکہ وہ جانی دشمن خاندان جموال کا تھا اس نے بڑی فوج اُدھر کو روانہ کی - چنانچہ سردار شام سنگھ و لال سنگھ تسخیر علاقہ جسروٹہ وغیرہ جاگیر راجہ ہیرا سنگھ کے لیے مامور ہوا اور لالہ رتن چند دوگل و باوا مہان سنگھ بطور وکیل راجہ گلاب سنگھ کے پاس پہنچے - اور حکم پہنچا کہ کل خزانہ و ملک و مال راجہ ہیرا سنگھ کا اور نصف جائیداد راجہ سوچیت سنگھ کی ، جس کے باب میں پہلے فیصلہ راجہ ہیرا سنگھ کی زندگی میں ہو چکا ہے ، ہمارے حوالے کردو - اور جواہر سنگھ راجہ ہیرا سنگھ کے بھائی کا بازو بھی ہم کو دو کہ ہم اس سے کل مال راجہ ہیرا سنگھ کا پورا کرکے لیں گے - اور خاص جاگیر ، جو تمھاری ذات کی ہے ، وہ تمھارے نام پر بدستور واگزار رہے گی - یہ تقریر سن کر راجہ گلاب سنگھ نے ان کو چند روز منتظر جواب کا رکھا اور در پردہ راجہ جواہر سنگھ پسر راجہ دھیان سنگھ

کے نام ، جو جسروٹہ میں تھا اور راجہ رندھیرسنگھ متبنٰی راجہ سوچیت سنگھ کے نام ، جو رام نگر میں تھا ، خطوط بھیجے اور لکھا کہ اپنی فوج و لشکر کے ساتھ مستعد و مضبوط رہیں - اسی طرح دیوان نانک چند متعینہ چھپال و دیوان کرم چند متعینہ پونچھ و دیوان ہری چند متعینہ گڑھی کے نام پروانہ جات جاری ہوئے -

چونکہ راجہ ہیرا سنگھ کے قتل کے سبب سے زمانے کا رنگ اور بھی بدل گیا تھا ، اکثر مقامات پر مخالفت و فتنہ و فساد پیدا ہوا اور سکھ جسروٹہ پر آ پہنچے - فوج راجگان جموال بھی ، جو اس جگہ تھی مع وزیر بھنا سکھوں کے شامل ہوگئی اور راجہ جواہر سنگھ بھاگ کر جموں میں آ گیا - جسروٹہ پر سردار شام سنگھ و لال سنگھ متصرف ہو گئے اور وزیر نہال سنگھ جو سانبہ میں ماسور ہوا تھا ، وہ بھی سکھوں کے ساتھ مل گیا اور قبائل اس کے رات رات جموں سے بھاگ گئے - راجہ فقیر اللہ خاں نے پونچھ پر فوج بھیج دی اور راجہ ہیرا سنگھ کی فوج نے اپنا ہی علاقہ لوٹنا شروع کر دیا - اسی طرح اکثر ملازم اس خاندان کے نمک حرام ہو کر مستعد غارت و شور و فساد کے ہو گئے - آخر سکھوں کی فوج نے چار طرف سے جموں پر حملہ کیا - سرداران ماسورۂ لاہور کی یہ مرضی تھی کہ اول بحیلہ و فریب مال و دولت و خزانہ راجہ گلاب سنگھ سے لے لیں اور فوج کو اپنے ساتھ ملا لیں - پھر ممالک مقبوضہ سے مار کر باہر نکال دیں - اس ارادے پر راجہ لال سنگھ نے سردار فتح سنگھ مان کو بطور وکالت جموں میں بھیجا - راجہ گلاب سنگھ نے منظور کر لیا کہ تمام مال و ملک راجہ ہیرا سنگھ کا بلا عذر فوج خالصہ کے حوالے کر دے گا - اور بھی جو احکام سرکار لاہور کے ہیں بدل و جان ان کی تعمیل کرے گا - سردار فتح سنگھ بعد انعقاد و انتظام پر ایک اس کے واپس سکھوں کی فوج میں ، جو جموں سے بفاصلہ دو کوس کے اتری ہوئی تھی ، گیا - چونکہ اس کی ہمراہی میں وزیر بھنا و گنپت ملازمان نمک حرام راجہ ہیرا سنگھ بھی تھے ، اس واسطے بنظر احتیاط راجہ گلاب سنگھ نے وزیر زورآور کو ان کے ہمراہ کردیا کہ بحفاظت تمام اپنی حد سے اُتار دیں - راستے میں فوج محافظ ملازم راجہ گلاب سنگھ نے جب ان نمک حراموں کو دیکھا ، تلواریں کھینچ کر ان پر کود پڑے اور گولیاں چلنے لگیں - چونکہ وہ دونوں نمک حرام سردار فتح سنگھ مان کے ساتھ ایک ہاتھی میں بیٹھے تھے ، سردار بھی ان کے ساتھ قتل ہوا - جب راجہ گلاب سنگھ کو یہ خبر پہنچی ، کمال افسوس کیا اور جانا کہ اب کام بالکل خراب ہو گیا -

چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کہ سردار فتح سنگھ مان کے قتل کی خبر سن کر سکھی فوج جوش میں آ گئی اور جابجا قلعہ جات پر یورش کردی - فوج جموال نے بھی دریائے توی پر مورچے باندھ لیے اور بہت سے مقامات پر لڑائی شروع ہوگئی - سکھوں نے وہاں بھی شکست کھائی اور پانچ توپیں چھنوا بیٹھے -

آخر پنچان فوج خالصہ نے باہم یہ مشورہ کیا کہ راجہ لال سنگھ و شام سنگھ و بخشی بھگت رام وغیرہ اپنی دشمنی کے سبب سے درپے اس بات کے ہیں کہ خاندان راجگان جموں کو برباد کرکے خود جاگیریں حاصل کریں - ہم کو کیا غرض ہے کہ اپنی جانیں تلف کریں اور راجہ گلاب سنگھ پر ، جو حساب و کتاب کے دینے اور راجہ ہیرا سنگھ کے ملک و مال کے دینے کو تیار ہے ، تلوار اٹھائیں - مناسب یہ ہے کہ ہم راجہ گلاب سنگھ کو اپنے ساتھ لاہور لے چلیں - وہاں جاکر بی بی جنداں اس سے اپنا حساب سمجھ لے گی - چنانچہ فوج نے سردار سلطان محمد خاں و سردار چتر سنگھ اٹاری والا کو راجہ گلاب سنگھ کے پاس بمراد صلح و آشتی بھیجا اور صلح قائم ہوگئی - ہر چند بخشی بھگت رام وغیرہ نے سکھوں کو کہا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے تم کو قلعہ باہو اور راج جموں کے تسلط کے لیے بھیجا ہے ، اب سوائے تعمیل حکم کے اور کسی بات کا ظہور میں لانامناسب نہیں مگر سکھوں نے ایک نہ مانی اور کہا کہ یہ ملک مہاراجہ رنجیت سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ کو دیا ہوا ہے - اس کو ہم واپس نہیں لے سکتے -

اس وقت راجہ گلاب سنگھ توکل بخدا کرکے میوا سنگھ کی پلٹنوں میں آ گیا اور دیوان ہری چند کو جموں میں چھوڑ آیا - آتے ہی پانچ روپیہ فی سپاہی سکھوں کی فوج کو تقسیم کرکے اپنا حامی بنا لیا اور فوج راجہ گلاب سنگھ کو ہمراہ لے کر لاہور کو روانہ ہو گئی - اگرچہ لاہور سے متواتر پروانے آئے کہ سرکار کا منشا راجہ گلاب سنگھ کے ملک و مال پر قبضہ کرنے کا ہے ، اس کو ہمراہ کیوں لائے ہو ، مگر سکھوں نے ایک نہ مانی اور لاہور پہنچ گئے -

لاہور میں پہنچ کر راجہ گلاب سنگھ کنور نونہال سنگھ کی حویلی میں نظربند ہوا - ہرچند اس وقت تمام دربار لاہور کا راجہ گلاب سنگھ کا دشمن تھا مگر سکھوں کے خوف سے کچھ نہ کر سکے - بلکہ چاہا کہ کسی طرح راجہ گلاب سنگھ لاہور سے چلا جائے - ایسا نہ ہو کہ فوج خالصہ اس کی طرف رجوع لا کر ہم سب کو تہ تیغ کرے - چنانچہ کچھ حساب کتاب ہو کر اور چند لاکھ روپیہ بذمہ راجہ گلاب سنگھ قرار دے کر جموں کو رخصت کر دیا -

کسی قدر مہلت کے بعد جب بسبب قتل پشورا سنگھ کے فوج نے سردار جواہر سنگھ وزیر کو مار ڈالا اور فوج کو اہالیانِ دربار نے انگریزوں کی جنگ پر آمادہ کیا اور شکست سکھوں کو حاصل ہوئی تو اس نازک وقت میں رانی جنداں والدۂ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ کو جموں سے لاہور میں بلایا اور وزارت سلطنت پنجاب کی اس کے سپرد کی۔ ہرچند راجہ گلاب سنگھ ایسی خوفناک وزارت سے انکار کرتا تھا مگر طوعاً و کرھاً منظور کی اور انتظام حالاتِ موجودہ میں مصروف ہوا۔

مہاراجہ ہونا راجہ گلاب سنگھ کا بعد شکست پانے فوج سکھی کے انگریزوں کی لڑائی سے اور حاصل کرنا سلطنت جموں و کشمیر کا صاحبان عالی شان یعنی سرکار کمپنی انگریز بہادر سے

جب دائرۂ دولت نواب گورنر جنرل بہادر کا بعد فتح و فیروزی بمقام قصور آ پہنچا، راجہ گلاب سنگھ باتفاق دیوان دینا ناتھ و فقیر نور الدین وغیرہ نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں بمقام قصور حاضر ہوا اور بعد بہت سی گفتگو کے یہ بات قرار پائی کہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ نقد سرکار لاہور تین فصل یعنی تین اقساط میں سرکار انگریزی کو ادا کر دیوے۔ پنجاہ لاکھ روپیہ تو بالفعل دیوے اور ایک کروڑ روپیہ دو اقساط میں ادا کرے۔ جب تک یہ کل روپیہ ادا نہ ہو ملک دوآبہ بست جالندھر کا بطور رہن سرکار انگریز کے پاس رہے۔ جب کل روپیہ ادا ہو جائے وہ علاقہ مسترد ہو جائے۔ پھر مہاراجہ دلیپ سنگھ وہاں طلب کیا گیا اور بمقام کاہنا کاچھا ملاقات مہاراجہ کی نواب گورنر جنرل کے ساتھ ہوئی اور یہ بات قرار پائی کہ صاحبان عالی شان چندے لاہور کی سیر کرکے واپس چلے جائیں۔

جب دائرۂ دولت صاحبان عالی شان کا لاہور آ پہنچا، ایک خط رانی جنداں کا نواب گورنر جنرل بہادر کے نام گیا کہ ہماری طرف سے راجہ لال سنگھ مختار و مدارالمہام ہے۔ راجہ گلاب سنگھ کو ہمارے کام میں کچھ اختیار نہیں ہے۔ اور راجہ لال سنگھ نے یہ بات ٹھہرائی کہ ملک دوآبہ بست جالندھر اور ممالک کوہ جموں و کشمیر و ہزارہ و تبت تمام و کمال سرکار انگلشیہ لے لے اور زرِ مصادرہ کی طلبی نہ کرے۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ راجہ گلاب سنگھ کی کل ریاست جموں وغیرہ بھی اس میں آ جائے اور اس کے پاس کچھ باقی نہ رہے۔ جب یہ بات راجہ گلاب سنگھ نے سنی، نواب گورنر جنرل بہادر کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ سرکار انگلیشہ میرے فرزندوں کو گزارہ دے دیوے اور مجھ

کو اجازت بخشے کہ کانشی میں جا کر خدا کی عبادت کروں ۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے جواب دیا کہ اگر راجہ گلاب سنگھ ایک کروڑ روپیہ ہم کو دے دیں تو تمام علاقہ ملک بست جالندھر و کانگڑہ و علاقہ جموں و تبت و لداخ و کشمیر و ہزارہ اس کو دے دیتے ہیں جو دوام کے لیے ان کی ملکیت قرار پائے گا ۔ مگر راجہ گلاب سنگھ نے لینا دوآبہ بست جالندھر کا منظور نہ کیا اور ایک کروڑ روپے میں سے پچیس لاکھ روپیہ منہا ہو کر مملکت جموں و کشمیر و تبت و لداخ و کشتواڑ و ہزارہ وغیرہ علاقہ جات کوہستانی راجہ گلاب سنگھ کو مل گئے اور مہاراجگی کا خطاب مل کر سلطنت جموں کی علحیدہ ہوگئی ۔

یہ بات رانی جنداں اور اہالیانِ دربار لاہور کو سخت ناگوار گزری اور بہت سے عذرات سرکار انگریزی کے حضور میں کیے ۔ مگر سماعت میں نہ آئے اور مہاراجہ گلاب سنگھ بعد تحریر عہد نامہ جات مہاراجہ کو جموں و کشمیر مقرر ہوگیا ۔ پچاس لاکھ روپے یک مشت اور پچیس لاکھ چھ ماہ میں دینے تجویز ہوئے اور پندرہ لاکھ روپیہ راجہ سوچیت سنگھ کا امانت ، جو فیروز پور میں تھا ، اسی میں محسوب ہو گیا اور قرار پایا کہ مہاراجہ کی فوج وقت پر امداد سرکار انگریزی کی کرے اور مہاراجہ ہمیشہ سرکار انگریزی کی حمایت میں رہا کرے ۔ اور پروانہ جات سرکار لاہور کی طرف سے بنام ناظم کشمیر و ناظم ہزارہ کے صادر ہوئے ۔

اُس وقت ہزارہ کا ملکیہ بر سرِ فساد ہوا اور شیخ امام الدین ناظم کشمیر نے بھی دخل مہاراجہ گلاب سنگھ کا کشمیر پر ہونے نہ دیا ۔ مستعد جنگ و فساد کا ہوا ۔ وزیر لکھپت رائے افسر مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف سے کشمیر میں مارا گیا ۔ اس واسطے فوج لاہور سے مع لارنس صاحب انگریز بہ تنبیہ شیخ امام الدین مامور ہوئی اور دخل مہاراجہ گلاب سنگھ کا کشمیر پر دلایا گیا ۔ اور راجہ جواہر سنگھ پسر راجہ دھیان سنگھ نے جو دعویٰ مال و ملک اپنے باپ کا کیا وہ نامسموع متصور ہوا ۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے انتظام ملک کوہستان کا اپنے طور پر کیا اور جو چند مفسدانِ شرارت پیشہ نے مفسدہ بردازی کی وہ اپنی سزائے اعمال کو پہنچے ۔ اور جو قوم چیلاسیاں نے ، جن کا علاقہ کشمیر کی حدود کے اوپر ہے ، ایک قلعہ بنایا اور خود سر ہو کر مہاراجہ کے علاقے میں تاخت و تاراج کرنے لگے ، اُن کی تادیب کو دیوان ہری چند و وزیر زورآور و کرنیل بجے سنگھ و دیوان ٹھاکر داس وغیرہ مامور ہوئے اور مدت تک لڑائی رہی ۔ مفسد جان توڑ کر لڑے جس میں پندرہ سو سپاہی

مہاراجہ کا مارا گیا اور کرنیل کیکڑا نرائنیہ کام آیا ۔ کرنیل بجے سنگھ مجروح ہوا اور لشکر جو قلعہ پر حملہ آور ہوا تھا سخت شکست کھا کر اپنے مورچوں میں آیا ۔ آخر دلاوران فوج نے تجویز کی کہ قلعے کے اندر جو پانی کا تالاب ہے اور مفسد وہی پانی پی کر جیتے ہیں ، ایک نقب مورچے کے مقام سے تالاب تک لگائی جائے اور باروت دھر کر سرنگ اُڑائی جائے ۔ چنانچہ وہی کام ظہور میں آیا ۔ جب سرنگ اُڑائی گئی تو تالاب کا تمام پانی نقب کے راستے سے باہر آ گیا اور قلعے میں ایک بوند پانی کی نہ رہی ۔ مفسد ناچار ہو کر بھاگ گئے ۔ تعاقب میں بھی بہت سے مارے گئے ۔ اور اکابر اُس ملک کے مثل درے خاں و رحمت اللہ خاں و اخون لال محمد وغیرہ نے اطاعت منظور کی ۔

دوسرا فساد گلگت میں ہوا اور بہت سے مفسدوں نے جمع ہو کر شورش برپا کی اور نگری کا راجہ ان کے ساتھ مل گیا اور قلعہ گلگت کا محاصرہ کر کے چاہا کہ فتح کر لیں مگر سنتو کھ تھانے دار دخل ان کا ہونے نہیں دیتا تھا ۔ آخر مفسدوں نے قول و قسم کر کے تھانے دار کو اپنے پاس بلا کر قتل کر ڈالا ۔ دیوی دین کمیدان ، جو گورکھیہ پلٹن کے ساتھ قلعہ منور میں تھا ، کسی قدر مدت تک مفسدوں کے ساتھ لڑتا رہا ۔ آخر رسد قلعے سے ختم ہو گئی اور سپاہی بھوک سے مرنے لگے تو ناچار وہ قلعے سے نکلا اور مخالفوں کے ساتھ کہ چار ہزار تھے ، لڑ کر مارا گیا ۔ تمام سپاہی گورکھیہ پلٹن کے میدان میں کام آئے ۔ اسی طرح بھوپ سنگھ پھڈوال ، جو ایک پلٹن رکن الدین والی کے ساتھ قلعہ پڑی میں تھا ، پہلے مخالفوں کے ساتھ لڑتا رہا ۔ آخر ذخیرہ تمام ہوا اور وہ راجہ نگری کے قول و قسم پر نازاں ہو کر باہر نکلا اور مع فوج مارا گیا ۔

جب علاقہ گلگت کا مفسدوں نے خالی کرا لیا تو گوہر رحمان نام اس کا فرماں فرما ہوا ۔ بہت سے لوگ اس نے ، جو متوسل راجہ گلاب سنگھ کے تھے ، پکڑ کر فروخت کر دیے اور سینکڑوں قتل کر دیے ۔ یہ خبر پا کر راجہ گلاب سنگھ نے ایک جرار فوج اس طرف کو روانہ کی اور مفسدوں کو کامل سزا دے کر وہ علاقہ پھر اپنے تصرف میں لیا ۔

الغرض اس مہاراجہ نے اخیر عمر تک سلطنت بہ کمال کامرانی و دادگستری کی ۔ آخر جب وعدۂ اذا جاء اجلھم لایستاخرون ساعة ولایستقدمون آن پہنچا ، بیسویں ماہ ساون ۱۹۱۴ بکرمی میں اتوار کے روز چار گھڑی دن باقی رہے تپ محرقہ کی بیماری سے بیمار ہو کر وفات پائی ۔

جب رسوم کریا کرم کی ادا ہو چکیں ، مہاراجہ رنبیر سنگھ فرزند دلبند و ولی عہد مہاراجہ کا تختِ سلطنت پر بیٹھا جو اب تک موجود ہے ۔ اس مہاراجہ نے حق وفاداری و دوستی و اتحاد کا ، جیسا کہ چاہیے ، صاحبان انگریز کے ساتھ ادا کیا اور روزِ اجلاس سے آج تک ایسی ایسی خدمتیں نمایاں کیں کہ ملکہ کوئین وکٹوریہ قیصر ہند نے بار بار اس کا شکریہ ادا کیا ۔ پہلے مفسدۂ دہلی کے وقت اس مہاراجہ کی فوج جاں نثار نے بڑی بڑی خدمتیں کیں اور ایک دیوان افسر اعلٰی عین دہلی کے معرکے میں کام آیا ۔ پھر جب ۱۸۷۶ء میں شہزادۂ عالم و عالمیان پرنس آف ویلز بہادر ولی عہد سلطنت ہند و انگلینڈ ہندوستان کی سیر کو تشریف لایا تو اس مہاراجہ نے بہ کمال ارادت مندی لاکھہا روپے اس کی آسائش و مہمان داری میں صرف کیے ۔ اور لاکھہا روپے کے قیمتی تحائف رخصت کے وقت دیے ۔ اور ہر سال جو صاحبان انگریز کشمیر کی سیر کو جاتے رہے ، ان کی مہمان داری کا صرف بھی اپنے ذمے پر رکھا اور عہدنامے کی شرائط ، جو مابین سرکار انگریزی اور اس کے پدر بزرگوار کے درمیان قرار پائی تھیں ، ان کی تعمیل بدل و جان کی ۔ کوئی امر خلافِ دوستی و محبت وقوع میں نہ آیا ۔ اس نے اپنی رعایا پر بڑی بڑی مہربانیاں کیں اور ہزاروں روپے واجب الوصول محصول پشمینہ وغیرہ کے معاف کردیے ۔ سبحانہ تعالٰی ایسے داد بخش کرم گستر مہاراجہ کو دیر تک سلامت با کرامت رکھے ۔

خاتمۃ الکتاب

خدا کا شکر و احسان ہے کہ یہ مجموعہ نایاب یعنی تاریخ پنجاب بہ تلطفاتِ ربانی و تفضلاتِ سبحانی باختتام پہنچا ۔ مولف کو اس چند سالہ محنت و عرق ریزی سے نیک نتیجہ ملا ۔ اگرچہ کب ممکن تھا کہ یہ بندۂ ناتواں اس بارِ گراں کو اٹھاتا اور مورِ کمزور اس بڑے کام کے انتظام و اہتمام کا دعویٰ کرتا ۔ اور نہ سرکارِ گردوں وقار انگریز کے مفوضہ امورات کے انتظام اور خبر گیری سے اتنی فرصت اوقات شبانہ روز سے حاصل تھی کہ اس مشکل کام کے انجام کے لیے قلم اٹھاتا مگر دلی شوق اور باطنی ذوق نے السعی منی والاتمام من اللہ کا مضمون یاد دلایا اور ایسی رہبری کی کہ آہستہ آہستہ منزل مقصود تک پہنچا دیا ۔ اور جیسے کہ دل چاہتا تھا بابا نانک پہلے گورو سے دسوں سکھی مذہب کے پیشواؤں کا حال مفصل و مشرح تحریر ہوا ۔ بلکہ گزشتہ خاندانوں کی کیفیت اور موجودہ ریاستوں کا ذکر مع تذکرۂ سلطنت مہاراجہ رنجیت سنگھ و

عہد انگلشیہ عالیہ و ریاست جلیلہ جموں و کشمیر بھی تفصیل وار زیب اندراج پا گیا اور کتاب عام فہم بزبان اُردو تحریر ہوئی ۔ اور جس طرح منظور تھا یہ مراد بر آئی ۔ آغاز نے انجام کی صورت دکھلائی ۔ اب یہ دعا ہے اور خدا سے التجا ہے کہ شائقین باتمکین و ناظرین نیک آئین اس کی سیر سے فائدہ پائیں ، خاص و عام حظ اٹھائیں ۔ آمین !

تمت

قطعۂ تاریخ از نتائج طبع رنگین خیال جناب رائے بہادر کنہیا لال صاحب ایگزیکٹو انجینئر لاہور مؤلف کتاب ہذا تخلص ہندی

یہ ہے پنجاب کی رنگیں تواریخ
گُہر بھی آب سے ہے جس کے بے آب
ہر اک فصل اس کی ہے فصلِ بہاری
ہے ہر اک باب بے شک جنتی باب
خدا اس کو کرے اپنے کرم سے
بشرق و غرب روشن مثلِ مہتاب
کوئی تاریخ اس مضموں کی پہلے
نہ دیکھی دیدۂ دوراں نے در خواب
بسالِ خاتمہ ہندی نے لکھا
نیا تحفہ بنا تاریخ پنجاب

۱۸۷۷ء

ایضاً از رائے بہادر ممدوح

چھپی پنجاب کی جس دم یہ تاریخ
ہوئے خوش حال سب ہندی کے احباب
مسیحا بولا بہرِ سالِ تاریخ
کہ کیسی تحفہ ہے تاریخ پنجاب

۱۸۷۷ء

از نتائجِ افکار مفتی غلام سرور لاہوری تخلص سرور

بہت خلق کو ایک مدت سے تھی   تلاش ایسی تاریخِ نایاب کی
ہوئی طبع جب بہر تاریخِ سال   طبیعت ہوئی مائل اصحاب کی
اُسی دم یہ سرور نے مصرع لکھا   بہت صاف تاریخ پنجاب کی

۱۸۷۷ء

☆ ☆ ☆

اگرچہ مؤلف ، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مداح ہیں لیکن وہ اُس کے بعض ناپسندیدہ افعال سے چشم پوشی بھی نہیں کرتے ۔ مثلاً شاہ شجاع سے کوہِ نور ہیرا چھیننے کا واقعہ اُنھوں نے تفصیل سے لکھا ہے اور رنجیت سنگھ کے مظالم کو کھُل کر بیان کیا ہے ۔ اسی طرح راجہ رنجیت سنگھ کی عہد شکنیوں اور سکھوں کی زیادتیوں اور ناعاقبت اندیشیوں پر بھی اُنھوں نے جگہ جگہ تنقید کی ہے ۔

تاریخ پنجاب کے بعد کنھیّا لال نے تاریخ لاہور تالیف کی جس کے بعد وہ چند سال ہی زندہ رہے ۔ اُن کی نگرانی میں لاہور کی جو سرکاری عمارتیں تعمیر ہوئیں وہ اُن کی ہنرمندی کا ثبوت ہیں ۔

جون ۱۸۸۵ء میں کنھیّا لال اپنی پچپن سالہ ملازمت مکمل کرنے کے بعد ریٹائر ہوگئے اور اُس کے پونے تین سال بعد فروری ۱۸۸۸ء میں اس جہانِ فانی سے چل بسے ۔

مجلس ترقیِ ادب لاہور کی چند مطبوعات

۱- عکس : (عربی فلسطینی شعرا کی نظموں کا منظوم ترجمہ) : مترجم امجد اسلام امجد - - - - - -	۱۰/۰۰
۲- البیان : از سید عابد علی عابد - - - - -	۶۰/۰۰
۳- البدیع : از پروفیسر سید عابد علی عابد - - -	۳۰/۰۰
۴- یادگار داغ : مرتبہ کلب علی خان فائق - -	۵۰/۰۰
۵- عبدالرحمٰن چغتائی — فن اور شخصیت : مرتبہ ڈاکٹر وزیر آغا - - - - -	۵۵/۰۰
۶- تاریخِ پنجاب : (طبع دوم) از کنھیا لال لاہوری ، مرتبہ کلب علی خان فائق -	۹۰/۰۰
۷- قدیم اسلامی مدارس : از منوّر جہاں رشید - -	۳۵/۰۰
۸- نذر حمید احمد خاں : مرتبہ احمد ندیم قاسمی - -	۵۰/۰۰
۹- انتخابِ غزلیاتِ امیر خسرو : مرتبہ پروفیسر وزیر الحسن عابدی - - -	۲۷/۰۰
۱۰- ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ : از ڈاکٹر سید عبداللہ - - - - -	۳۷/۰۰
۱۱- خطباتِ اقبال : پنجابی ترجمہ از پروفیسر شریف کنجاہی	۳۰/۰۰
۱۲- جاوید نامہ : پنجابی ترجمہ از پروفیسر شریف کنجاہی	۱۹/۰۰
۱۳- مجرم کون : از جے - بی - پرسٹلے - - - -	۱۵/۰۰
۱۴- آر - یو - آر : از کارل چپیک - - - - -	۱۲/۰۰
۱۵- تین بہنیں : از چیخوف - - - - - - -	۱۳/۰۰

مجلس ترقی ادب - کلب روڈ - لاہور

ربن آرٹ پریس ، لاہور